گناہوں کے روحانی، اخلاقی، جسمانی اور اخروی نقصانات

(قرآن وحدیث اور سچے واقعات کی روشنی میں)

انسان اور گناہ

حافظ مبشر حسین لاہوری

گناہوں کے روحانی، اخلاقی، جسمانی اور اخروی نقصانات

(قرآن وحدیث اور سچے واقعات کی روشنی میں)

انسان اور گناہ

تالیف

حافظ مبشر حسین لاہوری

اریب پبلیکیشنز

1542، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی ۔۲

نام کتاب : انسان اور گناہ
مصنف : حافظ مبشر حسین
ناشر : اریب پبلیکیشنز
صفحات : 448
سن اشاعت : 2013
قیمت :

INSAN AUR GUNAH
Hafiz Mubashshar Husain

ناشر

اریب پبلیکیشنز
1542، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی۔۲
فون: 23284740، 23282550، 43549461

فہرست مضامین

باب 1

گناہ کی حقیقت

باب 2

انسان گناہ کیوں کرتا ہے؟

باب 3 انسانی گناہوں پر ایک نظر

باب 4 گناہوں کے دُنیوی نقصانات

باب 5 گناہوں کے انفرادی نقصانات

باب 6 گناہوں کی قانونی سزا

باب 7 گناہوں کے اجتماعی (معاشرتی) نقصانات

باب 8 گناہوں کے طبی (جسمانی) نقصانات

باب 9 اُخروی زندگی میں گناہوں کے نقصانات

باب 10 گناہ چھوڑنے کے انعامات

باب 11 معاشرے میں مروج خطرناک گناہ

باب 12

گناہوں سے توبہ کرنے کا بیان

[توبہ کا طریق کار، شرائط اور بعض شبہات کا ازالہ]

باب 13

توبہ میں رکاوٹیں اور ان کا علاج

حرفِ آغاز

اللہ تعالیٰ نے خالق و مالک ہونے کے ناطے انسان کو کچھ کام کرنے اور کچھ سے بچنے کا حکم دیا ہے جبکہ انسان کو ایک طرف اتنی استطاعت اور طاقت بھی دی کہ وہ اللہ کے حکموں پر عمل کر سکے اور دوسری طرف اس کے لیے یہ بھی واضح کر دیا کہ اللہ کا ہر حکم انسان ہی کے دنیوی و اُخروی اور انفرادی و اجتماعی مفاد کا ضامن ہے، نیز یہ کہ ایک انسان اللہ تعالیٰ کے احکام کی جس قدر خلاف ورزی کرے گا اسی قدر دنیا و آخرت میں وہ اس کا نقصان بھی اٹھائے گا۔

انسانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے سلسلہ میں اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس کا ہر حکم ہمارے فائدے اور سہولت کے لیے ہے خواہ بظاہر اس میں فائدے اور سہولت کی بجائے نقصان اور مشقت کا پہلو ہی دکھائی دیتا ہو۔ علاوہ ازیں یہ بھی اس اللہ کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں اپنے حکموں پر عمل کرنے کی پوری پوری استطاعت اور طاقت سے نوازا ہے حتیٰ کہ انفرادی یا اجتماعی طور پر کسی حکم کو بجالانے کی انسانی استطاعت میں اگر کہیں کمی آتی ہے تو وہاں اس حکم میں اسی قدر مزید سہولت اور رخصت بھی دے دی جاتی ہے مثلاً پانچ وقت نماز باجماعت ادا کرنا انسانی طاقت سے ہرگز باہر نہیں البتہ اگر کوئی شخص بیمار ہو جائے تو اسے اپنی بیماری کی مناسبت سے باجماعت نماز کی بجائے انفرادی نماز کی اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی بجائے بیٹھ کر یا لیٹ کر نماز پڑھنے کی رخصت مل جاتی ہے۔ یہی صورت حال اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ دیگر احکام میں بھی نمایاں طور پر ہمیں دکھائی دیتی ہیں۔

گناہ کیا ہے؟

اگر کوئی شخص استطاعت اور طاقت کے باوجود اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کو پورا کرنے میں

کوتاہی کرتا ہے یا جس کام سے منع کیا گیا تھا اس سے جان بوجھ کر باز نہیں آتا تو ان دونوں صورتوں میں اس کا یہ عمل 'گناہ' کہلاتا ہے جس پر وہ گنہگار اس بات کا مستحق قرار پاتا ہے کہ اسے سزا دی جائے۔ یہ سزا دنیا میں بھی مل سکتی ہے اور آخرت میں بھی۔ البتہ گناہ اور نیکی کا پورا پورا بدلہ چونکہ اصولی طور پر آخرت سے معلق رکھا گیا ہے اس لیے ضروری نہیں کہ دنیا میں بھی ان کا پورا بدلہ دیا جائے، البتہ گنہگار انسان کو آخرت کے عذاب سے ڈرانے یا دوسرے لوگوں کو گناہ کی شناعت وقباحت سے خبردار کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی گنہگاروں کو تھوڑی بہت سزا دیئے رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کا امتحان لینے کے لیے اسے اختیار کی طاقت دی ہے یعنی یہ طاقت کہ اگر وہ چاہے تو اللہ کے حکموں پر عمل کر کے نیکی کی راہ اختیار کرے اور چاہے تو اللہ کے حکموں کی خلاف ورزی کر کے گناہ کی راہ اپنائے لیکن اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ اس اختیار کی طاقت کو جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال کرے گا اسے اُخروی زندگی میں سخت سزا دی جائے گی اور جو شخص اسے اللہ کی اطاعت میں استعمال کرے گا اسے بہترین بدلہ اور پورا پورا انعام دیا جائے گا۔

انسان اور گناہ!

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ انسان اور گناہ لازم وملزوم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی جسمانی (طبعی) ساخت ہی کچھ ایسی بنائی ہے کہ وہ گناہ سے بچ نہیں سکتا۔ البتہ انبیاء پر چونکہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہوتا ہے اس لیے ان کے بارے میں تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ گناہوں سے بچا لیتا ہے مگر ان کے علاوہ کسی اور شخص کے بارے میں یہ دعویٰ کرنا غلط ہے کہ اس سے کبھی گناہ سرزد نہیں ہوتا۔ یہ الگ بات ہے کہ کسی کا گناہ چھوٹا ہو اور کسی کا بڑا۔ یا کسی کے گناہ کم ہوں اور کسی کے بہت زیادہ۔ لیکن تمام انسان فرشتوں کی طرح معصوم عن الخطا بن جائیں یہ اللہ کی مشیت کے منافی ہے۔

انسان گناہ کیوں کرتا ہے؟

انسان کبھی اپنی جسمانی وطبعی ضرورتوں کی وجہ سے، کبھی خواہشاتِ نفس سے مغلوب ہوکر، کبھی اہل وعیال کی محبت سے مجبور ہوکر، کبھی شیطانی حملوں کا شکار ہوکر اور کبھی بے صبری اور عدم برداشت میں گرفتار ہوکر کسی نہ کسی گناہ کا مرتکب ضرور ہوتا ہے۔اس لیے گناہ ہوجانا کوئی بڑی بات نہیں مگر شرط یہ ہے کہ انسان اپنے گناہ کو گناہ سمجھے......گناہ ہوجانے کے بعد اس پرنادم وشرمندہ ہو......اللہ کے خوف سے اپنے گناہ پر کپکپا اٹھے......اور بلا تاخیر اپنے کیے ہوئے گناہ پر اللہ کے حضور سچی معافی مانگ لے...... اور اللہ کے حضور یہ وعدہ کرے کہ آئندہ میں یہ گناہ کبھی نہیں کروں گا۔ان شاء اللہ!

گناہ سے سچی توبہ:

انسان پھر بھی انسان ہے۔اسی سچی توبہ کے باوجود وہ دوبارہ اسی یا کسی اور گناہ کا بھی ارتکاب کرسکتا ہے۔اس لیے جتنی مرتبہ گناہ ہو اتنی مرتبہ اللہ سے سچے دل سے معافی مانگی جائے۔انسان کو یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک اپنے بندے کے گناہوں کو معاف کرتے رہتے ہیں جب تک گنہگار بندے کا سانس جاری اور ہوش وحواس قائم رہتے ہیں۔ البتہ جب ہوش وحواس قائم نہ رہیں، جان کنی کا وقت اور نزع کا عالم طاری ہو جائے، سانس اُکھڑ جائے، موت کے فرشتے نظر آجائیں اور روح کھینچی جانے لگے تو پھر اس کی معافی اور توبہ کا موقع ختم ہوجاتا ہے۔لیکن اے انسان! کبھی اس دھوکے میں نہ مارے جانا کہ جب موت کے آثار ظاہر ہوں گے تب فوراً توبہ کرکے نیک بن جاؤں گا یا جب بڑھاپے کے آثار نمایاں ہوں گے تب گنہگارانہ زندگی چھوڑ کر نمازی پرہیزی بن جاؤں گا۔نہیں!......

خبردار!...... یہ شیطان کا دھوکا اور نفس کا فریب ہے۔

کسے معلوم کہ بڑھاپے سے پہلے موت آجائے......!

جو سانس نکلی ہے اسے دوبارہ کھینچنے سے پہلے روح کھینچ لی جائے......!

جو قدم اٹھایا ہے اسے واپس لوٹانے سے پہلے ہی ملک الموت آپہنچے......!

گناہ کے دنیوی واخروی نقصانات:

جب تک انسان کا ایمان مضبوط رہتا ہے تب تک گناہ کا ارتکاب کم ہوتا ہے اور جیسے ہی ایمان کمزور ہونے لگتا ہے ویسے ہی گناہوں کا گراف بڑھنے لگتا ہے۔ جب انسان گناہ کرتا ہے تو اللہ کی رحمت وقتی طور پر اس سے دور ہوجاتی ہے اور جب وہ توبہ کرلیتا ہے تو اللہ کی رحمت دوبارہ اس کے شامل حال ہوجاتی ہے لیکن جب انسان گناہ پر گناہ کیے جاتا ہے، اور اپنے گناہوں پر ندامت وشرمندگی کی بجائے فخر وتکبر محسوس کرتا ہے، تو پھر:

اللہ کی رحمت اس سے دور سے دور تر ہوتی چلی جاتی ہے......

اور اللہ کا غضب اس پر برسنا شروع ہوجاتا ہے......

کبھی اس کے رزق میں تنگی یا بے برکتی ظاہر ہونے لگتی ہے......

کبھی بیوی بچے نافرمان بن جاتے ہیں......

کبھی طرح طرح کی بیماریاں گھیر لیتی ہیں......

اور کبھی امن وسکون اور قلبی اطمینان رخصت ہوجاتا ہے۔

جس طرح ایک گنہگار انسان کے ساتھ یہ سب کچھ ہوتا ہے اس طرح ایک معاشرے کے ساتھ بھی مجموعی طور پر یہ سلوک کیا جاتا ہے جس کے نتیجہ میں گنہگار لوگوں کے ساتھ معاشرے کے نیک لوگ بھی مشقت واذیت کا سامنا کرتے ہیں۔

ہماری صورت حال!

اگر ہم اپنے ارد گرد نظر دوڑائیں اور ہم میں سے ہر شخص اپنی ذات کا جائزہ لے تو بخوبی معلوم ہوجائے گا کہ ہم لوگ گناہوں کی ایک خطرناک دلدل میں آہستہ آہستہ دھنستے ہی چلے جارہے ہیں جس سے باہر نکلنے کی بظاہر کوئی امید اور کوئی راہ دکھائی نہیں دیتی۔ جن گناہوں کی پاداش میں امتوں کی امتیں ہلاک کردی گئی تھیں، آج وہ سارے گناہ ہم مسلمانوں میں موجود ہیں! قومِ نوحؑ، قومِ لوطؑ، قومِ شعیبؑ، قومِ ہودؑ، قومِ صالحؑ وغیرہ میں جو گناہ الگ الگ طور پر پائے جاتے تھے، افسوس کہ آج کے مسلمانوں میں وہ سارے یکجا دکھائی دیتے ہیں۔

اس کے باوجود ہم اگر اللہ کے حضور اپنے زوال اور مصائب کا شکوہ کریں تو ہم خود ہی جھوٹے ہوں گے کیونکہ ہم گناہوں کو چھوڑنے پر آمادہ نہیں...... اللہ کے احکام پر عمل پیرا ہونے میں سخت کوتاہ ہیں...... حیلوں، بہانوں سے ہر غلط کام کو جائز قرار دے لینے میں بے باک ہیں...... گناہ کی نت نئی شکلوں کا دن رات ارتکاب کر رہے ہیں...... اور ایک ایسی راہ پر سرپٹ دوڑے چلے جا رہے ہیں جو سیدھی دوزخ کی آگ میں لے جانے والی ہے......!

پھر افسوس اس بات کا ہے کہ ہمیں اپنے کرتوتوں کا بخوبی علم ہے اور جانتے بوجھتے ہم نے اس راہ کو اختیار کر رکھا ہے جب تک ہم اپنے اس طرز عمل کو نہیں بدلیں گے تب تک ہماری انفرادی و اجتماعی زندگیوں میں امن و سکون، عروج و ترقی اور خوشحالی کے آثار پیدا نہیں ہوں گے۔ اگر ہم امن و سکون، عروج و ترقی اور خوشحالی چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے اندر فوری طور پر ایک مثبت تبدیلی لانا ہوگی، ایسی تبدیلی جو ہماری اس گنہگارانہ روش کو بدل دے!

زیر نظر کتاب کی انفرادیت اور خصوصیات:

اسی سوچ کے ساتھ راقم الحروف نے زیر نظر کتاب مرتب کی ہے۔ اس کتاب کی تیاری کے دوران جس طرح خود میرے اندر شعوری و غیر شعوری طور پر مثبت تبدیلیاں آتی گئیں اسی طرح میں امید کرتا ہوں کہ قارئین بھی اس کے سنجیدہ مطالعہ سے اپنے اندر مثبت تبدیلیاں محسوس کریں گے۔ ان شاء اللہ!

• یاد رہے کہ یہ کتاب اپنے موضوع کی ضرورت و اہمیت کی وجہ سے خصوصی توجہ اور محنت سے مرتب کی گئی ہے۔ اس کی تیاری کے دوران، اب تک اس موضوع پر لکھی جانے والی تمام اہم کتابیں ہمارے سامنے تھیں۔ ان میں جو قیمتی فوائد بکھرے ہوئے تھے انہیں پورے سلیقہ کے ساتھ ہم نے اپنی اس کتاب میں جمع کر دیا ہے اور جہاں جہاں تشنگی تھی وہاں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ صلاحیت اور خصوصی توفیق سے اسے خود دور کرنے کی حتی الامکان کوشش کی ہے۔

اب یہ اپنے موضوع پر ان شاء اللہ ایک جامع اور مستند کتاب ہے اور اس کے بارے میں یہ بات بے خوف تردید کہی جا سکتی ہے اس موضوع پر اس سے جامع اور اچھی ترتیب کے ساتھ

کوئی اور کتاب اب تک مارکیٹ میں موجود نہیں تھی۔اس کی سب سے بڑی انفرادیت اور خوبی یہ ہے کہ اس میں اپنے موضوع سے متعلقہ تمام ضروری مباحث کا احاطہ کردیا گیا ہے مثلاً:

گناہ کی حقیقت، گناہ کے اَسباب، گناہوں سے بچنے کے طریقے، خطرناک گناہوں کی تفصیلات، گناہوں کے دینوی واخروی اعتبار سے انفرادی ،اجتماعی ،اخلاقی ،روحانی، مادی اور طبی نقصانات کا مکمل احاطہ، گناہوں کے اخروی نقصانات، گناہ چھوڑنے کے دنیوی واخروی فوائد وانعامات، گناہوں سے بچنے کے لیے توبہ کا صحیح طریقۂ کار اور توبہ کی راہ میں بننے والی رکاوٹوں کا مکمل علاج وغیرہ ۔علاوہ ازیں اس کتاب میں صحیح احادیث اور سچے واقعات کا انتخاب کرتے ہوئے ضعیف احادیث اور جھوٹے واقعات سے ہر ممکنہ اجتناب کیا گیا ہے۔

ان شاء اللہ پورے وثوق سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کتاب کا سنجیدہ مطالعہ گنہگاروں کو راہِ ہدایت پر گامزن کرنے میں پوری مدد دے گا۔لہٰذا اپنے گنہگار دوستوں پر نیکی واحسان کرتے ہوئے انہیں اس کتاب کا تحفہ پیش کریں۔اس کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ ان کے نیک بننے پر آپ کی نیکیوں میں بھی اضافہ ہوگا اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس طرح آپ اپنی طرف سے دعوتِ حق کی ذمہ داری بھی پوری کرلیں گے۔خطیب حضرات سے بھی میں گزارش کروں گا کہ وہ اس کتاب میں موجود مباحث سے استفادہ کرکے اس موضوع پر زیادہ سے زیادہ گفتگو کریں اور لوگوں کو گناہ چھوڑنے اور نیک بننے کا وعظ کریں تا کہ اس گنہگار معاشرے کو بدلنے کے لیے ہم سب اپنی اپنی ذمہ داری پوری کریں اور اللہ تعالیٰ سے اچھے نتائج اور بہتر اجروثواب کی امید رکھیں۔

اللہ عمل کی توفیق دے اور ہماری ان کوششوں کو قبول فرمائے۔آمین یارب العالمین!

حافظ مبشر حسین
0300-4602878

باب ا:

گناہ کی حقیقت

گناہ کیا ہے؟

ہر وہ کام جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے تعلق رکھتا ہو، ''گناہ'' کہلاتا ہے۔گناہ کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اس دنیا کی زندگی میں انسان کا امتحان لینے کے لیے اس کی ساخت ہی اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسی بنائی ہے کہ وہ کبھی خواہشِ نفس یا شیطان سے مغلوب ہوکر، کبھی مالی ضروریات اور گھریلو مسائل سے مجبور ہوکر، کبھی بیماری اور مصیبت وغیرہ سے پریشان ہوکر اللہ کی نافرمانی (گناہ) کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے......کبھی اس کا گناہ چھوٹا ہوتا ہے......اور کبھی بڑا......اور کبھی بہت بڑا۔

اگر انسان گناہ ہوجانے کے بعد اللہ تعالیٰ سے سچی توبہ کرلے تو اس کا گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادیتے ہیں اور اگر انسان توبہ نہ کرے بلکہ گناہ پر گناہ کرتا چلا جائے ......، پھر گناہوں پر خوشی کا اظہار بھی کرے...... اور گناہوں کو معمولی چیز سمجھے...... تو اسے آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی ان گناہوں کی سزا مل جایا کرتی ہے......!

گناہوں کے درجے اور قسمیں:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کی نافرمانی (گناہ) سے تعلق رکھنے والا ہر کام اپنے انجام کے اعتبار سے نہایت مہلک ہے البتہ اپنے وجود اور حیثیت کے اعتبار سے کچھ گناہ چھوٹے ہوتے ہیں اور کچھ بڑے۔اس لحاظ سے جمہور اہل علم گناہوں کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں؛ایک وہ جس میں چھوٹے گناہ شامل ہیں (ان چھوٹے گناہوں کو ''صغیرہ گناہ'' بھی کہا جاتا ہے) اور دوسری وہ جس میں بڑے گناہ شامل ہیں (انہیں کبیرہ گناہ بھی کہا جاتا ہے)۔

کچھ لوگ گناہوں کی اس تقسیم کو تسلیم نہیں کرتے ۔ان کے بقول اللہ تعالیٰ کے کسی بھی حکم کی خلاف ورزی کو صغیرہ نہیں کہا جا سکتا بلکہ کبیرہ ہی کہا جائے گا لیکن ان کی یہ بات غلط ہے،اس لیے کہ قرآن وحدیث میں بعض گناہوں کو کبیرہ اور بعض کو صغیرہ (چھوٹے گناہ) قرار دیا گیا ہے مثلاً قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ اَسَاۗءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِينَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰۗىِٕرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ﴾ [النجم:۳۲]

''تاکہ اللہ تعالیٰ بُرے عمل کرنے والوں کو ان کے (برے) اعمال کا بدلہ دے اور نیک کام کرنے والوں کو اچھا بدلہ عنایت کرے ،ان لوگوں کو جو کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں اور بے حیائی سے بھی سوائے کسی چھوٹے سے گناہ کے ۔بے شک تیرا رب بہت وسیع مغفرت والا ہے۔''

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْ اِمْرِءٍ مُسْلِمٍ تَحْضُرُهُ صَلَاةٌ مَكْتُوبَةٌ فَيُحْسِنُ وُضُوءَهَا وَخُشُوعَهَا وَرُكُوعَهَا اِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا قَبْلَهَا مِنَ الذُّنُوبِ مَا لَمْ يَاْتِ كَبِيرَةً وَذٰلِكَ الدَّهْرَ كُلَّهُ))(۱)

''جو مسلمان شخص فرض نماز کا وقت پالے ،پھر وہ اچھے طریقے سے وضو کرے ،خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کرے ،اور اطمینان سے رکوع (وسجود) کرے ،تو یہ نماز اس کے سارے سابقہ (یعنی چھوٹے) گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے،بشرطیکہ وہ کبائر (یعنی بڑے گناہوں) سے بچا رہے اور یہ ثواب اسے ہمیشہ حاصل ہوتا رہتا ہے۔''

اب اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ گناہ دو طرح کے ہیں ایک چھوٹے جنہیں گناہِ صغیرہ کہا جاتا ہے اور دوسرے بڑے (کبیرہ) جنہیں اس حدیث میں بھی کبیرہ (کبائر) کہا گیا ہے۔پھر اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ صغیرہ گناہ تو نماز پڑھنے اور اسی

---

(۱) [صحیح مسلم: کتاب الصلوٰۃ: باب فضل الوضوء والصلاۃ عقبہ(ح ۲۲۸)]

طرح کی دیگر نیکیوں سے خود بخود معاف ہوتے رہتے ہیں جبکہ کبیرہ گناہ کی معافی کے لیے توبہ کرنا اور اللہ سے معافی مانگنا ضروری ہے۔آئندہ صفحات میں کبیرہ گناہوں کی تفصیلات اوران کی معافی کے طریق کار پر بھی روشنی ڈالی جائے گی۔ان شاء اللہ!

کبیرہ گناہ کی پہچان:

کبیرہ گناہوں کی وضاحت قرآن وحدیث میں مختلف انداز میں کی گئی ہے مثلاً یا تو انہیں واضح طور پر مہلک کہہ کر بیان کر دیا گیا، یا پھر ان کے ارتکاب پر اس دنیا میں سزا مقرر کردی گئی یا اُخروی طور پر جہنم کی وعید سنادی گئی ہے۔اہل علم نے اس سلسلہ میں جو تفصیلات بیان کی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ کبیرہ گناہ کو درج ذیل اصولوں کی روشنی میں پہچانا جاسکتا ہے۔

۱: اس گناہ پر دنیا میں کوئی حد یا تعزیری سزا مقرر کی گئی ہو مثلاً قتل ،چوری،ڈاکہ،زنا،زنا کی تہمت ، یہ سب کبیرہ گناہ ہیں اوران پر دنیا میں سزا مقرر کی گئی ہے۔

۲: آخرت میں اس گناہ پر سزا کی وعید سنائی گئی ہو مثلاً:شرک کرنا،منافق بننا،مرتد ہوجانا،دین کا مذاق اڑانا،وغیرہ۔

۳: اس گناہ کے نتیجہ میں خاتمۂ ایمان کی خبر دی گئی ہو مثلاً:امانت میں خیانت کرنا،بدعہدی کرنا،نماز ترک کرنا،وغیرہ۔

۴: اس گناہ کے مرتکب کے ساتھ اللہ تعالیٰ یا اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے بے تعلقی کا اعلان ہو مثلاً:دھوکا دینا،میدان جہاد سے فرار ہونا،وغیرہ۔

۵: اس گناہ پر اللہ تعالیٰ کے غصے اور غضب کا اعلان کیا گیا ہو مثلاً:بڑھاپے میں زنا کرنا،جھوٹ بول کر سامان بیچنا،وغیرہ۔

۶: قرآن وسنت میں واضح الفاظ میں اس گناہ کے ارتکاب پر امت مسلمہ سے خارج ہو جانے کا فیصلہ دیا گیا ہو مثلاً شرک کرنا،کفر کرنا،وغیرہ۔

۷: قرآن وسنت میں اس گناہ کے مرتکب کو فاسق قرار دیا گیا ہو مثلاً غیر شرعی احکام نافذ

کرنا، جھوٹی گواہی دینا، وغیرہ وغیرہ۔

۸: قرآن وسنت میں اس کام کو واضح طور پر حرام قرار دیا گیا ہو مثلاً: خنزیر یا مردار کھانا، خون پینا، وغیرہ۔

۹: اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ نے اس گناہ کے ارتکاب پر لعنت کی ہو مثلاً غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا، والدین کو برا بھلا کہنا، کسی کا حق مارنا، وغیرہ۔

۱۰: اسی طرح گناہِ صغیرہ بھی بعض صورتوں میں گناہِ کبیرہ بن جاتا ہے مثلاً جب دین کے ساتھ طنز کرتے ہوئے یا اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں استکبار کے جذبے سے کوئی صغیرہ گناہ کیا جائے تو وہ صغیرہ نہیں بلکہ کبیرہ بن جاتا ہے۔

سب سے پہلا گناہ:

قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کائنات میں سب سے پہلا گناہ یعنی اللہ تعالیٰ کی سب سے پہلی نافرمانی کا ارتکاب شیطان ابلیس نے کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اور اپنی ایک اور مخلوق یعنی فرشتوں کو یہ حکم دیا کہ وہ سب حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں۔ تمام فرشتوں نے اس حکمِ خداوندی پر لبیک کہا مگر ابلیس نے ازراہِ تکبر اس حکمِ الٰہی کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اسے اپنے اس گناہ کی سزا یہ ملی کہ قیامت تک کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دور کر دیا اور آخرت میں اسے اَبدی طور پر جہنم کا سزاوار ٹھہرایا۔ شیطان ابلیس کے اس گناہ کا واقعہ قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ○ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ○ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ○ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ○ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ○ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ

خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَاتَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ٥ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ٥﴾

[الاعراف۔ ۱۱ تا ۱۸]

''ہم نے تمہیں پیدا کیا اور پھر تمہاری صورت بنائی پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا۔ ابلیس نے سجدہ نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا: ''جب میں نے تجھے سجدہ کا حکم دیا تھا تو پھر کس بات نے تجھے سجدہ کرنے سے روک دیا؟'' کہنے لگا: میں آدم سے بہتر ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نیچے اُتر یہاں سے۔ تیرا حق نہ تھا کہ تو یہاں تکبر کرتا۔ لہٰذا نکل جا، تو ان لوگوں سے ہوگیا جنہیں نکو (ذلیل) بن کر رہنا پڑتا ہے۔ ابلیس کہنے لگا: ''اچھا پھر مجھے روز محشر تک مہلت دے دے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تجھے یہ مہلت دے دی جاتی ہے۔ ابلیس نے (اللہ سے) کہا: تو نے مجھے گمراہی میں مبتلا کیا ہے تو اب میں بھی تیری سیدھی راہ پر (گھات لگا کر) بیٹھوں گا پھر انسانوں کو آگے سے، پیچھے سے، دائیں سے، بائیں سے غرض ہر طرف سے گھیروں گا (اور اپنی راہ پر ڈال دوں گا) اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یہاں سے نکل جا۔ تو میری درگاہ سے ٹھکرایا ہوا اور رسوا شدہ مخلوق ہے۔ (یاد رکھ!) انسانوں میں سے جو بھی تیری پیروی کرے گا، تیرے سمیت ان سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔''

سب سے پہلے انسان سے غلطی:

انسانوں میں سے جس انسان سے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا صدور ہوا وہ تمام انسانوں کے باپ یعنی حضرت آدم علیہ السلام تھے۔ آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کو پیدا فرمایا اور پھر آپ پر یہ مہربانی فرمائی کہ اپنی جنت میں آپ کو جگہ دی۔ اور ہر طرح کے جنتی میوے کھانے کی اجازت فرمائی البتہ آپ کے امتحان

کے لیے ایک درخت کے پاس جانے سے آپ کو منع فرمادیا مگر شیطان نے آپ کو اور آپ کی بیوی حضرت حوا علیہا السلام کو بہکایا اور کہا کہ اس درخت کا پھل کھانے سے تم بھی فرشتے بن جاؤ گے اور اس جنت سے پھر تمہیں کوئی بھی نہیں نکال سکے گا۔ حضرت آدم اور حوا، اس کی باتوں میں آ کر اس درخت کا پھل کھا بیٹھے جس کے قریب پھٹکنے سے بھی اللہ تعالیٰ نے منع کیا تھا چنانچہ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت آدم وحوا کو اللہ تعالیٰ نے اپنی جنت سے نکال کر زمین پر بھیج دیا۔ قرآن مجید میں یہ واقعہ بعض مقامات پر اجمالی اور بعض مقامات پر تفصیلی طور پر بیان ہوا ہے۔ سورۃ الاعراف میں یہ واقعہ اس طرح بیان ہوا ہے:

﴿ وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ○ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ○ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ○﴾ [الاعراف۔۱۹ تا ۲۵]

"اے آدم! تو اور تیری بیوی دونوں اس جنت میں رہو اور جہاں سے جی چاہے کھاؤ، مگر اس درخت کے قریب بھی نہ جانا ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے"۔ پھر شیطان نے ان دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا تا کہ ان کی شرمگاہیں جو ایک دوسرے سے چھپائی گئی تھیں، انہی کے سامنے کھول دے اور کہنے لگا: "تمہیں تمہارے پروردگار نے اس درخت سے صرف اس لئے روکا ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا تم ہمیشہ یہاں رہنے والے نہ

بن جاؤ''۔ پھر ان دونوں کے سامنے اس نے قسم کھائی کہ میں فی الواقع تمہارا خیر خواہ ہوں، چنانچہ ان دونوں کو دھوکہ دے کر آہستہ آہستہ اپنی بات پر مائل کر ہی لیا پھر جب انہوں نے اس درخت کو چکھ لیا تو ان کی شرمگاہیں ایک دوسرے پر ظاہر ہوگئیں اور وہ جنت کے پتے اپنی شرمگاہوں پر چپکانے لگے، اس وقت ان کے پروردگار نے انہیں پکارا کہ ''کیا میں نے تمہیں اس درخت سے روکا نہ تھا اور یہ نہ کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے؟'' وہ دونوں کہنے لگے: ''ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم بہت نقصان اٹھانے والوں سے ہو جائیں گے''۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم سب (یہاں سے) نکل جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اب تمہارے لئے زمین میں جائے قرار اور ایک مدت تک کے لیے سامان زیست ہے۔'' نیز فرمایا: ''تم اسی (زمین) میں زندگی بسر کرو گے، اسی میں مرو گے اور اسی سے دوبارہ نکالے جاؤ گے۔''

حضرت آدمؑ و حواؑ کی خطا کیسے معاف ہوئی؟

جب حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کو ایک غلطی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جنت سے نکال دیا تو انہوں نے براہ راست اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرتے ہوئے یہ دعا مانگی:

﴿قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾

[الاعراف۔۲۳]

''دونوں نے کہا: اے رب ہمارے! ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا ہے اور اگر تو ہماری مغفرت نہ کرے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو واقعی ہم نقصان پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ دونوں کی اس لغزش کو معاف فرما دیا۔

گناہ ہوجانا کوئی بڑی بات نہیں بشرطیکہ......

انسان کی فطرتی کمزوریوں میں سے ایک کمزوری 'گناہ' (خطا، غلطی) بھی ہے۔ خود حضرت آدم علیہ السلام اپنی اس کمزوری سے مغلوب ہوکر خطا کر بیٹھے جس کا نتیجہ جنت سے نکال دیئے جانے کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اس کمزوری سے کوئی انسان مستثنیٰ نہیں ماسوائے اس کے جس پر اللہ تعالیٰ اپنا خصوصی رحم وکرم فرمادیں۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا لَذَهَبَ اللّٰهُ بِكُمْ وَلَجَآءَ بِقَوْمٍ يُّذْنِبُوْنَ فَيَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ))(۱)

''اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ، اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں مٹادے اور تمہاری جگہ ایسی قوم کو لے آئے جو گناہ کرے گی پھر اللہ سے معافی بھی مانگے گی اور اللہ تعالیٰ اسے معاف بھی کریں گے۔''

اس لیے گناہ ہوجانا کوئی بڑی بات نہیں بشرطیکہ گناہ ہوجانے پر انسان شرمندہ ہو اور فوراً اللہ کے حضور معافی کے لیے پیش ہوجائے اور سچی توبہ کرے کہ آئندہ گناہ کا ارتکاب نہیں کروں گا۔ انسان پھر بھی انسان ہے، سچی توبہ کے باوجود دوبارہ اس گناہ میں ملوث ہوسکتا ہے، اور نہ چاہتے ہوئے بھی اللہ کی نافرمانی اور حکم عدولی کرسکتا ہے۔ اس لیے جتنی مرتبہ اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب ہو، اتنی ہی مرتبہ توبہ کی جائے اور صدقِ دل سے اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگی جائے، ایسے ہی لوگ اللہ کو پسند ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

((كُلُّ بَنِىْ آدَمَ خَطَّآءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ))(۲)

''تمام اولادِ آدم خطا کار ہے البتہ ان خطا کاروں میں سے بہترین وہ ہے جو بہت توبہ کرنے والا ہے۔''

(۱) [صحیح مسلم: کتاب التوبة: باب سقوط الذنوب بالاستغفار والتوبة (ح ۲۷٤۹)]

(۲) [ترمذی: کتاب القیامة: باب فی استعظام المؤمن ذنوبه (ح ۲٤۹۹) ابن ماجه (ح ٤۲٥۱)]

گناہوں سے سچی توبہ کرنے والے لوگوں کے بارے میں قرآن مجید نے بڑے اچھے الفاظ میں یہ تذکرہ کیا ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ اُولٰٓئِكَ جَزَآءُ هُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ [آل عمران ۱۳۵]

”ایسے لوگوں سے جب کوئی برا کام ہو جاتا ہے یا وہ اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو فورا انہیں اللہ یاد آ جاتا ہے اور وہ اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگتے ہیں، اللہ کے سوا اور کون ہے جو گناہ معاف کر سکے؟ اور وہ لوگ باوجود علم کے اپنے کئے (برے عملوں) پر اصرار نہیں کرتے، ایسے لوگوں کا صلہ اپنے پروردگار کے ہاں یہ ہے کہ وہ انہیں معاف کر دے گا اور ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔“

باب ۲:

انسان گناہ کیوں کرتا ہے؟

گناہوں کے ارتکاب کی بنیادی وجہ ایمان کی کمزوری ہے کیونکہ ایمان کی مضبوطی کا آخری درجہ یہ ہے کہ کسی قسم کا گناہ نہ کیا جائے۔ یہ درجہ تو ظاہر ہے انبیاء ہی کو حاصل ہوسکتا ہے۔البتہ دوسرے لوگ بھی جس قدر گناہوں سے دور رہیں گے اسی قدر ان کا ایمان مضبوط ہوگا اور جس قدر ایمان کمزور ہوگا اسی قدر ان کے گناہ زیادہ ہوں گے۔ایمان کی کمزوری کی آگے کئی صورتیں ہیں، آئندہ سطور میں ہم اس کی تفصیلات بیان کریں گے تاکہ ہمارے ایمان کی کمزوری دور ہو اور ہم اپنی زندگی سے گناہوں کا خاتمہ کریں۔

(۲/۱) اللہ کی یاد سے غافل اور اس کے عذاب اور پکڑ سے لاپرواہونا:

گناہوں کے ارتکاب کی ایک وجہ یہ ہے کہ انسان گناہ کرتے وقت یہ بھول جاتا ہے کہ اس کا خالق و مالک اسے دیکھ رہا ہے اور دنیا میں اس گناہ کی سزا اسے کسی بھی وقت دے سکتا ہے یا پھر قیامت کے روز تو لازماً اس کا رب اسے وہ گناہ یاد کرائے گا اور اس کا احتساب کرے گا اور اس وقت تو انسان کے جسم کے وہ اعضاء بول کر اس کے خلاف گواہی دیں گے جن سے انسان اس دنیا میں گناہوں کا ارتکاب کرتا رہا ہوگا۔ظاہر ہے انسان کو اپنا رب یاد رہے اور اس کا خوف اس کے دل ودماغ میں ہروقت موجود رہے تو وہ گناہوں کے ارتکاب سے بچنے کی ہر ممکنہ کوشش کرے گا۔

ایک گنہگار انسان کو اپنے سامنے قرآن مجید کی یہ آیت رکھنی چاہیے:

﴿ وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُمْ مَا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ ﴾ [الانعام:٩٤]

''تحقیق اب تم ہمارے پاس تن تنہا حاضر ہو گے جس طرح ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ اکیلا پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تمہیں دنیا میں دیا تھا وہ سب تم پیچھے چھوڑ آئے ہو گے۔''

ایک بچہ اپنے باپ کی موجودگی میں ہر ایسا کام کرنے سے ڈرتا ہے جس سے اس کا والد ناراض ہوتا ہے۔ اور اگر وہ ایسا کوئی کام کرنا چاہے تو ہمیشہ والد سے چھپ کر کرتا ہے مگر افسوس ہے اس باشعور گنہگار پر جو یہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ہر وقت دیکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ اپنے رب کی نافرمانی کا ارتکاب کرتا ہے!

(۴،۳) موت اور آخرت کی فکر نہ ہونا:

اسی طرح ایمان کی کمزوری کا ایک پہلو یہ ہے کہ انسان کو آخرت کی فکر نہیں رہتی۔ وہ زندگی کی رنگینیوں میں کھو کر یہ بھول جاتا ہے کہ اسے مرنا بھی ہے۔ مرنے کے بعد قبر میں بھی جانا ہے جہاں فرشتے اس سے اس کے دین کے بارے میں سوال کریں گے اور اس کی نیکی ہی وہاں کام آئے گی۔ پھر اسے اللہ کے حضور پیش ہونا ہے اور وہاں اس کا اعمال نامہ کھول کر اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا۔

یہ حقیقت ہے کہ اگر آخرت کی فکر انسان کو پیدا ہو جائے تو وہ گناہوں سے بچنے کی سرتوڑ کوشش کرتا ہے اور عملاً ایسی بے شمار مثالیں ہمارے سامنے آتی رہتی ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب ایک شخص اپنی آخرت کو بھولا ہوتا ہے تو اس کے اعمال میں گناہوں کی آمیزش بڑھ جاتی ہے اور جب اسے اپنی آخرت یاد آتی ہے تو اس کے گناہوں میں بڑی تیزی سے کمی واقع ہوتی چلی جاتی ہے۔ قرآن مجید میں فکر آخرت کے حوالے سے انسان سے یہ کہا گیا ہے:

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الحشر۔۱۸]

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ (بھال) لے کہ کل (قیامت) کے لیے اس نے (اعمال کا) کیا (ذخیرہ) بھیجا ہے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔''

اسی طرح صحیح حدیث میں ہے کہ

((لَاتَزُوْلُ قَدَمَاابْنِ آدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهٖ حَتّٰی یُسْئَالَ عَنْ خَمْسٍ عَنْ عُمْرِهٖ فِیْمَاافْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهٖ فِیْمَاابْلَاهُ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ اَیْنَ اِکْتَسَبَهٗ وَفِیْمَاانْفَقَهٗ وَمَاذَاعَمِلَ فِیْمَاعَلِمَ))(۱)

”قیامت کے روز اولاد آدم کے پاؤں اس وقت تک حرکت نہ کر پائیں گے جب تک کہ اس سے ان پانچ چیزوں کا سوال نہ کرلیا جائے:(۱) اس کی عمر کے بارے میں کہ کہاں اس نے عمر کھپائی؟ (۲)اس کی جوانی کے بارے میں کہ کہاں اس نے اسے استعمال کیا؟(۳)اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے اس نے مال حاصل کیا؟(۴)اورکہاں اسے خرچ کیا(۵)اوراس کے علم کے بارے میں کہ اس پراس نے کیا عمل کیا؟“

آنحضرت ﷺ کو چونکہ وحی کے ذریعے آخرت کے امور بتائے جاتے تھے اور جنت وجہنم کا آپ کو عینی مشاہدہ بھی کروایا گیا تھا اس لیے آپ ﷺ جہاں خود سب سے زیادہ اللہ کا خوف رکھتے تھے وہاں آخرت کے حوالے سے اپنی امت کی نجات کے لیے بھی بہت زیادہ فکرمند بھی رہتے تھے۔جنت وجہنم کے مشاہدہ کے بارے میں آپ ﷺ فرماتے ہیں:

((عُرِضَتْ عَلَیَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَلَمْ اَرَکَالْیَوْمِ فِی الْخَیْرِ وَالشَّرِّ وَلَوْتَعْلَمُونَ مَااَعْلَمُ لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا وَلَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا))(۲)

”مجھ پر جنت اور جہنم کو پیش کیا گیا تو میں نے خیر وشر کے سلسلے میں اس جیسا منظر کبھی نہیں دیکھا۔اور جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم لوگ جان لو تو تم ہنسو گے تھوڑا،اور روؤ گے زیادہ!“

ایک دوسرے مقام پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) [جامع ترمذی: کتاب صفة القیامة:باب فی القیامة(ح۲٤۱۸)]

(۲) [مسلم: کتاب الفضائل:باب توقیرہ ﷺ وترك اكثار سوالہ(۲۳۵۹) نیز: بخاری: کتاب الرقاق:باب قول النبی ﷺ لو تعلمون ما اعلم ...... میں بھی ایک حدیث بیان ہوئی ہے]

((اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ اَطَّتِ السَّمَآءُ وَحُقَّ لَهَا اَنْ تَئِطَّ مَا فِیْهَا مَوْضِعُ اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِلَّا وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهٗ لِلّٰهِ سَاجِدًا وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِیْلًا وَّلَبَكَیْتُمْ كَثِیْرًا وَّمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَآءِ عَلَی الْفُرُشِ وَلَخَرَجْتُمْ اِلَی الصُّعُدَاتِ تَجْاَرُوْنَ اِلَی اللّٰهِ لَوَدِدْتُّ اَنِّیْ شَجَرَةٌ تُعْضَدُ))(۱)

''میں وہ چیزیں دیکھ رہا ہوں جنہیں تم نہیں دیکھتے، اور وہ کچھ سن رہا ہوں جسے تم نہیں سنتے۔ آسمان بوجھ کی وجہ سے چرچرا رہا ہے اور وہ اسی لائق ہے کہ چرچرائے۔ اس لیے کہ آسمان میں کوئی چار انگشت جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کسی فرشتے نے اللہ کے حضور جبین نہ جھکا رکھی ہو۔ قسم اللہ کی! جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم بھی جان لو تو تم ہنسا کرو گے تھوڑا اور رویا کرو گے زیادہ، بلکہ بستر پر اپنی بیویوں سے لذت اندوز ہونا بھی چھوڑ دو گے اور ٹیلوں کی طرف نکل جاؤ گے اور اللہ کے حضور گڑگڑاؤ گے۔ میں چاہتا ہوں کہ اے کاش! میں کوئی درخت ہوتا جسے کاٹ کر پھینک دیا جاتا۔''

(۵) شیطان کا غلبہ:

اللہ نے انسان کی آزمائش کے لیے شیطان کو پیدا کیا ہے۔ شیطان انسان کے دل میں برے خیالات پیدا کرتا اور اسے برائی پر اکساتا رہتا ہے جیسا کہ درج ذیل آیات سے معلوم ہوتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَلَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِیَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ﴾ [فاطر۔۵،۶]

''لوگو! اللہ تعالیٰ کا وعدہ یقیناً سچا ہے تمہیں دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ دھوکے

(۱) [ترمذی: کتاب الزھد، باب قول النبی ﷺ: لو تعلمون ما اعلم (ح ۲۳۱۲) مسند احمد (ج ۵ ص ۱۷۳) ابن ماجه، کتاب الزھد، باب الحزن والبکاء (ح ۴۱۹۰) حاکم (ج ۴ ص ۵۷۹) صحیح الجامع الصغیر (ح ۲۴۴۹)]

باز (شیطان) تمہیں غفلت میں ڈالے، یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے تم اسے دشمن جانو۔ وہ تو اپنے گروہ (پیروکاروں) کو صرف اس لیے بلاتا ہے کہ وہ سب جہنم واصل ہو جائیں۔"

﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾[الاعراف۔۲۷]

"اے بنی آدم! ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں فتنے میں مبتلا کر دے جیسا کہ اس نے تمہارے والدین کو (فتنہ میں مبتلا کر کے) جنت سے نکلوا دیا تھا اور ان سے ان کے (جنتی) لباس اتروا دیئے تھے تا کہ ان کی شرمگاہیں انہیں دکھلا دے۔ وہ اور اس کا قبیلہ تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کا سرپرست بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔"

﴿لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا﴾[النسآء۔۱۱۷ تا ۱۲۱]

"اس (شیطان) پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور اس (شیطان) نے (اللہ تعالیٰ) سے کہا تھا کہ "میں تیرے بندوں میں سے ایک مقررہ حصہ لے کر رہوں گا اور میں انہیں گمراہ کر کے چھوڑوں گا، انہیں آرزو دلاؤں گا اور انہیں حکم دوں گا کہ کہ چوپایوں کے کان پھاڑ ڈالیں، اور انہیں یہ حکم بھی دوں گا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ صورت میں تبدیلی کر ڈالیں۔ اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا دوست (اور سرپرست) بنا لیا اس نے صریح نقصان اٹھایا۔ شیطان ان سے وعدہ کرتا اور امیدیں دلاتا ہے اور جو وعدے بھی شیطان انہیں دیتا ہے وہ فریب کے سوا کچھ نہیں ہوتے۔ ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے جس سے نجات کی وہ کوئی صورت نہ پائیں گے۔"

اللہ تعالیٰ نے جس مقصد کے لیے شیطان کو پیدا کیا ہے اسے پورا کرنے کے لیے اسے مطلوبہ حد تک پورے ہتھیار بھی عطا کر دیے ہیں تا کہ وہ یہ نہ کہہ سکے کہ میرے پاس تو اسلحہ نہیں میں کیسے انسانوں کا مقابلہ کروں گا۔ شیطان کا یہ اسلحہ درج ذیل چیزوں پر مشتمل ہے:

۱۔ یہ انسانوں کو نظر نہیں آتا۔
۲۔ انسانوں کے دلوں میں برے خیال القا کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔
۳۔ انسان کے جسم میں داخل ہو سکتا ہے۔
۴۔ برائی کو انسان کے لیے مزین کر سکتا ہے۔
۵۔ ہر جگہ آنے جانے کی بے پناہ قوت اور سرعت رفتار بھی اسے حاصل ہے۔

دوسری طرف شیطان کا مقابلہ کرنے کے لیے انسانوں کو بھی مطلوبہ ہتھیار دیئے گئے ہیں جن کی نوعیت یہ ہے کہ

۱۔ انسان کو شیطان کی دشمنی سے متنبہ کیا گیا۔
۲۔ شیطان کے مکر و فریب اور برے وسواس سے بچاؤ کے لیے وظائف بتائے گئے۔
۳۔ جس طرح ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان متعین ہے اسی طرح اس سے بچاؤ کے لیے ایک محافظ بھی فرشتے کی شکل میں ہر انسان کے ساتھ متعین کیا گیا ہے۔
۴۔ ہر برائی کے بارے میں صاف صاف آگاہ کر دیا گیا ہے کہ یہ برائی ہے۔
۵۔ اور اس سے بچنے کے لیے اس کے دل میں خدا کے غضب اور جہنم کے عذاب کا خوف بھی پیدا کیا گیا ہے۔
٦۔ گناہ ہو جانے کے بعد توبہ و استغفار کا راستہ بھی رکھا گیا۔

لہٰذا اِس سلسلہ میں انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے دشمن شیطان سے ہمیشہ باخبر رہے☆ تا کہ شیطان اسے گمراہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کا نافرمان بنانے میں کامیاب نہ ہو پائے۔

☆......[انسان اور شیطان کی کشمکش اور شیطان کے مختلف حملوں سے بچاؤ کے بارے میں تفصیلی معلومات کے لیے ہماری کتاب ''انسان اور شیطان'' کا مطالعہ مفید رہے گا۔ ان شاء اللہ!]

(۶)بُری خواہشِ نفس کی پیروی:

انسان کے دل میں طبعی طور پر اچھے اور برے ہر طرح کے خیالات پیدا ہوتے ہیں،خیالات کی انہی مختلف حالتوں کی طرف قرآن مجید کی درج ذیل آیات میں اس طرح اشارہ کیا گیا ہے:

﴿وَمَآاُبَرِّئُ نَفْسِيْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ اِلَّا مَارَحِمَ رَبِّيْ ﴾[یوسف۔۵۳]

''میں اپنے نفس کی پاکیزگی بیان نہیں کرتی ،بے شک نفس تو برائی پر ابھارنے والا ہے ہی مگر یہ کہ میرا پروردگار ہی اپنا رحم کرے۔''

﴿لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ﴾[القیامۃ۔۱،۲]

''میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی اور میں قسم کھاتا ہوں اس نفس کی جو ملامت کرنے والا ہو۔''

﴿وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا﴾[الشمس ۔۷تا ۱۰]

''قسم ہے نفس کی اور اسے درست کرنے کی ۔پھر (ہم نے)اس کو سمجھ دی برائی کی اور بچ کر چلنے کی ۔جس نے اسے پاک کیا وہ کامیاب ہوا اور جس نے اسے خاک میں ملادیا،وہ ناکام ہوا۔''

﴿ يٰاَيَّتُهَاالنَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴾[الفجر۔۲۷تا۳۰]

''اے اطمینان والے نفس (روح)! تو اپنے رب کی طرف لوٹ چل اس طرح کہ تو اس سے راضی (ہے اور وہ) تجھ سے خوش ۔پس میرے خاص بندوں میں داخل ہوجا اور میری جنت میں (بھی)داخل ہوجا۔''

مذکورہ بالا آیات میں نفسِ انسانی (یعنی دل ،ضمیر وغیرہ) کی تین مختلف حالتیں بیان کی گئی

ہیں یعنی کبھی دل میں اچھے خیالات آتے ہیں اور کبھی برے۔کبھی نفس ،انسان کو برائی کرنے پر ابھارتا ہے تو کبھی تقویٰ اور للّٰہیت کی وجہ سے گناہ پر ملامت بھی کرتا ہے۔انسان کے دل ؍ضمیر میں پیدا ہونے والی کشمکش انسان کے امتحان کے لیے ہے۔آیئے دیکھتے ہیں انسان کے دل میں طبعی طور پر کن چیزوں کی خواہشات پیدا ہوتی ہیں اور وہ خواہشات کب انسان کو گنہگار بناتی ہیں اور کیسے انہیں لگام دے کر انسان اپنے آپ کو بچا سکتا ہے۔

(۱)...... مال ودولت کی محبت

انسان کو جہاں مال ودولت سے فطرتی طور پر محبت ہے وہاں یہ اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے ایک عظیم نعمت بھی ہے۔اپنی دنیوی گزربسر کے لیے اس کے حصول کے لیے نہ صرف دعا کرنی چاہیے بلکہ ہرطرح کے حلال ذریعے سے اسے حاصل کرنے کی کوشش بھی کرنی چاہیے۔عربی کا ایک مشہور مقولہ ہے:

”کاد الفقر ان یکون کفرا...... فقر انسان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے۔“

اور یہ ایسی حقیقت ہے جسے جھٹلایا نہیں جاسکتا۔اس لیے دنیوی بہتری اور مال ودولت کی فراوانی اور خوشحالی انسان کے ایمان کو بھی بچاتی ہے مگر یہی مال ودولت انسان کے لیے آزمائش اور گناہ کا ذریعہ بھی بن جاتے ہیں۔اور ایسا اس وقت ہوتا ہے جب انسان مال ودولت کی اندھی محبت میں حلال وحرام کا امتیاز ختم کر بیٹھتا ہے اور مال ودولت کی فراوانی اسے قارون کی طرح خودغرض اور فرعون کی طرح متکبر بنا دیتی ہے۔انسان کی اسی حالت کی طرف قرآن مجید میں اس طرح اشارہ کیا گیا ہے:

﴿كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰىٓ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى﴾ [العلق۔۶،۷]

”سچ مچ انسان تو سرکشی پر اتر آتا ہے اس بنا پر کہ وہ اپنے آپ کو غنی (اور بے نیاز) دیکھتا ہے۔“

یعنی غنی اور مالدار ہونے کے زعم میں انسان سرکش بن جاتا ہے اور یہی سرکشی

جو مالدار اور غنی ہونے کے بعد اس میں پیدا ہوئی، اس کی ہلاکت و بربادی کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔ اسی لیے قرآن مجید میں مال و دولت کے حوالے سے بطور تنبیہ یہ بات کہی گئی ہے:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾[المنافقون۔۹]

''اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دے اور جو ایسا کریں (یعنی غفلت میں پڑ جائیں) تو وہ بڑا ہی نقصان اٹھانے والے لوگ ہیں۔''

مال و دولت کی فروانی کے بعد بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ صاحب مال اللہ تعالیٰ کا متقی اور فرمانبردار بندہ بن کر زندگی گزارے اور اپنے مال کو دین و دنیا کی بھلائی کے کاموں میں صرف کرے۔ ورنہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان جتنا مالدار ہوتا جاتا ہے اتنا ہی دین سے دور اور اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری سے خارج ہوتا چلا جاتا ہے۔ کیونکہ جس طرح غربت، مصیبت، تنگی اور پریشانی وغیرہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ایمان کا امتحان لیتے ہیں، اسی طرح مال و دولت، وسائلِ رزق اور امن و خوشحالی وغیرہ کے ذریعے بھی اپنے بندوں کا امتحان لیتے ہیں۔

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ تنگی اور غربت کی حالت میں انسان محتاج ہونے کی وجہ سے اپنے رب کو زیادہ یاد کرتا ہے، اور اس سے دعا و فریاد کرتا رہتا ہے، اس لیے ایسی حالت میں زیادہ تر ایمان میں پختگی اور دین پر صبر و استقامت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے مگر خوشحالی اور مالداری کی صورت میں عام طور پر انسان دنیا کی رنگینیوں اور لذتوں میں مست ہو کر خدا فراموش ہو جاتا ہے۔ اس لیے مالدار ہونے کی صورت میں اس کے گمراہ ہونے، گناہوں کی دلدل میں پھنستے چلے جانے اور جہنم کا مستحق بن جانے کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر یہ بات ارشاد فرمائی تھی:

((فَأَبْشِرُوا وَأَمِّلُوا مَا يُسِرُّكُمْ ، فَوَاللّٰهِ مَا الْفَقْرَ أَخْشَىٰ عَلَيْكُمْ وَلٰكِنْ أَخْشَىٰ عَلَيْكُمْ أَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلَىٰ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا وَتُلْهِيَكُمْ كَمَا أَلْهَتْهُمْ))[وفی روایة: وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ][1]

''تم خوش رہو اور مسرت بخش حالات کی امید رکھو۔ قسم اللہ کی! میں تمہارے متعلق غریبی (کے فتنے) سے نہیں ڈرتا البتہ مجھے اس بات کا خدشہ ضرور ہے کہ تمہیں بھی دنیا وافر مقدار میں ملے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں کو ملی تھی، تو جس طرح وہ لوگ دنیا کی دوڑ میں پڑے اور (مقصد پیدائش سے) غافل ہوئے، ویسے ہی تم بھی دنیا طلبی میں بڑھو گے اور دنیا تمہیں بھی غافل کر دے گی۔'' [ایک روایت میں غافل کی جگہ ہلاکت کا ذکر ہے]

(۲)...... عورتوں کا فتنہ:

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کا نظام چلانے کے لیے مرد وزن دونوں کو ایک دوسرے کی تکمیل کا ذریعہ بنایا ہے۔ ان دونوں کے ملاپ سے ایک نیا خاندان وجود میں آتا ہے اور نسل انسانی کا سفر آگے کی طرف جاری رہتا ہے۔ اگر مرد وزن کا یہ تعلق اسلام کے بتائے ہوئے ضابطے (نکاح) کے مطابق استوار ہو تو یہ دنیوی فوائد کے علاوہ باعث اجر وثواب بھی ہے اور اگر اس سلسلہ میں اسلامی ہدایات کو نظر انداز کر دیا جائے تو اخروی ہلاکت کے علاوہ دنیوی تباہی بھی یقینی ہے۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَآءِ))[2]

''میرے بعد عورتوں سے زیادہ نقصان دہ فتنہ اور آزمائش مردوں کے لیے کوئی نہیں۔''

ایک دوسرے موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(۱) [صحیح بخاری: کتاب الرقاق: باب ما یحذر من زهرة الدنیا والتنافس فیها (ح ۶۴۲۵) مسلم: کتاب الزهد: باب الدنیا سجن للمؤمن وجنة للکافر (ح ۲۹۶۱)]

(۲) [صحیح بخاری: کتاب النکاح: باب ما یتقی من شؤم المرأة...... (۵۰۹۶) صحیح مسلم: کتاب الرقاق: باب اکثر اهل الجنة الفقراء (۲۷۴۰)]

((إِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَإِنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُونَ فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ فَإِنَّ أَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ))(۱)

"یقیناً یہ دنیا بہت میٹھی، اور سرسبز و شاداب ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں اس دنیا میں اقتدار بخشے گا۔ پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟ چنانچہ دنیا کی آلائشوں سے بچتے رہو اور بالخصوص عورتوں کی آزمائش سے دور رہو کیونکہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں ہی کی شکل میں نمودار ہوا تھا۔"

لیکن یہاں یہ غلط فہمی نہ ہو کہ شاید عورت ہونا بذات خود کوئی برائی ہے۔ ایسی بات نہیں ہے بلکہ حدیث بالا کا مفہوم یہ ہے کہ عورت کے ذریعے اگر معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنا ہو تو یہ بہت آسان ہے اور اس دور میں اس کی واضح مثال مغربی معاشروں میں دیکھی جا سکتی ہے بلکہ اب تو مسلم معاشروں میں بھی اس حربے کو پوری قوت کے ساتھ استعمال کیا جا رہا ہے لیکن عورت اگر نیک ہو تو اسے دنیا کی سب سے قیمتی دولت بھی کہا گیا ہے جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا یہ ارشاد گرامی ہے:

((اَلدُّنْیَا مَتَاعٌ وَّخَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا الْمَرْءَۃُ الصَّالِحَۃُ))(۲)

"ساری دنیا فائدے کا سامان ہے اور سب سے اچھا سامان نیک عورت ہے۔"

(۳)...... اھل و عیال کی محبت:

بیوی بچوں سے محبت بھی انسان کی فطرت میں شامل ہے بلکہ یہی وہ محبت ہے جو مرد کو نئے خاندان کی تعمیر و تشکیل کے لیے آمادہ کرتی ہے۔ گویا یہ محبت انسان کی ایک بنیادی ضرورت بھی ہے مگر اس محبت کی کچھ حدود و قیود ہیں۔ اگر ان حدود و قیود کی پروا نہ کی جائے تو اہل و عیال کی یہی محبت خود انسان کی اخروی ہلاکت کا ذریعہ بن جاتی ہے اور دنیوی زندگی

---

(۱) [صحیح مسلم: کتاب الرقاق: باب اکثر اهل الجنة الفقراء وبیان الفتنة بالنساء(۲۷۴۲)]

(۲) [صحیح مسلم: کتاب الرضاع: باب خیر متاع الدنیا المرءۃ الصالحۃ(ح:۱۴۶۹)]

میں انسان گناہوں کی دلدل میں پھنس جاتا ہے۔اسی لیے قرآن مجید میں اہل وعیال کے حوالے سے یہ بات بیان ہوئی ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ...... اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ﴾ [التغابن۔١٤،١٥]

''اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور بعض بچے تمہارے لیے دشمن ہیں پس ان سے ہوشیار رہنا......تمہارے مال اور تمہاری اولاد تو ایک آزمائش ہیں۔''

اہل وعیال کو دشمن قرار دینے کی وجہ یہی ہے کہ بسا اوقات انسان ان کی محبت میں گناہوں کا ارتکاب کر کے خود عذاب کا مستحق بن جاتا ہے مثلاً بیوی بچوں کی بے جا فرمائشیں پوری کرنے کے لیے انسان حرام کمائی شروع کر دیتا ہے۔یا حلال کمائی سے حرام چیزیں خرید خرید کر گھر لانا شروع کر دیتا ہے یا بیوی بچوں کی خاطر اپنے فرائض سے غافل ہو جاتا ہے۔ جہاں بہادری کی ضرورت ہو وہاں بزدل اور جہاں سخاوت کی ضرورت ہو وہاں بخیل بن جاتا ہے۔اسی لیے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ الْوَلَدَ مَبْخَلَةٌ مَجْبَنَةٌ مَجْهَلَةٌ مَحْزَنَةٌ))(١)

''اولاد انسان کے بخیل اور بزدل بننے، جاہل رہنے اور پریشان ہونے کا ذریعہ بنتی ہے''

(۷) بری مجلس:

جس طرح اچھے لوگوں کی مجلس اختیار کرنے سے برا انسان بھی اچھا بن جاتا ہے اسی طرح برے لوگوں کی مجلس اختیار کرنے سے اچھا اور نیک انسان بھی برا اور گنہگار بن جاتا ہے کیونکہ برے لوگوں کی مجلس میں اسے بری باتیں سننے اور دیکھنے کا موقع ملے گا۔چنانچہ دوسروں کو برائی اور گناہ کرتے دیکھ کر خود اسے بھی اس برائی کے ارتکاب کی جرأت ہوگی۔اگرچہ شروع شروع میں کسی بری مجلس میں جانے سے وہی برائی اس انسان میں فوراً پیدا نہیں ہو جاتی بلکہ ہو سکتا ہے اسے اس سے نفرت ہو البتہ اس برائی کو بار بار دیکھنے،

(١) [مسند احمد(ج٤ص١٧٣)صحيح الجامع الصغير(ح٠ ١٩٩٠)]

وہاں بار بار جانے سے اس کی اس برائی سے نفرت خود بخود ختم ہو جاتی ہے اور جب نفرت ختم ہوتی ہے تو اس کی جگہ اس برائی سے ایک اُنس پیدا ہو جاتا ہے اور یہی اُنس اور تعلق بالآخر اس شخص کو بھی اسی برائی میں مبتلا کر دیتا ہے جس سے کسی دور میں وہ نفرت کیا کرتا تھا۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ ہمیشہ اچھی مجلس اختیار کرنے کی تاکید فرماتے تھے مثلاً ایک حدیث میں ہے:

((مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَ[الْجَلِيْسِ] السُّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيْرِ فَحَامِلُ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا طَيِّبَةً وَنَافِخُ الْكِيْرِ إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ [مِنْهُ] رِيْحًا خَبِيْثَةً))(۱)

”بے شک نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال ایسے ہی ہے جیسے خوشبو والا اور بھٹی پھونکنے والا (لوہار) ہے۔ خوشبو والا یا تو تمہیں خوشبو کا عطیہ دے دے گا یا تم اس سے خوشبو خرید لوگے، یا کم از کم (اس کے پاس جانے سے) تمہیں خوشبو ہی آئے گی۔ (یہ تو ہے اچھے ساتھی کی مثال جب کہ برے ساتھی کی مثال) اس کے برعکس یہ ہے کہ بھٹی پھونکنے والا یا تو تمہارے کپڑے جلادے گا یا کم از کم (اس کے پاس کھڑے ہونے سے) تمہیں بدبو ہی آئے گی۔“

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تُصَاحِبْ إِلَّا مُؤْمِنًا وَلَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ إِلَّا تَقِيٌّ))(۲)

”تم صرف اس شخص کی مجلس اختیار کرو جو ایمان والا ہے اور تمہارا کھانا صرف وہی شخص کھائے جو متقی ہے۔“

یہاں بھی آپ ﷺ کی مراد یہی ہے کہ تمہارا اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا ور دیگر حوالوں سے دلی تعلق نیک لوگوں کے ساتھ ہونا چاہیے۔

---

(۱) [بخاری: کتاب الذبائح والصید: باب المسک (ح ٥٥٣٤) مسلم: کتاب البر: باب استحباب مجالسة الصالحین ومجانبة قرناء السوء (ح ٢٦٢٨)]

(۲) [سنن ابو داؤد: کتاب الادب: باب من یؤمر ان یجالس (ح ٤٨٣٢) ترمذی (ح ٢٣٩٥)]

(۸) مشتبہ چیزوں کی پیروی:

بعض چیزیں مشتبہ اور مشکوک ہوتی ہیں۔انسان کا نفس وہاں آ کر تذبذب کا شکار ہو جاتا ہے کہ آیا وہ ایسا کوئی مشتبہ کام کرے یا نہ کرے۔ظاہر ہے وہ مشتبہ چیز حرام تو نہیں ہوتی لیکن اس میں مبتلا ہونے کے بعد قوی اندیشہ ہوتا ہے کہ انسان اس سے مزید آگے بڑھے گا اور حرام میں بھی مبتلا ہو جائے گا۔اسی صورت حال کو آنحضرت ﷺ نے ایک مثال کے ساتھ اس طرح بیان کیا ہے:

((إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ وَإِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ [فَقَدِ] اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهِ وَعِرْضِهِ ،وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ كَالرَّاعِي يَرْعىٰ حَوْلَ الْحِمٰى يُوشِكُ اَنْ يَّرْتَعَ فِيهِ اَلَا وَاِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى اَلَا وَاِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهُ))(۱)

”حلال بہت واضح ہے اور حرام بھی بہت واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ (مشکوک) چیزیں ہیں، جن کی اکثر لوگوں کو خبر ہی نہیں ۔جو آدمی ان مشتبہ چیزوں سے بچ گیا اس نے اپنے دین اور عزت کا تحفظ کر لیا اور جو انسان ان مشتبہ چیزوں میں جا پڑا وہ بالآخر حرام میں پڑ جائے گا۔(اس کی مثال ایسے ہے) جیسے کوئی چرواہا کسی (سرکاری) چراہ گاہ کے بالکل آس پاس اپنے جانور چرا رہا ہو تو گمان غالب ہے کہ اس کے جانور اس چراہ گاہ کے اندر جا گھسیں گے۔یاد رکھو کہ ہر بادشاہ کی اپنی محفوظ حدود ہوتی ہیں اور اللہ کی حدود اس کے حرام کردہ کام ہیں۔“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مشکوک اور مشتبہ چیزوں میں احتیاط نہ کرنے والا واضح گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے لہذا مشتبہ چیز سے کنارہ کشی اختیار کرنے ہی میں نجات ہے۔ یہی بات آپ ﷺ نے ایک اور موقع پر اس طرح ارشاد فرمائی:

(۱) [صحیح مسلم: کتاب المساقاۃ: باب اخذ الحلال وترك الشبہات(ح۱۵۹۹) صحیح بخاری: کتاب الایمان: باب فضل من استبراء لدینہ(ح۵۲)]

((دَعْ مَا يُرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يُرِيبُكَ))(۱)

''جو کام تمہیں شک میں مبتلا کریں انہیں چھوڑ دو، اور جو شک میں مبتلا نہ کریں وہ کرو۔''

(۹،۱۰) طبعی و مادی کمزوریاں اور صبر و برداشت کی کمی:

انسان طبعی طور پر بہت کمزور واقع ہوا ہے۔ اگر اسے کھانے کو خوراک اور پینے کو پانی نہ ملے تو وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور اگر اسے پہننے کو لباس اور رہنے کو رہائش وغیرہ نہ ملے تو اس کے لیے زندگی گزارنا بہت مشکل ہو جائے۔ پھر ہر انسان میں طبعی طور پر لالچ، طمع، بھوک، بیماری اور اس جیسی دیگر بہت سی مادی کمزوریاں پائی جاتی ہیں۔ ان کمزوریوں کا شکار ہو کر انسان مختلف مواقع پر گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے مثلاً راتوں رات امیر ہونے کی لالچ میں حلال و حرام کی پروا کیے بغیر ہر جائز اور ناجائز طریقے سے مال اکٹھا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ کسی سخت تکلیف دہ بیماری سے شفا پانے کے لیے ہر طریقے کو اختیار کرتا ہے، خواہ وہ جائز ہو یا ناجائز۔

یاد رہے کہ وہی انسان ان طبعی کمزوریوں کا شکار ہو کر گناہوں کی طرف قدم بڑھاتا ہے جس میں صبر و برداشت اور قناعت کی کمی اور تقدیر پر ایمان کی کمزوری جیسی علامات پائی جاتی ہیں حالانکہ صبر، قناعت اور رضا بالقضا (تقدیر) وغیرہ ایسی صفات ہیں جو انسان کو طبعی کمزوریوں کا شکار ہو کر گناہوں کے ارتکاب سے روکتی ہیں اور انسان کو انہی صفات سے متصف ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔

......☆......

(۱) [ترمذی: کتاب صفة القيامة: باب حديث اعقلها وتوكل ...... (ح ۲۵۱۸) احمد (۲۰۰/۱) حاکم ، کتاب البیوع: باب دع ما يريبك ... وصححه الحاكم والذهبی والترمذی]

باب ۳:

انسانی گناہوں پر ایک نظر

حقیقت تو یہ ہے کہ انسان گناہوں کا شمار ہی نہیں کر سکتا۔ چھوٹے بڑے گناہوں کی ایک طویل فہرست ہے جس کا ہر صبح و شام ارتکاب کیا جاتا ہے۔ ان میں سے خطرناک اور واضح ترین گناہوں کی یہاں ہم صرف فہرست پیش کر رہے ہیں، آگے گیارہویں باب میں ہم ان میں سے اُن خطرناک گناہوں کی تفصیلات قلمبند کریں گے جو وبا کی طرح ہمارے معاشرے میں پھیل چکے ہیں۔

اس باب میں دی گئی پہلی فہرست علامہ ذہبیؒ کی کتاب ''الکبائر'' سے ماخوذ ہے جس میں علامہ موصوف نے قرآن و حدیث کے دلائل سے تقریباً ستر (۷۰) کبیرہ گناہوں کو بیان کیا ہے اور دوسری فہرست امام ابن حجر ہیثمیؒ کی کتاب الزواجر سے ماخوذ ہے۔ یاد رہے کہ امام ہیثمیؒ نے اپنی اس کتاب میں چار سو سے زائد کبیرہ گناہوں کی تفصیل پیش کی ہے البتہ ان میں سے بعض کو کبیرہ گناہ میں شمار کرنا محل نظر ہے۔ یاد رہے کہ امام ہیثمیؒ کے بیان کردہ گناہوں میں سے ہم نے صرف پہلے ڈیڑھ سو گناہوں کی فہرست پیش کی ہے۔

گناہ کے کام [پہلی فہرست، از امام ذہبیؒ]

۱)......اللہ کے ساتھ شرک کرنا

۲)......کسی شخص کو بلا وجہ قتل کرنا

۳)......جادو کرنا یا کروانا

۴)......نماز چھوڑنا

۵)......زکاۃ نہ دینا

۶)......بلا عذر شرعی روزہ چھوڑنا

۷)......حج کی استطاعت ہونے کے باوجود حج نہ کرنا

۸)......والدین کی نافرمانی کرنا

۹)......قریبی رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنا

۱۰)......زنا کرنا

۱۱)......ہم جنس سے بدکاری کرنا (لواطت)

۱۲)......سود کھانا

۱۳)......یتیم کا مال کھانا اور اس پر ظلم کرنا

۱۴)......اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر جھوٹ باندھنا

۱۵)......میدان جہاد سے بغیر جنگی مقصد کے فرار ہونا

۱۶)......حکمران کا اپنی عوام کے ساتھ دھوکا کرنا

۱۷)......تکبر اور فخر کرنا

۱۸)......جھوٹی گواہی دینا

۱۹)......شراب پینا

۲۰)......جوا کھیلنا

۲۱)......پاکدامن عورت پر زنا کی تہمت لگانا

۲۲)......مال غنیمت میں خیانت کرنا

۲۳)......چوری کرنا

۲۴)......ڈاکہ ڈالنا

۲۵)......جھوٹی قسم کھانا

۲۶)......ظلم کرنا

۲۷)......ظالمانہ طریقے سے ٹیکس وصول کرنا

۲۸)......حرام مال کھانا

۲۹)......خودکشی کرنا

۳۰)......جھوٹ بولنا

۳۱)......خلافِ شرع فیصلہ کرنا

۳۲)......رشوت لینا

۳۳)......مردوں کا عورتوں اورعورتوں کا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا

۳۴)......اپنے اہل وعیال میں برائی برقرار رکھنا اور غیرت نہ کھانا

۳۵)......حلالہ کرنا یا حلالہ کروانا

۳۶)......پیشاپ کی چھینٹوں سے نہ بچنا

۳۷)......ریاکاری کرنا

۳۸)......دنیوی مفاد کے لیے دین کا علم حاصل کرنا

۳۹)......خیانت کرنا

۴۰)......احسان جتلانا

۴۱)......تقدیر کو جھٹلانا

۴۲)......جاسوسی کرنا (لوگوں کی ٹوہ لینا)

۴۳)......چغلخوری (چغلی کھانا)

۴۴)......لعن طعن کرنا

۴۵)......عہد شکنی

۴۶)......کاہنوں، نجومیوں، اور نام نہاد عاملوں کو سچا ماننا

۴۷)......عورت کا اپنے خاوند کی نافرمانی کرنا

۴۸)......جاندار اشیا کی تصویریں بنانا (بلاضرورت)

۴۹)......نوحہ (بین) کرنا

۵۰)......سرکشی اور بغاوت کرنا

۵۱)......کمزور، غلام، لونڈی، بیوی اور جانور (یعنی اپنے ماتحتوں) پر احسان نہ کرنا

۵۲)......ہمسائے کو تکلیف دینا

۵۳)......مسلمانوں کو اذیت پہنچانا اور انہیں گالیاں دینا

۵۴)......اللہ کے نیک بندوں کو تکلیف دینا

۵۵)......مردوں کا [ازراہ تکبر] شلوار وغیرہ کو ٹخنے سے نیچے لٹکانا

۵۶)......مردوں کا ریشم اور سونا پہننا

۵۷)......غلام کا بھاگ جانا

۵۸)......غیر اللہ کے لیے جانور ذبح کرنا

۵۹)......ارادۃً اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف ابوت (ولدیت) کی نسبت کرنا

۶۰)......جھگڑالو اور اکھڑ بننا

۶۱)......ضرورت سے زائد پانی ضرورت مند کو نہ دینا

۶۲)......ماپ تول میں کمی کرنا

۶۳)......اولیاء اللہ کو اذیت دینا

۶۴)......اللہ تعالیٰ کی پکڑ (عذاب) سے نڈر اور بے خوف بن جانا

۶۵)......بلا عذر شرعی نماز باجماعت ادا نہ کرنا

۶۶)......نماز باجماعت اور نماز جمعہ چھوڑتے رہنا

۶۷)......مرنے سے پہلے وصیت کرتے وقت جان بوجھ کر کسی کی حق تلفی کرنا

۶۸)......دھوکا وفریب دہی کا ارتکاب کرنا

۶۹)......مسلمانوں کے خلاف دشمنوں کے لیے جاسوس اور آلۂ کار بننا

۷۰)......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دینا۔

گناہ کے کام

[دوسری فہرست، از ابن حجر ہیثمیؒ]

باطنی گناہ

۱)......'شرک اکبر' یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، حقوق اور اختیارات میں کسی کو شریک بنانا

۲) ......شرک اصغر (یعنی ریاکاری، نمود و نمائش اور محض لوگوں کو دکھانے کے لیے نیکی کرنا)

۳)......کینہ، حسد اور بلا وجہ دوسروں پر غصہ کرنا۔

۴)......فخر و تکبر کرنا

۵)......ملاوٹ کرنا

۶)......منافقت اختیار کرنا

(۷)...... بغاوت و سرکشی [اسلامی حکومت یا اسلامی تعلیمات سے]

۸)......دوسروں کو حقیر سمجھنا

۹)......لایعنی چیزوں میں غور و خوض کرنا

۱۰)......لالچی بن جانا

۱۱)......غریب ہو جانے کا خوف سر پر سوار کر لینا

۱۲)......زبردستی پر ناراضگی کا اظہار کرتے رہنا

۱۳)......امیروں کی امیری کی وجہ سے ان کی تعظیم کرنا

۱۴)......غریبوں کی غریبی کی وجہ سے ان سے طنز و استہزاء کرنا

۱۵)......حرص کرنا

۱۶)......دنیا طلبی میں رغبت اور دنیوی چیزوں کیساتھ دوسروں کے سامنے خود نمائی

۱۷)......لوگوں کے سامنے اس چیز کے ساتھ زیب و زینت کر کے آنا جسے حرام کیا گیا ہے

۱۸)......مداہنت (یعنی دین کے معاملے میں غیر مناسب کمزوری دکھانا)

۱۹)......اس کام پر اپنی تعریف چاہنا جو خود کیا نہیں

۲۰)......اپنے عیبوں سے آنکھیں بند کر کے دوسروں کی عیب جوئی میں لگے رہنا

۲۱)......اللہ تعالیٰ کی کسی نعمت کو بھلا دینا

۲۲)......دین کے علاوہ کسی چیز پر تعصب کا اظہار کرنا

۲۳)......اللہ کا شکر نہ کرنا

۲۴)......تقدیر پر راضی نہ ہونا

۲۵)......انسان پر اللہ کے جو حقوق اور احکام ہیں انہیں کمتر سمجھنا

۲۶)......اللہ کے بندوں کے ساتھ مزاح کرنا اور انہیں اپنے سے کمتر خیال کرنا

۲۷)......حق کو چھوڑ کر خواہشات نفسانی کی پیروی کرنا

۲۸)......مکر و فریب کرنا

۲۹)......مستقل دنیوی زندگی کا ارادہ کرنا

۳۰)......حق کے ساتھ معاندت و سرکشی کرنا

۳۱)......دیگر مسلمانوں کے ساتھ بدگمانی رکھنا

۳۲)......جب حق اپنی خواہش نفس کے خلاف ہو یا حق کو پیش کرنے والا ایسا شخص ہو جس سے اسے نفرت ہے، تو ایسی دونوں صورتوں میں حق کو قبول نہ کرنا

۳۳)......گناہ پر خوش ہونا

۳۴)......گناہ پر ڈٹے رہنا

۳۵)......اپنے نیک کاموں پر لوگوں کی تعریف کو پسند کرنا (کیونکہ اس میں ریا کاری کی مشابہت ہے)

۳۶)......دنیا کی زندگی پر راضی اور مطمئن ہو جانا (حالانکہ دنیا ہیشگی کے لیے نہیں ہے)

۳۷)......اللہ تعالیٰ اور آخرت کو بھلا دینا

۳۸)......اپنی جان کا دشمن بن جانا اور اسے باطل کاموں کا خوگر بنانا

۳۹)......اپنے گناہوں پر اللہ کی پکڑ میں تاخیر پر بے پرواہ ہونا اور اللہ کی رحمت پر بے جا بھروسہ کر کے گناہ کیے چلے جانا

۴۰)......اللہ کی رحمت سے ناامید ہونا

۴۱/۴۲)......اللہ اور اس کی رحمت کے بارے میں بدظن ہونا

۴۳)......دنیا کے حصول کے لیے (دینی) علم سیکھنا

۴۴)......علم کو چھپانا

۴۵)......علم کے مطابق عمل نہ کرنا

۴۶)......بلاضرورت اور محض فخر کے لیے اپنے علم یا قرآن یا اپنی کسی عبادت کا ڈھنڈورا پیٹنا

۴۷)......اہل علم کے ساتھ استخفاف (مذاق) کرنا

۴۸)......اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا

۴۹)......اللہ کے رسول پر جھوٹ باندھنا

۵۰)......برا کام جاری کرنا

۵۱)......سنت رسول سے روگردانی کرنا

۵۲)......قسمت کو جھٹلانا

۵۳)......عہد شکنی

۵۴)......ظلم اور فسق کو پسند کرنا خواہ اس کی کوئی بھی صورت ہو

۵۵)......نیک لوگوں سے بغض رکھنا

۵۶)......اللہ کے نیک بندوں کو تکلیف دینا اور ان سے دشمنی کرنا

۵۷)......زمانے کو گالی دینا

۵۸)......بغیر سوچے سمجھے ایسی بات کہنا جس سے شر اور فساد کا دروازہ کھلتا ہے اور اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں

۵۹)......احسان کرنے والے کی ناشکری کرنا

۶۰)......آنحضرت ﷺ کا نام گرامی سن کر درود نہ پڑھنا

۶۱)......اتنا سخت دل ہو جانا کہ بھوک سے مرتے ہوئے شخص کو بھی کھانا نہ کھلانا

۶۲)......کسی بھی کبیرہ گناہ کو پسند کرنا

۶۳)......کسی کبیرہ گناہ پر دوسرے کی مدد کرنا

۶۴)......برائی اور بے حیائی کا خوگر ہو جانا کہ دوسرے لوگ اس کی برائی کی وجہ سے اس سے دور ہٹنے لگیں

۶۵)......درہم و دینار (مال) کو بلا وجہ ضائع کرنا

۶۶)......جعلی درہم و دینار (کرنسی) بنانا

ظاہری گناہ

۶۷)......سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا

۶۸)......بلا عذر اور لاپروائی سے یاد کیا ہوا قرآن مجید بھلا دینا یا اس کی آیت یا حرف بھلانا

۶۹)......قرآن مجید میں جھگڑنا (یعنی قرآن مجید کے مفاہیم کے تعین میں بے جا اپنی منوانا)

۷۰)......راستے کے درمیان پاخانہ کرنا

۷۱)......پیشاب کی چھینٹوں سے بچاؤ نہ کرنا

۷۲)......وضو کے واجبات سے کسی چیز کو ترک کرنا

۷۳)......غسل کے واجبات میں سے کسی چیز کو ترک کرنا

۷۴)......بے پردگی کا مظاہرہ کرنا

۷۵)......دوران حیض بیوی سے جماع کرنا

۷۶)......جان بوجھ کر نماز چھوڑنا

۷۷)......بلاضرورت نماز کو لیٹ کرنا یا وقت سے پہلے پڑھنا

۷۸)......ایسی چھت پر سونا جس کی دیواریں نہ ہوں

۷۹)......نماز کے واجبات میں سے کسی چیز کو چھوڑنا

۸۰)......دھوکے کے لیے نقلی بال لگانا یا لگوانا

۸۱)......جسم کو گودنا یا گودوانا

۸۲)......دانتوں کو رگڑ کر نوکیلا کرنا

۸۳)......بھوؤں سے بال اکھیڑنا

۸۴)......نمازی کے آگے سے گزرنا

۸۵)......کسی بستی یا شہر کے تمام لوگوں کا فرض نماز باجماعت کا اہتمام نہ کرنا

۸۶)......ایسے لوگوں کی امامت کرانا جو اسے پسند نہیں کرتے

۸۷)......صف توڑنا

۸۸)......صفیں سیدھی نہ کرنا

۸۹)......امام سے پہل کرنا

۹۰)......نماز میں آسمان کی طرف دیکھنا

۹۱)......نماز میں آگے پیچھے دیکھنا

۹۲)......نماز میں پہلو (کوکھ) پر ہاتھ رکھنا

۹۳)......قبروں پر سجدے کرنا

۹۴)......قبروں پر چراغ جلانا

۹۵)......قبر کو بت بنا کر پوجنا

۹۶)......قبر کا طواف کرنا

۹۷)......قبر کو چومنا

۹۸)......قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا

۹۹)......اکیلے (لمبا) سفر کرنا

۱۰۰)......عورت کا اکیلے سفر کرنا

۱۰۱)......کسی چیز سے برا شگون لے کر سفر کا ارادہ بدل لینا

۱۰۲)......بلا عذر جمعہ کی نماز با جماعت سے پیچھے رہنا

۱۰۳)......جمعہ کے وقت لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے جانا

۱۰۴)......حلقہ بنی ہوئی مجلس کے درمیان جا کر بیٹھنا

۱۰۵)......بلا عذر مرد کا ریشمی لباس پہننا

۱۰۶)......مرد کا سونے کی انگوٹھی یا سونے کی چیز پہننا

۱۰۷)......مردوں کا عورتوں کی مشابہت کرنا خواہ لباس میں ہو یا چلنے پھرنے اور گفتگو وغیرہ میں

۱۰۸)......عورت کا باریک یا تنگ لباس پہننا

۱۰۹)......تکبر کی غرض سے اپنی شلوار، تہبند یا کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا

۱۱۰)......اکڑ اکڑ کر چلنا

۱۱۱)......بلا ضرورت بالوں کو سیاہ خضاب کرنا

۱۱۲)......بارش کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ تاروں (برجوں) کے سبب ہوئی یعنی ستاروں کے مؤثر ہونے کا عقیدہ رکھنا

۱۱۳)......اپنا چہرہ پیٹنا، گریبان پھاڑنا

۱۱۴)......نوحہ (بین) کرنا

۱۱۵)......نوحہ سننا

۱۱۶)......مصیبت کی وجہ سے سر منڈانا اور بال اکھیڑنا

۱۱۷)......ہلاکت کی بدعا کرنا

۱۱۸)......مصیبت کے وقت واویلا کرنا

۱۱۹)......مردے کی بلاضرورت ہڈی توڑنا

۱۲۰)......قبروں پر بیٹھنا (اور مجاور بننا)

۱۲۱)......قبروں پر مسجدیں بنانا اور چراغ روشن کرنا

۱۲۲)......عورتوں کا (بکثرت) قبرستان جانا

۱۲۳)......عورتوں کا جنازے کے ساتھ جانا [بعض اہل علم کے بقول یہ گناہ نہیں ہے]

۱۲۴)......شرکیہ دم جھاڑ کرنا یا کروانا

۱۲۵)......کفریہ و شرکیہ کلمات پر مشتمل تعویذ باندھنا

۱۲۶)......اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو ناپسند کرنا

۱۲۷)......زکاۃ ادا نہ کرنا

۱۲۸)......زکاۃ فرض ہو جانے کے بعد بلاوجہ اس کی ادائیگی میں تاخیر کرنا

۱۲۹)......مقروض شخص جو تنگدستی کی وجہ سے قرض واپس کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو، قرض لینے والا اسے مہلت دینے کی بجائے فوری اَدائیگی یا قید (جیل) کی دھمکی دے

۱۳۰)......صدقے کے مال میں خیانت کرنا

۱۳۱)......ٹیکس (زکاۃ وغیرہ) اکٹھا کرنے والے کا لوگوں کے مال کا بچا کھچا اپنے لیے جمع کرنا

۱۳۲)......کھاتے پیتے شخص کا مال بڑھانے کے لیے لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرنا

۱۳۳)......کسی شخص سے شدت سے ایسا مطالبہ کرنا جس سے اسے تکلیف پہنچے

۱۳۴)......کسی صاحب مال شخص کا اپنے قریبی شخص کے جائز مطالبہ کے باوجود اس کی پروانہ کرنا

۱۳۵)......صدقہ کرنے کے بعد احسان جتلانا

۱۳۶)......قدرتی طور پر آنے والا پانی زائد از ضرورت ہونے کے باوجود دوسروں سے روکنا
۱۳۷)......مخلوق میں سے کسی شخص کی نیکی کی ناشکری کرنا جس سے اللہ کی ناشکری ہوتی ہو
۱۳۸)...... یہ کہ کوئی شخص اللہ کی رضا کے نام پر جنت کے علاوہ کسی اور چیز کا سوال کرے
۱۳۹)......کوئی شخص اللہ کے نام پر مانگے اور دوسرا شخص اسے کچھ نہ دے
۱۴۰)......رمضان کا روزہ بلا عذر چھوڑنا
۱۴۱)......روزہ رکھ کر قصداً توڑنا
۱۴۲)......رمضان کے چھوڑے ہوئے روزے کی قضا بلا وجہ لیٹ کرنا
۱۴۳)......عورت کا اپنے خاوند کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا
۱۴۴)......عیدین کے موقع پر روزہ رکھنا
۱۴۵)......اعتکاف کی نذر مانی ہو مگر بعد میں اسے پورا نہ کرنا
۱۴۶)......اعتکاف کی حالت میں بیوی سے ہمبستری کرنا
۱۴۸)......مسجد میں جماع کرنا
۱۴۸)......حج کی استطاعت ہونے کے باوجود مرتے دم تک حج نہ کرنا
۱۴۹)......حج اور عمرہ کے دوران بیوی سے ہمبستری کرنا
۱۵۰)......حج یا عمرہ کے موقع پر حالت احرام میں جان بوجھ کر شکار کرنا (حالانکہ ایسی حالت میں شکار کرنے سے منع کیا گیا ہے)

......☆......

باب ۴:

گناہوں کے دنیوی نقصانات

اپنی طبعی وفطری کمزوریوں اور شیطانی بہکاووں کی وجہ سے ہر انسان سے گناہوں کا صدور ہوتا ہے مگر ان گناہوں پر اظہارِ ندامت وشرمندگی اور سچی توبہ اگر جلد ہی کر لی جائے تو یہ انسان کی تباہی وبربادی کا باعث نہیں بنتے لیکن اگر کوئی شخص گناہوں کو معمولی خیال کرنے لگے، گناہ کر کے الٹا اس پر خوشی اور فخر کا اظہار بھی کرے اور گناہ پر گناہ کیے جانے کی روش ہی اختیار کر لے تو ایسا شخص روز آخرت تو سزا پائے گا ہی جب کہ دنیا میں بھی اسے ان گناہوں کی کچھ نہ کچھ سزا ضرور ملتی ہے۔ اگرچہ تمام گناہوں کی سزا اس دنیا میں نہیں دی جاتی اور جو تھوڑی بہت سزا اس دنیا میں ملتی ہے وہ بھی آخرت کی سزا کے مقابلہ میں بہت ہلکی ہوتی ہے مگر دنیا کے حساب سے وہ اتنی ضرور ہوتی ہے کہ گنہگار انسان کی زندگی کو بے مزہ بنا دے!

گناہوں کے سبب پہلی قومیں ہلاک ہوئیں!

قرآن مجید کی تعلیمات سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ کسی قوم کے اگر گناہ حد سے بڑھ چکے ہوں، انبیاء ورسل کی طرف سے وعظ وتبلیغ اور اللہ کا پیغام حجت کے درجہ میں پورا ہو چکا ہو لیکن پھر بھی اس قوم کے کفر وشرک، معصیتِ خداوندی اور اللہ کی نافرمانی کی روش میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی ہو تو ایسے لوگوں کو ان کی بستیوں سمیت اس دنیا ہی میں ہلاک کر دیا جاتا تھا جیسا کہ قرآن مجید میں چند ایسی قوموں کی ہلاکت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْبِهٖ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَّمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾[العنكبوت۔ ٤٠]

''پھر ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہوں کے وبال میں گرفتار کرلیا، ان میں سے بعض پر ہم نے پتھروں کی بارش برسائی اور ان میں سے بعض کو زور آور سخت آواز نے دبوچ لیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے زمین میں دھنسادیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے ڈبودیا۔ اللہ تعالیٰ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے بلکہ یہی لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔''

مذکورہ بالا اقوام میں سے جس قوم پر پتھروں کی بارش ہوئی وہ حضرت ہودؑ کی قوم 'عادؑ تھی۔ (البتہ بعض مفسرین کے بقول وہ قومِ لوطؑ تھی) اور جس پر سخت آواز (کڑک) کا عذاب آیا وہ حضرت صالحؑ کی قوم' ثمودؑ تھی اور جسے زمین میں دھنسایا گیا وہ قارون تھا، جسے غرقِ آب کیا گیا وہ فرعون اور اس کی قوم تھی۔ مزید تفصیل آئندہ سطور میں آ رہی ہے۔ ان شاء اللہ!

قوم نوح کی ہلاکت:

حضرت آدم علیہ السلام کے بعد جس شخصیت کا تذکرہ جلیل القدر پیغمبر کی حیثیت سے قرآن مجید نے کیا ہے وہ حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ آپ نے ساڑھے نوسو (۹۵۰) سال اپنی قوم میں وعظ و تبلیغ کا فریضہ انجام دیا۔ آپ کی قوم جن گناہوں کی مرتکب اور جن برائیوں کا شکار تھی ان میں سرفہرست، شرک تھا۔ اس کے علاوہ تکبر، طنز اور سرکشی وغیرہ جیسے گناہ بھی اس قوم کی زندگی کا حصہ بن چکے تھے حتی کہ حضرت نوح علیہ السلام کا اپنا بیٹا اور بیوی بھی ان گناہوں میں اپنی قوم کے برابر کے شریک تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ساڑھے نوسو سال دن رات تبلیغ کی اور گناہوں سے باز آنے اور شرک سے تائب ہوجانے کی دعوت دی مگر چند ایک کے علاوہ باقی ساری قوم حتی کہ آپ کا بیٹا اور بیوی بھی اپنے گناہوں پر مصر رہے۔ جب حضرت نوح علیہ السلام نے واقعاتی صورت حال سے یہ اندازہ کرلیا کہ اب یہ قوم راہ راست پر نہیں آئے گی تو انہوں نے اللہ

کے حضور دست دعا بلند کرتے ہوئے یہ التجا کی کہ یا اللہ! اب تو ہی ان کا مواخذہ کر۔ چنانچہ اللہ کی طرف سے اس قوم پر پانی کا عذاب آ گیا۔ آسمان سے مسلسل پانی برسنے لگا، زمین نے بھی پانی اُگلنا شروع کر دیا حتیٰ کہ تمام خشک زمین بھی سمندر میں تبدیل ہو گئی۔ بڑے بڑے پہاڑ اس پانی میں ڈوب گئے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم اس پانی کے عذاب سے ہلاک ہو گئی اور صرف حضرت نوح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والے چند نیک لوگ جو آپ کے ساتھ اس کشتی پر سوار تھے جسے حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے عذاب آنے سے پہلے تیار کر رکھا تھا، وہی پانی میں غرق ہونے سے محفوظ رہے۔ قرآن مجید نے قوم نوح کے گناہوں اور بداعمالیوں کو ان کی ہلاکت کا سبب قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا﴾

[نوح-۲۵]

''یہ لوگ اپنے گناہوں کے سبب ڈبو دیئے گئے اور جہنم میں پہنچا دیئے گئے اور اللہ کے سوا اپنا کوئی مددگار انہوں نے نہ پایا۔''

قوم ہودؑ کی ہلاکت:

قومِ نوحؑ کے بعد جس قوم کی تباہی و بربادی کا اللہ تعالیٰ نے بطور خاص تذکرہ کیا ہے، وہ حضرت ہودؑ کی قوم 'عادؑ' ہے۔ یہ عرب کی قدیم ترین قوم تھی اور اپنے دور میں انہیں ہر طرح کی شان و شوکت، قوت و حشمت اور عروج و ترقی حاصل تھی۔ قومِ نوحؑ کے بعد اسی قوم کے لوگ ان کے جانشین بنے مگر آہستہ آہستہ یہ بھی انہی گناہوں کے مرتکب ہوئے جن کا ارتکاب قومِ نوحؑ نے کیا تھا چنانچہ ان کا نتیجہ بھی تباہی و بربادی کی شکل میں ظاہر ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے جب یہ دیکھا کہ قوم عاد اپنی سرکشی اور نافرمانی میں حد سے تجاوز کر گئی ہے تو ان کی ہدایت کے لیے انہی میں سے ایک نیک صالح شخص حضرت ہود علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی۔ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ گناہوں سے تائب ہو جاؤ، اللہ سے

معافی مانگو اور اس کی بندگی و پرستش میں جن غیروں کو تم نے معبود بنا کر شریک ٹھہرا رکھا ہے ان سے منہ موڑ کر صرف ایک اللہ ہی کے سچے عبادت گزار بن کر زندگی گزارو، اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی مزید نعمتوں سے نوازے گا۔ حضرت ہود علیہ السلام کی یہ باتیں قرآن مجید میں کچھ اس طرح بیان ہوئی ہیں:

﴿ وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهُ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ يٰقَوْمِ لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ﴾[هود۔ ۵۰ تا ۵۲]

''اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو ہم نے بھیجا، اس نے کہا اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، تم تو صرف بہتان باندھ رہے ہو۔ اے میری قوم! میں تم سے اس کی کوئی اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر اس کے ذمے ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے، تو کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے۔ اے میری قوم کے لوگو! تم اپنے پالنے والے سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرو اور اس کی جناب میں توبہ کرو تا کہ وہ برسنے والے بادل تم پر بھیج دے اور تمہاری طاقت پر اور طاقت بڑھا دے اور تم گنہگار بن کر روگردانی نہ کرو۔''

چاہیے تو یہ تھا کہ قوم عاد حضرت ہود علیہ السلام کی ان باتوں کو تسلیم کرتی مگر انہوں نے اس کے منافی رویہ اختیار کیا اور الٹا حضرت ہود علیہ السلام پر پھبتیاں کستے ہوئے کہا:

﴿ قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ قَالَ اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ

مَـا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْنَهُ شَيْئًا إِنَّ رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ﴾ [هود۔۵۳تا۵۷]

"انہوں نے کہا اے ہود! تو ہمارے پاس کوئی دلیل تو لایا نہیں اور ہم صرف تیرے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں اور نہ ہم تجھ پر ایمان لانے والے ہیں۔ بلکہ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ تو ہمارے کسی معبود کے بُرے جھپٹے میں آ گیا ہے۔ اس (ہودؑ) نے جواب دیا کہ میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں تو اللہ تعالیٰ کے سوا ان سب سے بیزار ہوں جنہیں تم شریک بنا رہے ہو۔ اچھا! تم سب مل کر میرے حق میں بدی کر لو اور مجھے بالکل مہلت بھی نہ دو۔ میرا بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر ہے، جو میرا اور تم سب کا پروردگار ہے، جتنے بھی پاؤں دھرنے والے ہیں سب کی پیشانی وہی تھامے ہوئے ہے ۔یقیناً میرا رب بالکل صحیح راہ پر ہے۔ پس اگر تم روگردانی کرو تو کرو میں تو تمہیں وہ پیغام پہنچا چکا جو دے کر مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا تھا۔ میرا رب تمہارے قائم مقام اور لوگوں کو کر دے گا اور تم اس کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکو گے، یقیناً میرا پروردگار ہر چیز پر نگہبان ہے۔"

جب قوم عاد پر حجت قائم ہوگئی اور وہ آخری وقت تک اپنی سرکشی اور گناہوں سے باز نہ آئی تو اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو اس کے گناہوں کی پاداش میں ہلاک کر کے نمونۂ عبرت بنا دیا۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ﴾

[هود:۵۹، ۶۰]

"یہ تھی قوم عاد، جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر ایک سرکش نافرمان کے حکم کی تابعداری کی ۔دنیا میں بھی ان کے

پیچھے لعنت لگادی گئی اور قیامت کے دن بھی، دیکھ لو! قوم عاد نے اپنے رب سے کفر کیا، ہودؑ کی قوم 'عاد' پر دوری ہو۔"

﴿ وَفِي عَادٍ إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيمِ ﴾ [الذاريات: ٤١، ٤٢]

"اسی طرح 'عاد' والوں میں بھی (ہماری طرف سے تنبیہ ہے) جب کہ ہم نے ان پر خیر و برکت سے خالی آندھی بھیجی۔ وہ جس جس چیز پر گرتی تھی اسے بوسیدہ ہڈی کی طرح (چوراچورا) کر دیتی تھی۔"

﴿ وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ حُسُومًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَى كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ فَهَلْ تَرَى لَهُمْ مِنْ بَاقِيَةٍ ﴾ [الحاقة: ٦ تا ٨]

"اور 'عاد' والے بے حد تیز و تند ہوا سے غارت کر دیئے گئے، جسے ان پر لگا تار سات رات اور آٹھ دن تک مسلط رکھا، پس تم دیکھتے کہ یہ لوگ زمین پر اس طرح گر گئے جیسے کہ کھجور کے کھوکھلے تنے ہوں۔ کیا ان میں سے کوئی بھی تجھے باقی نظر آ رہا ہے؟"

قوم صالحؑ کی ہلاکت

قرآن مجید نے عاد کے بعد حضرت صالحؑ کی قوم 'ثمود' کا ذکر کیا ہے۔ اس قوم کو بھی اللہ تعالیٰ نے بے پناہ وسائل سے نوازا تھا مگر انہوں نے اللہ کے شکر گزار اور فرمانبردار بننے کی بجائے کفر و معصیت کی روش اختیار کی۔ انہیں نصیحت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور انہیں معجزات عطا کیے۔ مگر انہوں نے بھی اپنے نبی کے ساتھ طنز و مزاح کا رویہ اختیار کیا، ان کے معجزات کو حقیر سمجھا، ان کی تعلیمات سے منہ موڑا، چنانچہ ان کی اس سرکشی اور گناہوں پر اصرار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی ملیامیٹ کر دیا۔ ان کا واقعہ قرآن مجید میں اس طرح بیان ہوا ہے:

﴿ وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰیَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِی الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُیُوْتًا فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِیْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ ﴾ [الاعراف:۷۳تا۷۹]

''اورہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح ؑ کو بھیجا۔انہوں نے فرمایا:اے میری قوم!تم اللہ کی عبادت کرواس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں۔تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک واضح دلیل آ چکی ہے۔یہ اونٹنی ہے اللہ کی، جو تمہارے لیے دلیل ہے،پس اس کو چھوڑ دو کہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھاتی پھرے اوراس کو برائی کے ساتھ ہاتھ بھی مت لگانا کہ کہیں تم کو دردناک عذاب آ پکڑے۔اورتم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو عاد کے بعد جانشین بنایا اورتم کو زمین پر رہنے کا ٹھکانا دیا کہ نرم زمین پر تم محل بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش تراش کران میں گھر بناتے ہو،سواللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد مت پھیلاؤ۔ان کی قوم میں جو متکبر سردار تھے،انہوں نے غریب لوگوں سے جو کہ ان میں سے ایمان لے آئے تھے،پوچھا:کیا تم کو اس بات کا یقین ہے کہ صالح علیہ السلام اپنے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں؟انہوں نے کہا کہ بے شک!ہم تو اس پر پورا یقین رکھتے ہیں جو ان کو دے کر بھیجا گیا ہے۔وہ متکبر لوگ

کہنے لگے کہ تم جس بات پر یقین لائے ہوئے ہو، ہم تو اس کے منکر ہیں، پس انہوں نے اس اونٹنی کو مار ڈالا اور اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی اور کہنے لگے کہ اے صالح! جس کی آپ ہم کو دھمکی دیتے تھے اس کو منگوایئے اگر آپ پیغمبر ہیں۔ پس ان کو زلزلہ نے آ پکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے۔ اس وقت وہ (صالح) ان سے منہ موڑ کر چلے، اور فرمانے لگے کہ اے میری قوم! میں نے تو تم کو اپنے پروردگار کا حکم پہنچا دیا تھا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم لوگ خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے۔"

اس قوم کی تباہی کا واقعہ ایک اور مقام پر کچھ اس طرح بھی مذکور ہے:

﴿ وَإِلَى ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا قَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ هُوَ أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُجِيبٌ قَالُوا يَصَالِحُ قَدْ كُنْتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هَذَا أَتَنْهَنَا أَنْ نَعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا وَإِنَّنَا لَفِي شَكٍّ مِمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ قَالَ يَقَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ عَلَى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّي وَآتَانِي مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَنْصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ عَصَيْتُهُ فَمَا تَزِيدُونَنِي غَيْرَ تَخْسِيرٍ وَيَقَوْمِ هَذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيبٌ فَعَقَرُوهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ذَلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا صَالِحًا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ وَأَخَذَ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جَاثِمِينَ ﴾[هود:۶۱ تا ۶۸]

"اور قوم ثمود کی طرف (ہم نے) ان کے بھائی صالح کو بھیجا، اس نے کہا کہ اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، اسی نے اس زمین میں تمہیں بسایا ہے، پس تم اس سے معافی طلب کرو اور اس کی طرف رجوع کرو۔ بیشک میرا رب قریب اور دعاؤں کا قبول کرنے والا ہے۔ انہوں نے کہا اے صالح! اس سے پہلے تو ہم

تجھ سے بہت کچھ امیدیں لگائے ہوئے تھے،کیا تو ہمیں ان کی عبادتوں سے روک رہا ہے جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے ،ہمیں تو اس دین میں حیران کن شک ہے جس کی طرف تو ہمیں بلا رہا ہے ۔اس نے جواب دیا کہ اے میری قوم کے لوگو!ذرا بتاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے کسی مضبوط دلیل پر ہوا اور اس نے مجھے اپنے پاس کی رحمت عطا کی ہو،پھر اگر میں نے اس کی نافرمانی کر لی تو کون ہے جو اس کے مقابلے میں میری مدد کرے؟تم تو میرا نقصان ہی بڑھا رہے ہو۔اور اے میری قوم والو!یہ اللہ کی بھیجی ہوئی اونٹنی ہے جو تمہارے لیے ایک معجزہ ہے اب تم اسے اللہ کی زمین میں کھاتی ہوئی چھوڑ دو اور اسے کسی طرح کی ایذا نہ پہنچاؤ ورنہ فوری عذاب تمہیں پکڑ لے گا۔پھر بھی ان لوگوں نے اس اونٹنی کے پاؤں کاٹ ڈالے،اس پر صالح نے کہا کہ اچھا اب تم اپنے گھروں میں تین دن تک تو رہ سہہ لو،یہ وعدہ جھوٹا نہیں ہے۔پھر جب ہمارا فرمان آ پہنچا،ہم نے صالح کو اور ان پر ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے اس سے بھی بچالیا اور اس دن کی رسوائی سے بھی۔یقیناً تیرا رب نہایت توانا اور غالب ہے اور ظالموں کو بڑے زور کی چنگھاڑ نے آ دبوچا،پھر تو وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے رہ گئے۔"

اس قوم 'ثمود' کی تباہی کے بنیادی سبب کو قرآن نے مزید وضاحت سے بتایا کہ

﴿كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوٰهَا اِذِ انْبَعَثَ اَشْقٰهَا فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰهَا وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا......﴾[الشمس:۱۱تا۱۵]

"(قوم)ثمود نے اپنی سرکشی کے باعث جھٹلا دیا۔جب ان میں ان کا سب سے بڑا بد بخت اٹھ کھڑا ہوا۔انہیں اللہ کے رسول نے فرمادیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی اور اس کے پینے کی باری کی(حفاظت کرو)ان لوگوں نے پیغمبر کو جھوٹا سمجھ کر اس اونٹنی کی

کوچیں کاٹ دیں، پس ان کے رب نے ان کے گناہوں کے باعث ان پر ہلاکت ڈالی اور پھر ہلاکت کو عام کر دیا اور اس بستی کو برابر کر دیا۔ وہ نہیں ڈرتا اس کے تباہ کن انجام سے۔"

قوم لوطؑ کی ہلاکت

حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام کی قوموں کی طرح حضرت لوط علیہ السلام کی قوم بھی اَن گنت گناہوں کی مرتکب تھی، کفر و شرک کے علاوہ اس قوم میں لواطت جیسا کبیرہ گناہ بھی سرفہرست تھا۔ ان کی رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو بھیجا مگر انہوں نے اپنے گناہوں والی زندگی چھوڑنے سے انکار کر دیا جس کے نتیجہ میں بالآخر یہ قوم بھی اس دنیا میں تباہ و برباد کر دی گئی۔ قوم لوطؑ کے واقعہ کی تفصیل قرآن مجید میں اس انداز سے بیان ہوئی ہے:

﴿وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ یُهْرَعُوْنَ اِلَیْهِ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ قَالَ یٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ اَلَیْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَالَنَا فِیْ بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَانُرِیْدُ قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْٓ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ یَّصِلُوْٓا اِلَیْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَلَا یَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ اِنَّهٗ مُصِیْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ﴾ [ھود: ۷۷ تا ۸۱]

"جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے تو وہ ان کی وجہ سے بہت غمگین ہو گئے اور دل ہی دل میں کڑھنے لگے اور کہنے لگے کہ آج کا دن بڑی مصیبت کا دن ہے اور ان کی قوم ان کے پاس آ پہنچی وہ (قوم) تو پہلے ہی سے بدکاریوں میں مبتلا تھی۔ لوطؑ نے کہا: اے قوم کے لوگو! یہ ہیں میری بیٹیاں جو تمہارے لیے بہت ہی پاکیزہ

ہیں۔(اگر تم ان سے نکاح کرنا چاہو تو اور)اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں کے بارے میں رسوا نہ کرو۔کیا تم میں ایک بھی بھلا آدمی نہیں ہے۔انہوں نے جواب دیا کہ تو بخوبی جانتا ہے کہ ہمیں تو تیری بیٹیوں پر کوئی حق نہیں ہے اور تو ہماری اصلی چاہت سے بخوبی واقف ہے۔لوطؑ نے کہا: کاش! مجھ میں تم سے مقابلہ کرنے کی قوت ہوتی یا میں کسی زبردست کا آسرا پکڑتا۔اب فرشتوں نے کہا: اے لوطؑ! ہم تیرے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہیں، ناممکن ہے کہ یہ تجھ تک پہنچ جائیں ،پس تو اپنے گھر والوں کو لے کر کچھ رات رہے نکل کھڑا ہو۔تم میں سے کسی کو مڑکر بھی نہ دیکھنا چاہیے۔سوائے تیری بیوی کے (جو کافر تھی) اس لیے کہ اسے بھی وہی (عذاب) پہنچنے والا ہے جو ان سب کو پہنچے گا۔یقیناً ان کے (عذاب کے) وعدے کا وقت صبح کا ہے ،کیا صبح بالکل قریب نہیں ؟!''

اس قوم پر اللہ کے عذاب کا کوڑا قرآن مجید کے الفاظ میں اس طرح برسایا گیا:

﴿ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴾ [هود:۸۲،۸۳]

''پھر جب ہمارا حکم آ پہنچا (تو) ہم نے اس بستی کو زیروزبر کر دیا،اور اوپر کا حصہ نیچے کر دیا اور ان پر کنکریلے پتھر برسائے جو تہ بہ تہ تھے اور تیرے رب کی طرف سے (وہ) نشان دار تھے اور ان ظالموں سے کچھ بھی دور نہ تھے۔''

ان آیات کی تفسیر میں حافظ ابن کثیرؒ رقمطراز ہیں:

''فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے۔آپ اس وقت اپنے کھیت میں کام کر رہے تھے۔انہوں نے کہا کہ آج کی رات ہم آپؑ کے مہمان ہیں۔حضرت جبرئیل کو فرمان رب ہو چکا تھا کہ جب تک حضرت لوطؑ تین مرتبہ ان کی بدچلنی کی شہادت نہ دے لیں،ان پر عذاب نہ کیا جائے۔آپ جب انہیں لے کر چلے تو چلنے کی خبر دی کہ یہاں

کے لوگ بڑے بد ہیں۔ یہ برائی ان میں گھسی ہوئی ہے۔ کچھ دور اور جانے کے بعد دوبارہ کہا کہ کیا تمہیں اس بستی کے لوگوں کی برائی کی خبر نہیں؟ میرے علم میں تو روئے زمین پر ان سے زیادہ برے لوگ اور کوئی نہیں، آہ! میں تمہیں کہاں لے جاؤں؟ میری قوم تو تمام مخلوق سے بدتر ہے۔ اس وقت حضرت جبرئیلؑ نے فرشتوں سے کہا، دیکھو دو مرتبہ یہ گواہی دے چکے ہیں۔ جب حضرت لوطؑ انہیں لے کر اپنے گھر کے دروازے پر پہنچے تو رنج وافسوس سے رودیئے اور کہنے لگے: میری قوم تمام مخلوق سے بدتر ہے۔ تمہیں کیا معلوم کہ یہ کس بدی میں مبتلا ہیں؟ روئے زمین پر کوئی بستی اس بستی سے بری نہیں۔ اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پھر فرشتوں سے کہا: دیکھو! تین مرتبہ یہ اپنی قوم کی بدچلنی کی شہادت دے چکے۔ یاد رکھنا اب عذاب ثابت ہو چکا۔

پھر آپؑ گھر میں گئے اور یہاں سے آپ کی بڑھیا بیوی اونچی جگہ پر چڑھ کر کپڑا اہلانے لگی جسے دیکھتے ہی بستی کے بدکار دوڑ پڑے۔ پوچھا کیا بات ہے۔ اس نے کہا: لوط کے ہاں مہمان آئے ہیں، میں نے تو ان سے زیادہ خوبصورت اور ان سے زیادہ خوشبو والے لوگ کبھی دیکھے ہی نہیں۔ اب کیا تھا۔ یہ خوشی خوشی مٹھیاں بند کیے دوڑتے بھاگتے حضرت لوطؑ کے گھر گئے۔ چاروں طرف سے آپؑ کے گھر کو گھیر لیا۔ آپ نے انہیں قسمیں دیں، نصیحتیں کیں، فرمایا کہ عورتیں بہت ہیں۔ لیکن وہ اپنی شرارت اور اپنے بد ارادے سے باز نہ آئے۔ اس وقت حضرت جبرئیلؑ نے اللہ تعالیٰ سے ان کے عذاب کی اجازت چاہی۔ اللہ کی جانب سے اجازت مل گئی۔ آپ اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہو گئے۔ حضرت لوطؑ سے آپؑ نے فرمادیا کہ ہم تو تیرے پروردگار کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں، یہ لوگ تجھ تک پہنچ نہیں سکتے۔ آپ اس دروازے سے نکل جائیے۔ یہ کہہ کر ان (بدکاروں) کے منہ پر اپنا پَر مارا جس سے وہ اندھے ہو گئے۔ راستوں تک کو نہیں پہچان سکتے تھے۔ حضرت لوطؑ اپنے اہل کو لے کر راتوں رات چل دیئے۔ یہی اللہ کا حکم بھی تھا۔ محمد بن کعبؒ، قتادہؒ، اور سدیؒ وغیرہ کا یہی بیان ہے۔

سورج کے نکلنے کے وقت اللہ کا عذاب ان پر آ گیا۔ان کی بستی سدوم نامی تہہ وبالا ہوگئی۔عذاب نے اوپر تلے سے انہیں ڈھانک لیا۔آسمان سے پکی مٹی کے پتھر ان پر برسنے لگے جو سخت،وزنی اور بہت بڑے بڑے تھے۔ان پتھروں پر قدرتی طور سے ان لوگوں کے نام لکھے ہوئے تھے۔جس کے نام کا پتھر تھا،اسی پر گرتا تھا۔وہ مثل طوق کے تھے جو سرخی میں ڈوبے ہوئے تھے۔یہ ان شہریوں پر بھی برسے اور یہاں کے جو لوگ اور گاؤں گوٹھ میں تھے،ان پر بھی وہیں گرے،ان میں سے جو جہاں تھا،وہیں پتھر سے ہلاک کیا گیا۔کوئی کھڑا ہوا کسی جگہ کسی سے باتیں کر رہا ہے،وہیں پتھر آسمان سے آیا اور اسے ہلاک کر گیا۔غرض ان میں سے ایک بھی نہ بچا۔

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں: حضرت جبرئیلؑ نے ان سب کو جمع کر کے ان کے مکانوں اور مویشیوں سمیت انہیں اونچا اٹھا لیا یہاں تک کہ ان کے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آسمان کے فرشتوں نے سن لیں۔آپؑ اپنے داہنے پر کے کنارے پر ان کی بستی کو اٹھائے ہوئے تھے،پھر انہیں زمین پر الٹ دیا۔ایک کو دوسرے سے ٹکرا دیا اور سب ایک ساتھ غارت ہو گئے۔اِکے دُکے جو رہ گئے تھے،ان کے بھیجے آسمانی پتھروں نے پھوڑ دیے اور وہ محض بے نام ونشان کر دیے گئے۔ (۱)

قوم شعیبؑ کی ہلاکت

قوم شعیبؑ کے گناہوں کی تفصیلات اور ان کی ہلاکت کو قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

﴿ وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ وَلَاتَنْقُصُوا الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِنِّیْ اَرٰىكُمْ بِخَیْرٍ وَّاِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ وَیٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَاتَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ

(۱) [تفسیر ابن کثیرؒ، مترجم (ج۲، ص۹۰۷، ۷۲۰) مکتبہ قدوسیہ لاہور]

وَلَاتَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ
بِحَفِيْظٍ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ
اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ
وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ
مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ
شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ
مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ
مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ وَمَآ اَنْتَ
عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا اِنَّ رَبِّيْ
بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ
يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ وَلَمَّا جَآءَ
اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ
فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَآ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ
ثَمُوْدُ﴾[هود:٨٤تا٩٥]

”اورہم نے مدین والوں کی طرف ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا،اس نے کہا:اے
میری قوم!اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور تم ناپ تول میں بھی کمی
نہ کرو۔میں تو تمہیں آسودہ حال دیکھ رہا ہوں اور مجھے تم پر گھیرنے والے دن کے عذاب
کا خوف (بھی) ہے۔اے میری قوم! ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا پورا کیا کرو۔
اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو اور زمین میں فساد اور خرابی نہ کرو۔اللہ تعالیٰ کا حلال
کیا ہوا جو بچ رہے تمہارے لیے بہت ہی بہتر ہے اگر تم ایماندار ہو،میں تم پر کچھ نگہبان
(اور داروغہ) نہیں ہوں۔

انہوں نے جواب دیا کہ اے شعیب! کیا تیری نماز تجھے یہی حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے معبودوں کو چھوڑ دیں اور ہم اپنے مالوں میں سے جو کچھ چاہیں اس کا کرنا بھی چھوڑ دیں، تُو تو بڑا باوقار اور نیک چلن آدمی ہے۔

(شعیب علیہ السلام نے) کہا: اے میری قوم! دیکھو تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل لیے ہوئے ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے بہترین روزی دے رکھی ہے، میرا یہ ارادہ بالکل نہیں کہ تمہاری مخالفت کر کے خود اس چیز کی طرف جھک جاؤں جس سے تمہیں روک رہا ہوں، میرا ارادہ تو اپنی طاقت بھر اصلاح کرنے کا ہی ہے۔ میری توفیق اللہ ہی کی مدد سے ہے، اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں اور اے میری قوم (کے لوگو!) کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کو میری مخالفت ان عذابوں کا باعث (مستحق) بنا دے جو قومِ نوح اور قومِ ہود اور قومِ صالح کو پہنچے ہیں اور قومِ لوط تو تم سے کچھ دور نہیں۔ تم اپنے رب سے استغفار کرو اور اس کی طرف توجہ کرو، یقین مانو کہ میرا رب بڑی مہربانی والا اور بہت محبت کرنے والا ہے۔

انہوں نے کہا اے شعیبؑ! تیری اکثر باتیں تو ہماری سمجھ میں ہی نہیں آتیں اور ہم تو تجھے اپنے اندر بہت کمزور پاتے ہیں، اگر تیرے قبیلے کا خیال نہ ہوتا تو ہم تو تجھے سنگسار کر دیتے اور ہم تجھے کوئی حیثیت والی ہستی نہیں گنتے۔

اس (شعیبؑ) نے جواب دیا کہ اے میری قوم کے لوگو! کیا تمہارے نزدیک میرے قبیلے کے لوگ اللہ سے بھی زیادہ ذی عزت ہیں کہ تم نے اسے پس پشت ڈال دیا ہے یقیناً میرا رب جو کچھ تم کر رہے ہو سب کو گھیرے ہوئے ہے۔ اے میری قوم کے لوگو! اب تم اپنی جگہ عمل کیے جاؤ، میں بھی عمل کر رہا ہوں، تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کس کے پاس وہ عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کر دے اور کون ہے جو جھوٹا ہے۔ تم انتظار کرو، میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔

جب ہمارا حکم (عذاب) آپہنچا تو ہم نے شعیب کو اور ان کے ساتھ (تمام) مومنوں کو اپنی خاص رحمت سے نجات بخشی اور ظالموں کو سخت چنگھاڑ کے عذاب نے آ دبوچا، جس سے وہ اوندھے پڑے ہوئے ہو گئے گویا کہ وہ ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ آگاہ رہو! مدین کے لیے بھی ویسی ہی دوری ہو جیسی دوری ثمود کو ہوئی۔''

آخری امت کے لیے موقع!

واضح رہے کہ جس طرح گناہوں کی پاداش میں پہلی امتیں اور قومیں اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں تباہ و برباد کر کے ان کا نام و نشان مٹا دیا اس طرح ہماری اس آخری امت کے ساتھ نہیں کیا گیا کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے اس کی دعا مانگی تھی جیسا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''میں نے اللہ سے تین چیزوں کا سوال کیا تھا جن میں سے دو مجھے مل گئیں اور ایک نہ ملی۔ میں نے اللہ سے یہ سوال کیا تھا کہ میری امت کو قحط سالی سے ملیامیٹ نہ کیا جائے چنانچہ اللہ نے میری یہ دعا قبول فرمائی۔ دوسرا سوال میں نے یہ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ میری اس امت کو غرقِ آب کر کے ہلاک نہ کرے چنانچہ میری یہ بات بھی اللہ نے قبول فرمائی۔ تیسری دعا میں نے یہ کی کہ میری امت آپس میں نہ لڑے مگر یہ قبول نہ ہوئی۔''(۱)

مگر اس کا یہ معنی نہیں کہ ہم لوگ جو چاہیں گناہ کرتے رہیں ہمیں کچھ نہ کہا جائے گا بلکہ ہمیں بھی اس دنیا کی زندگی میں گناہوں کی جزوی سزا ملے گی اور وہ ملتی ہے۔ یہ سزا دنیوی لحاظ سے زیادہ بھی ہو سکتی ہے اور تھوڑی بھی۔ جلدی بھی ہو سکتی ہے اور دیر سے بھی۔ اس کی تفصیل اگلے صفحات میں آ رہی ہے۔ البتہ بطور دلیل یہاں ہم دو آیات ذکر کرتے ہیں، جن

---

(۱) [مسلم: کتاب الفتن: باب هلاك هذه الامة بعضهم ببعض (ح ۲۸۹۰) جامع ترمذی (ح ۲۱۷٦)]

سے معلوم ہوگا کہ دنیا میں بھی اعمال کی سزا مل جاتی ہے۔

۱)......گنہگاروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾

[السجدة:٢١]

''یقیناً ہم انہیں قریب کے چھوٹے سے بعض عذاب اس (قیامت کے) بڑے عذاب کے علاوہ چکھائیں گے، تاکہ وہ لوٹ آئیں۔''

۲)......اسی طرح ایک اور آیت میں ہے:

﴿وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَن كَثِيرٍ﴾ [الشوریٰ۔ ۳۰]

''تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کی کرتوت کا بدلہ ہے اور وہ (اللہ) تو بہت سی باتوں سے درگزر فرمالیتا ہے۔''

دنیوی زندگی میں انسان کو جن مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس کے اسباب ووجوہات مختلف ہیں۔ہم ان میں سے اہم پہلوؤں کا یہاں ذکر کریں گے:

دنیوی مصیبتیں اور پریشانیاں کیوں آتی ہیں؟

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر جو مصیبتیں نازل ہوتی ہیں اس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

۱۔ نیک انسان جب گناہ کا کوئی کام کرتا ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوجاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی نیک بندے سے ناراض ہوجاتے ہیں تو اس پر کوئی مصیبت نازل کردیتے ہیں تاکہ وہ مصیبت میں پریشان ہوکر اللہ کی طرف دوبارہ لوٹ آئے اور جس گناہ کا وہ ارتکاب کررہا تھا اس سے توبہ کرلے۔گویا یہ مصیبت بھی نیک آدمی کے لیے باعث خیر بن جاتی ہے بشرطیکہ وہ اپنی مصیبت اور پریشانی کی وجہ تلاش کرنے میں کامیاب ہوجائے اور اپنے گناہ پر توبہ کرلے۔اس کی مثال کے طور پر قرآن مجید میں حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا واقعہ ملاحظہ کیا جا سکتا ہے جس نے عذاب کے

آثار دیکھے تو فوراً سچی توبہ کر لی چنانچہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اس توبہ کے نتیجہ میں عذاب سے معاف کر دیا۔

۲۔ بعض اوقات نیک بندوں کے ایمان اور ثابت قدمی کا امتحان لینے کے لیے بھی اللہ تعالیٰ ان پر مصائب نازل کرتے ہیں تاکہ اہلِ حق اور اہلِ نفاق کے درمیان حدِ امتیاز قائم ہو جائے۔ یہی بات قرآن مجید میں اس طرح بیان کی گئی ہے:

﴿ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْا اَنْ يَّقُوْلُوْا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ﴾ [العنکبوت۔۲،۳]

''کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ان کے صرف اس دعوے پر کہ'' ہم ایمان لائے ہیں'' آیا ہم انہیں بغیر آزمائے ہوئے یوں ہی چھوڑ دیں گے؟ ان سے اگلوں کو بھی ہم نے خوب جانچا تھا، یقیناً اللہ تعالیٰ انہیں بھی جان لے گا جو سچ کہتے ہیں اور انہیں بھی معلوم کر لے گا جو جھوٹے ہیں۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ عِظَمَ الْجَزَآءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ وَاِنَّ اللّٰهَ اِذَا اَحَبَّ قَوْمًا اِبْتَلَاهُمْ فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ))(۱)

''جتنی آزمائش سخت ہوتی ہے اتنا ہی اس کا صلہ و بدلہ بھی زیادہ ہوتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے محبت کرتے ہیں تو انہیں آزماتے ہیں جو اس آزمائش پر اللہ سے راضی رہا اسے اللہ کی رضا مل جاتی ہے اور جو کوئی ناراض ہو گیا، اس اللہ کی ناراضگی ملتی ہے۔''

۳۔ بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو ہر طرح کی لغزش سے پاک کرنے کے لیے کسی دکھ تکلیف یا مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں جیسا کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

۱) [ترمذی: کتاب الزہد: باب ماجآء فی الصبر علی البلاء (ح۲۳۹٦)]

((مَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةِ فِيْ نَفْسِهٖ وَوَلَدِهٖ وَمَالِهٖ حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ وَمَا عَلَيْهِ خَطِيْئَةٌ))(۱)

''مومن مرد اور مومن عورت اپنے جسم، اولاد اور مال کے حوالے سے ہمیشہ آزمائش میں مبتلا رہتے ہیں، حتیٰ کہ وہ اللہ سے جا ملتے ہیں اور ان کے ذمہ کوئی گناہ نہیں رہتا۔''

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيْبُهٗ اَذًى مَنْ مَرَضٍ فَمَا سِوَاهُ اِلَّا حَطَّ اللّٰهُ لَهٗ سَيِّئَاتِهٖ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا))(۲)

''کسی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچے، خواہ وہ بخار ہو یا اس سے بھی کم کوئی اور مرض، تو اللہ تعالیٰ اس (تکلیف) کے بدلے اس کے گناہوں کو اس طرح معاف فرماتے ہیں جس طرح (موسم خزاں میں) درخت اپنے پتے گراتا ہے۔''

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مریض کی عیادت کے لیے گئے تو اس سے فرمایا:

((لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ))(۳)

''کوئی حرج نہیں، یہ بیماری گناہوں سے پاک کر دے گی، اگر اللہ نے چاہا۔''

۴۔ بعض اوقات اپنے بندوں کی نیکیوں میں اضافہ کرنے کے لیے بھی اللہ تعالیٰ ان پر مصیبتیں اور پریشانیاں نازل کرتے ہیں اس سلسلہ میں انبیائے کرام اور اولیائے کرام کی بے شمار مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

((يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ النَّاسِ اَشَدُّ بَلَاءً؟))

''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! سب سے سخت آزمائش (تنگی) کس پر آتی ہے؟''

---

(۱) [ترمذی: ایضاً (ح ۲۳۹۹)]

(۲) [بخاری: کتاب المرضی: باب وضع الید علی المریض (ح ۵۶۶۰)]

(۳) [بخاری: ایضاً: باب ما یقال للمریض ...... (ح ۵۶۶۲)]

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ یُبْتَلَی الرَّجُلُ عَلٰی حَسَبِ دِیْنِہٖ فَاِنْ کَانَ فِیْ دِیْنِہٖ صُلْبًا اِشْتَدَّ بَلَاءُ ہٗ وَاِنْ کَانَ فِیْ دِیْنِہٖ رِقَّۃٌ اُبْتُلِیَ عَلٰی قَدْرِ دِیْنِہٖ))

''نبیوں پر، پھران پر جن کا درجہ نبیوں کے بعد ہے۔ پھران پر جن کا درجہ ان کے بھی بعد ہے۔ آدمی کو اپنی دینی حالت کی بنیاد پر آزمایا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے دین پر پکا ہو تو اس کی آزمائش بھی سخت ہوتی ہے اور اگر کوئی شخص اپنے دین کے معاملے میں کمزور ہو تو اس پر اسی مناسبت سے (ہلکی) آزمائش آتی ہے۔''(۱)

نافرمانوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ؟

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سخت نافرمان ہوتے ہیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ درج ذیل صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے:

۱۔ انہیں ایک عرصہ تک اللہ تعالیٰ مہلت دیتے ہیں ۔اگر اس عرصے میں وہ نافرمانی اور سرکشی سے تائب ہو جائیں تو ٹھیک ورنہ انہیں دنیا میں مکمل طور پر تباہ و برباد کر دیا جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ سے پہلے انبیاء کی قوموں کے ساتھ عام طور پر اللہ تعالیٰ کا یہی اصول کارفرما رہا ہے۔ اس کی تفصیلات پچھلے صفحات میں گزر چکی ہیں۔

۲۔ یا پھر ایسے نافرمانوں کو دنیا میں تباہ و برباد کرنے کی بجائے مزید مال و دولت اور وسائل زندگی سے نوازا جاتا ہے اور مرتے دم تک انہیں مہلت دی جاتی ہے۔ اگر سانس اُکھڑنے اور روح بدن سے جدا ہونے سے پہلے وہ توبہ کر لیں تو ٹھیک ورنہ مرنے کے ساتھ ہی ان پر عذاب کا سلسلہ شروع کر دیا جاتا ہے۔ ان کی روح بھی بڑی سختی کے ساتھ نکالی جاتی ہے، قبر میں بھی انہیں مسلسل عذاب دیا جاتا ہے اور روز آخرت بھی انہیں جہنم کے عذاب میں پھینک دیا جائے گا۔ اعاذنا اللّٰہ من عذاب جھنم!

(۱) [ترمذی: کتاب الزھد: باب ماجاء فی الصبر علی البلاء (ح۲۳۹۸)]

۳۔ یا پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ گنہگاروں کو ان کے بعض گناہوں کی سزا دنیا میں دے دی جاتی ہے۔ یہ سزا انفرادی طور پر دکھ، پریشانی، تکلیف اور مصیبت وغیرہ کی شکل میں بھی ہوسکتی ہے اور اجتماعی طور پر خوف، بدامنی اور فتنہ وفساد کی شکل میں بھی۔ نیز یہ سزا قدرتی شکل میں بھی ہوسکتی ہے اور قانونی شکل میں بھی۔ روحانی واخلاقی نوعیت کی بھی ہوسکتی ہے اور مادی وطبی بھی۔ آئندہ ابواب میں ہم گناہوں کی ان سزاؤں اور نقصانات کی کچھ تفصیل ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ!

باب۵:

گناہوں کے انفرادی نقصانات [روحانی و مادی]

۱۔ گناہوں کی وجہ سے گنہگار انسان کا دل سیاہ اور مردہ ہو جاتا ہے:

ہر طرح کی خیر یا شر کا منبع انسان کا دل ہے۔ اسی دل میں اچھی اور بری خواہشات پیدا ہوتی ہیں جن کا اظہار انسان کے اعمال سے ہوتا ہے اگر اس دل میں خیر و بھلائی کے جذبات غالب ہوں تو انسان مجموعی طور پر اچھا ہوگا اور اگر اس دل میں شر و برائی کے جذبات کا غلبہ ہو تو انسان بھی مجموعی طور پر برا ہوگا۔ گویا دل بگڑنے سے انسان بگڑ جاتا ہے اور دل صحیح رہنے سے انسان بھی صحیح رہتا ہے یہی بات آنحضرت ﷺ نے اس طرح ارشاد فرمائی:

((اَلَا وَاِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَاصَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَاِذَا فَسُدَتْ فَسُدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ))(۱)

"آگاہ رہو! جسم میں ایک ٹکڑا ایسا ہے کہ جب وہ درست ہو تو سارا جسم درست رہتا ہے اور جب وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ آگاہ رہو! وہ ٹکڑا 'دل' ہے۔"

یہی وجہ ہے انسان کے تمام اعمال کی قبولیت یا عدم قبولیت کا انحصار اس کے دل کے ارادوں پر ہے۔ مثلاً اگر ایک شخص خیرات کرتا ہے اس ارادے کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ خوش ہو جائے اور مجھے اجر و ثواب ملے تو اسے لازماً اجر و ثواب ملے گا اور اگر وہ اس ارادے کے ساتھ خیرات کرے کہ لوگ اسے "سخی" کہیں تو اللہ کی طرف سے اسے کوئی اجر و ثواب نہ ملے گا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت کے مطابق یہ بات حضور نبی

(۱) [صحیح بخاری: کتاب الایمان، باب فضل من استبراء لدینه (ح ۵۲) صحیح مسلم: کتاب المساقاة: باب اخذ الحلال و ترك الشبهات (ح ۱۵۹۹)]

اکرم ﷺ نے اس طرح ارشاد فرمائی ہے:

((إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰی))(۱)

''تمام عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو (اپنے عمل کا بدلہ) وہی کچھ ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہوگی۔''

اسی طرح ایک حدیث میں ہے:

((كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ ،اَلْحَسَنَةُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا إِلٰی سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ))(۲)

''ابن آدم کی ہر نیکی کا ثواب بڑھایا جاتا ہے۔ ایک نیکی کا ثواب دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔''

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ ایک نیکی کے کام کا ثواب دس گنا بھی دیا جاسکتا ہے اور مزید بڑھا کر بیس گنا یا سو گنا یا سات سو گنا بھی۔ اب یہاں سوال یہ ہے کہ نیکی تو ایک ہے پھر اس کا ثواب متعین کیوں نہیں۔ اس سوال کا جواب یہی ہے کہ نیکی جس خلوص دل سے کی جائے اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ ثواب دیتے ہیں ،یعنی نیکی کرتے وقت اگر انسان کا دل پوری طرح اللہ کی اطاعت ومحبت کے جذبات سے پر ہو اور دل میں دنیوی اغراض ومقاصد کا ذرا برابر بھی لالچ نہ ہو تو ایسی صورت میں اس نیکی کا ثواب سات سو گنا بڑھا کر ملتا ہے اور اگر دل میں خلوص کی کمی ہو تو ثواب میں بھی کمی آنا شروع ہوجاتی ہے۔ اس طرح اخروی نجات کے لیے بھی دل کا پاک صاف ہونا ضروری ہے جیسا کہ درج ذیل آیات سے معلوم ہوتا ہے:

﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى﴾ [الاعلیٰ:۱۴]

''بے شک وہ کامیاب ہوا جس نے (اپنے آپ کو) پاک کرلیا۔''

﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ إِلَّا مَنْ أَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ﴾ [الشعراء:۸۸،۸۹]

(۱) [بخاری: کتاب الایمان: باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ (حدیث ۱)]

(۲) [مسلم: کتاب الصیام: باب فضل الصیام]

"اس دن مال کوئی فائدہ دے گا اور نہ اولاد۔سوائے اس کے کہ کوئی شخص قلب سلیم لیے ہوئے اللہ کے حضور پہنچے۔"

مذکورہ بالا دلائل سے معلوم ہوا کہ انسان کے اعمال صالحہ کی قبولیت یا عدم قبولیت اوراخروی نجات یا عذاب کا دارومدار دل کی اصلاح یابگاڑ پر ہے۔اگر انسان کا دل صالح ہے تو وہ کامیاب اور اگر اس کے دل میں بگاڑ ہے تو وہ ناکام ہوگا۔

یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو فطرتی طور پر صالح اور سلیم القلب پیدا کیا ہے مگر جب وہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل کی سلامتی اور صالحیت میں کجی اور بگاڑ پیدا ہونا شروع ہوجاتا ہے۔اگر انسان گناہ پر گناہ کیے جائے تو اس کے دل کی کجی بڑھتی چلی جاتی ہے اوراس کے دل میں نیک خیالات وجذبات کی بجائے برے خیالات ہی پیدا ہوتے ہیں اور یوں انسان اپنی دنیا اور آخرت کو برباد کرلیتا ہے۔آنحضرت ﷺ نے اس حقیقت کی طرف یوں اشارہ کیا ہے:

((اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَااَذْنَبَ ذَنْباً کَانَتْ نُکْتَةٌ سَوْدَآءُ فِی قَلْبِهٖ فَاِنْ تَابَ وَنَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ صُقِلَ قَلْبُهٗ فَاِنْ زَادَ زَادَتْ حَتّٰی تَعْلُوَ قَلْبَهٗ ، فَذٰلِكَ الرَّانُ الَّذِیْ قَالَ جَلَّ ثَنَاءُهٗ: کَلَّابَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَاکَانُوْا یَکْسِبُوْنَ))[المطففین ۱۴] (۱)

"جب مومن شخص کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ دھبہ لگ جاتا ہے۔اگر وہ توبہ کرلے اوراس گناہ سے باز آجائے تو اس کا دل (پھر سے) صاف ہوجاتا ہے۔لیکن اگر وہ گناہوں میں بڑھتا چلا جائے تو وہ سیاہ دھبہ بھی بڑھتا چلا جاتا ہے حتی کہ اس کا سارا دل ہی سیاہ ہوجاتا ہے۔اوریہی وہ ران (میل کچیل،زنگ) ہے جس کی طرف سورۂ مطففین میں اللہ تعالیٰ نے اس طرح اشارہ کیا ہے:"ہرگز نہیں، بلکہ ان کے دلوں پر ان کے برے اعمال کا زنگ چڑھ گیا ہے۔"

(۱) [ترمذی : کتاب التفسیر:باب ومن سورة ویل للمطففین(ح ۳۳۳۴) مسند احمد(ج ۲ ص ۲۹۸) مستدرك حاکم (ج ۲ ص ۵۱۷)وصححه الترمذی والحاکم والذهبی]

جب انسان کا دل بگڑ جاتا ہے تو پھر اس کے ہر کام میں بگاڑ آ جاتا ہے۔اور یوں گناہوں کی وجہ سے انسان کو دنیوی یا اخروی لحاظ سے جتنے نقصان پہنچتے ہیں یا گناہوں کے اس کی زندگی پر جتنے اثرات پڑتے ہیں، ان سب کا تعلق بالواسطہ یا بلاواسطہ دل کے بگاڑ ہی سے ہوتا ہے۔

۲)......اللہ کی محبت ختم ہو جاتی ہے:

جب تک انسان کے دل میں اللہ کی محبت موجود رہتی ہے تب تک وہ گناہ سے باز رہتا ہے کیونکہ اللہ کی محبت رکھنے والا شخص جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہ کے کام سے ناراض ہوتے ہیں اس لیے وہ شخص اللہ کی ناراضگی سے بچنے کے لیے گناہ سے دور بھاگتا ہے مگر جو شخص گناہ کرتا ہے اس کے دل سے اللہ کی محبت آہستہ آہستہ ختم ہو جاتی ہے اور اسے گناہ کرتے وقت اللہ کے ناراض ہونے کی کوئی پروانہیں رہتی۔

۳)......اللہ کا خوف ختم ہو جاتا ہے:

اسی طرح گنہگار شخص کے دل سے اللہ کا خوف بھی ختم ہو جاتا ہے اور وہ بھول جاتا ہے کہ گناہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے کتنی سخت سزا دیں گے۔حالانکہ اگر اللہ کا خوف دل میں موجود ہو تو انسان گناہ کی ہمت نہیں پاتا۔

۴)......انسان بے شرم ہو جاتا ہے:

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے دل میں ایک ایسا داعیہ رکھا ہے جو انسان کو اس کے گناہ پر ملامت کرتا ہے اور اس ملامت کی وجہ سے انسان شرمندہ ہو کر اللہ کے حضور اپنے گناہ کی معافی مانگ لیتا ہے مگر جب انسان گناہوں کی دلدل میں دھنستا چلا جاتا ہے تو اس کے دل کا یہ داعیہ بھی مردہ ہو جاتا ہے اور اسے اپنے گناہوں پر کوئی ندامت نہیں ہوتی بلکہ وہ اتنا بے شرم ہو جاتا ہے کہ اپنے گناہوں پر شرمندہ ہونے کی بجائے الٹا فخر کرتا ہے اور لوگوں کے سامنے نہایت بے ہودگی سے اپنے گناہوں کا ذکر کرتا ہے۔ایسے ہی گنہگار کے بارے میں

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى إِلَّا الْمُجَاهِرِينَ وَإِنَّ مِنَ الْمُجَاهَرَةِ أَنْ يَعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلًا ثُمَّ يُصْبِحُ وَقَدْ سَتَرَهُ اللّٰهُ فَيَقُولُ :يَا فُلَانُ عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا))(۱)

''میری امت کے ہرفرد کو عافیت مل جائے گی سوائے اعلانیہ گناہ کرنے والے کے،اور علی الاعلان گناہ کرنے کی ایک شکل یہ ہے کہ کوئی انسان رات کی تاریکی میں کوئی کام کرے پھراس حالت میں صبح کرے کہ اللہ تعالیٰ نے تو اس کی پردہ پوشی کررکھی ہو لیکن وہ ازخود یہ کہے کہ اے فلاں: آج رات میں نے فلاں فلاں گناہ کیے ہیں!''

۵)......گناہ سے نفرت باقی نہیں رہتی:

گناہ اور برائی کے کاموں کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا ارشادگرامی ہے:

((مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ))(۲)

''تم میں سے جو شخص برا کام دیکھے،اسے چاہیے کہ اسے مٹادے۔اگر وہ اسے مٹانے کی طاقت نہیں رکھتا تو پھرزبان سے اس کے خلاف آوازاٹھائے اوراگر وہ یہ بھی نہیں کرسکتا تو پھر دل میں اسے برا کہے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔''

یعنی گناہ کے کاموں کے حوالے سے ایک مومن کا رویہ یہ ہونا چاہیے کہ وہ نہ صرف یہ کہ خود گناہوں سے دور رہے بلکہ دوسروں کو بھی گناہوں سے روکنے کی کوشش کرے۔اگر ہاتھ سے ممکن ہوتو ہاتھ استعمال کرے،اگر ہاتھ سے ممکن نہ ہوتو زبان استعمال کرے اوراگر زبان سے بھی ممکن نہ ہوتو کم ازکم اپنے دل میں اس گناہ کو گناہ اور برائی کو برائی سمجھے اور اسے قابل نفرت خیال کرے مگرخود ہی گناہ کرتے رہنے سے انسان کے دل سے گناہ کی نفرت کا

(۱) [بخاری : كتاب الادب:باب ستر المومن على نفسه(ح۶۰۶۹)مسلم : كتاب الزهد: باب النهي عن هتك الانسان ستر نفسه(ح۲۹۹۰)]

(۲) [مسلم:كتاب الايمان:باب بيان كون النهي عن المنكر من الايمان...... (ح۴۹)]

احساس ختم ہو جاتا ہے اور وہ گناہ کو معمولی بات سمجھنا شروع کر دیتا ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَرَى ذُنُوبَهُ كَأَنَّهُ قَاعِدٌ تَحْتَ جَبَلٍ يَخَافُ أَنْ يَقَعَ عَلَيْهِ وَإِنَّ الْفَاجِرَ يَرَى ذُنُوبَهُ كَذُبَابٍ مَرَّ عَلَى أَنْفِهِ فَقَالَ بِهِ هٰكَذَا))[1]

''مومن اپنے گناہوں کو اس طرح دیکھ رہا ہوتا ہے کہ وہ کسی پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے اور اسے خطرہ ہے کہ یہ پہاڑ اس کے اوپر گر نہ جائے جبکہ فاسق شخص اپنے گناہوں کو یوں دیکھتا ہے جیسے کوئی مکھی اس کی ناک پر بیٹھی اور اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے اڑا دیا۔''

۶)......ایک گناہ سے مزید گناہوں کا دروازہ کھلتا ہے:

جب انسان ایک گناہ کرتا ہے تو اسے چھپانے کے لیے مزید کئی گناہ اسے کرنا پڑتے ہیں مثلاً ایک شخص اگر جھوٹ بولتا ہے تو اسے اپنے ایک جھوٹ کو چھپانے کے لیے کئی اور جھوٹ بولنا پڑتے ہیں، اسی طرح اگر ایک شخص زنا کرتا ہے تو اسے اپنے اس گناہ کو چھپانے کے لیے مزید کئی گناہ کرنے پڑتے ہیں۔امام ابن جوزیؒ نے اس سلسلہ میں وہب بن منبہؒ کے حوالے سے ایک نصیحت آموز واقعہ لکھا ہے۔فرماتے ہیں:

''بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا وہ اپنے زمانہ کا سب سے بڑا عبادت گزار تھا۔اس کے زمانہ میں تین بھائی تھے جن کی ایک بہن تھی۔تینوں کو ایک جنگ میں جانے کی نوبت آ گئی ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اپنی بہن کو کس کے پاس چھوڑ کر جائیں اور کون اس کے حق میں قابل اطمینان ہوگا۔وہب کہتے ہیں: چنانچہ انہوں نے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ اس کو بنی اسرائیل کے ایک عابد کے پاس چھوڑ کر جائیں کیونکہ وہ ان کی نظر میں قابل اعتماد شخص تھا۔چنانچہ تینوں اس عابد کے پاس آئے اور اس سے کہا کہ وہ

(۱) [بخاری: کتاب الدعوات: باب التوبۃ (ح۔۶۳۰۸)]

اپنی بہن کو اس کے پاس چھوڑ کر جانا چاہتے ہیں جب تک وہ جنگ سے نہیں لوٹیں گے وہ اسی کی حفاظت میں رہے گی۔ عابد نے انکار کردیا اور ان سے اور ان کی بہن سے اللہ کی پناہ مانگی۔ وہ لوگ اصرار کرتے رہے بالآخر وہ مان گیا، اور کہا کہ اس لڑکی کو میرے کلیسا کے سامنے والے مکان میں لاکر چھوڑ دو۔

وہب کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بہن کو اس گھر میں لاکر چھوڑ دیا اور چلے گئے۔ ایک زمانہ تک وہ لڑکی اس عابد کے پڑوس میں رہی، عابد کھانا لے کر کلیسا کے نیچے اترتا اور کلیسا کے دروازہ پر کھانا رکھ کر اوپر چڑھ جاتا اور کلیسا کا دروازہ بند کرلیتا پھر اس لڑکی کو کھانا لے جانے کے لئے کہتا وہ آتی اور اپنا کھانا اٹھالیتی۔ وہب کہتے ہیں کہ شیطان نے اس عابد کے ساتھ فریب شروع کیا۔ چنانچہ اس کو خیر کی ترغیب دینے لگا اور کہا کہ دن کے وقت لڑکی کا گھر سے نکلنا اچھی بات نہیں، ہوسکتا ہے کہ کوئی اسے دیکھ لے اور اس سے محبت کر بیٹھے، اگر تم ہی اس کا کھانا اس کے گھر کے دروازہ تک پہنچادیا کرو تو بڑے ثواب کی بات ہوگی۔

وہب کہتے ہیں کہ شیطان نے عابد سے اتنا اصرار کیا کہ وہ مجبور ہوگیا چنانچہ راہب کھانا لے جاتا اور لڑکی کے گھر کے دروازہ کے پاس رکھ کر چلا آتا اور اس سے بات نہ کرتا۔ وہب کہتے ہیں کہ وہ ایک زمانہ تک ایسا ہی کرتا رہا، پھر اس کے پاس ابلیس آیا اور اس کو خیر اور ثواب کی ترغیب دینے لگا اور کہا کہ اگر تم کھانا لے جاکر اس کے گھر کے اندر رکھ دو تو اور ثواب ملے گا، چنانچہ عابد جاتا اور کھانا اس کے گھر کے اندر رکھ دیتا، ایک زمانہ تک ایسا ہی کرتا رہا، پھر ابلیس آیا اور اس کو خیر و ثواب کی ترغیب دینے لگا اور کہا کہ اگر تم لڑکی سے کچھ بات چیت کر کے اس کا دل بہلا دیا کرو تو کتنی اچھی بات ہوگی، بے چاری بری طرح وحشت محسوس کرتی ہے۔

ابلیس نے اس سے اتنا اصرار کیا کہ عابد مجبور ہوگیا چنانچہ وہ ایک زمانہ تک اپنے کلیسا

کے اوپر سے جھانکتا اور لڑکی سے کچھ بات کر لیتا۔ پھر ابلیس آیا اور کہا کہ اگر تم اتر کر اپنے کلیسا کے دروازہ پر بیٹھتے اور اس سے بات چیت کرتے اور وہ بھی اپنے گھر کے دروازہ پر بیٹھتی اور تم سے بات کرتی تو اس سے اس کا دل بہل جاتا۔

شیطان نے اس بات پر اتنا اصرار کیا کہ عابد کو اپنے کلیسا سے اتر کر دروازہ پر بیٹھنا پڑا، چنانچہ وہ اپنے دروازہ پر بیٹھتا اور لڑکی اپنے دروازے پر۔ دونوں بات چیت کرتے، ایک زمانہ تک دونوں اسی طرح بات چیت کرتے رہے۔ پھر ابلیس آیا اور اس کو اجر وثواب کی ترغیب دینے لگا اور کہا کہ اگر تم اپنے کلیسا کے دروازے سے نکل کر اس لڑکی کے گھر کے قریب بیٹھتے اور اس سے بات کرتے تو اس کا دل اور بہل جاتا۔ شیطان نے اس بات پر اتنا اصرار کیا کہ وہ ایسا ہی کرنے لگا، ایک زمانہ تک دونوں ایسا ہی کرتے رہے، پھر ابلیس آیا اور اس عابد کو مزید ورغلایا چنانچہ وہ اس کے گھر میں جا کر دن بھر اس کے ساتھ باتیں کرنے لگا جب دن ختم ہو جاتا تو اپنے کلیسا میں آ جاتا۔

پھر ابلیس آیا اور عابد کی نظر میں اس لڑکی کو اتنی حسین شکل میں پیش کرنے لگا کہ وہ بہک گیا چنانچہ اس نے لڑکی کی ران پر ہاتھ مارا اور اس کا بوسہ لے لیا، ابلیس عابد کی نگاہوں میں لڑکی کو حسین سے حسین تر بنا کر پیش کرنے لگا، یہاں تک کہ عابد نے اس کے ساتھ ہمبستری کر لی چنانچہ وہ حاملہ ہوگئی اور ایک بچہ کو جنم دیا، پھر ابلیس آیا اور کہنے لگا: بتاؤ وہ لڑکی تمہارے بچے کی ماں بن چکی ہے اگر اس کے بھائی آ جائیں تو تم کیا کرو گے؟ مجھے ڈر ہے کہ وہ تمہیں ذلیل ورسوا کر دیں گے۔ اس لئے جاؤ اور اس کے لڑکے کو ذبح کر کے دفن کر دو، وہ اس راز کو اس ڈر سے راز ہی رکھے گی کہ کہیں اس کے بھائیوں کو تمہارے ناجائز تعلقات کا علم نہ ہو جائے، چنانچہ عابد نے ایسا ہی کیا۔

پھر شیطان نے عابد سے کہا: کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ اپنے بھائیوں سے تمہارے تعلقات اور اس لڑکے کو قتل کرنے کی بات کو چھپائے گی؟ جاؤ اس کو بھی قتل کر کے لڑکے کے ساتھ

دفن کر دو، شیطان اس بات پر اصرار کرتا رہا یہاں تک کہ عابد نے لڑکی کو بھی قتل کر دیا اور لڑکے کے ساتھ اس کو بھی دفن کر دیا اور دونوں کے اوپر ایک پتھر کی بڑی سی سل رکھ کر زمین برابر کر دی پھر اپنی عبادت گاہ میں آ کر عبادت میں مصروف ہو گیا جب تک اللہ کی مشیت تھی وہ عبادت میں مصروف رہا' یہاں تک کہ لڑکی کے بھائی جنگ سے واپس ہوئے۔ وہ عابد کے پاس آئے اور اپنی بہن کے متعلق دریافت کیا۔ عابد نے کہا کہ وہ مر چکی ہے اور اس پر ترس کھا کر رونے لگا اور کہا کہ وہ بہت اچھی عورت تھی، دیکھو یہ اس کی قبر ہے۔

اس کے بھائی قبر کے پاس آئے اور اس کی موت پر رونے لگے اور اظہار تعزیت کیا، ایک زمانہ تک وہ اس قبر کے پاس مقیم رہے، پھر اپنے اہل وعیال میں واپس ہو گئے۔ جب رات ہوئی اور تینوں اپنے اپنے بستر پر لیٹ گئے، تو شیطان خواب میں ان کے پاس ایک مسافر کی شکل میں آیا، سب سے پہلے بڑے بھائی کے پاس آیا اور اس سے اس کی بہن کے متعلق پوچھا، چنانچہ اس نے اس کو عابد کی بات بتائی کہ وہ مر چکی ہے اور عابد کو بھی اس کا بڑا رنج ہے اور عابد نے کس طرح قبر کی جگہ بتائی تھی، وہ بھی بیان کر دیا۔ شیطان نے اسے جھٹلایا اور کہا کہ عابد نے تم سے تمہاری بہن کے بارے میں سچ نہیں کہا۔ اس نے تمہاری بہن کو حاملہ کر دیا تھا اس کو اس سے بچہ ہوا چنانچہ اس نے تمہارے ڈر سے لڑکی اور بچہ دونوں قتل کر کے جس گھر میں وہ رہتی تھی اس کے دروازہ کے پیچھے گڑھا کھود کر دفن کر دیا۔ وہ گڑھا گھر میں داخل ہونے والے کے دائیں جانب ہے، جاؤ اور جس گھر میں وہ رہتی تھی اس دروازے کے پیچھے دیکھو، جیسا میں نے کہا ویسا ہی ملے گا۔

پھر شیطان درمیانے بھائی کے خواب میں آیا اور اس سے بھی ایسا ہی کہا، پھر سب سے چھوٹے بھائی کے پاس آیا اور اس سے بھی ایسا ہی کہا، جب تینوں بیدار ہوئے تو ان

میں سے ہر ایک اپنے خواب کی وجہ سے حیرت وتعجب میں تھا، تینوں ایک دوسرے کے پاس آئے اور کہنے لگے میں نے رات میں عجیب وغریب چیز دیکھی ہے ہر ایک نے ایک دوسرے کو اپنا خواب بتایا۔ بڑے نے کہا: اس خواب کی کوئی حقیقت نہیں ہمیں اپنے اپنے کام سے لگنا چاہئے اور اس کو ذہن سے نکال دینا چاہئے۔ چھوٹے نے کہا: بخدا میں جب تک اس جگہ کو جا کر نہ دیکھ لوں یہاں سے نہیں ہٹ سکتا۔

وہب کہتے ہیں: چنانچہ تینوں بھائی نکلے یہاں تک کہ اس گھر میں آئے جہاں ان کی بہن رہتی تھی، دروازہ کھولا اور خواب میں جو جگہ بتائی گئی تھی اس کو کھودا، چنانچہ گڑھے میں اپنی بہن اور اس کے لڑکے کو اسی طرح پایا جس طرح ان سے کہا گیا تھا۔ انہوں نے عابد سے اپنی بہن کے متعلق پوچھا تو اس نے دونوں کے ساتھ جو کیا تھا اس کے بارے میں ابلیس کے قول کی تصدیق کی۔ چنانچہ انہوں نے عابد کے خلاف بادشاہ کے دربار میں استغاثہ دائر کیا، عابد کو کلیسا سے نیچے لایا گیا اور پھانسی کے لیے پیش کیا گیا۔ جب اس کو تختہ دار پر چڑھایا گیا تو ابلیس آیا اور کہنے لگا: تمہیں معلوم ہے کہ میں وہی ہوں جس نے تمہیں عورت کے فتنہ میں مبتلا کیا تھا، تم نے اس عورت کو حاملہ کر کے اس کو اور اس کے لڑکے دونوں کو قتل کر دیا، اگر آج تم میری اطاعت کرو اور اس اللہ کے ساتھ کفر کرو جس نے تمہیں پیدا کیا تو میں تمہیں اس مصیبت سے نجات دلا سکتا ہوں، چنانچہ عابد نے ایسا ہی کیا اور کافر ہو گیا، جب وہ کافر ہو گیا تو شیطان نے اس کو سولی دینے والوں کے سپرد کر دیا، چنانچہ اس کو تختہ دار پر چڑھا دیا گیا"۔ (۱)

۷)...... گنہگار شخص کو شیطان اپنے پیچھے لگا لیتا ہے:

شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے، اس کا مقصد ہی یہ ہے کہ انسان کو گنہگار بنا کر جہنم کے راستے پر چلا دے۔ شیطان انسان کو زبردستی تو گناہ نہیں کرواتا اور نہ ہی شیطان کے لیے

(۱) [تلبیس ابلیس، از امام ابن الجوزیؒ (ص۲۹)]

ایسا ممکن ہے البتہ شیطان گناہ کے کاموں کو خوبصورت بنا کر انسان کے سامنے پیش کرتا ہے اور اس طرح اسے برائی پر آمادہ کر لیتا ہے۔ جب انسان ایک برائی کر لیتا ہے تو شیطان کے لیے اس سے دوسری برائی کروانا آسان ہو جاتا ہے، اس طرح جب ایک انسان برائی پر برائی اور گناہ پر گناہ کیے جاتا ہے تو بالآخر شیطان اس پر غالب آ جاتا ہے اور جب شیطان انسان پر غالب آ جاتا ہے تو وہ اسے نیکی کی راہ پر چلنے سے روکتا ہے اور یوں انسان شیطان کا پیروکار بن کر رہ جاتا ہے۔ قرآن مجید نے اس حقیقت کی طرف اس طرح اشارہ کیا ہے:

﴿وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَاناً فَهُوَ لَهُ قَرِيْنٌ﴾[الزخرف۔۳٦]

''جو شخص رحمٰن کے ذکر سے منہ موڑ لیتا ہے اس کے لیے ہم ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں پس وہ (گمراہی میں) اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔''

۸)......بعض گناہوں کی وجہ سے دعا قبول نہیں ہوتی:

بعض گناہوں کی وجہ سے انسان کی دعا قبول نہیں ہوتی مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا وَإِنَّ اللّٰهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَا أَمَرَبِهِ الْمُرْسَلِيْنَ فَقَالَ: ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾ وَقَالَ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ﴾ ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيْلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ! يَا رَبِّ! وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ فَأَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ؟!))[(۱)]

''اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے اور وہ صرف پاکیزہ چیزیں قبول کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو حکم اپنے رسولوں کو دیا ہے وہی حکم ایمان والوں کو دیا ہے، فرمایا: ''اے رسولو! پاکیزہ کھاؤ اور نیک کام کرو اور جو کچھ تم کر رہے ہو اس کا مجھے اچھی طرح علم ہے۔''

(۱) [مسلم: کتاب الزکاۃ: باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب وتربیتھا (ح۱۰۱۵)]

اسی طرح اہل ایمان سے فرمایا: ''اے ایمان والو! ہماری دی ہوئی پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔''
پھر آپ ﷺ نے اس آدمی کا ذکر فرمایا جو بڑا لمبا سفر کرتا ہے اور گرد وغبار میں اَٹا ہوا، پراگندہ حال ہے اور اسی حال میں آسمان کی طرف (دعا کے لیے) ہاتھ اٹھاتا ہے (اور کہتا ہے) اے میرے رب! اے میرے رب! لیکن اس کا کھانا حرام کا ہے، پینا حرام کا ہے، لباس حرام کا ہے، اور حرام ہی پر وہ پلا بڑھا ہے۔ تو آخر ایسے آدمی کی دعا کیوں کر قبول ہوسکتی ہے؟!''

۹)......بعض گناہ نیکیاں برباد کردیتے ہیں:

بعض گناہ اتنے خطرناک ہوتے ہیں کہ ان کی وجہ سے دیگر نیکیاں بھی متاثر ہوتی ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک گناہ تو ایسا ہے جس کے ارتکاب سے زندگی بھر کے تمام نیک اعمال ضائع ہوجاتے ہیں اور اگر اس گناہ کے ارتکاب کے بعد انسان توبہ کیے بغیر مرجائے تو اس کے لیے جنت کے دروازے کبھی نہیں کھلتے بلکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کی آگ میں پھینک دیا جاتا ہے۔ یہ اتنا مہلک گناہ 'شرک' ہے جسے آنحضرت ﷺ نے اکبر الکبائر یعنی تمام گناہوں سے بڑا گناہ قرار دیا ہے اور اس کے بارے میں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيْدًا﴾ [النساء۔۱۱۶]

''اسے اللہ تعالیٰ ہرگز نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جائے، ہاں وہ (اللہ تعالیٰ) شرک کے علاوہ گناہ جس کے چاہے معاف فرمادیتا ہے۔ اور اللہ کے ساتھ شرک کرنے والا بہت دور کی گمراہی میں جاپڑا۔''

شرک اللہ تعالیٰ کو اتنا ناپسند ہے کہ قرآن مجید میں ایک مقام پر اٹھارہ جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾[الانعام۔۸۸]

''اگر بالفرض یہ حضرات بھی شرک کرتے تو جو کچھ یہ اعمال کرتے تھے وہ سب ضائع ہوجاتے۔''

یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ اگر کوئی نیک عمل نمود ونمائش،شہرت اور ریا کاری کی نیت سے کیا جائے تو وہ نیک عمل ضائع ہوجاتا ہے۔اوراسے شرک اصغر کہا جاتا ہے۔

۱۰)......گناہوں کی وجہ سے رزق میں کمی اور بے برکتی پیدا ہوجاتی ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَالَمْ يَتَفَرَّقَا فَاِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَافِي بَيْعِهِمَا وَاِنْ كَذَبَاوَكَتَمَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا))(۱)

''خرید وفروخت کرنے والے دونوں آدمیوں کواس وقت تک اختیار حاصل ہے جب تک کہ وہ (معاملہ طے کرکے) جدانہ ہوجائیں۔اگر دونوں نے سچ بولااور واضح بات کی تو ان کی خرید وفروخت میں برکت کردی جائے گی اور اگر انہوں نے جھوٹ بولا اور عیب کو چھپایا تو ان کی تجارت کی برکت ختم ہوجائے گی۔''

اس کی بڑی واضح مثالیں ہم آئے دن دیکھتے ہیں۔وہ لوگ جن کی کمائی جھوٹ،غبن، دھوکا،خیانت اوردیگر ناجائز ذرائع پر مبنی ہوتی ہے ان کے مال سے برکت اٹھالی جاتی ہے۔جس تیزی سے حرام کامال ان کے پاس آتا ہےاس سے زیادہ تیزی سے وہ ان سے خرچ ہوتا ہے۔گویایہ ان لوگوں کی شامت اعمال ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيبُهُ))(۲)

(۱) [بخاری:کتاب البیوع: باب البیعان بالخیار مالم یتفرقا(ح۲۱۱۰)صحیح مسلم. کتاب البیوع :باب الصدق فی البیع والبیان(ح۱۵۳۲)]

(۲) [سنن ابن ماجہ:کتاب الفتن:باب العقوبات(ح[illegible])حسنہ الامام البوصیری]

''بے شک آدمی اپنے گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔''
مطلب یہ ہے کہ بعض گناہوں کی وجہ سے مومن شخص کی آزمائش کرتے ہوئے اس کے رزق میں تنگی کر دی جاتی ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ سارا رزق ہی روک لیا جاتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر کسی گنہگار کو اس دنیا میں پانی کا گھونٹ بھی نصیب نہ ہوتا۔

۱۱)......گناہوں کی وجہ سے امن وسکون تباہ ہو جاتا ہے:

اس دنیوی زندگی میں امن وسکون اور اطمینان قلبی ایک بہت بڑی دولت ہے۔ اگر کسی شخص کے پاس دنیا جہاں کی ساری دولتیں اور خزانے اکٹھے ہو جائیں مگر اسے زندگی میں چین اور راحت کی دولت میسر نہ آئے تو اس کی زندگی بدمزہ ہو جاتی ہے حتی کہ وہ خود اپنے آپ سے بھی نفرت کرنے لگتا ہے۔ یہ امن، چین، راحت اور سکون اللہ کی یاد اور اس کی فرمانبرداری سے حاصل ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ [الرعد:۲۸]

''آگاہ رہو! اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔''

اس کے برعکس اگر انسان اللہ کی یاد سے غافل ہو جائے، اس کی فرمانبرداری سے منہ موڑ لے، اس کے احکام کی پروانہ کرے تو ایسے گنہگار شخص کی زندگی سے سکھ چین کی دولت ختم ہو جاتی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِي فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَعْمٰى﴾ [سورة طٰهٰ:۱۲۴]

''اور (ہاں) جو میری یاد سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تنگی میں رہے گی اور ہم اسے قیامت کے روز اندھا کر کے اٹھائیں گے۔''

۱۲)......گنہگار شخص نہایت تکلیف سے مرتا ہے:

ملک الموت اور ان کے ساتھی فرشتے گنہگار اور کفار لوگوں کی جان کس سختی سے نکالتے

ہیں ،اس کی وضاحت حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی درج ذیل طویل حدیث سے ہوتی ہے،جس میں وہ فرماتے ہیں:

''ایک انصاری کے جنازے میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نکلے ۔جب ہم قبر کے پاس پہنچے تو ابھی لحد تیار نہیں ہوئی تھی ۔چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ (قبلہ رو ہوکر)بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے اِرد گرد(اس طرح خاموش)بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہوں۔آپؐ کے دستِ مبارک میں ایک چھڑی تھی جس سے آپ زمین کرید رہے تھے۔آپ نے سر اٹھا کر دو یا تین مرتبہ فرمایا:

''اللہ تعالیٰ سے عذابِ قبر کی پناہ مانگو!''

پھر فرمایا:

''جب مومن بندہ اس دنیا سے رخصت ہوکر آخرت کو سدھار رہا ہوتا ہے تو آسمان سے اس کے پاس فرشتے آتے ہیں ،ایسے روشن چہرے والے گویا کہ سورج ہو۔ان کے پاس جنت سے لایا ہوا کفن ہوتا ہے اور جنت ہی کی خوشبو۔حدِ نگاہ تک وہ آ کر بیٹھ جاتے ہیں ۔آخر میں مَلکُ الموت تشریف لاتے ہیں اور اس کے سر کے پاس بیٹھ کر فرماتے ہیں:

''اے پاکیزہ روح! (دوسری روایت میں ہے:اے مطمئن روح)اپنے پروردگار کی مغفرت وعنایت کے پاس پہنچ۔''

پھر وہ اس طرح نکلتی ہے جیسے پانی کا قطرہ مشکیزے کے منہ سے ٹپکتا ہے۔چنانچہ ملک الموت علیہ السلام اسے لے لیتے ہیں اور آنکھ جھپکنے سے پہلے دوسرے فرشتے ان سے وصول کر لیتے ہیں ،پھر اسے جنت سے لائے ہوئے کفن اور خوشبو میں رکھ لیتے ہیں۔اس سے دنیا کی بہترین خوشبو کے لپکے اٹھتے ہیں۔پھر جب فرشتے اسے لے کر اوپر جاتے ہیں تو فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے بھی وہ فرشتے گزرتے ہیں،دوسرے

فرشتے دریافت کرتے ہیں کہ یہ کس کی اتنی اچھی روح ہے؟ یہ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ "یہ صاحب، فلاں بن فلاں ہیں۔" یعنی اس کے اس خوبصورت ترین نام سے اس کا تذکرہ کرتے ہیں جس سے وہ دنیا میں پکارا جاتا تھا......

اسی طرح وہ فرشتے اسے لے کر آسمانِ دنیا تک پہنچ جاتے ہیں ۔پھر وہ اس کی خاطر دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں تو دروازہ کھول دیا جاتا ہے ۔پھر اگلے آسمان تک اس کے مقرب ترین فرشتے اسے الوداع کہہ کر آتے ہیں ۔یہی معاملہ ساتویں آسمان تک چلتا ہے ۔اس موقع پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :"میرے بندے کا نامۂ اعمال بلند پایہ لوگوں کے دفتر میں لکھ دو اور اس کی روح کو زمین میں اس کے جسم میں واپس کر دو۔"

(پھر قبر میں)اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، وہ اسے بیٹھنے کا کہتے ہیں، پھر دونوں اس سے اس طرح سوال پوچھتے ہیں :

مَنْ رَّبُّکَ ؟(تیرا رب کون ہے؟)وہ جواب دیتا ہے:

رَبِّیَ اللّٰہ (میرا رب اللہ ہے)وہ سوال کرتے ہیں :

مَادِیْنُکَ ؟(تیرا دین کیا ہے؟)وہ جواب دیتا ہے :

دِیْنِیَ الْاِسْلَامُ (میرا دین اسلام ہے)وہ سوال کرتے ہیں :

جو آدمی تمہاری طرف مبعوث کیا گیا اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

وہ جواب دیتا ہے :ھُوَ رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ (وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں)

وہ سوال کرتے ہیں : تیری معلومات کیا ہیں؟

وہ جواب دیتا ہے کہ میں اللہ کی کتاب پڑھ کر ایمان لایا، اور میں نے اس کی تصدیق کی ۔

چنانچہ ایک منادی کرنے والا آسمان سے اعلان کرتا ہے :"میرے بندے نے سچ

کہا،اس کا ٹھکانہ جنت میں بناؤ،اسے جنت کا لباس پہناؤ،اور اس کے لیے جنت کی طرف ایک درواز کھول دو۔“ چنانچہ جنت کی ہوائیں اور خوشبو اس کے پاس آنے لگتی ہے،اس کی قبر حدِ نگاہ تک کشادہ کردی جاتی ہے۔

آپ ﷺ نے مزید فرمایا:

اور اس کے پاس ایک خوش شکل آدمی آتا ہے،جس کے کپڑے بھی خوبصورت،خوشبو بھی عمدہ۔وہ آ کر کہتا ہے: تجھے خوش کُن خبر کی بشارت دیتا ہوں ،اسی دن کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔چنانچہ وہ بھی جواباً کہے گا:اللہ تعالیٰ تمہیں بھی خوش وخرم رکھے ،تم کون ہو؟تمہارا چہرہ تو کوئی اچھی خبر ہی لاسکتا ہے۔ وہ جواب دیتا ہے میں تمہارا نیک عمل ہوں۔ وہ جنت کی نعمتوں کو دیکھتا ہے تو درخواست کرتا ہے :اے رب! قیامت جلد برپا کردے، اے رب! قیامت جلد برپا کردے تاکہ میں اپنے اہل وعیال تک پہنچ سکوں۔

اور جب کافر اس دنیا سے رخصت ہوکر آخرت کو سدھار رہا ہوتا ہے تو آسمان سے اس کے پاس فرشتے آتے ہیں،جن کے چہرے سیاہ ہوتے ہیں اور ان کے پاس جہنمی ٹاٹ ہوتے ہیں ۔حدِ نگاہ تک اس کے پاس بیٹھ جاتے ہیں ۔آخر میں ملک الموت علیہ السلام تشریف لاتے ہیں۔اس کے سر کے پاس بیٹھ کر کہتے ہیں:

اے خبیث روح !اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غصے کے پاس پہنچو!پھر اس کے جسم میں داخل ہوکر اس طرح اس کی روح نکالتے ہیں جیسے گوشت والی نوک دار سیخ بھیگی اُون سے نکالی جائے ۔ملک الموت اسے نکال لیتے ہیں،آنکھ جھپکنے سے پہلے دوسرے فرشتے ان کے ہاتھ سے لے کر اسے ٹاٹ میں رکھ لیتے ہیں ۔اس ٹاٹ سے ایسی بدبو آتی ہے جیسے زمین گلے سڑے مردار کی ہو۔فرشتے اس روح کو لے کر اوپر جاتے ہیں ۔فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں وہ پوچھتے ہیں کہ یہ کس کی خبیث روح

ہے؟تو فرشتے اس کا بدترین قسم کا دنیاوی نام لے کر بتاتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے ۔اس طرح وہ فرشتے آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں، جب اس کی خاطر (آسمان کا)دروازہ کھولنے کی درخواست کی جاتی ہے تو دروازہ نہیں کھولا جاتا۔اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿لَاتُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَايَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِىْ سَمِّ الْخِيَاطِ﴾[الاعراف:٤٠]

''ان کے لیے آسمان کے دروازے ہرگز نہ کھولے جائیں گے،اور ان کا جنت میں جانا اتنا ہی ناممکن ہے جتنا سوئی کے ناکے سے اونٹ کا گزرنا۔''

پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :اس کا نامہء اعمال قید خانے کے دفتر میں لکھ دو، جو کہ سب سے نچلی زمین میں ہے۔چنانچہ بہت بری طرح اس کی روح کو آسمان سے نیچے پھینک دیا جاتا ہے۔پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّمِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِىْ بِهِ الرِّيْحُ فِىْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ﴾ [الحج :٣١]

''اور جوکوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے تو گویا وہ آسمان سے گر گیا۔اب یا تو اسے پرندے اُچک لیں گے یا ہوا اس کو ایسی جگہ لے جا کر پھینک دے گی جہاں اس کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔''

پھر اس کی روح واپس کردی جاتی ہے ۔(قبر میں)اس کے پاس دو (سخت مزاج)فرشتے آتے ہیں جو اسے (جھنجوڑ کر)بٹھا دیتے ہیں اور اس سے دونوں سوال کرتے ہیں:

''مَنْ رَبُّکَ ؟''(تیرا رب کون ہے؟)

وہ جواب میں انتہائی پریشانی سے کہتا ہے:

"لَاأَدْرِیْ "(مجھے معلوم نہیں)

پھر وہ پوچھتے ہیں: "مَادِیْنُکَ ؟"(تیرا دین کیا ہے؟)

وہ پھر پریشانی کے ساتھ کہتا ہے: "لَاأَدْرِیْ "(یعنی مجھے خبر نہیں)۔

پھر وہ پوچھتے ہیں کہ جو آدمی تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا تھا اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟

تو وہ پریشانی کے عالم میں کہتا ہے: مجھے تو کوئی خبر نہیں۔

پھر آسمان سے اعلان کرنے والا اعلان کرتا ہے کہ یہ جھوٹا شخص ہے، اس کا بستر آگ کا بنادو۔ چنانچہ اس کے پاس جہنم کی گرمی اور لو آتی ہے۔ اس کی قبر اس حد تک تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں باہم دھنس جاتی ہیں۔ اس کے پاس بدنما چہرے کا آدمی آتا ہے، جس کے کپڑے بھی بہت گندے ہوتے ہیں، اور اس سے بدبو کے بھبھوکے اٹھ رہے ہوتے ہیں، اور وہ آکر کہتا ہے: ایک تکلیف دہ خبر ہے۔ یہ وہی دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ یہ (مردہ) اسے کہتا ہے: اللہ تجھے بھی تکلیف دہ چیز سے دوچار کرے، تم کون ہو؟ ایسا چہرہ تو کوئی بری خبر ہی لاسکتا ہے۔ وہ جواباً کہتا ہے: میں تیرا خبیث عمل ہوں۔ وہ استدعا کرتا ہے: اے پروردگار، کاش! قیامت بپا نہ ہو!"[1]

......☆......

(۱) [مستدرك حاكم (ج ۱ ص ۳۸،۳۷) مسند احمد (ج ٤ ص ۲۸۷، ۲۸۸ ـ ۲۹۵، ۲۹٦)]

باب ۶:

گناہوں کی قانونی سزا

گزشتہ سطور میں گناہوں کی ان سزاؤں کے بارے میں ہم نے پڑھا ہے جو قدرتی طور پراللہ کے حکم سے گنہگار شخص کو اس دنیا میں دی جاتی ہیں۔ اب ہم ان سزاؤں کا ذکر کرتے ہیں جو اسلامی حکومت میں قانونی طور پر ایک گنہگار مجرم کو دی جاتی ہیں۔

قتل کی سزا:

اگر انسان مندرجہ ذیل گناہوں میں سے کسی گناہ کا ارتکاب کرے تو اسے اسلامی قانون کی رو سے قتل کی سزا دی جاتی ہے:

۱۔ کسی شخص کو عمداً قتل کرنا۔

۲۔ شادی شدہ ہو کر زنا کرنا۔

۳۔ اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد (کافر) ہو جانا۔

۴۔ جادو کرنا، یا جادو سیکھنا۔

۵۔ اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت اور فتنہ وفساد برپا کرنا۔

دیگر جسمانی سزائیں:

۱۔ اسی طرح اگر کوئی شخص شراب پیتا ہے یا دیگر نشہ آور اشیاء استعمال کرتا ہے، تو اس کی سزا یہ ہے کہ اسے اسی (80) کوڑے لگائے جائیں۔

۲۔ اگر کوئی غیر شادی شدہ شخص زنا کرتا ہے تو اس کی سزا یہ ہے کہ اسے ایک سو(100) کوڑے لگانے جائیں اور ایک سال کے لیے جلاوطن (یا قید) کیا جائے۔

۳۔ اگر کوئی شخص پاکدامن انسان پر زنا کا الزام لگاتا ہے اور چار عادل گواہ مہیا نہیں کرتا تو

اس الزام کی سزا میں اسے اسی (80) کوڑے لگائے جائیں گے۔

مذکورہ بالا سزاؤں کو حدود کہا جاتا ہے کیونکہ ان میں سے ہر گناہ (جرم) کی سزا کی حد خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردی گئی ہے۔

اسی طرح بعض گناہ (جرائم) ایسے ہیں جن کی سزا حاکمِ وقت کی صوابدید پر چھوڑ دی گئی ہے اور کوئی حد متعین نہیں کی گئی۔ ایسی سزاؤں کو' تعزیرات' کہا جاتا ہے۔ یہ تعزیری سزا اس شخص کو دی جاتی ہے جو ایسا گناہ (جرم) کرے جو مذکورہ بالا حدود کے گناہوں تک نہ پہنچے۔

کفارہ (جرمانہ) اور مالی سزائیں:

ان حدود اور تعزیرات کے علاوہ بھی کچھ سزائیں اسلام میں مقرر کی گئی ہیں جن کی حیثیت جرمانے (تاوان) کی ہے اس جرمانہ کو کفارہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس قسم میں بھی کئی ایک چیزیں شامل ہیں مثلاً اگر کوئی شخص قسم کھا کر اسے توڑ دیتا ہے تو اسے بطور جرمانہ (کفارہ) یہ سزا دی گئی ہے کہ وہ یا تو ایک غلام آزاد کرے یا پھر دس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا پھر دس مسکینوں کو کپڑے مہیا کرئے اور اگر وہ ان تینوں میں سے کچھ بھی کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو پھر وہ تین روزے رکھے۔ [سورۂ مائدۃ۔۸۹]

اسی طرح اگر کوئی شخص روزے کی حالت میں بیوی سے جماع کر لے تو اس پر یہ کفارہ (جرمانہ) عائد کیا گیا ہے کہ وہ ایک غلام آزاد کرے یا پھر ساٹھ روزے رکھے یا پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ یہی کفارہ اس شخص پر بھی ہے جو اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کرنے کے لیے اسے قصداً ماں، بہن یا بیٹی کہہ دے۔

اس طرح کفارے کی کچھ اور صورتیں بھی ہیں جن کی تفصیلات متعلقہ کتب فقہ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

باب ۷:

گناہوں کے اجتماعی (معاشرتی) نقصانات

[اخلاقی، روحانی اور مادی اعتبار سے]

جس طرح گناہوں کی وجہ سے ہر انسان کو انفرادی طور پر بہت سے دنیوی نقصانات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اسی طرح اجتماعی طور پر بھی قریب قریب اُسی طرح کے نقصانات پورے معاشرہ کو بھی اٹھانا پڑتے ہیں۔ایسا بالعموم اس وقت ہوتا ہے جب معاشرے کے بیشتر افراد گنہگار اور اللہ کے مجرم بن چکے ہوں کیونکہ اللہ کے قانون میں معاشروں کے عروج وزوال، ترقی وتنزلی اور نجات وہلاکت کا فیصلہ غالب حصے کے طرز عمل کی بنیاد پر ہوتا ہے۔

قومِ نوحؑ ،قومِ ھودؑ ،قومِ صالحؑ ،قومِ لوطؑ ،قومِ شعیبؑ وغیرہ کی ہلاکت وبربادی کے واقعات اس سلسلہ میں بطور دلیل پیش کیے جاسکتے ہیں۔البتہ ان سابقہ قوموں اور امتوں کے مقابلہ میں ہماری آخری امت کا ایک لحاظ سے فرق ہے اور وہ فرق جیسا کہ پہلے بھی بتایا جاچکا، یہ ہے کہ پہلی امتوں کو ان کے گناہوں کی وجہ سے ایسی شدید سزا دی جاتی کہ ان کا نام ونشان بھی مٹ جاتا مگر ہماری یہ امت آنحضرت ﷺ کی دعا کی برکت سے ایسے عذاب سے تو یقیناً محفوظ رہے گی جو پوری امت ہی کا نام ونشان مٹادے لیکن اجتماعی ومعاشرتی طور پر ہماری امت کو ایسی سزا اور ایسے عذاب سے ضرور دوچار کیا جائے گا جو پوری امت کو تو ہلاک نہ کرے گا مگر معاشرے کے بڑے حصے کو ضرور متاثر کرے گا۔

یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ معاشرے کی اکثریت کی غلط کاریوں کی وجہ سے جب عذاب آتا ہے تو دیندار اور صالح لوگ بھی اس عذاب اور سزا سے اس دنیا میں نہیں بچتے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ

الْعِقَابِ﴾ [الانفال۔٢٥]

"اور تم ایسے وبال سے بچو کہ جو خاص ان ہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں سے ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں (بلکہ معاشرے کے سب افراد پر آئے گا) اور یہ جان رکھو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔"

اسی طرح جب کسی قوم کے لیے اجتماعی طور پر اللہ کی طرف سے سزا کا فیصلہ ہوجاتا ہے تو وہ سزا اس وقت تک نہیں ٹلتی جب تک کہ معاشرے کی اکثریت اپنے گناہوں سے توبہ نہیں کرلیتی، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلَا مَرَدَّ لَهُ وَمَا لَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَالٍ﴾ [الرعد:١١]

"کسی قوم کی حالت اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جب تک وہ خود اسے نہ بدلیں جو ان کے دلوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے سزا کا ارادہ کرلیتا ہے تو وہ بدلا نہیں کرتا اور اس (اللہ) کے علاوہ کوئی بھی ان کا کارساز نہیں۔"

آئندہ سطور میں گناہوں کے چندان بڑے بڑے نقصانات کا ذکر کیا جارہا ہے جو پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ اللہ کرے کہ ان نقصانات کا بغور مطالعہ ہمیں اجتماعی سطح پر گناہوں سے توبہ کرنے اور اللہ کا فرمانبردار بن جانے پر آمادہ کردے۔ آمین!

١)......ایمان اور ہدایت سے دوری:

جس طرح گناہوں کی وجہ سے ایک فرد کا دل سیاہ اور مردہ ہوکر ہدایت سے محروم اور ایمان سے دور ہوجاتا ہے اسی طرح اجتماعی گناہوں کی وجہ سے پورے معاشرے کا ضمیر اجتماعی طور پر مردہ ہوکر ایمان سے دور اور ہدایت سے محروم ہوجاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾ [الصف:٥]

"پھر جب انہوں نے ٹیڑھ اختیار کرلی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دلوں کو (مزید) ٹیڑھا کردیا اور نافرمان قوم کو اللہ ہدایت نہیں دیتا۔"

یعنی جب ساری قوم ہی نافرمان اور گنہگار بن کر غلط روش پر چل نکلے تو اللہ تعالیٰ بھی پھر ہدایت سے نہیں نوازتے۔گویا قوم کو یہ سزا ان کے گناہ اور نافرمانی کی وجہ ہی سے ملتی ہے۔

۲)......وسائلِ رزق اور خوشحالی سے محرومی:

اگر معاشرے کی اکثریت نیک اور متقی ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور پورا معاشرہ خوشحالی کی مثال بن جاتا ہے۔اور اگر معاشرے کے اکثر لوگ سیاہ کاریوں میں ملوث ہوجائیں اور شکرگزاری کی بجائے اللہ کے نافرمان اور اس کے دین سے باغی ہوجائیں تو پھر رزق میں بے برکتی واقع ہوجاتی ہے،خوشحالی تنگ حالی میں بدل جاتی ہے،وسائل ختم اور مسائل بڑھ جاتے ہیں۔اس حقیقت کو قرآن مجید نے اس طرح بیان کیا ہے:

﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾[الاعراف:۹۶]

"اگر بستی والے ایمان لے آتے اور اللہ سے ڈر جاتے تو ہم ان کے لیے آسمان وزمین کی برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے تکذیب کی چنانچہ ہم نے انہیں ان کے (بد)اعمال کی وجہ سے پکڑ لیا۔"

۳)......زمینی اور سماوی آفتیں:

جب معاشرے میں برائیوں کا چلن عام ہوجائے اور گناہوں کا تناسب حد سے بڑھ جائے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمینی اور سماوی آفتوں کا نزول بطور سزا شروع ہوجاتا ہے جیسا کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَكُوْنُ فِي أُمَّتِي قَذْفٌ وَمَسْخٌ وَخَسْفٌ قِيلَ :يَارَسُولَ اللّٰهِ ! وَمَتٰى ذَاكَ؟قَالَ: إِذَا ظَهَرَتِ الْمَعَازِفُ وَكَثُرَتِ الْقِيَانُ وَشُرِبَتِ الْخُمُورُ))

”میری امت میں پتھروں کی بارش، صورتیں مسخ ہونے اور زمین میں دھنسنے کے واقعات رونما ہونگے۔ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا: یارسول اللہ! ایسا کب ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب باجوں اور گانے والی عورتوں کا عام رواج ہوجائے گا اور کثرت سے شراب پی جائے گی۔“(۱)

اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ

((لَيُمْسَخَنَّ قَوْمٌ وَهُمْ عَلٰى اَرِيْكَتِهِمْ قِرَدَةً وَخَنَازِيْرَ لِشُرْبِهِمُ الْخَمْرَ وَضَرْبِهِمْ بِالْبَرَابِطِ وَالْقِيَانِ))(۲)

”لوگ اپنے بستروں پر ہوں گے اور ان کے چہرے مسخ ہوجائیں گے، انہیں بندروں اور خنزیروں کی شکل میں بدل دیا جائے گا۔ اس کا سبب ان کا شراب پینا اور گانے باجے بجانا ہوگا۔“

۴)...... بیماریوں کی کثرت اور صحت وعافیت سے محرومی:

گناہوں کی کثرت کا ایک معاشرتی نقصان یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے گنہگار معاشرے میں وبائی امراض کی کثرت ہوجاتی ہے اور ایسے ایسے مہلک امراض پیدا ہونے لگتے ہیں جن کا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔ یہ بیماریاں دراصل اللہ کی طرف سے ایک عذاب ہوتا ہے جو گناہوں کی پاداش میں نازل کیا جاتا ہے، جیسا کہ حضرت اسامہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ هٰذَا الْوَجَعَ اَوِ السَّقَمَ رِجْزٌ عُذِّبَ بِهٖ بَعْضُ الْاُمَمِ قَبْلَكُمْ ثُمَّ بَقِيَ بَعْدُ بِالْاَرْضِ فَيَذْهَبُ الْمَرَّةَ وَيَاْتِي الْاُخْرٰى))

(۱) [ترمذی: کتاب الفتن: باب ماجاء فی علامة حلول المسخ والخسف (ح۲۲۱۲) صحیح الجامع الصغیر (۱۰۳/٤)] اس سلسلہ میں مزید روایات اور تفصیلات کے لیے دیکھیے ہماری کتاب: قیامت کی نشانیاں (صفحہ ۱۷۸ تا ۱۸۱)

(۲) [ذم الملاهی، تاریخ دمشق (ج۱۲، ص۶۸۲) بحوالہ تحریم آلات الطرب از البانیؒ]

”یہ تکلیفیں اور بیماریاں درحقیقت وہ عذاب ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے تم سے پہلی قوموں کو سزا دی تھی۔ (عذاب الٰہی کی یہ شکل) اب بھی زمین پر باقی ہے کبھی چلی جاتی ہے اور کبھی واپس آ جاتی ہے۔“(۱)

۵)......فتنہ وفساد کا ظہور اور امن وسکون کی بربادی

جس طرح گناہوں کا ارتکاب انسان کی انفرادی زندگی سے امن وسکون اور سکھ چین ختم کر دیتا ہے اسی طرح گناہوں کے سبب اجتماعی طور پر پورے معاشرے سے امن وامان ختم اور فتنہ وفساد پھیل جاتا ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((یَامَعْشَرَ الْمُهَاجِرِيْنَ خَمْسٌ اِذَابْتُلِيْتُمْ بِهِنَّ وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ تُدْرِكُوْهُنَّ لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ حَتّٰى يُعْلِنُوْا بِهَااِلَّا فَشَافِيْهِمُ الطَّاعُوْنُ وَالْاَوْجَاعُ الَّتِي لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِي اَسْلَافِهِمُ الَّذِيْنَ مَضَوْاوَلَمْ يَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِلَّااُخِذُوا بِالسِّنِيْنَ وَشِدَّةِ الْمَؤُوْنَةِ وَجَوْرِ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يَمْنَعُوازَكَاةَ اَمْوَالِهِمْ اِلَّامُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ وَلَوْلَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوا وَلَمْ يَنْقُضُوا عَهْدَاللّٰهِ وَعَهْدَ رَسُوْلِهٖ اِلَّاسَلَّطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ عَدُوًّامِنْ غَيْرِهِمْ فَاَخَذَ بَعْضَ مَافِيْ اَيْدِيْهِمْ وَمَالَمْ تَحْكُمْ اَئِمَّتُهُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَيَتَخَيَّرُوا مِمَّااَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَّاجَعَلَ اللّٰهُ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ))(۲)

”اے مہاجرین کی جماعت! پانچ خصلتیں ایسی ہیں کہ اگر تم ان میں مبتلا ہو گے (تو نقصان اٹھاؤ گے)، اور میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ تم ان کا شکار ہو جاؤ (اور وہ یہ ہیں):

۱۔ جب کسی قوم میں زنا کاری برسرعام ہونے لگے، تو اس قوم میں طاعون اور رایسی ایسی تکلیفوں والی بیماریاں پھیل جائیں گی جو ان سے پہلے لوگوں میں نہ ہوئی ہوں گی۔

---

(۱) [مسلم: کتاب السلام: باب الطاعون والطیرة والکهانة ونحوها (ح۲۲۱۸)]

(۲) [ابن ماجه: کتاب الفتن: باب العقوبات (ح۴۰۱۹) مستدرك حاکم: کتاب الفتن: باب ذکر خمس بلایا...... (ج۴ ص۵۴۰) صحیح الجامع الصغیر (ح۷۹۷۸)]

۲۔جس قوم نے ناپ تول میں کمی کی اسے قحط سالی،تنگ زندگی اور ظالم حکمرانوں سے واسطہ پڑے گا۔

۳۔جس قوم نے اپنے مال کی زکاۃ روکی،اس کے لیے آسمان سے بارش کا سلسلہ روک لیا جائے گا۔اگر جانور نہ ہوں تو بالکل بارش نہ ہو۔

۴۔جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول سے کیے ہوئے وعدے کو توڑ دیا،اللہ ان پر باہر سے ایسا دشمن مسلط کر دے گا،جو ان کے پاس موجود وسائل پر قبضہ کر لے گا۔

۵۔جس قوم کے حکمران،اللہ کی کتاب کو نافذ نہیں کریں گے اور اللہ کے نازل کردہ احکام پر عمل پیرا نہیں ہوں گے،اللہ تعالیٰ اس قوم کے درمیان خانہ جنگی پیدا کر دے گا۔"

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَانَقَضَ قَوْمٌ الْعَهْدَ قَطُّ إِلَّا كَانَ الْقَتْلُ بَيْنَهُمْ وَمَاظَهَرَتْ فَاحِشَةٌ فِي قَوْمٍ قَطُّ إِلَّا سَلَّطَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْهِمُ الْمَوْتَ وَلَامَنَعَ قَوْمٌ الزَّكَاةَ إِلَّا حَبَسَ اللّٰهُ عَنْهُمُ الْقَطَرَ))(۱)

"جب بھی کسی قوم میں عہد شکنی کی برائی آتی ہے،ان میں قتل و غارت پھیل جاتا ہے اور جب بھی کسی قوم میں زنا کاری پھیلتی ہے،اللہ تعالیٰ ان پر موت کو مسلط کر دیتے ہیں اور جب کوئی قوم زکوۃ کو روک لے تو (بجواب) اللہ تعالیٰ نے ان سے بارش کو روک لیا۔"

تمام گناہوں کی سزا دنیا میں نہیں دی جاتی:

یاد رہے کہ تمام گناہوں کی سزا اللہ تعالیٰ اس دنیا میں نہیں دیتے کیونکہ یہ دنیا دارالعمل ہے دارالجزا نہیں یہاں انسان کو نیک یا بد ہر طرح کے عمل کا اختیار دیا گیا ہے۔اچھایا

(۱) [مستدرك حاكم،كتاب الجهاد،باب مانقض قوم .... (ج ۲،ص ۱۲٦)السنن الكبرى للبيهقي (ج ۳،ص ۳٤٦)سلسلة الاحاديث الصحيحة (ج ۱،ص ۲۱۹ – ۱۰۷)]

براہ طرح کا راستہ اپنانے کا موقع فراہم کیا گیا ہے جبکہ روز حشر انسان کے ان تمام اعمال کا حساب کتاب ہوگا جو اس نے دنیا کی زندگی میں انجام دیئے۔ اگر تو اس کے اعمال نیک ہوئے اور اللہ تعالیٰ اس پر راضی ہوئے تو اسے جزا اور صلہ کے طور پر جنت میں جگہ ملے گی اور اگر خدانخواستہ اس کے اعمال بد نکلے اور اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوئے تو اسے اس کے اعمال کی سخت سزا دی جائے گی۔ گویا جزا اور سزا کا اصل مقام یہ دنیا نہیں ہے ورنہ تمام اعمال کا حساب کتاب اس دنیا میں ہی اگر اللہ تعالیٰ فرمانا شروع کر دیں تو انسانوں کے گناہ اتنے ہیں کہ یہ دنیا فوراً تباہ و برباد کر دی جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴾ [النحل: ٦١]

"اگر لوگوں کے ظلم (گناہوں) پر اللہ تعالیٰ ان کی گرفت کرتا تو روئے زمین پر ایک بھی جاندار باقی نہ رہتا لیکن اللہ تعالیٰ تو انہیں ایک وقت مقررہ تک مہلت دیتا ہے، جب ان کا وہ وقت آ جاتا ہے تو پھر وہ ایک ساعت (لمحہ) نہ پیچھے رہ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔"

آئندہ سطور میں قرآن و حدیث کی روشنی میں ان شاء اللہ ہم یہ بتائیں گے کہ اخروی زندگی میں گناہوں کے کیا کیا نقصانات ظاہر ہوتے ہیں۔

باب۸:

گناہوں کے طبی (جسمانی) نقصانات

اللہ تعالیٰ کے احکام کی قصداً مخالفت کرنے کا نام گناہ ہے اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو جن کاموں کا حکم دیا ہے ان پر عمل پیرا ہونے میں خود انسان ہی کا فائدہ ہے اور ان کی مخالفت کرنے سے بھی انسان اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑتا بلکہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے ۔یہ نقصان دنیوی بھی ہوسکتا ہے اور اخروی بھی، انفرادی بھی ہوسکتا ہے اور اجتماعی بھی، اخلاقی و روحانی بھی ہوسکتا ہے اور مادی و جسمانی (طبی) بھی۔

گناہوں کے مختلف انفرادی و اجتماعی نقصانات کی تفصیل آپ ملاحظہ کرچکے ہیں اب آئندہ سطور میں ہم گناہوں کے طبی (جسمانی) نقصانات بیان کریں گے ۔اس سلسلہ میں ہم بغرض اختصار چند بڑے بڑے گناہوں پر اکتفا کرتے ہوئے مختلف اطباء اور محققین کے تجربات و بیانات کی روشنی میں ان کے طبی نقصانات پیش کریں گے ۔ ممکن ہے گناہوں کے انھی طبی نقصانات کے خوف سے اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرح کے گناہ سے بچنے اور نیک بننے کی توفیق عطا فرمادے ......آمین!

خود لذتی (جلق رمشت زنی) کے طبی نقصانات☆

انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا اور اپنی بے بہا نعمتوں سے نوازا ہے۔ اس کے ساتھ اسے یہ بھی بتا دیا ہے کہ دیکھو! شیطان کے دھوکے میں نہ آنا کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، مگر انسان چونکہ طبعاً بے حد عجلت پسند اور جلد باز واقع ہوا ہے اس لیے شیطان بڑی آسانی سے انسان کو اپنے پھندے میں پھانس لیتا ہے۔ پھر انسان کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ دیکھتے ہی دیکھتے تباہی و بربادی کے سمندر میں ڈوب جاتا ہے اور فطرت سے بغاوت کے جرم میں ناخوشگوار حالاتِ زندگی کی دہکتی آگ میں جلتا نظر آتا ہے۔

یہ سچ ہے کہ قدرت نے محبت و عشق کا مادہ انسان کی فطرت میں ودیعت کر رکھا ہے اور خواہشاتِ نفسانی کا دباؤ اس کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ پھر موجودہ ماحول جس میں وہ اپنے شب و روز بسر کرتا ہے، بے پردگی اور بے حیائی پر مبنی انتہائی اخلاق سوز ماحول ہے۔ گھر گھر میں ٹی وی، ریڈیو وغیرہ موجود ہیں جن میں عورت مرد کی جنسی محبت کا صبح و شام پرچار کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ وی سی آر اور کمپیوٹر پر ہر طرح کی بے حیائی کی فلمیں دیکھی جاتی ہیں۔ پھر اس ماحول میں مخرب الاخلاق اور جنسی جذبات ابھارنے والے سستے لٹریچر نے نوجوانوں کے ذہنوں کو پراگندہ کر رکھا ہے۔ ایسے ماحول میں جذبات کی رو میں بہہ جانا بڑا آسان ہے مگر خواہشاتِ نفس کے پیچھے بے سوچے سمجھے چل پڑنا قطعاً ناجائز اور کارِ گناہ ہے۔ اور یہ گناہ آج کل مہلک وباء کی صورت اختیار کرتا جا رہا ہے اور نوجوانوں کے اخلاق کو بڑی تیزی سے تباہ کر رہا ہے۔

☆......ازقلم: ڈاکٹر محمد اسلم بھٹی [بالتصرف والتھذیب] بحوالہ: "جوانی کو ضائع کرنے کے نقصانات" از: محمد ارسلان (ص ۸۳ تا ۹۱)]

پچھلے کئی سال سے میرے پاس بے شمار ایسے نوجوان مریض آتے رہے ہیں جنھوں نے اپنے ہاتھ سے اپنی جوانی تباہ کرلی۔ان میں اَن پڑھ لوگوں کے علاوہ یونیورسٹی اور کالج کے طلباء بھی شامل ہیں۔بعض نوجوان شادی کے بعد پریشان ہوجاتے ہیں اور میرے پاس آ کر بڑی عاجزی سے کہتے ہیں:

''ڈاکٹر صاحب!عزات کا سوال ہے۔پیسے کی پروا نہ کریں۔کوئی اچھی سی دوا تجویز کر دیں۔اتنے دن شادی کو ہوئے ابھی تک 'کام' نہیں ہوسکا جس سے بڑی شرمندگی ہورہی ہے۔''

ان میں سے بیشتر کیس ایسے تھے جن میں ان مریضوں نے جوانی کی ابتداء ہی بُری عادت، بری صحبت، اور گندی فلموں سے کی۔اوران گندی فلموں کو دیکھ کر اپنے ہاتھوں سے اپنی جوانی گنوائی۔بعض نے تو یہاں تک مجھ سے کہا کہ

''بیوی شریف اور نیک عورت ہے،اس نے کہا ہے کہ 'علاج' کروالیں۔''

جبکہ بعض نے یہ بتایا کہ

''بیوی نے کہا ہے کہ میکے جانے سے پہلے اگر کام نہ ہوا تو میں واپس نہیں آؤں گی۔''

اس مسئلے کا دارومدار زیادہ تر 'مشت زنی' پر ہے اور افسوس ہے کہ آج کل یہ مرض عام ہورہا ہے اور بے حیائی کی حد تک ہورہا ہے۔اس لیے اپنے کلینکل تجربے کی روشنی میں اس قبیح مرض 'مشت زنی' اوراس کے مضر اثرات کے علاج کے حوالے سے چند اہم باتیں پیش کررہا ہوں کیونکہ یہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔

مشت زنی (جلق) اوراس کے بدنتائج

مشت زنی کو Masterbation OR Onanism ('ماسٹربیشن' یا 'اونانزم') کہتے ہیں، اس بری عادت کے نتیجے میں اعصابی کمزوری، جنسی کمزوری، دماغی کمزوری اور خون کی کمی جیسے امراض پیدا ہوتے ہیں جنھیں Nervous Debility from Self Abuse کہا جاتا ہے۔

یہ بری عادت جسم میں برے اثرات پیدا کر کے خوفناک امراض کا موجب بنتی ہے۔ جسم اور دل ودماغ تباہ ہو جاتے ہیں۔ یہ عادت کسی بھی عمر کے لیے مخصوص نہیں۔ جو بچے بدقسمتی سے اس بری عادت کے عادی ہو جاتے ہیں وہ چہرے کا نور اور چمک دمک کھو بیٹھتے ہیں۔ ان کا رنگ زرد ہو جاتا ہے، آنکھیں اندر دب جاتی ہیں اور آنکھوں کے گرد نیلگوں حلقے پڑ جاتے ہیں، اس کے علاوہ ان کی طبیعت چڑچڑی ہو جاتی ہے اور وہ خودسرکش اور ضدی ہو جاتے ہیں۔ قوت برداشت کی کمی کی وجہ سے ذرا سا مزاح اور دل لگی برداشت نہیں کر سکتے۔ آہستہ آہستہ ان کے قوائے ہاضمہ بھی ماؤف ہو جاتے ہیں، جس کے نتیجے میں ان کا جسم نحیف اور دماغی طاقتیں کمزور پڑ جاتی ہیں۔ اگر بدقسمتی سے کوئی اور مرض ان پر حملہ آور ہو تو وہ ان کے لیے بڑا شدید اور ان کی قوت برداشت سے باہر ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ معمولی سا بخار بھی تپ محرقہ (ٹی بی) کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

اگر مشت زنی کی بری عادت سنِ بلوغت کے بعد ہی سے جاری رہے تو دل اور حافظہ بہت کمزور ہو جاتے ہیں۔ خیالات متوحش ہو جاتے ہیں، جسم تباہ ہو جاتا ہے اور اس کی نشوونما بھی رک جاتی ہے۔

مشت زنی کے مریض اکثر سردرد، معدہ پر بوجھ، کھانے کے بعد پیٹ میں مروڑ، ابکائیاں، چھاتی میں درد، طبیعت گری گری، پڑھائی میں عدم دلچسپی، ماحول سے بے پروائی، اعضاء میں سستی وغیرہ جیسی تکالیف کی شکایت کرتے ہیں۔

مشت زنی کے مریضوں کے چہروں پر خراشدار پھنسیاں نکل آتی ہیں۔ بعض مریض مشقت برداشت نہیں کر سکتے اور جوانی اپنے ہاتھوں وقتی لذت کی وجہ سے ضائع کر لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ پھر انہیں کھڑا ہونا بھی مشکل معلوم ہوتا ہے۔ ایسے مریضوں کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ حافظہ کمزور ہو جاتا ہے۔ مشت زنی کی وجہ سے منی پتلی ہو جاتی ہے اور نہایت خفیف تحریک ہی سے خارج ہو جاتی ہے۔

مشت زنی کے مریض احتلام اور جریان کا ہر وقت شکار بنے رہتے ہیں۔انہیں پیشاپ میں قطرے آتے رہتے ہیں اور بعض اوقات تو پیشاپ بلاارادہ بھی خارج ہونے لگتا ہے جبکہ مشت زنی کے بعض مریض اس کے برعکس 'حبس البول' (پیشاپ رک جانے) کی بیماری میں بھی مبتلا ہو جاتے ہیں۔

مشت زنی کے مریض ان جسمانی بیماریوں کی وجہ سے شادی سے بھی باغی ہو جاتے ہیں یا پھر شادی کے بعد خوشگوار ازدواجی زندگی سے محروم ہو جاتے ہیں۔

مشت زنی کا جائز سمجھنے والے ڈاکٹروں کی بے وقوفی:

میرے پاس کراچی یونیورٹی کے طالب علم جن کا نام الف بیگ ہے، آئے ان کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی جس کا عنوان یہ تھا:

''شادی سے پہلے، شادی کے بعد۔نوجوانوں کے خصوصی مسائل''

اس کے مصنف تھے ڈاکٹر مبین اختر (ماہر نفسیات، کراچی)۔اس نوجوان نے بتایا کہ اس کتاب کے مصنف نے اس کتاب کے صفحہ ۲۳۲، ۲۳۳ پر لکھا ہے کہ

''مشت زنی سے جنسی خواہشات اور قوت میں اضافہ ہوتا ہے۔''

پھر انہوں نے کتاب کے وہ صفحات نکال کر مجھے پڑھائے اور اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ

''مشت زنی سے جنسی سکون کے علاوہ جنسی اور جسمانی صحت میں اضافہ ہوتا ہے۔''

اس مصنف (ڈاکٹر مبین اختر) نے حکیموں کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ

''ان کا علم آج سے ہزار سال پہلے کا ہے جو اَب کارگر نہیں۔اس لیے مشت زنی، جلق یا خودلذتی گناہ نہیں اور نہ ہی یہ نقصان دہ ہے۔''

اسی کتاب کے صفحہ ۲۳۵ پر یہ بھی لکھا ہے کہ

''امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک مشت زنی بالکل حلال اور جائز ہے اور یہ کوئی گناہ نہیں ہے۔''

میں نے اس صاحب زادے سے پوچھا کہ میں تو آپ کو بعد میں بتاؤں گا، پہلے آپ بتایئے کہ آپ کا اس بارے میں کیا تجربہ کیا ہے؟ وہ کہنے لگا:

ڈاکٹر صاحب! میری حالت تباہ ہوگئی ہے۔ اس کتاب کو پڑھ کر میں کیا، یونیورسٹی میں میری طرح بہت سے طالب علم تباہ ہو رہے ہیں۔ میری حالت تو آپ کے سامنے ہے۔ میری یادداشت ختم ہو رہی ہے، پڑھائی میں دل نہیں لگتا، امتحان کا خوف بھی ہے پھر یونیورسٹیوں کا ماحول بھی مخلوط ہے۔ میں تو جوانی ہی میں برباد ہو گیا ہوں، اسی لیے تو آپ کے پاس علاج کے لیے آیا ہوں!"

اس نے بعد میں بتایا کہ میں جمعہ کی نماز گلشن اقبال میں پڑھنے گیا، وہاں حضرت والا کے وعظ سے آنکھیں کھل گئیں کہ مشت زنی کتنا بڑا گناہ ہے۔ اب میں نے اس گناہ سے توبہ کر لی ہے۔ اللہ مجھے معاف کرے۔

مردوں کی طرح بہت سی عورتیں بھی جلق، اور انگشت زنی سے خود لذتی کا شکار ہو جاتی ہیں جس کی وجہ سے ان میں اعصابی کمزوی تو پیدا ہو جاتی ہے اور اس اعصابی کمزوری کے باعث سردرد، دل و دماغ کی کمزوری، طبیعت و مزاج میں سرکشی، اداسی، دنیاوی خوشیوں سے بیزاری، اور اسی طرح کی کئی ایک خرابیاں اور بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

اس بیماری میں مبتلا عورتوں کے حواس خمسہ بھدے پڑ جاتے ہیں، خاص کر آنکھوں کے گرد حلقے بن جاتے ہیں اور آنکھیں سرخ اور نظر دھندلی ہو جاتی ہے۔ کئی اقسام کی تشخیصی علامات مثلاً ماہواری کی خرابی، ہسٹیریا، دل کی دھڑکن، رعشہ، مرگی، سکتہ وغیرہ بھی اعصابی کمزوری کے باعث ظاہر ہو سکتے ہیں۔ چہرہ زرد اور پتلا، جلد سخت خشک اور پھٹی ہوئی، چہرے پر پھنسیاں، ہونٹ پیلے اور دانت خراب ہو جاتے ہیں۔

اس نامراد عادت کا آخری نتیجہ یہ ہے کہ رحم سخت ہو جاتا ہے، لیکوریا کی شکایت عام ہو جاتی ہے اور بانجھ پن کا خطرہ بھی لاحق ہو جاتا ہے۔

مشت زنی کے طبی (جسمانی) نقصانات☆

ہاتھ سے سرچشمۂ حیات خارج کرنے والے کو 'مجلوق' اور اس قبیح فعل کو 'جلق' یا 'مشت زنی' یا عربی میں 'اِسۡتِمۡنَابِالۡیَدۡ' کہتے ہیں۔اس بدخصلت کی ابتداء افریقہ سے ہوئی مگر موجودہ زمانے میں یہ نازیبا عادت اور فعل بد پوری دنیا میں عموماً اور ہمارے ملک میں خصوصاً جاری وساری ہے۔دیگر ممالک میں عورتوں اور مردوں کے اختلاط پر کوئی روک ٹوک نہیں ہے اس لیے وہاں کے مرد اور لڑکے زنا میں ملوث ہوجاتے ہیں مگر ہماری معاشرتی اقدار کی بناء پر جو لوگ زنا سے ڈرتے ہیں وہ لوگوں سے چھپ کر خود کو ضائع کرنا شروع کر دیتے ہیں۔اس عادت میں اکثر طالب علم، کنوارے لوگ اور ریاء کار زاہد و عابد حضرات مبتلا ہوتے ہیں۔

یہ عادت جب ایک مرتبہ کسی کو لگ جائے تو آسانی سے نہیں چھوڑتی۔ہاتھ کی سخت رگڑ کے باعث پٹھے ذَکِیُّ الۡحِس ہوجاتے ہیں اور ان میں بار بار تناؤ ہوتا رہتا ہے اور اس بیماری میں مبتلا شخص بار بار اس فعل کا ارتکاب کرتا ہے۔میں یہاں اس غلط فہمی کا ازالہ کردوں کہ بہت سے بے وقوف لوگ اپنے احباب کو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ جلق لگاؤ اس سے تمہاری طاقت میں اضافہ ہوگا، کیونکہ پٹھوں کی حس بڑھ جاتی ہے اور جلق کے باعث مادہ منویہ کا مکمل اخراج نہیں ہوتا۔اس لیے آلۂ تناسل میں بار بار اکساہٹ ہوتی ہے جسے یہ جہلاء طاقت سے تعبیر کرتے ہیں جبکہ حقیقتاً یہ کمزوری کی علامت ہے۔

مشت زنی سے پیدا ہونے والی خرابیاں:

ا: بعض روایات میں ہے:

((نَاکِحُ الۡیَدِمَلۡعُوۡنٌ))[وفیه ضعف] "ہاتھ سے منی گرانے والا ملعون ہے۔"

☆......[ازقلم: حکیم خلیس احمد صدیقی ماہضاً(ص ۹۲ تا ۱۰۱)]

۲: ہاتھ کی سخت رگڑ کے باعث عضوِ تناسل کے باریک ریشے مردار ہو جاتے ہیں اور ان میں دورانِ خون رک جاتا ہے جس کے باعث عضو میں ڈھیلا پن آ جاتا ہے۔ نیلی نیلی رگیں ابھر آتی ہیں اور عضوِ تناسل میں انتشار ہونا ختم ہو جاتا ہے۔ یہ کیفیت 'نامردی' کہلاتی ہے۔

۳: بار بار اخراج کی وجہ سے خام منی نکلنے لگتی ہے اور اس کا قوام پتلا ہو جاتا ہے اور ایسی منی اولاد کے کیڑوں (حیوانات المنویہ) سے خالی و عاری ہو جاتی ہے۔ یہ کیفیت 'عقرِ مردانہ' یا 'مردانہ بانجھ پن کہلاتی ہے۔

۴: بار بار کی تحریک کی وجہ سے ادعیہ منویہ بھی ذکی الحس ہو جاتا ہے اور اس کی قوت ماسکہ یا قوت امساکیہ بالکل ختم ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے پاخانہ کے لیے زور لگاتے ہی انزال ہو جاتا ہے۔ یہ چیز ترقی کرتے کرتے اس حالت تک پہنچ جاتی ہے کہ کپڑے کی رگڑ یا محض جماع کے خیال یا عورت سے بات چیت کرنے سے ہی منی کا اخراج ہو جاتا ہے۔

۵: اس فعل کا براہ راست اثر اَعضاءِ رئیسہ پر بھی پڑتا ہے اور وہ کمزور ہو جاتے ہیں۔ اعضاءِ رئیسہ چار ہوتے ہیں: ۱۔ دل، ۲۔ دماغ، ۳۔ جگر۔ ۴۔ خصیتین۔

بدن انسانی کی صحت اور تندرستی کا انحصار ان ہی اعضا کی کارکردگی پر منحصر ہے، اگر ان کے افعال میں خرابی آ جائے تو جسم میں بھی خرابی آ جاتی ہے۔ جلق سے ان اعضاء پر مندرجہ ذیل برے اثرات مرتب ہوتے ہیں:

۱)......قلب (دل) پر برے اثرات:

جلق (مشت زنی) لگانے سے جسم سے صرف مادہ منویہ کا ہی اخراج نہیں ہوتا بلکہ ایک نہایت قیمتی چیز جسے حرارتِ غریزی کہتے ہیں، خارج ہو جاتی ہے۔ اس حرارت کی قدر و قیمت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس حرارت کے کمزور ہو جانے سے جسم میں بڑھاپے

کی علامات پیدا ہونے لگتی ہیں اور اس کے معدوم ہو جانے سے موت واقع ہو جاتی ہے۔ جلق سے حرارت غریزی قلب سے نکلنے لگتی ہے جس سے قلب کمزور ہو جاتا ہے اور مجلوق (مشت زنی کرنے والے) کو خفقان، غشی کا عارضہ لاحق ہو جاتا ہے۔

مشت زنی کرنے والے کے دل سے جرأت اور ہمت رخصت ہو جاتی ہے اور وہ ہر وقت ڈرا ہوا، اور مارے شرمندگی کے نظریں جھکائے رہتا ہے۔ قلب کی کمزوری کے باعث خون پوری طرح جسم میں دورہ کرانے میں ناکام رہتا ہے اس لیے آلۂ تناسل کی جانب بھی دورانِ خون پوری طرح نہیں پہنچ پاتا جس کے باعث انتشار اور ایستادگی کامل نہیں ہوتی ہے۔

۲)......دماغ پر برے اثرات:

جلق سے دماغ کو بہت نقصان پہنچتا ہے۔ دماغ سے نکلنے والے اعصاب ذکی الحس ہو جاتے ہیں کیونکہ جلق لگانے کے دوران مجلوق اپنی قوت متخیلہ کو استعمال کرتا ہے یعنی کسی عورت یا تصویر کا تصور جماتا ہے اور اس سے انتشار اور ایستادگی ہوتی ہے۔ اس لیے اس کے اعصاب اتنے کمزور ہو جاتے ہیں کہ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ عورت کے پہلو میں لیٹے رہنے کے باوجود انتشار پیدا نہیں ہوتا۔

اس فعل سے یادداشت کمزور ہو جاتی ہے، اکثر سر میں درد رہتا ہے، ذرا سی مشقت کرنے یا محض چلنے پھرنے سے یا بیٹھنے سے یا کھڑے ہونے پر آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا جاتا ہے اور انزال کے وقت مرد کو لذت کا احساس ہونا بھی ختم ہو جاتا ہے۔

۳)......جگر پر برے اثرات:

منی چونکہ خون ہی سے بنتی ہے اور منی کے بار بار اخراج سے خون کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے، اس لیے جگر کو بھی زیادہ کام کرنا پڑتا ہے۔ اور جو خون بنتا بھی ہے تو وہ منی بنانے میں کام آ جاتا ہے جس کے باعث جسم میں خون کی کم ہو جاتی ہے، چنانچہ جسم کی رنگت زرد پڑ جاتی ہے اور بھوک ختم ہو جاتی ہے۔

۴)......خصیتین پر برے اثرات:

چونکہ خون سے منی بنانے کی ذمہ داری خصیتین کی ہے، اس لیے منی کے زیادہ اخراج کی وجہ سے ان اعضاء کو بھی زیادہ کام سرانجام دینا پڑتا ہے، بلکہ بعض اوقات انہیں خام منی کا، بلکہ حدتو یہ ہے کہ خالص خون ہی کا اخراج کرنا پڑ جاتا ہے۔اس لیے یہ کمزور اور ڈھیلے ہو کر لٹک جاتے ہیں اور اوران میں درد رہنے لگتا ہے۔

۵)......دیگر اعضاء پر برے اثرات:

اعضائے رئیسہ کے علاوہ مجلوق کی بینائی کمزور ہو جاتی ہے۔آنکھیں اندر کو دھنس جاتی ہیں۔آنکھوں کے گر حلقے پڑ جاتے ہیں، چہرے کی رنگت پھیکی اور پیلی ہو جاتی ہے اور مجلوق دور سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ شخص نہ صرف یہ کہ جلق کا عادی ہے بلکہ ضعفِ باہ اور نامردی کی جانب بھی گامزن ہے۔

جلق سے مثانہ بھی متاثر ہوتا ہے اور مجلوق کو پیشاب بار بار آنے لگتا ہے اور اسے پیشاپ پر قابو نہیں رہتا۔زور سے ہنسنے یا وزن وغیرہ اٹھانے سے ہی پیشاپ نکل آتا ہے۔

جلق سے کیونکہ دل ودماغ کمزور ہو جاتے ہیں اس لیے مجلوق کو مرگی، فالج، لقوہ، ضعفِ مثانہ، ورم غدۂ قدامیہ، عارضۂ قلب، بندکشاد(اس مرض میں پیشاپ کی نالی کا سوراخ کان کے سوراخ کے برابر تک بڑا ہو جاتا ہے اور مریض پیشاپ اور منی کے انزال پر قابو نہیں رکھ سکتا ہے)ہونے کے امکانات بہت بڑھ جاتے ہیں۔

بیوی کے لیے ناکارہ:

میرے پاس اکثر مجلوق آتے ہیں جن کی شادیاں ہو چکی ہیں مگر وہ اپنی بیویوں کے لیے ناکارہ ہو چکے ہیں۔بوقت خاص انہیں نامکمل ایستادگی ہوتی ہے اور وقت دخول یا اس سے قبل ہی ان کو انزل ہو جاتا ہے۔

فرض کریں کہ آپ صحرا میں تپتی دھوپ میں جارہے ہیں۔پیاس سے حلق میں کانٹے

پڑے رہے ہیں اور کوئی شخص آپ کو از راہ عنایت پانی پینے کے لیے پیش کرتا ہے مگر محض چند قطرے پلا کر مشکیزہ کھینچ لیتا ہے، بتایئے اس وقت آپ کے کرب کا کیا عالم ہوگا؟ کیا آپ اس شخص کی شکل دیکھنا بھی گوارا کریں گے؟ یقیناً نہیں۔ بعینہ یہی عالم مجلوق کی بیوی کا ہوتا ہے۔ اگر وہ شریف عورت ہے تو ساری زندگی وہ گھٹ گھٹ کر گزار دے گی ورنہ وہ دیگر حضرات سے منہ کالا کرے گی۔ اور نہیں تو کم از کم وہ عورت خاندان اور گھر والوں کے سامنے تو اس 'شیر مرد' کی 'مردانگی' کی پول کھول ہی دے گی۔

جلق سے بچنے کے لیے احتیاطی تدابیر:

۱: تنہائی سے گریز کیا جائے۔

۲: نیک اور اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کی جائے۔

۳: نماز کی پابندی کی جائے۔

۴: تیز مرچ مصالحوں، گرم اور محرک چیزوں سے احتراز کیا جائے۔

۵: فحش گوئی سے پرہیز کیا جائے۔

۶: بدنظری سے مکمل پرہیز کیا جائے۔

۷: ورزش کو معمول بنایا جائے۔

۸: روزے رکھیں جائیں۔ [مؤلف]

'خودلذتی' سے بچاؤ کی نفسیاتی تدابیر اور ماہرین جنسیات☆

وہ والدین جو اپنے بچوں کو خودلذتی کا شکار پاتے ہیں اور وہ نوجوان جو اس عادت میں مبتلا ہیں کم از کم اس بات میں ضرور کوشاں ہیں کہ کوئی ایسا طریقہ معلوم ہو جائے جس سے یہ عادت اگر یکسر چھوڑی نہ جا سکے تو کم از کم اس پر قابو ہی حاصل ہو جائے۔ ماہرین جنسیات نے اس کے چند طریقے بتائے ہیں جن پر ہم بحث کریں گے۔

☆...... [ایضاً (ص ۱۰۱ تا ۱۱۲) از حکیم محمد طارق محمود چغتائی]

یہ عادت بچپن ہی سے شروع ہو جاتی ہے،اس افسوس کن حقیقت کا اعتراف کرنا ہی پڑے گا۔اپنے جسم کے حصوں کو جاننے کی کوشش میں یا جنسی اعضاء میں کسی تکلیف کے باعث بچہ بہت جلد اس لذت کو معلوم کر لیتا ہے جو ان اعضاء سے متعلق ہے۔اس لیے جب کسی بچے کو اس عادت سے لطف اندوز ہوتے دیکھیں تو اس کی توجہ کسی دوسرے دلچسپ مشغلہ کی طرف مبذول کروا دیجیے۔اسے ڈرائیے دھمکائیے نہیں اور نہ ہی اس کو اس کی اہمیت کا احساس دلائیے۔بعض والدین بچوں کو اس عادت سے بچانے کے لیے ڈھیلے ڈھالے پاجامے اور قمیص پہناتے ہیں اور سروں اور آستینوں کو باندھ دیتے ہیں تا کہ بچہ اپنے اعضاء سے کھیل نہ سکے۔اس سے الٹا اثر ہوتا ہے اور بچہ اس عادت کی طرف اور زیادہ رجوع کرتا ہے۔بالخصوص جن حالات میں بچے اپنے والدین کی نظروں سے اوجھل رہتے ہیں تب وہ ان ممنوعات میں پھنس جاتے ہیں۔

بعض ممالک میں دھات کے ایسے آلات بنائے گئے جو لڑکے اور لڑکیوں کے جنسی اعضا پر کس دیئے جاتے ہیں تا کہ بچہ ان سے کھیل نہ سکے۔یہ مصنوعی آلات بچوں کے ذہنوں کو ہر وقت جنسی اعضاء کے متعلق ہی سوچنے کی دعوت دیتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ایسی خواہش بھی بیدار کر دیتے ہیں جن سے اعضاء میں اور بھی کھجلی پیدا ہوتی ہے۔

عرصہ دراز تک معلم اخلاق اور ڈاکٹر اس عادت سے متنفر کرنے کے لیے ڈرانے اور دھمکانے کے طریقہ کو استعمال کرتے رہے ہیں۔نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو بچے اس عادت میں پھنس جاتے ہیں وہ اپنے والدین سے چھپ کر اس کو انجام دیتے ہیں۔بعض والدین تو جسمانی تکلیف پہنچا کر اس عادت کو چھڑانے کی کوشش کر چکے لیں لیکن بے سود۔بچوں سے اس کے برے اثرات کا اظہار کرنا اور اس طرح جدید تاسف پیدا کرنے کی کوشش کرنا بھی بے نیجہ ثابت ہوا ہے۔کچھ بڑے تو ممکن ہے اخلاقاً اور جسمانی سزا سے بچنے کے لیے ارادتاً اس عادت کو ترک کر سکتے ہوں لیکن چھوٹے بچے بالکل نہیں۔ڈاکٹروں کے پاس

اکثر بچے لائے جاتے ہیں جن کے جنسی اعضاء میں کوئی تکلیف ہوتی ہے۔ یہ تکلیف بچوں کو جنسی اعضاء کی طرف زیادہ متوجہ کرتی ہے اور وہ اس عادت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جتنے بھی جلدی امراض ہیں مثلاً پھنسیاں، پھوڑے، کھجلی سب کی سب خود لذتی کی محرک بن سکتی ہیں۔ اس حالت میں بچے کی عادت کو چھڑانے سے پہلے ان امراض کا کلی علاج ضروری ہے۔

وہ بچے اور جوان جو کثرت سے اس عادت میں مبتلا ہیں ان کا بس ایک ہی نفسیاتی علاج ہے، خصوصاً نوجوان طبقہ جو جنسی تسکین کے فطری ذرائع کی غیر موجودگی سے اس عادت کو اپنائے ہوئے ہے، اخلاقی نصیحت یا سزا سے اس عادت کو نہیں چھوڑ سکتا۔ اسے کسی ہمدرد ڈاکٹر یا ناصح کی ضرورت ہے جو بڑی ہمدردی سے اس کی تکلیفوں کو سنے اور اگر خود مریض بھی پر خلوص طریقے سے اس عادت کو چھوڑنا چاہے تو یہ ناممکن کام ممکن ہو سکتا ہے۔ وہ تمام نوجوان جو اس عادت سے بدحال ہو چکے ہیں اور بالکل مایوس ہو گئے ہیں ان کو ہمت ہارنا نہیں چاہیے۔

اس عادت کے ہر فرد پر جداگانہ اثرات ہوتے ہیں کچھ مریض تو ایسے ہوتے ہیں جو کسی بات کی پروا نہیں کرتے اور اس عادت کو اپنائے رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر کثرت خودلذتی کے حقیقی اثرات کو ظاہر کرنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ اس کی روک تھام کی کوشش کریں۔ یہ عادت ان اشخاص پر سب سے زیادہ برے اثرات ڈالتی ہے جو اپنی اس عادت کو حد سے زیادہ چھپانے کی کوشش بھی کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ شرمندہ اور پریشان بھی ہوتے رہتے ہیں۔ اس کے ہیبت ناک اثرات اتنے گہرے اتر جاتے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ یا تو وہ پاگل ہو جائیں گے یا مفلوج ہو کر رہ جائیں گے۔ وہ اپنے آپ کو ہر بات کے لیے نااہل سمجھتے ہیں۔ مردوں اور عورتوں سے دور بھاگتے ہیں اور وہ یقیناً ذلت کی زندگی گزارتے ہیں یا اکتا کر خودکشی کر لیتے ہیں۔ ایسے افراد کے لیے ضروری ہے کہ ہم ان کو خودساختہ ذلت

وقنوطیت کی دنیا سے نکالیں اور اس عادت کے باعث جذبات پر مرتب ہونے والے گہرے اثرات کو ان پر واضح کر دیں اور بتائیں کہ وہ تنہا اس عادت میں مبتلا نہیں اور اس وقت اس کے تباہ کن اثرات پڑتے ہیں جب کہ یہ کثرت سے کی جائے اور اس کو ترک کیا جاسکتا ہے۔ انہیں یہ بھی سمجھانے کی ضرورت ہے کہ اس عادت کے جسمانی اثرات زائل ہو جاتے ہیں۔ اگر مریض یہ سمجھ گیا تو پھر وہ بہ آسانی خود اعتمادی پیدا کر سکتا ہے جو اس کو ترک کرنے کا واحد علاج ہے۔

وہ ایک اور غلط فہمی کا شکار ہوتا ہے کہ اس کا چہرہ دیکھتے ہی لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ وہ کس مکروہ عادت کا شکار ہے۔ عام لوگ تو خیر الگ رہے خود ایک ماہر ڈاکٹر بھی چہرہ دیکھ کر اس کا [مکمل طور پر] پتہ نہیں لگا سکتا۔ ہاں اگر چہرے سے ناامیدی، تھکاوٹ برستی ہے اور انسان مرجھایا ہوا نظر آتا ہے تو اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ خودلذتی میں مبتلا ہے۔ لہٰذا یہ خیال ترک ہی کر دینا چاہیے کہ کوئی دیکھ کر اس کی عادت معلوم کر لے گا۔

اگر مریض میں خود اعتمادی پیدا ہوگئی تو اس کا احساس شرم ختم ہو جائے گا۔ ایسے مریضوں کو یہ بھی بتایا جائے گا کہ اس عادت سے ان کی سماجی زندگی میں کوئی فرق نہیں آیا اور ان کی ہمت اور بھی بڑھ جاتی ہے اور وہ زیادہ کامیابی سے اس عادت پر قابو حاصل کر لیتے ہیں۔ اس طرح خود اعتمادی پیدا کرنے کے بعد ایسی دواؤں کا استعمال کرایا جاسکتا ہے جو ان کی جنسی خواہشات کو وقتی طور پر کم کر دیں اور آرام کی نیند سلا سکیں۔ لیکن ان دواؤں کی عادت نہیں ڈالنا چاہیے۔ جہاں تک عضوی خرابیوں کا تعلق ہے تو ان کے لیے ڈاکٹر سے مشورہ کرنا چاہیے۔ دواؤں کی یہ امداد اس عادت کو چھڑانے میں بہت کم حصہ لیتی ہے۔ اصل علاج تو صحیح نظریات کا قائم کرنا ہے اور ان صحیح نظریات کو اس عادت کے چھڑا دینے کے قابل سمجھنے میں ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ مریض اگر پرخلوص طریقہ سے کوشش کرے تو وہ اپنی اس عادت کو چھوڑ سکتا ہے۔ (سیکس اینڈ ہیلتھ بحوالہ جنسی زندگی)

عورتوں میں خودلذتی اور اس کا علاج:

مرد کی طرح عورتیں بھی جن مختلف طریقوں سے خودلذتی حاصل کرتی ہیں ان کا ذکر قبل ازیں بھی ہو چکا ہے۔ عورت اپنی انگلی کے ذریعے یا دوسرے طریقوں سے جنسی تسکین کے حصول کی جو کوشش کرے ان سب کا وہی حکم ہے جو مردوں کی خودلذتی کا ہے، جن کی تفصیل گزر چکی ہے۔ البتہ عورت کی ان حرکتوں میں چونکہ مرد کے مقابلہ میں عمل کافی بڑھ جاتا ہے، اس لیے قیاس ہے کہ اس کی حرمت اور ممانعت بھی اسی نسبت سے بڑھی ہوگی۔

ڈاکٹر فھسریس مور کے مشاہدات: ڈاکٹر فھسریس مور کا کہنا ہے کہ خودلذتی میں ملوث عورتوں کو:

۱: بات بات پر غصہ آجاتا ہے۔

۲: ان کے چہرے کی رونق غائب ہو جاتی ہے۔

ڈاکٹر ایفل کے تجربات کے مطابق: ایسی عورتیں زود حس اور حساس ہو جاتی ہیں، ان میں ہر چیز کی محبت غالب آ کر زندگی کو تنگ کر دیتی ہے۔ وہ اس طرح کہ یہ عورتیں ایک موذی چیز مثلاً سانپ کو دیکھتے ہی بہت زیادہ خوف زدہ ہو جائیں گی، لیکن اسے مارنے کے سلسلے میں ان کی حس تبدیل ہو جائے گی۔ لہٰذا خطرہ رہے گا کہ وہ سانپ زندہ بچ گیا تو کسی کو ڈس لے گا۔ ایسی خواتین میں ڈپریشن اور نفسیاتی امراض اتنے زیادہ ہو جاتے ہیں کہ وہ شراب کے رسیا کی طرح روز بروز اپنے ذہنی دباؤ کو ختم کرنے کے لیے اس فعل کو بڑھاتی چلی جائیں گی حتیٰ کہ وہ ایسے رخ میں پہنچ جائیں گی جہاں سے نکلنا محال ہے۔ ایسی خواتین کو اکثر حمل نہیں ہوتا، اگر ہوتا ہے تو اسقاط ہو جاتا ہے بلکہ بعض خواتین کو رحم میں ورم ہو جاتا ہے اور مخصوص رطوبتِ رحم کم ہو کر مزید امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ (بحوالہ جنسی جوانی اور ہم)

......☆......

نشہ اور منشیات کے جسمانی و طبی نقصانات☆

امراضِ تنفس:

نشہ کرنے والوں کی اکثریت امراضِ تنفس کا شکار ہو جاتی ہے سگریٹ کے ساتھ ہیروئن کے کش لگانا سونے پر سہاگہ کا کام کرتے ہیں۔ پھیپھڑوں میں زخم اور سانس کی نالیاں تنگ ہو جاتی ہیں۔ افیون، چرس اور بھنگ کے عادی افراد کے پھیپھڑوں میں بلغم جم جاتی ہے۔ نالیاں اور پھیپھڑے خشک ہو جاتے ہیں۔ ڈاکٹری ادویہ بھی یہی کام انجام دیتی ہیں۔ ان سے مراد وہ ادویہ ہیں جو بطورِ نشہ استعمال ہوتی ہیں۔ پھیپھڑوں کی حرکات سست ہو جاتی ہیں چنانچہ لمبے لمبے سانس لینے پڑتے ہیں، جبکہ جسم کو آکسیجن کم ملتی ہے۔

ان منشیات کا استعمال کرنے والے تپ دق (ٹی بی)، دمہ، برونکائی ٹس اور سانس لینے میں دقت کا سامنا کرتے ہیں۔ ان کے اعضاءِ تنفس میں زخم، ورم اور سوراخ ہو سکتے ہیں جن کی وجہ سے منہ یا ناک کے ذریعہ خون جاری ہو سکتا ہے اور موت چند قدم دور رہ جاتی ہے۔

امراض معدہ اور منشیات:

تمام نشی اشیاء معدہ کے گیسٹرک جوس پر برا اثر ڈالتی ہیں اور کچھ منشیات گیسٹرک جوس کی پیداوار کو کم کرتی ہیں۔ کچھ ایسی ہیں جن سے گیسٹرک جوس کی پیداوار بڑھ جاتی ہے جن سے بدہضمی، سوزشِ معدہ، زخمِ معدہ، معدہ کا سرطان، بھوک میں کمی، متلی اور خونی قے کی شکایات پیدا ہو جاتی ہیں۔ بعض نشے قبض اور بعض پیچش لگا دیتے ہیں۔ ہر نشہ کرنے والا شخص معدہ کے اِن اَمراض میں ضرور مبتلا ہوتا ہے اور وہ لوگ احمقوں کی سوچ رکھتے ہیں جو نشہ کرتے اور اس

☆......[ازقلم: حکیم محمد عباس، بحوالہ: "گناہوں کا علاج" (ص۲۵۶ تا ۲۷۲) ازقلم: حکیم محمد اسلم شاہین]

خوش فہمی میں مبتلا رہتے ہیں کہ ہم آج اگر ان امراض کا شکار نہیں ہوئے تو کل بھی بچے رہیں گے۔ انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ اگر کسی درخت کے تنے پر روزانہ آری چلائی جائے تو وہ ٹوٹ کر ضرور گرے گا۔ میں نے یہاں نشہ کے ذریعے لاحق ہونے والے جو امراض بتائے ہیں وہ ہر نشہ کرنے والے کو ضرور ہوتے ہیں۔ یہ میرا تجربہ ہے اور میں نے اپنی آنکھوں سے نشہ کرنے والوں کو ان امراض کا شکار ہوتے دیکھا ہے۔

دماغی امراض اور منشیات:

سب سے زیادہ مضر اثرات دماغ پر ظاہر ہوتے ہیں بلکہ پہلی سٹیج میں نشہ کرنے والا دماغی امراض میں مبتلا ہوتا ہے۔ دماغ کی کارکردگی سب سے پہلے ست ہوتی ہے جس سے جسم کے ہر نظام کا فعل ست پڑ جاتا ہے۔ وہ دماغی امراض جو نشہ سے لاحق ہوتے ہیں ان میں نسیان، مرگی، سر چکرانا، نیند میں کمی، مالی خولیا، پاگل پن، سوچنے اور قوت فیصلہ میں کمی قابل ذکر ہیں۔

اعصابی امراض اور منشیات:

جسم میں خشکی اور زہریلے مادوں کی کثرت کی وجہ سے، رعشہ، فالج، لڑکھڑاتی چال، حرکت میں سستی اور اعصابی تناؤ پیدا ہوتا ہے۔

امراض جگر اور منشیات:

نشہ کرنے والے کا جگر خون بنانے سے قاصر ہو جاتا ہے، بہت کم خون پیدا ہوتا ہے اور خون کی کمی سے چہرہ کی زردی، یرقان، جگر کا سکڑ جانا یا متورم ہو جانا جیسے امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔

منشیات اور جسمانی کمزوری:

مریض دن بدن سوکھتا چلا جاتا ہے، اسے سردی گرمی برداشت نہیں ہوتی کیونکہ جس آدمی کے پھیپھڑے، دماغ، معدہ اور جگر تباہ ہو چکے ہوں وہ سوکھ کر کانٹا نہیں بنے گا تو اور کیا ہوگا۔

قوتِ مدافعت میں کمی:

جسم میں بیماریوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رہتی۔ایسا مریض بیماریوں کا بہت جلد شکار ہوتا ہے۔اگر کوئی وبائی مرض پھیلے تو سب سے پہلے نشہ کرنے والے اس کا شکار ہوکر لقمہ اجل بن جاتے ہیں۔

امراض کا دبے رہنا:

نشہ کرنے والے کے جسم میں بعض شدید قسم کے امراض موجود ہوتے ہیں لیکن بے حسی کی وجہ سے محسوس نہیں ہوتے مثلاً اگر کسی کے گردہ میں پتھری ہے تو درد محسوس نہیں ہوتا تب پتہ چلتا ہے کہ جب پتھری بڑی ہوکر پیشاب پر اثر انداز ہوتی ہے اور گردہ میں شدید درد کی لہریں پیدا ہوتی ہیں۔

منشیات اور جلدی امراض:

نشہ کرنے والے خارش، چہرے پر جھریاں، جلد کی خشکی میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔

گردوں پر اثر:

نشہ کرنے والے کے گردے خون سے گندے مادے صاف کرنا کم کردیتے ہیں اور بعض اوقات گردوں کے مسام بند ہونے کا عمل شروع ہوجاتا ہے۔پیشاب میں خون آتا ہے۔گردے فیل ہوجاتے ہیں۔کبھی پیشاب بہت زیادہ آتا ہے لیکن زیادہ تر پیشاب بننا بند ہوکر موت واقع ہوجاتی ہے۔

نشہ اور نامکمل اولاد:

نشہ کرنے والوں کے ہاں جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ دماغی طور پر کند ذہن یا کسی پیدائشی خرابی میں مبتلا ہوتی ہے۔ان کے بچے کمزور اور مختلف بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔

بینائی میں کمزوری:

نشہ کرنے سے جسم میں یبوست (خشکی) بڑھ جانے کا اثر آنکھوں پر بھی پڑتا ہے اور

نظر دن بدن کمزور ہو جاتی ہے۔آنکھوں کی حفاظت کرنے والی ضروری رطوبات کا اخراج رک جاتا ہے اور آنکھوں کے مسلز (پٹھے) سکڑ جاتے ہیں۔

خانہ بربادی:

نشہ کرنے والوں کی بیویاں طلاق لے لیتی ہیں، بھائی بہن ساتھ چھوڑ دیتے ہیں، اولاد بھی آنکھیں پھیر لیتی ہیں۔نشہ پر جو رقم خرچ ہوتی ہے اس سے آدمی محلوں سے نکل کر در در کا محتاج ہو جاتا ہے۔کوئی اس سے بات کرنا گوارا نہیں کرتا اس ڈر سے کہ کہیں لوگ مجھے بھی نشئی نہ سمجھنے لگیں۔

نشہ اور چوری:

ہر نشہ کرنے والا عموماً چور ضرور ہوتا ہے کیونکہ کسی کے پاس قارون کا خزانہ نہیں ہوتا کہ بغیر کمائے ہاتھ پر ہاتھ دھرا بیٹھا رہے اور دولت کو نشہ میں لٹاتا جائے۔اس نشہ کی طلب پوری کرنے کے لیے رقم نہ ملنے کی صوت میں پہلے یہ گھر میں چوری کرتا ہے اور پھر لوگوں کی دکانوں سے چوری چکاری کرنے لگ جاتا ہے۔

جوانی کی موت اور نشہ:

عام طور پر نشہ کے عادیوں کو نوجوانی ہی میں مرتے دیکھا گیا ہے۔شاذ و نادر ہی کسی بیماری کے باعث یا حادثہ کی وجہ سے 'نوجوان' مرتے ہیں لیکن اکثریت انہی (نشہ کرنے والوں) کی ہوتی ہے۔نشہ دل و دماغ، جگر، معدہ اور گردوں کو ناکارہ کر دیتا ہے اس لیے انسانی زندگی کی گاڑی ان کے بغیر چلنا محال ہے جس کی وجہ سے نشہ کرنے والے جوانی کی عمر میں مر جاتے ہیں۔

اب آئندہ سطور میں آپ تمام نشہ آور اشیاء کے نقصانات کا الگ الگ تفصیلی ذکر ملاحظہ فرمائیں۔

سگریٹ اور تمباکو نوشی کے بھیانک اثرات

سگریٹ/تمباکو نوشی ایسا دروازہ ہے جو نشہ کی دنیا میں لے جاتا ہے۔ ہر نشہ کرنے والا پہلے سگریٹ پیتا ہے اور بعد میں دیگر نشہ آور چیزوں کا شکار ہو کر موت کی نیند میں چلا جاتا ہے اور ایسے لوگ بھی دیکھنے میں آتے ہیں کہ جو اسی (۸۰) تا سو (۱۰۰) سگریٹ روزانہ پیتے ہیں۔ ان کی سانس کی نالیوں میں نکوٹین تہہ در تہہ جمی ہوتی ہے۔ اس سے پھیپھڑوں میں زخم پیدا ہوتے ہیں۔ سگریٹ پینے والا آکسیجن گیس کا خاتمہ کرتا جاتا ہے۔ زیادہ نقصان انہیں پہنچتا ہے جو سگریٹ پینے والے کے پاس بیٹھتے ہیں۔ ان کا دھواں ان کے پھیپھڑوں میں جا کر خرابیاں پیدا کرتا ہے۔ اگر ٹی بی والے سگریٹ نوش کا دھواں کسی اور کے پھیپھڑوں میں چلا جائے تو سوچیں اس غریب کا کیا حال ہوگا۔

آج کل ریل، بس، ایئر پورٹ اور تفریحی مقامات پر سگریٹ کے دھوئیں کے مرغولے نظر آتے ہیں اور سگریٹ نوشی سے نفرت کرنے والے مجبور ہوتے ہیں کہ وہ بھی دوسروں کے منہ سے نکلا ہوا مضرِ صحت دھواں اپنے پھیپھڑوں میں پہنچائیں لہٰذا سگریٹ کی ڈبیوں پر لکھنے کی بجائے عملی طور پر ریل، بس اور دیگر عوامی مقامات میں سگریٹ نوشی ممنوع ہونی چاہیے۔

سگریٹ نوشی کی تاریخ:

☆......جنوبی امریکی پیداوار جس کو ہسپانوی باشندہ کولمبس نے ۱۴۹۲ء میں معلوم کیا۔

☆......۱۵۵۶ء میں امریکی سرخ باشندوں سے سیکھا۔

☆......۱۵۶۵ء امریکہ سے برطانیہ پہنچا۔

☆......۱۷۵۰ء پہلا امریکی سگار جنوبی امریکہ میں۔

☆......۱۷۸۸ء کارخانہ سگار ہمبرگ

☆......دوسری جنگ عظیم میں ۲۵ کروڑ سگریٹ روزانہ برطانیہ میں تیار ہوتے تھے۔

☆......دل کے سو مریضوں میں سے ۹۹ سگریٹ نوش ہوتے ہیں۔

☆......دل کے درد اور سگریٹ نوشی کا گہرا تعلق ہے۔

☆......برطانیہ میں سالانہ ۴۰ ہزار سگریٹ نوشی کی وجہ سے دل کی شریانیں سکڑ جاتیں ہیں جس کی وجہ دل کا صحیح دوران خون متاثر ہو جاتا ہے۔

سگریٹ میں دس زہر:

☆......نکوٹین: ۲۰ ملی گرام فی سگریٹ جو مہلک زہر کتے تک جانور کے لیے کافی ہے کتے کو ۱۰ فیصد لوشن ۳، ۴ منٹ میں ہلاک کر سکتا ہے۔

☆......کاربن مانو آکسائیڈ: دھوئیں میں اڑھائی فیصد (ہرکلو) خون کے سرخ مادہ میں جذب ہو کر سانس کو روکتی ہے اور زیادتی پر موت واقع ہو جاتی ہے۔

☆......گارسینو جنک: کینسر پیدا کرنے والا ۱۶ کیمیائی مادہ، اس کے دھوئیں سے جانوروں پر تجربہ کرنے سے کینسر پیدا کرنا ثابت ہوا۔

☆......بھاپ بن کر اڑنے والا مہلک تیزاب۔

☆......کربول: یہ بھی مہلک زہر ہے۔(سانائیڈ)

☆......سنکھیا: جو سگریٹ کے دھوئیں میں پایا جاتا ہے۔ اگر کسی جانور کو کھلایا جائے تو وہ سر کے بل لوٹ لوٹ کر دم توڑتا ہے۔

☆......امونیا: یہ بھی مضر صحت ہے۔اس سے دم گھٹنے لگتا ہے، پھیپھڑوں کو جلا کر دائمی تکلیف میں مبتلا کرتا ہے۔

☆......کولتار: یہ بھی زہر ہے۔ ایک کلو روزانہ ایک سال تک پینے پر ایک پیالہ کولتار کے مساوی ہے جو مہروں کو جانے والی باریک نالیوں کو مفلوج کر دیتی ہیں علاوہ ازیں مہروں کی اندرونی جلد کو بھی نقصان پہنچاتی ہے۔

☆......فضول اورالکحل: یہ بھی مہلک زہر ہے۔

یہ وہ تمام زہر ہیں جو ایک عام سگریٹ نوش کے جسم میں جذب ہوتے ہیں جو اس کی شاداب اور شگفتہ زندگی کو خشک کردیتے ہیں اور وہ خوف، دہشت، کمزوری، ذہنی الجھن، کشمکش، انتشار کا شکار ہوجاتا ہے جو زندہ رہ کر بھی زندگی کو ترستا ہے۔

ہر سگریٹ پینے والا یہی کہے گا کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں نقصان ہی نقصان ہے لیکن پھر بھی یہ پئے جارہے ہیں۔ سگریٹ نوش کو دھواں اڑانے سے صرف وقتی طور پر نفسیاتی سکون ملتا ہے۔ سگریٹ نوشی کرنے والوں نے اس کے جواز میں کئی تاویلیں گھڑ رکھی ہیں مثلا:

''اگر ہم سگریٹ نوشی چھوڑ دیں تو گیس پیدا ہوجاتی ہے، ہمیں کھانا ہضم نہیں ہوتا، قبض کی شکایت ہوجاتی ہے، سکون ختم ہوجاتا ہے......وغیرہ۔''

یہ سب بہانہ بازی ہے، سگریٹ نہ چھوڑنے کی نیت ہے ورنہ سو سگریٹ روزانہ پینے والوں نے بھی یکلخت سگریٹ بند کیے لیکن کوئی خاص ردعمل نہیں ہوا۔ اگر کچھ علامات پیدا ہوجائیں تو ان کا علاج بھی ہوسکتا ہے۔ قبض دور کی جاسکتی ہے، گیس کا خاتمہ بھی علاج معالجہ سے ہوسکتا ہے۔ سگریٹ چھوڑنے سے جو علامات پیدا ہوتی ہیں ان کا تو کامیاب علاج ہے لیکن سگریٹ نوشی جاری رکھنے سے جو بیماریاں پیدا ہوں گی کبھی آپ نے غور کیا کہ ان کا علاج کتنا مشکل ہے!

۱۷ جون ۱۹۶۸ء کو امریکی سائنس دانوں نے کتوں کو سگریٹ نوشی کا عادی بنا کر مصنوعی طور پر ان کو پھیپھڑوں کے امرض میں مبتلا کیا تاکہ ''نکوٹین'' تمباکو کے زہر کے اثرات کا مشاہدہ کیا جاسکے۔ امریکی ایسوسی ایشن کانگریس کے بموجب سائنسدانوں نے دس کتوں کا انتخاب کیا۔ کتوں کے انتخاب کی اصل وجہ یہ ہے کہ کتوں کے پھیپھڑے اور عضلات انسانی پھیپھڑوں کے مشابہ ہوتے ہیں۔ کتوں کو روزانہ ۱۲ سگریٹ کا باقاعدہ طریقہ سے عادی

بنایا گیا کیونکہ سگریٹ نوشی کا عادی انسان بھی روزانہ اوسطاً اتنے ہی سگریٹ پیتا ہے۔ کتوں نے ابتداءً بچوں کی طرح کھانسنا شروع کیا۔ ان کی آنکھیں سرخ ہوگئیں اور وہ بیمار ہوگئے۔ جب انہیں سگریٹ نوشی کے کمرے کی طرف لے جایا جاتا تو وہ دم ہلا کر اپنی خوشی کا اظہار کرتے۔ تجربہ کے دوران قلب وخون کے امرض میں مبتلا ہوکر ان میں سے پانچ کتے مرگئے اور بقیہ تمام کتوں کے پھیپھڑے متاثر ہوگئے۔ [ماخوذ از 'رہنمائے دکن' جون ۱۹۶۸ء]

آکسفورڈ یونیورسٹی کے سائنسدانوں کی تحقیق کے مطابق جو لوگ ۳۴ برس سے کم عمر میں سگریٹ پینا چھوڑ دیتے ہیں ان کے لیے پھیپھڑوں کے کینسر کا خطرہ ۹۰ فیصد سے زیادہ کم ہو جاتا ہے اور جو لوگ پچاس برس کی عمر میں سگریٹ نوشی چھوڑتے ہیں ان میں پھیپھڑوں کے کینسر کا خطرہ بچاس فیصد سے کم ہوتا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ اب یہ بات بھی ثابت ہوگئی ہے کہ سگریٹ چھوڑنے کے لیے کسی عمر کی قید نہیں ہے۔ یہ تحقیق انگلینڈ میں آکسفورڈ یونیورسٹی کے سائنسدانوں نے کی جس کے نتائج برطانیہ کے میڈیکل جرنل میں شائع کیے گئے ہیں۔ پھیپھڑوں کے سرطان سے سب سے زیادہ وہ لوگ ہلاک ہوتے ہیں جو سگریٹ نوشی کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ۲۰ سے زائد بیماریوں کا تعلق تمباکو سے بھی ہے جن میں دل کی بیماری اور مثانے کا کینسر شامل ہے اس تحقیق میں بتایا گیا ہے کہ سگریٹ پینے سے پھیپھڑوں کو جو نقصان پہنچتا ہے اس میں کوئی بیماری ایسی ہوتی ہے جس کا کوئی علاج ہی نہیں ہے۔ [بحوالہ 'روزنامہ خبریں' ۱۸ ستمبر ۲۰۰۰ء]

پریس ایشیاء انٹرنیشنل نے برازیل کے ماہرین کے حوالے سے یہ خبر دیتے ہوئے کہا ہے کہ "سگریٹ پینے سے جسم میں ایک طرح کا زہر پھیل جاتا ہے جو جنسی لطف اٹھانے میں رکاوٹ بنتا ہے۔" [بحوالہ 'راہنما' یکم مارچ ۱۹۸۴ء]

'میٹریا میڈیکا' میں ڈاکٹر جیلانی نے تحریر کیا ہے کہ تمباکو سے خون کا دباؤ گھٹ جاتا ہے اور اس کی زیادتی سے (قومہ اور) موت واقع ہوسکتی ہے۔ سگریٹ نوشی کرنے سے تپ

دق (ٹی بی) کا ڈر ہوتا ہے۔ سانس کی نالیاں تنگ ہوکر دمہ کا خطرہ بھی ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں نیند میں کمی واقع ہوجاتی ہے، ضعف باہ ہوجاتا ہے، جسم میں وٹامنز کی شدید کمی، گلے کی سوزش او رمعدہ کی نالی میں خراش واقع ہوجاتی ہے۔ امراض قلب اور ہائی بلڈ پریشر کے مریضوں کے لیے تمباکو نوشی انتہائی مضر ہے۔ اس سے دانت سیاہ ہوجاتے ہیں اور زبان پر زخم بن جاتے ہیں، منہ کے اعضاء یا پھیپھڑوں میں سرطان پیدا ہوجاتا ہے جس سے سگریٹ نوش طبعی موت مرنے سے پہلے مرجاتا ہے۔ سگریٹ پینے والے کا مزاج گرم رہتا ہے۔ گھر میں بیوی بچوں یا ماں باپ سے لڑتا جھگڑتا رہتا ہے اور دفتر میں اپنے ساتھیوں پر سختی کرتا ہے۔ ایسا آدمی معاشرے اور مذہب سے ہٹ کر رہ جاتا ہے اسی وجہ سے کسی کو ملنے ملانے سے کتراتا ہے کہ دوستوں میں بیٹھ کر دھواں چھوڑ دوں گا تو وہ نفرت کریں گے۔ رمضان المبارک کے روزے سگریٹ پینے والے کم ہی رکھتے ہیں کیونکہ سگریٹ کے دھوئیں سے طویل جدائی انہیں برداشت نہیں ہوتی۔ ایسے کم ظرف اور بدقسمت لوگ نماز، روزہ بھی چھوڑ دیتے ہیں سگریٹ نہیں چھوڑ سکتے۔ تمباکو نوشی کرنے والا بسوں میں صحیح طور پر سفر نہیں کرسکتا کہ جب بھی سگریٹ سلگائی جائے تو عورتیں ٹوک دیتی ہیں کہ ہمیں قے آتی ہے۔ سگریٹ پینا بند کرو۔ اس نامراد سگریٹ کی وجہ سے الٹی سیدھی باتیں سننا پڑتی ہیں۔

سگریٹ چھوڑنے کا طریقہ:

سگریٹ چھوڑنے کا طریقہ یہ ہے کہ یکلخت اسے چھوڑ دیں کیونکہ جو ایک ایک کم کرکے چھوڑنے کا کہتے ہیں اس طرح وہ پھر سگریٹ کی مقدار بڑھانا شروع کردیتے ہیں لہذا پختہ نیت اور ارادہ کرکے یکلخت اسے چھوڑ دیں اور اپنے دوست احباب میں تشہیر کردیں کہ میں نے سگریٹ چھوڑ دیئے ہیں تاکہ دوبارہ پینے کا حوصلہ نہ رہے کہ یہ کیا سوچیں گے کہ کل سگریٹ چھوڑنے کا کہا اور آج پھر پی رہا ہے۔ سگریٹ چھوڑتے ہی آپ دوسرے سگریٹ نوشوں کو سمجھائیں تاکہ آپ کے جذبات کی تسکین ہو اور سگریٹ کے خلاف مزید نفرت ذہن

میں آئے۔سگریٹ چھوڑنے کے بعد خدانخواستہ اس کی طلب محسوس ہو تو بھونی مکئی چبائیں یا چیونگم منہ میں ڈال لیں۔ میٹھی سونف بھی بوقت ضرورت استعمال کریں۔ میٹھی سونف چبانے کا فائدہ یہ ہوگا کہ گیس اور قبض پیدا نہیں ہوگی۔ نیز سگریٹ چھوڑنے کے بعد ذہن میں یہ خوش کن خیالات رکھیں کہ سگریٹ سے نجات پا کر میں نے فلاں فلاں بیماری سے نجات پائی۔اب میں صحت مند ہوں اور دوسرے آدمیوں کی طرح نارمل ہوں اور اللہ عزوجل کا شکر ہے کہ بہت بڑی بلا سر سے اتر گئی ہے۔

یاد رکھئے سگریٹ چھوڑنے کے بعد کبھی صرف ایک سگریٹ پینے کی کوشش بھی مت کیجئے کیونکہ ایک سگریٹ کے کش لینے سے دوبارہ سے آپ اس کے عادی ہو جائیں گے۔

شراب پینے کے نقصانات

حضور نبی کریم ﷺ نے شراب کے سلسلہ میں دس شخصوں پر لعنت کی:

(۱) بنانے والا (۲) بنوانے ولا (۳) پینے والا (۴) پلانے والا (۵) اٹھا کر لے جانے والا (۶) رکھنے والا (۷) بیچنے والا (۸) خریدنے والا (۹) مفت دینے والا (۱۰) قیمت کھانے والا۔[جامع ترمذی]

امراض معدہ اور شراب

شراب کی وجہ سے معدے کی خطرناک بیماریاں پیدا ہوتیں ہیں۔یہ اس لیے ہوتا ہے کہ خون میں موجود لائیپڈ جو ایک خاص قسم کی چربی ہوتی ہے اس کے استعمال سے تحلیل ہو جاتی ہے یعنی لائیپڈ ایک طرح کی حفاظتی تہہ مہیا کرتا ہے جس پر تیزابیت کا نقصان دہ اثر نہیں ہوتا اور اسی تہہ کی وجہ سے معدہ خود اپنے آپ کو ہضم نہیں کرسکتا۔ اگر چہ فی الحال پوری طرح یہ ثابت نہیں ہوا کہ جس طرح شراب گلے اور خوراک کی نالی میں کینسر کا ذریعہ بنتی ہے معدہ کے معاملے میں بھی ایسا ہی ہے لیکن اس خیال کو تقویت ہوتی جارہی ہے کہ معدے کے سرطان میں بھی شراب کی کارستانی ہوتی ہے۔

امراض امعاء (انتڑیاں) اور شراب:

شراب کا سب سے زیادہ نقصان دہ اثر بارہ انگشتی آنت پر ہوتا ہے۔ اس جگہ نہایت نازک کیمیائی اثرات وقوع پذیر ہوتے ہیں، شراب اس کی اس خاصیت کو متاثر کرتی ہے جو مخصوص ہاضم لعاب خارج کرنے کی صلاحیت سے تعلق رکھتی ہے اور اس کی کیمیائی حساسیت پر اثر انداز ہوتی ہے۔ ہاضمہ کے لیے اس اہم راستے کی تباہی کے بعد شراب جگر سے پیدا ہونے والے ہاضم لعاب (Bile) کے اخراج پر بھی اثر اندز ہوتی ہے۔ تمام شرابیوں کی بارہ انگشتی آنت اور پتہ کی جھلی ہمیشہ بیماری کا شکار ہوتی ہیں یا ان کا فعل اکثر صحیح نہیں ہوتا۔ یہ حالت ہر شرابی کو گیس اور بدہضمی کے ذریعے مصیبت میں ڈالے رکھتی ہے۔ معدے کی یہ تکالیف آنتوں پر بھی اثر ڈالتی ہے۔

امراضِ جگر اور شراب:

انسانی جگر وہ حساس لیبارٹری ہے جو شراب کے ہر چھوٹے سے چھوٹے سالمے کو زہر کی طرح محسوس کرتا ہے۔ جگر پر شراب کا اثر دو طرح سے ہوتا ہے:

۱) .....شراب خوری کی صورت میں جگر کے خلیے الکحل ختم ہونے کی ذمہ داری میں پوری طرح مصروف ہوتے ہیں اس طرح وہ اپنے دوسرے کاموں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

۲) .....جگر کے کیمیاوی عمل جو ایک سے ایک بڑھ کر حساس ہوتے ہیں مثلاً شراب کے بلا روک ٹوک اثر کے تحت درہم برہم ہو جاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جگر کو ایک ہی عمل بار بار دہرانا پڑتا ہے اور اس طرح بے پناہ مسلسل اور بلاضرورت محنت اور مشقت سے جگر کی کمزوری واقع ہو جاتی ہے۔ یہ اثرات جگر کے لیے خطرناک نتائج پیدا کرتے ہیں، ان اثرات میں زیادہ مشہور جگر کا سکڑنا ہوتا ہے جو اس کا زندہ ثبوت ہوتا ہے کہ جگر کی بربادی مکمل طور پر ہو چکی ہے۔

مزید برآں جگر کی وجہ استطاعت جس کی وجہ سے جسمانی تحفظ کے اعضاء جیسے مختلف قسم

کے گلوبین بنتے ہیں، شرابیوں میں خطرناک حد تک کم ہو جاتے ہیں۔اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں میں بیماریوں کے خلاف مدافعت کم سے کم ہو جاتی ہے۔

شراب بعض اوقات جگر کے فعل کے اچانک رک جانے کی وجہ بھی بن جاتی ہے اس صورت میں ایک شرابی بے ہوشی کے عالم میں ہی مرجاتا ہے، اسے جگر کا دیوالیہ پن کہتے ہیں۔ جگر کے سلسلے میں ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی جس میں اس پر شراب کے نقصان دہ ثرات کا ثبوت نہ ملتا ہو۔

گردوں پر شراب کا اثر:

انسانی گردے جنہیں دورانِ خون کے نظام کا آخری مقام سمجھا جائے، ان کو شراب کے استعمال سے سخت نقصان پہنچتا ہے۔اس لیے کہ گردے انتہائی حساس کیمیائی جوہر کی ملاپ Valence کے مقام پر چھلنی کا کام دیتے ہیں لیکن شراب اس نازک عمل کو بھی تہہ وبالا کر دیتی ہے۔یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ وہ شرابیں جن میں الکحل کی مقدار کم ہوتی ہے گردوں کے لیے زیادہ نقصان دہ ہوتی ہے چنانچہ زیادہ مقدار میں شراب پینے والوں کے گردے اکثر خراب ہوتے ہیں۔

لمف والے (Lymphatic) نظام کی انسانی جسم میں بے حد اہمیت ہے۔اس نظام کی خون والی نالیاں شراب کے ہاتھوں نا قابل علاج نقصان اٹھاتی ہیں، اس لیے کہ چربی والے نامیاتی مرکب لایپڈ کا اس نظام میں ایک بہت اہم مقام ہوتا ہے۔شراب کا نقصان دہ اثر اس حیران کن حد تک حفاظت بہم پہنچانے والے نظام کو برباد کر دیتا ہے۔

امراض قلب اور شراب:

جسم میں دوران خون قائم رکھنے والی قلبی نالیوں اور شریانوں کے امرض میں اضافہ ہو رہا ہے، اس کے لیے شراب کے استعمال کا مسئلہ ایک اہم مسئلہ بن گیا ہے۔اب وہ بات نہیں رہی کہ بیماریاں خال خال نظر آتی تھیں۔اس بیماری کے آغاز کی کئی وجوہات ہیں۔

انہی خطرناک امکانات میں ایک عنصر خوراک، جسم اور خون میں موجود چربی ہے۔ جسم میں زیادہ گرمی پیدا کرنے والے شراب کی اقسام مثلاً 'برانڈی' اور 'وہسکی' سے انسان کی حرکت قلب بند ہوجانے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

تازہ تحقیقات کے مطابق چربی کی جو قسمیں خون پھینکنے والی نالیوں میں شریانوں کے امراض پیدا کرتی ہیں ان میں ٹرائی گلی سیرائیڈ سب سے زیادہ اہم ہے اور یہی مادہ ہے جو شراب کے استعمال سے خون میں بڑھ جاتا ہے۔ جو الکحل (شراب) کثیر مقدار میں نوش کئے جاتے ہیں وہ گردش خون کو متاثر کرتے ہیں اور حرکت قلب بند کردینے کا باعث بن سکتے ہیں۔ عادی اور بھاری مقدار میں شراب پینے والوں میں ایک بیماری پیدا ہوتی ہے جس 'الکو لک کارڈیومایوتھی' کہتے ہیں۔

شراب کے اثرات اعصابی نظام پر:

شراب سے دماغ پر اتنا برا اثر پڑتا ہے کہ رفتہ رفتہ تمام اعصابی نظام تباہ ہو کر رہ جاتا ہے' اس سے سوچنے اور فیصلہ کرنے کی قوت کم ہوجاتی ہے شرابی کی قوت مدافعت کمزور ہوجانے سے عام دوائیں بھی اس پر اثر نہیں کرتیں اس لیے شرابی کو اگر کوئی مرض لاحق ہوجائے تو اس کا علاج نہایت مشکل سے ہوتا ہے۔

شراب عصبی خلیوں کی اس باریک جھلی میں داخل ہوجاتی ہے جو نامیاتی چربی جیسے مرکب یعنی لائیپڈ کی حفاظت میں ہوتی ہے۔ اس کا برا اثر اعصابی نظام کے مراکز پر نا قابل علاج حد تک ہوتا ہے۔ الفاظ کا بھولنا اور ہاتھوں کا رعشہ اس اعصابی نقصان کی نشانیاں ہوتی ہیں۔ شراب میں چربی پگھلانے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ یہ تخلیقی خلیوں میں داخل ہو کر ان کو بے حد نقصان پہنچاتی ہے۔ اس کی عام فہم مثال میں نئی نسل کی ذہانت میں کمی اور ناقص بالیدگی شامل ہیں۔

بہت سے مطالعہ جات اور سروے کے بعد یہ حقیقت ظاہر ہوتی جارہی ہے کہ ذہنی طور پر

غبی (کند) بچوں کے والدین اکثر و بیشتر شدید قسم کی شراب نوشی کرتے تھے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ شراب عورت کے فم رحم اور بیضہ حیات کے خلیے کو بہت آسانی سے نقصان پہنچاتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ شرابی ماؤں کے بچے اکثر موروثی طور پر دماغی یا قلبی صدمہ یا جھٹکے کا شکار ہو جاتے ہیں۔ شرابی باپ کی طرف سے ایسے واقعات کی تعداد تیس فیصد سے زیادہ تک ہوتی ہے۔ شراب سے شروع میں جنسی قوت بڑھ جاتی ہے لیکن بعد میں اتنی کمزوری پیدا ہوتی ہے جو باعث ندامت بنتی ہے۔ دنیا اس وقت 'ایڈز' جیسی بیماری کے خطرے سے لرزاں ہے اور اس ایڈز کے پیدا کرنے میں شراب اور دیگر نشہ آور چیزوں کا ہاتھ ہے۔

معاشرے پر اثرات:

۱۔ شرابی انسان ایسی ایسی عجیب نازیبا اور انسانیت سوز حرکات کا ارتکاب کرتا ہوا نظر آتا ہے کہ کوئی باوقار انسان انہیں دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا۔

۲۔ شرابیوں میں زودرنجی یا غصہ کا فوری حملہ، ان کو معاشرے میں لاتعداد تنازعات میں الجھائے رکھتے ہیں۔ شراب میں بدمست کبھی جوش میں آکر گالیاں بلکہ مرنے مارنے پر اتر آتا ہے اور کبھی رونے لگتا ہے اور کبھی خوفزدہ ہو کر کانپنے لگتا ہے۔

۳۔ لاتعداد متواتر طلاقیں معاشرے کی بنیادی ڈھانچوں کو ہلا کر رکھ دیتی ہیں اور نتائج میں مجرمانہ ذہنیت کے حامل بچوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کی وجہ سے تمام معاشرہ خطرناک حد تک متاثر ہوتا ہے۔ جب کہ کثرت طلاق کا ایک سبب شراب بھی ہے۔

۴۔ مختلف قسم کا کام کرنے والے مزدوروں اور کاریگروں پر شراب کی وجہ سے بے دلی اور کاہلی کا غلبہ ہو جاتا ہے، اس طرح ان کی کارکردگی اور مہارت پر برا اثر پڑتا ہے جس کا ضمنی نقصان معاشرے کو پہنچتا ہے۔

۵۔ شراب کی وجہ سے افراد میں ایک دوسرے کے ساتھ غیر ہمدردانہ اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قومی تفکر، معاشرتی اتحاد اور معاشرتی مسائل کے

خلاف جہاد کا جذبہ مکمل طور پر ختم ہو جاتا ہے۔

۶۔ شیطان شراب اور جوئے کے ذریعے انسانوں کے درمیان منافقت اور فساد پیدا کرتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوئے کے بارے میں سورہ مائدہ میں فرمایا: ''یہ گندے کام شیطانی عمل ہیں پس ان سے بچتے رہو تا کہ تمہاری زندگی اچھی گزرے۔'' گویا یہ کام ہلاکت و بربادی کے موجب ہوتے ہیں۔

ہیروئن کی تباہی

پہلے لوگ افیون اور بھنگ کا نشہ کرتے تھے لیکن اب مارفیا اور ہیروئن نے تباہی مچا رکھی ہے۔ ان چیزوں کی عادت سکولوں کالجوں سے شروع ہوتی ہے، ایک بار کسی لڑکے نے کش لگوادیا اور تمام عمر کے لیے تباہی آ گئی۔ دکھ کی بات یہ ہے کہ پہلے لڑکے ان اشیاء کو استعمال کرتے تھے اب لڑکیوں نے بھی ان کے شانہ بشانہ چلنا شروع کر دیا ہے۔

جدید نشہ آور اشیاء کے استعمال سے بڑی تیزی کے ساتھ بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔ آج کل ہیروئن میں بیرم سلفائیڈ کی ملاوٹ کی جاتی ہے اور یہ کیمیکل اتنا زہریلا اور خراش ڈالنے والا ہے کہ جہاں جہاں اس کا اثر ہوتا ہے یہ خراش ڈالتا چلا جاتا ہے۔ یہ بالوں تک کو صاف کر دیتا ہے۔ ہیروئن کے عادی افراد کے پھیپھڑوں میں زخم ہو جاتے ہیں جو کسی وقت بھی پھٹ سکتے ہیں۔ معدہ کی جلد گلنے لگتی ہے، خون کی نالیاں پھٹنے سے بعض اوقات نکسیر پھوٹنے لگتی ہے، تھوک کے ساتھ خون آنے لگ جاتا ہے، دل دن بدن کمزور ہونے لگتا ہے، جو کسی وقت بھی اپنی دھڑکن بند کر سکتا ہے، حرام مغز متاثر ہوتا ہے، اعصابی بیماریاں، پٹھوں کا کھچاؤ یا دماغ میں خون جم جانے سے فالج ہو سکتا ہے، جنسی کمزوری لاحق ہو جاتی ہے۔ بلڈ پریشر بھی نارمل نہیں رہتا، جسم ٹوٹتا رہتا ہے، ہر وقت تھکاوٹ سی رہتی ہے، بہت سی بیماریاں جسم کے اندر موجود ہوتی ہیں لیکن بے حسی کی وجہ سے ظاہر نہیں ہوتیں۔ ہیروئن کی

مقدار میں زیادتی کی وجہ سے بعض لوگوں کے سپرم ڈیڈ یا ست رو ہو جاتے ہیں اور یہ لوگ اولاد کے قابل نہیں رہتے۔ جسم کی چربی دن بدن پگھل کر ہڈیاں رہ جاتی ہیں، جو خون پیدا ہوتا ہے وہ متعفن ہو جاتا ہے، گردے پوری طرح خون صاف نہیں کرتے، گردوں کی چھلنیاں دن بدن سکڑنے لگتی ہیں، آخر کار گردے فیل ہو جاتے ہیں اور پیشاب بننا بند ہو کر موت واقع ہو جاتی ہے۔ معدہ میں زخم ہو جانے کی وجہ سے جلن محسوس ہوتی ہے، ہضم کا عمل ٹھیک طور سے نہیں ہوتا، پیٹ میں درد رہنے لگتا ہے، کھانے پینے کی رغبت کم ہو جاتی ہے، پھیپھڑوں کے زخموں کی وجہ سے پھیپھڑوں میں پیپ پڑ جاتی ہے اور سخت کام کرنے یا چیخنے چلانے سے پھیپھڑے پھٹ سکتے ہیں۔ وہ ہاتھ جو ایک من چیز اٹھاتے تھے دس کلو بوجھ اٹھانے سے قاصر ہو جاتے ہیں۔ [امراض عامہ]

افیون کے خوفناک اثرات

افیون کھانے کے عادی لوگوں کے اعصاب ڈھیلے اور کمزور ہو جاتے ہیں، دردِ سر بے ہوشی کی سی کیفیت، پتلیوں کا سکڑنا، اور خراٹے دار سانس آنے لگتا ہے۔ منہ خشک اور قبض شدید ہوتی ہے۔ سستی، کاہلی، جلد زرد اور خشک رہتی ہے۔ جسم کمزور اور رعشہ ہو جاتا ہے۔ اگر عضلات تنفس مفلوج ہو جائیں تو موت واقع ہو سکتی ہے۔ تشنج اور فالج تو اکثر ہوا کرتے ہیں۔ افیونی کا بیان قابل اعتماد نہیں ہوتا کیونکہ قوائے عقلیہ میں ضعف آ جانے کی وجہ سے اسے نیک و بد کی تمیز نہیں رہتی۔ اس کے علاوہ بھوک زائل ہو جاتی ہے اور منہ خشک رہتا ہے۔

چنانچہ اس کے استعمال سے آدمی اوہانی خیالات کے سمندر میں غرق ہو جاتا ہے۔ اکثر اپنی دنیا کو بھول کر محض خیالات کی وادیوں میں بھٹکنے لگتا ہے۔ پست ہمتی، اخلاقی گراوٹ، بے شعوری بڑھتی جاتی ہے حتی کہ اس کا عادی، معاشرے کے لیے ناسور بن جاتا ہے۔ ان تمام عقل و صحت کی بربادیوں کے علاوہ 'نقصان مایہ و شماتت ہمایہ' کا سبب بن جاتا ہے۔ مالی

حالت دن بدن تباہ ہوتی جاتی ہے۔ عادت کی تسکین کے لیے بیوی بچوں کے حقوق مارتا ہے، مقروض ہوجاتا ہے حتی کہ چوری، ڈکیتی اور قتل وغارت گری کا مرتکب بن جاتا ہے۔

اسلام کا یہ اصول کہ اس نے تمام مضرت رساں اور بربادکن اشیا کو جو نہ صرف صحت کے نقطۂ نظر سے بلکہ اور بے شمار اعتبارات مثلاً نفسیاتی، اخلاقی، اجتماعی اور اقتصادی لحاظ سے بھی سخت مضرت رساں ہیں ان کو حرام قرار دیا ہے، یہ تمام بنی نوع انسانوں پر احسان عظیم ہے۔

حشیش کے نقصانات

حشیش بھنگ کو کہتے ہیں، اس پودے کی پتیاں ٹہنیاں گھوٹ کر پینے سے نشے کی سی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے، سر چکراتا ہے اور ہر وقت غفلت سی چھائی رہتی ہے۔ گانجا اور چرس بھی اسی پودے سے حاصل کیے جاتے ہیں۔ وہ بھی اسی قسم کے اثراب مرتب کرتے ہیں۔
البتہ اس کو تمباکو میں ملا کر بھی استعمال کیا جاتا ہے اور اس طرح یہ اور بھی مضر صحت ہوجاتا ہے اس کے استعمال سے خون کی کمی، بے ہمتی اور ذہنی انتشار لاحق ہوجاتے ہیں جو بحیثیت مجموعی صحت پر انتہائی برا اثر ڈالتے ہیں اور انسان کی صحیح سوچ اور فکر جاتی رہتی ہے۔ ایسے لوگ بعض اوقات یاوہ گوئی پر اتر آتے ہیں۔ زیادہ مقدار میں اسے استعمال کرنے سے آدمی بے قابو ہوجاتا ہے، آخر میں قوما ہوکر موت بھی واقع ہوجاتی ہے۔

بعض نشہ آور ادویات کے نقصانات

ہماری ہیلتھ پالیسی میں کمزوری کے باعث بہت سی ڈاکٹری ادویہ کا استعمال عام ہاتھوں میں چلا گیا ہے۔ وہ دوائیں جو ڈاکٹری نسخہ کے بغیر ممنوع ہونا چاہیے تھیں سرعام مل رہی ہیں۔ یہ ادویہ نفسیاتی مسائل سے پیدا ہونے والے ڈیپریشن کو دور کرنے کے لیے تجویز کی جاتی ہیں لیکن ان کا بطور نشہ استعمال زیادہ ہوتا ہے اور یہ لوگ اتنی مقدار میں ان کا استعمال کرتے ہیں کہ اپنے لیے ہولناک گڑھا تیار کرلیتے ہیں۔

ان ادویہ کا نشہ کرنے سے سر میں دائمی درد پیدا ہوجاتا ہے اور بھولنے کی بیماری (نسیان) پیدا ہوجاتی ہے۔ پیشاب میں غیر طبعی اجزاء خارج ہوتے ہیں، ہروقت وحشت طاری رہتی ہے، بعض ادویہ اتنی زہریلی ہیں جو خون کے خلیات کو تباہ کردیتی ہیں اور زندگی کے لیے خطرہ بن جاتی ہیں۔ بعض دوائیوں کے استعمال سے شدید قبض، پیشاب کی زیادتی، سینہ کی جلن اور خفقان قلب کے عارضے لاحق ہوتے ہیں۔ خون کے سفید جرثومے کم ہوجاتے ہیں اور یرقان کا خطرہ رہتا ہے۔ دمہ کے مریضوں کے لیے ان ادویہ کا استعمال خطرناک ہے۔ اگر کسی معالج نے اپنی دوکان پر اس قسم کا اشتہار لگا رکھا ہو کہ میرے پاس ایسی دوائی ہے جو رعشہ، قبض، جگر کی خرابی، معدہ کی خرابی، پاگل پن، سردرد، سانس کی تنگی اور نظر میں کمزوری پیدا کرتی ہے، اپنی جیبوں کو خالی کرانے اور رموزی بیماریوں کے جال میں پھنسنے کے لیے میری دوائی خریدو۔ تو ہر کوئی جوتا اٹھا کر اس کے پیچھے پڑ جائے گا لیکن حیرت ہے نشہ کے عادی افراد پر کہ جانتے ہوئے بھی ایسی ادویہ کا استعمال بکثرت کرتے ہیں اور اپنی صحت جوانی اور دولت کا ستیاناس کرتے ہیں۔

کسی بھی ڈاکٹر اور طبیب کو ان ادویہ کا نام اپنی کتاب میں درج نہیں کرنا چاہیے کیونکہ جو چیز عوام کے فائدے کے لیے درج کی جاتی ہے یا جس چیز کا نام بتا کر لوگوں کو ڈرایا جاتا ہے بعض ناعاقبت اندیش لوگ اس کا غلط استعمال کرنے لگ جاتے ہیں۔ جس طرح شروع میں ہیروئن کے نام سے صرف چند افراد واقف تھے لیکن اخبارات ریڈیو اور ٹی وی پر اس کے نام کا اتنی کثرت سے تذکرہ کیا گیا کہ آج ہر بچہ ہیروئن کے نام سے واقف ہے اور ہر کسی کے ذہن میں تجسس پیدا ہوتا ہے کہ ہیروئن کس قسم کی ہوتی ہے دیکھنا تو چاہیے اور دیکھنے کے چکر میں لوگ ہیروئن کے عادی ہورہے ہیں۔

ہم جنسی و بدکاری کے طبی نقصانات ☆

فطرت کی خلاف ورزی سے کیسے سنگین نتائج برآمد ہوتے ہیں اس کی ایک تازہ مثال وہ بیماری ہے جس کو 'ایــــڈز' کہا جاتا ہے۔ایڈز فطرت کی خلاف ورزی کی سزا ہے۔چنانچہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ مرض غلط عادتوں ،خاص طور پر ہم جنسی کے فعل کے سبب سے پیدا ہوتا ہے۔ایڈز (Aids) ایک اشاراتی نام ہے۔یہ لفظ حسب ذیل انگریزی فقرہ کا مخفف ہے:

Acquired Immune Deficiency Syndrome

اس کا مطلب ہے جسم کے مدافعتی نظام کی تباہی کی علامت۔یہ ایک عجیب وغریب قسم کا متعدی مرض ہے جو صرف ملیریا کے بعد نمبر ۲ پر سمجھا جاتا ہے۔کہا جاتا ہے کہ ساری انسانی تاریخ میں مجموعی طور پر جو موتیں ظاہر ہوئی ہیں ان میں سے نصف موتیں صرف ملیریا کے ذریعہ ہوئی ہیں۔اب موجودہ زمانہ میں ایڈز کی بیماری ظاہر ہوئی ہے جو بعض اعتبار سے غالباً ملیریا سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔

اس مرض کے جراثیم (Virus) آدمی کے اندر خاموشی سے داخل ہو جاتے ہیں حتی کہ ابتداءً آدمی کو معلوم بھی نہیں ہوتا کہ وہ کسی مہلک مرض کا شکار ہو گیا ہے۔یہ مرض آدمی کے جسم کے فطری دفاعی نظام کو بالکل تباہ کر دیتا ہے۔ایڈز کے بعد تباہ شدہ مدافعتی نظام کا اب

☆...... بدکاری کے نتیجے میں مختلف قسم کی خطرناک بیماریاں پیدا ہورہی ہیں جن میں سے ایک انتہائی خطرناک بیماری 'ایــــڈز' بھی ہے۔مندرجہ بالا سطور میں مولانا وحیدالدین خان صاحب کی کتاب: "خاتون اسلام" (ص ٤٠ تا ٤٥) سے اس خطرناک بیماری کی تفصیلات ذکر کی جارہی ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرح کی بدکاری و بے حیائی سے محفوظ فرمائے۔آمین!

تک کوئی علاج دریافت نہ ہوسکا کیوں کہ یہ بیماری پورے خون میں شامل ہوجاتی ہے اور آدمی کے پورے جسم کو متاثر کرکے رکھ دیتی ہے۔

ایڈز کے مریض کا یہ حال ہوتا ہے کہ اس کا جسمانی نظام اندر سے بالکل کھوکھلا ہوجاتا ہے۔اس کو چوٹ لگ جائے تو وہ کسی طرح اچھی نہیں ہوتی۔بخار ہوتو کوئی دوا کام نہیں کرتی۔انجکشن لگایا جائے تو وہ بے اثر ثابت ہوتا ہے۔اس کا خون بھی دوا یا غذا کو قبول نہیں کرتا۔بیمار کا وزن دن بدن گھٹتا رہتا ہے۔وہ بے حد کمزور ہوجاتا ہے۔وہ کوئی کھانے کی چیز کھا نہیں سکتا۔اس کے جوڑ جوڑ میں درد ہونے لگتا ہے۔وہ کوئی کام نہیں کرسکتا۔اس کے اوپر ہر وقت بددلی اور اُداسی چھائی رہتی ہے وغیرہ۔

ایڈز کے مریض ایک قسم کے عالمی اچھوت بن کر رہ گئے ہیں، وہ کسی کو تحفہ دیں تو ان کا تحفہ قبول نہیں کیا جاتا کیونکہ سخت اندیشہ ہوتا ہے کہ اس میں اس مہلک مرض کے جراثیم موجود ہوں گے۔وہ سیاحت کے لیے جائیں تو کال گرلز اور ہوٹلوں کے ملازم ان کے قریب آتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ایسے لوگوں کے دوست لڑکے اور لڑکیاں ان سے دور بھاگتے ہیں۔

امریکہ کے محکمہ صحت نے ڈاکٹروں کے نام سخت ہدایات جاری کی ہیں کہ وہ بلڈ بینک سے خون کی بوتل منگوائیں تو اس کو باضابطہ ٹیسٹ کیے بغیر کسی مریض کو نہ دیں کیوں کہ یہ معلوم ہوا ہے کہ ہزاروں امریکی صرف اس لیے ایڈز کے مریض بن گئے کہ آپریشن یا خون کی کمی کے وقت ان کے جسم میں بلڈ بنک کا خون داخل کیا گیا تھا۔۱۹۸۵/۸۶ء کے درمیان صرف ایک سال میں امریکہ میں ایسے ایڈز کے مریضوں کی تعداد تقریباً ۵۰ ہزار تھی جو خود اس مرض کا شکار نہیں ہوئے تھے مگر کسی مریض کے ربط کے نتیجہ میں ان کو یہ مرض لگ گیا۔

۱۹۸۶ء کے اعداد وشمار کے مطابق ایڈز کی مہلک بیماری اور اس سے تعلق رکھنے والی بیماریاں امریکہ میں اس سے بہت زیادہ ہیں جتنا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔یہ بات مریکہ کے وال اسٹریٹ جرنل میں بتائی گئی ہے۔جرنل نے بتایا کہ جو امریکی ایڈز کا شکار ہیں

ان کی تعداد ۲۱ ہزار ہے اوران میں سے نصف کے متعلق سمجھا جاتا ہے کہ وہ مرجائیں گے۔ ایک لاکھ سے دولاکھ تک ایسے لوگ ہیں جو ایڈز سے تعلق رکھنے والی مختلف قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہیں۔

جولائی ۱۹۸۶ء کے پہلے ہفتہ میں پیرس میں ماہرین طب کی ایک کانفرس ہوئی اس کا مقصد ایڈز کے مسائل پر غور کرنا تھا۔انہوں نے بتایا کہ اگر ایڈز کے جراثیم امریکہ کی طرح بقیہ دنیا میں پھیلتے ہیں تو ۱۹۹۱ء میں تین لاکھ مزید ایڈز کے مریض پیدا ہوچکے ہوں گے۔ ماہرین کی پیشین گوئی کے مطابق اس وقت تک امریکہ میں ۷۴ ہزار نئے افراد ایڈز کے مرض میں مبتلا ہوں گے۔اندازہ ہے کہ ۱۹۹۱ء تک ایک چوتھائی ملین سے زیادہ امریکی باشندوں کو یہ بیماری لگ چکی ہوگی اور ۷۹ ہزار افراد مرجائیں گے۔امریکی ہسپتالوں کا ایڈز کا بل اس وقت تک آٹھ بلین ڈالر ہوچکا ہوگا۔اس وقت یورپی ملکوں میں فرانس سب سے زیادہ اس مرض سے متاثر ہوا ہے۔دوسرے نمبر پر مغربی جرمنی ہے۔تیسرے نمبر پر برطانیہ اور چوتھے نمبر پر اٹلی ہے۔

ایڈز کا مرض کیسے لگتا ہے؟ اس سلسلہ میں معلوم کیا گیا ہے کہ اس کی وجہ جنسی انارکی، خاص طور پر ہم جنسی کا فعل ہے۔موجودہ زمانے میں مغرب کے آزاد لڑکوں اور لڑکیوں میں اس کا رواج بہت بڑھ گیا تھا حتی کہ وہ کھلا کھلم ہم جنسی کا فعل کرنے لگے۔مگر اس غیر فطری فعل کی سزا انہیں ایک ایسے مہلک مرض کی صورت میں ملی کہ وہ خود ایک دوسرے سے اب بھاگنے لگے ہیں۔

تحقیقات کے دوران مزید معلوم ہوا ہے کہ افریقی جنگلوں میں بندروں کی ایک نسل پائی جاتی ہے جس کو عام طور پر ہرابندر کہتے ہیں۔ان بندروں میں بھی ایڈز کی قسم کا مرض پایا جاتا ہے۔یہ بندر تمام معلوم جانوروں میں ایک استثنائی مثال ہیں جو عین وہی ہم جنسی کا فعل کرتے ہیں جس میں آج مغرب کی نوجوان نسل مبتلا ہے اور اس فعل کے نتیجہ میں وہ اسی

مرض کا شکار رہتے ہیں جس کو موجودہ زمانہ میں ڈاکٹروں نے ایڈز کا نام دیا ہے۔ ہرے بندروں کو شاید اللہ تعالیٰ نے عبرت کے طور پر دنیا میں رکھا تھا تا کہ انسان ان کو دیکھ کر سبق لے اور ہم جنسی کا مہلک فعل نہ کرے مگر انسان کی بڑھی ہوئی آزادی نے اس کو یہ سبق نہ لینے دیا۔

سان فرانسکو کو ہم جنسوں کی عالمی راجدھانی کہا جاتا تھا۔ اس امریکی شہر کے بارہ میں ایک طبی رپورٹ بتاتی ہے کہ یہاں بہت تیزی سے ایڈز کی بیماری پھیل رہی ہے۔ ۱۹۸۶ء کے ابتدائی چھ مہینوں میں ایڈز کے ۵۲۰ نئے کیس معلوم کیے گئے ہیں، ان میں ہر تین میں سے دو کیس سخت مہلک ہیں یعنی کل تعداد کا ۶۷ فی صد۔ پچھلے سال مہلک مریضوں کی تعداد ۵۸ فی صد تھی۔

جب سے یہ معلوم ہوا ہے کہ ایڈز کی بیماری کا ابتدائی سبب ہم جنسی کا فعل ہے ہم جنسی کے دل دادہ لڑکے اور لڑکیاں اس فعل سے اس طرح دور بھاگ رہے ہیں جیسے کوئی شخص طاعون کے مریض کو دیکھ کر اس سے دور بھاگے۔ بعض علاقے جو اس سے پہلے ہم جنسی کا فعل کرنے والے "رندوں" سے معمور رہتے تھے، اب وہ سنسان ہوتے جا رہے ہیں۔

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا (۱۹۸۴ء) کے مقالہ 'ہم جنسی' میں بتایا گیا ہے کہ ہم جنسی کا فعل اگرچہ مغربی ملکوں میں پہلے سے موجود رہا ہے تاہم اس فعل کا سائنسی مطالعہ دوسری جنگ عظیم کے بعد ہی کیا جا سکا۔ پروفیسر کنسے (Kinscy) نے ۱۹۵۳-۱۹۴۸ کے درمیان امریکہ میں باقاعدہ اعداد وشمار جمع کیے۔ ان کی تحقیق کے مطابق اس وقت امریکی مردوں کی ۳۰ فیصد اور امریکی عورتوں کی ۱۳ فیصد تعداد ہم جنسی کا تجربہ کر چکی تھی۔ دوسرے مغربی ملکوں میں بھی کم وبیش یہ رواج پایا گیا ہے۔ (ایڈز کی طبی تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو ٹائم ۳ نومبر ۱۹۸۶ء)

مغربی ملکوں میں عام طور پر ہم جنسی کے خلاف قانون موجود نہیں ہیں البتہ اگر مفعول کی

عمر کم ہو یا فاعل نے اس کے ساتھ جبراً یہ فعل کیا ہو تو وہ غیر قانونی قرار پائے گا۔اس سے پہلے مغرب میں ہم جنسی کے مرتکب کو تحقیری طور پر 'لوطی' کہا جاتا تھا مگر اب اس کے لیے ایک بے ضرر لفظ رائج ہو گیا ہے اور وہ گے(Gay) ہے۔اس انگریزی لفظ کا مفہوم تقریباً وہی ہے جس کو اردو زبان میں رندیا رند منش کہتے ہیں۔جو چیز پہلے عمل قوم لوط تھی وہ اب محض خوش طبعی کے ہم معنی بن گئی!

برطانیہ میں ۱۹۶۷ء میں ہم جنسی کو از روئے قانون جائز قرار دیا گیا تھا۔اب مزید ترقی ہوئی ہے اور عام طور پر اس کو نکاح کی طرح ایک جائز ادارہ سمجھا جانے لگا ہے۔ڈنمارک میں ہم جنسی کا فعل کرنے والے جوڑوں کے لیے وراثت کا وہی قانون منظور کیا گیا ہے جو شادی شدہ جوڑوں کے لیے ساری دنیا میں پایا جاتا ہے۔ڈنمارک کی پارلیمنٹ میں اس موضوع پر رائے شماری ہوئی تو ممبران کی اکثریت نے اس کے حق میں رائے دی کہ جو ہم جنس جوڑے اس کا ثبوت دیدیں کہ وہ ایک ساتھ رہتے ہیں، وہ ایک دوسرے کی وراثت میں میاں بیوی کی طرح حصہ دار قرار پائیں گے۔

موجودہ زمانہ میں آزادی کے لامحدود تصور نے جو خرابیاں پیدا کی ہیں ان میں سے ایک یہ ہم جنسی ہے۔قدیم زمانہ سے یہ طریقہ چلا آ رہا تھا کہ ایک مرد اور ایک عورت نکاح کے رشتہ میں بندھ کر باہم ازدواجی تعلق قائم کرتے تھے۔موجودہ زمانہ میں پہلے نکاح کے رشتہ کو غیر ضروری قرار دیا گیا، اس کے بعد لوگوں کی آزاد مزاجی یہاں تک بڑھی کہ انہوں نے کہا کہ ازدواجی تعلق کے لیے مخالف جنس کا ہونا ضروری نہیں ہے۔مرد مرد اور عورت عورت بھی ایک دوسرے سے جنسی تعلق قائم کر سکتے ہیں۔اس کو موجودہ زمانہ میں خوبصورت طور پر 'جنسی اختیار' کا نام دیا گیا۔مگر نتائج نے بہت جلد بتایا کہ فطرت کے نظام سے انحراف ہمیشہ فساد پیدا کرتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا میں آدمی کے لیے ایک ہی صحیح راستہ ہے، یہ کہ وہ پیغمبروں کے بتائے ہوئے نظام فطرت پر عمل کرے۔اگر اس نے اس سے انحراف کیا تو

وہ کسی حال میں اس کے برے انجام سے اپنے آپ کو بچانہیں سکتا۔

مغرب کو فطرت سے انحراف کی بیک وقت دو قیمت دینی پڑی ایک یہ کہ اس نے صنف نازک کو صنف قوی کے میدان میں کھڑا کر کے یہ کیا کہ صنف نازک کو مستقل طور پر کم تر حیثیت میں پہنچادیا۔ امریکہ میں قانون کے اعتبار سے عورت کو مکمل مساوات کا درجہ حاصل ہے۔ مگر قانونی مساوات ابھی تک عملی مساوات کی صورت اختیار نہ کر سکی۔ 'ایلن گڈ مین' کے الفاظ (بحوالہ: ٹائم ۶ جولائی ۱۹۸۷ء) میں امریکی خواتین ابھی تک مساوی درجہ پانے کا انتظار کر رہی ہیں۔

امریکہ کی خاتون پروفیسر ڈاکٹر 'مانٹ گومری' نے جو بات امریکی صحافت میں عورت کے درجہ کے بارہ میں کہی وہی بات امریکی زندگی کے تمام شعبوں میں عورت کے درجہ کے بارہ میں صحیح ہے۔ انہوں نے کہا:

ا''مریکہ کی اخباری دنیا میں عورتیں اب بھی نچلے درجہ سے تعلق رکھتی ہیں حتی کہ ٹی وی خبروں کے پروگرام میں جو لوگ لیڈر ہیں اور امریکنوں پر اثر انداز ہوتے ہیں وہ مرد ہی ہیں۔''

عورت کے معاملہ میں فطرت سے انحراف کا دوسرا نقصان جدید ترقی یافتہ ملکوں کو یہ ملا کہ ان کا پورا معاشرہ جنسی آوارگی کا شکار ہو گیا اور اس کے نتیجے میں اتنے بے شمار مسائل پیدا ہو گئے جن کا شمار بھی آسان کام نہیں۔

یہ ہیں بدکاری جیسے کبیرہ گناہوں کے طبی نقصانات!

یا اللہ ہمیں ہر طرح کے گناہ سے محفوظ فرما۔ آمین!

زنا کاری کے طبی نقصانات

'ٹائم' (نیویارک) انگریزی زبان کا ایک مشہور ہفتہ وار میگزین ہے۔ یہ دنیا کے تقریباً ۹۵ ملکوں میں پڑھا جاتا ہے۔ مجموعی طور پر اس کی اشاعت ۶ ملین ہے۔ اس میگزین کی ہر اشاعت میں ایک تحقیقی مضمون ہوتا ہے جسے اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد کی ٹیم خصوصی ریسرچ سے تیار کرتی ہے۔ اس مضمون کو سرورق کا مضمون (Title Story) کہا جاتا ہے۔ اسی قسم کا ایک مضمون اس کے شمارہ ۱۶ فروری ۱۹۸۷ میں شائع ہوا۔ اس کا عنوان ہے: 'عظیم پژمردگی' (The Big Chill)۔ اس مضمون میں مختلف پہلوؤں سے اس نئی بیماری کی تحقیق کی گئی ہے جس کو ایڈز کہا جاتا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ یہ مرض آزادانہ جنسی تعلقات کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔ ذیل میں اس حوالے سے چند نکات پیش کیے جائیں گے۔☆

ایڈز کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ ایک متعدی مرض ہے۔ چنانچہ یہ مرض اب نئے قسم کے اچھوت پیدا کرنے کا سبب بن رہا ہے۔ جو مرد یا عورت ایک بار ایڈز میں مبتلا ہو جائیں، لوگ ان سے دور بھاگنے لگتے ہیں کیونکہ انہیں اندیشہ ہوتا ہے کہ انہیں بھی یہ مرض لگ جائے گا۔

بعض مغربی ممالک میں باربر شاپ پر اس قسم کے نشانات نظر آنے لگے ہیں جن کے اوپر لکھا ہوا ہوتا ہے کہ 'شیو' کے لیے یہاں نہ آئیں: (No shaves here.)

حکومتی ذمہ داروں نے اس کو ایڈز ہسٹریا کہا ہے۔ تاہم باربر حضرات کا کہنا ہے کہ مریض کے چہرے کا پسینہ یا شیو کرتے ہوئے معمولی سا خون نکل آنا بھی بیماری کے پھیلنے

☆......[بحوالہ: خاتون اسلام، از: مولانا وحید الدین خان (ص ۱۰۶ تا ۱۰۹)]

کا سبب بن سکتا ہے اس لیے احتیاطی طور پر ایسے مریضوں سے بچنا ضروری ہے (ٹائمز آف انڈیا ۱۹ فروری ۱۹۸۷)

ٹائم کے محققین کی جماعت نے تفصیلات پیش کرتے ہوئے اعتراف کیا ہے کہ اس مہلک مرض کا سب سے بڑا سبب آزادانہ جنسی تعلق ہے۔ اسی بنا پر اس مرض کو رنڈی کا مرض کہا جاتا ہے۔ یہ مرض بہت تیزی سے پھیلتا ہے چنانچہ اس نے جدید دنیا میں جیومیٹرک انتشار کی صورت اختیار کر لی ہے۔ ایڈز کی ہلاکت خیزی کو دیکھ کر ایک مبتلائے مرض نے کہا:

''آہ! اس دنیا کا کیا ہوگا اگر ہمارا حال یہ ہو جائے کہ ہم کو محبت کرنے کے لیے مر جانا پڑے۔ ایڈز اس صدی کی آفت ہے۔''

آزادانہ جنسی تعلق، جس کو مغرب میں خوبصورت طور پر آزادانہ محبت کہا جاتا ہے، وہ اب لوگوں کے لیے عذاب بنتا جا رہا ہے۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ۱۹۹۱ تک امریکہ میں ۲۷۰،۰۰۰ افراد اس مرض میں مبتلا ہو چکے ہوں گے جن کا علاج کرنا امریکی ڈاکٹروں کے قابو سے باہر ہو جائے گا۔ چنانچہ حکومت کی طرف سے جو مخالف ایڈز مہم چلائی جا رہی ہے اس کا خاص نعرہ ہے: ''احتیاط کے ساتھ محبت کیجئے!'' (Love Carefully)

''احتیاط کے ساتھ محبت کیجئے'' کی نصیحت کو اگر ہم لفظ بدل کر کہیں تو وہ یہ ہوگی کہ نکاح کے ساتھ محبت کیجیے، بے نکاح محبت کا طریقہ چھوڑ دیجئے!

ڈی ایچ لارنس کا ناول ''لیڈی شیٹر لی کا محبوب'' پہلی بار ۱۹۲۸ میں چھپا۔ اس میں آزادانہ جنسی تعلق کی وکالت کی گئی تھی، اس وقت اس ناول کو فحش سمجھا گیا اور جلد ہی اس کو بند کر دیا گیا۔ اس کے بعد حالات بدلے اور ۱۹۵۹ میں دوبارہ اس ناول کو چھاپنے اور فروخت کرنے کی قانونی اجازت دے دی گئی۔ اس ناول نے امریکی نوجوانوں پر گہرا اثر ڈالا ان کے اندر آزادانہ جنسی تعلقات عام ہو گئے مگر اب دوبارہ آواز اٹھ رہی ہے کہ اس ناول پر پابندی لگائی جائے۔

یہ ایڈز کا کرشمہ ہے۔آزادانہ جنسی تعلقات نے ایڈز کی پراسرار مگر حددرجہ مہلک بیماری پیدا کی ہے اور اب مغرب کے لوگ مجبور ہورہے ہیں کہ آزادانہ جنسی تعلق کے بارے میں اپنے خیالات پر نظر ثانی کریں۔

ٹائم کے الفاظ میں: ''ہر جنسی ترغیب پر دوڑنے والے لوگ، جلد یا بدیر، جنسی احتیاط اور پابندی کے ایک نئے دور کی حقیقت سے دوچار ہوں گے۔'' (ایضا ص ۲۴)

مذکورہ تبصرہ کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ فطرت کے حقائق انسان کو مجبور کررہے ہیں کہ وہ آزادانہ جنسی تعلق کے طریقہ کو چھوڑ دے اور پابند جنسی تعلق کے طریقہ کو اختیار کرے۔

شریعت خداوندی میں عورت اور مرد کے درمیان جنسی تعلق کو نکاح کی قید کے ساتھ وابستہ کیا گیا تھا مگر موجودہ زمانہ کے آزادی پسند لوگوں نے کہا کہ یہ انسان کے اوپر غیر ضروری قسم کی پابندی ہے۔اس سلسلہ میں بے شمار لٹریچر شائع کیا گیا یہاں تک کہ مغربی ممالک میں آزادانہ جنسی تعلق ایک عمومی رواج کی صورت اختیار کرگیا۔

لوگ خوش تھے کہ انہوں نے شریعت اور مذہب کی پابندی سے آزاد ہوکر لامحدود عیش کا راز دریافت کرلیا ہے مگر بیسیویں صدی کے ربع آخر میں پہنچ کر آزادانہ جنسی تعلق نے نئے نئے امراض پیدا کردیئے اور بالآخر ایڈز کی مہلک بیماری نے لوگوں کو یہ ماننے پر مجبور کردیا کہ شریعت خداوندی کا طریقہ ہی فطری طریقہ ہے اس کے مقابلہ میں آزادانہ جنسی تعلق انسانی صحت کے لیے قاتل کی حیثیت رکھتا ہے۔ ٹائم میگزین کے مذکورہ شمارہ (ص ۲۴) میں ایک مرد اور ایک عورت کو اس حال میں دکھایا گیا کہ ان کو ایک خوفناک سانپ نے چاروں طرف سے لپیٹ لیا ہے۔

قرآن میں ہدایت کی گئی تھی کہ ''عورتوں کے ساتھ جنسی تعلق قیدِ نکاح میں لاکر کرو نہ کہ بدکاری کے طور پر کرنے لگو۔'' (مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ ......المائدۃ: آیت ۵)

مفسرین نے قرآن کی اس آیت کی تفسیر ان الفاظ میں کی ہے کہ ''عورتوں کے ساتھ نکاح کے ذریعہ تعلق قائم کرو نہ کہ زانی بن کر'' (یَعْنِیْ مُتَزَوِّجِیْنَ غَیْرَ زَانِیْنَ)

تجربات نے بتایا کہ یہی طریقہ صحیح فطری طریقہ ہے۔ مناکحت (شادی) اور مسافحت (زنا کاری) میں اتنا زیادہ فرق ہے کہ ایک اگر زندگی ہے تو دوسرا موت۔ ایک طریقہ انسانی سماج کے لیے رحمت ہے تو دوسرا طریقہ انسانی سماج کے لیے عذاب۔

ٹائمز آف انڈیا (۱۹ مارچ ۱۹۸۷) نے 'ایڈز روک' کے عنوان کے تحت ایک امریکی رپورٹ شائع کی ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ امریکہ کی حکومت نے اپنے شہریوں کو بعض تدبیریں اختیار کرنے کا مشورہ دیا ہے جس کے ذریعہ وہ ایڈز کی مہلک بیماری سے بچ سکتے ہیں۔ ان تدبیروں میں سب سے زیادہ خاص تدبیر 'جنسی پرہیز' ہے۔

یہ واقعہ انسانی قانون پر خدائی شریعت کی برتری کا کھلا ہوا ثبوت ہے۔ خدائی شریعت کو ماننے والا ایک شخص اگر خدانخواستہ مسافحت (زنا) کا طریقہ اختیار کرے اور اس کو ایڈز کی بیماری لگ جائے تو اس کو اصول شریعت سے انحراف کا نتیجہ کہا جائے گا۔ اس کے برعکس مغربی تہذیب کا ایک انسان مسافحت کر کے ایڈز میں مبتلا ہو تو وہ عین اس کے اصول کی غلطی کا نتیجہ ہے۔ پہلے واقعہ کی صورت میں ایک انسان کی غلطی ثابت ہوتی ہے جب کہ دوسرے واقعہ کی صورت میں خود تہذیب جدید کے اصول کی غلطی۔

باب ۹:

اُخروی زندگی میں گناہوں کے نقصانات

دنیا کی زندگی عارضی اور وقتی ہے اور یہاں کی نعمتیں بھی بہت جلد ختم ہو جانے والی ہیں حتیٰ کہ اگر کسی کے پاس بہت سی نعمتیں اور دولتیں اکٹھی ہو جائیں تو وہ خود چند سالہ زندگی پوری کر کے انہیں یہیں چھوڑ کر اگلے جہاں کا مسافر بن جاتا ہے۔ اور بعض اوقات تو یوں بھی ہوتا ہے کہ انسان بیماری، کمزوری اور بڑھاپے وغیرہ کی وجہ سے اپنی دولت سے استفادہ ہی نہیں کر پاتا، لاکھوں روپیہ موجود ہوتا ہے، دنیا جہان کی ہر اچھی خوراک کھانے کی استطاعت ہوتی ہے مگر کوئی بیماری ایسی لگ جاتی ہے کہ ڈاکٹر پرتکلف اور مرغن غذاؤں کے استعمال سے روک دیتے ہیں اور نتیجۃً کروڑ پتی صاحب اُبلے ہوئے کدو کھانے پر گزارا کرتے ہیں!

جس طرح یہ دنیوی زندگی عارضی اور فانی ہے، اسی طرح اس دنیا میں انسان پر آنے والی مصیبتیں اور تکلیفیں بھی عارضی اور وقتی ہوتی ہیں یعنی یا تو مصیبتیں آ کر کچھ عرصہ بعد دور ہو جاتی ہیں یا ایک لمبے وقت کے بعد دور ہوتی ہیں یا پھر زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا ہے کہ انسان مر کر ان مصیبتوں سے چھٹکارا پا جاتا ہے مگر آخرت کا معاملہ یہ نہیں ہے کیونکہ آخرت کی زندگی نہ تو عارضی اور وقتی ہے اور نہ وہاں کی نعمتیں عارضی ہیں اور نہ ہی اُخروی زندگی کا عذاب عارضی ہے بلکہ اخروی زندگی ہمیشگی کی زندگی ہے، اس کے ختم ہونے کا کوئی تصور نہیں۔

اُخروی زندگی میں اہل جنت کو ملنے والے انعامات بھی دائمی ہیں جبکہ اہل جہنم کو ملنے والی سزا بھی کبھی ختم نہ ہونے والی ہے۔ دنیا اور آخرت کی زندگی کا آپس میں موازنہ کریں تو صاف طور پر یہ نتیجہ معلوم ہو جائے گا کہ اصل زندگی تو مرنے کے بعد کی زندگی ہے

اور پائیدار نعمتیں اور دوامی خوشیاں تو اخروی زندگی ہی میں حاصل ہوں گی اور خدانخواستہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے ناراض ہوئے تو اس کی سزا اور عذاب بھی اتنا سخت ہوگا کہ دنیا میں اس کی کوئی مثال نہیں دی جاسکتی۔

اُخروی زندگی کے پانچ مراحل ہیں یعنی قبر، میدان محشر، میزان، پل صراط اور جنت یا جہنم۔ان مراحل سے انسان کو گزرنا پڑے گا۔اگر وہ نیکیوں کے پہاڑ لے کر مرا تو اس کے لیے ان تمام مراحل پر آسانی ہوگی اور اس کی نیکیاں ہی ان مراحل پر اس کے کام آئیں گی اور اگر وہ گناہوں کے سمندر بھر کے فوت ہوا، تو اس کے یہ گناہ ان تمام مراحل پر اس کے لیے ہلاکت کا ذریعہ ثابت ہوں گے اور یہی گناہ اسے جہنم کی آگ میں پہنچا دیں گے۔نہ مال ودولت فائدہ پہنچائیں گے نہ دوست احباب، رشتہ دار، بہن بھائی وغیرہ کچھ کر سکیں گے بلکہ اگر کوئی چیز وہاں کام آئے گی تو وہ صرف نیکی ہے جو انسان نے خود اس دنیا میں کی ہوگی۔اور اس وقت نیکی (نیک اعمال) کی اتنی قدر و قیمت ہوگی کہ کوئی شخص اپنی ایک نیکی بھی دوسرے شخص کو دینے کے لیے تیار نہ ہوگا، خواہ وہ اس کا سگا باپ اور ماں ہی کیوں نہ ہو!

قبر اور گنہگار شخص:

مرنے کے بعد سب سے پہلی منزل اور پہلا مرحلہ قبر کا گڑھا ہے۔اس تاریک گڑھے میں نیک شخص کی نیکیاں اس کے کام آئیں گی جب کہ گنہگار شخص کو اس کے گناہوں کی وجہ سے قبر میں اس وقت تک عذاب دیا جاتا رہے گا جب تک کہ قیامت قائم نہ ہو جائے گی۔آنحضرت ﷺ نے قبر میں نیک اور گنہگار شخص کے ساتھ ہونے والے اچھے اور برے سلوک کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

((إِذَا قُبِرَ الْمَيِّتُ ،أَوْ قَالَ:أَحَدُكُمْ ،أَتَاهُ مَلَكَانِ أَسْوَدَانِ أَزْرَقَانِ يُقَالُ لِأَحَدِهِمَا الْمُنْكَرُ وَالْآخَرُ النَّكِيرُ......))(۱)

(۱) [ترمذی :کتاب الجنائز :باب ماجاء فی عذاب القبر(ح۱۰۷۱)]

''جب میت (قبر میں) دفنائی جاتی ہے تو اس کے پاس دو سیاہ رنگ کے، نیلی آنکھوں والے دو فرشتے آتے ہیں، ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے۔ وہ پوچھتے ہیں: تم اس آدمی (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کیا کہتے تھے؟ وہ جواب میں وہی کہے گا جو دنیا میں کہتا تھا کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں: [یعنی: اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں'']

فرشتے کہتے ہیں کہ ہمیں یقین تھا کہ تم یہی جواب دو گے۔ پھر اس کی قبر ستر ہاتھ لمبی چوڑی کر دی جاتی ہے اور اسے منور بھی کر دیا جاتا ہے پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ تم سو جاؤ۔ وہ کہتا ہے کہ میں واپس جا کر اپنے گھر والوں کو اطلاع کر دوں؟ فرشتے کہتے ہیں کہ (نہیں بلکہ تم) نئی نویلی دلہن کی طرح سو جاؤ جسے وہی اٹھا سکتا ہے جو اس کا سب سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ اسے اسی مقام (قبر) سے اٹھائیں گے۔

اگر قبر والا منافق ہو تو (فرشتوں کے سوالوں کے مقابلے میں) اس کا جواب یہ ہوتا ہے کہ ''جیسا کہ میں نے لوگوں کو کہتے ہوئے سنا، میں نے بھی ویسا ہی کہہ دیا (اس کے علاوہ اصل) حقیقت کا مجھے کچھ علم نہیں''۔ وہ فرشتے اس سے کہتے ہیں کہ ''ہمیں معلوم تھا کہ تو یہی جواب دے گا''۔ چنانچہ پھر زمین کو حکم دیا جاتا ہے کہ اسے دبا کر بھینچ دے، تو زمین اسے اس قدر بھینچتی ہے کہ اس کی پسلیاں آپس میں دھنس جاتی ہیں۔ پھر اسے قبر میں مستقل عذاب ہوتا رہے گا۔ یہاں تک کہ اسے اللہ تعالیٰ اس جگہ (قبر) سے اپنے پاس (حساب وکتاب کے لیے) اٹھا لیں گے۔''

ایک روایت میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جب انسان کو قبر میں دفنانے کے بعد اس کے اہل وعیال واپس پلٹتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سن رہا ہوتا ہے۔ پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا دیتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ اس شخص (یعنی اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ) کے بارے میں تم کیا کہتے تھے؟ وہ اگر مومن ہوگا تو کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں ....اور اگر وہ کافر یا منافق ہوگا تو پھر اس سے جب یہ سوال کیا جائے گا کہ تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے تھے؟ تو وہ کہے گا کہ میں تو جانتا نہیں (بس) میں تو ویسے ہی کہتا رہتا تھا جیسے لوگ کہتے تھے۔
فرشتے کہیں گے کہ نہ تو نے جاننے کی کوشش کی اور نہ سمجھنے والوں کی رائے پر چلا۔ پھر لوہے کے ہتھوڑوں سے اس کی پٹائی کی جائے گی اور وہ چیخیں مارے گا جو انسانوں اور جنات کے علاوہ گردونواح کی ساری مخلوق سنتی ہے۔“(۱)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((ثُمَّ يُقَيَّضُ لَهُ أَعْمٰى أَبْكَمُ مَعَهُ مِرْزَبَةٌ مِنْ حَدِيْدٍ لَوْضُرِبَ بِهَا جَبَلٌ لَصَارَتُرَابًا قال: فَيَضْرِبُهُ بِهَا ضَرْبَةً يَسْمَعُهَا مَابَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ إِلَّاالثَّقَلَيْنِ فَيَصِيْرُتُرَابًا ثُمَّ تُعَادُ فِيْهِ الرُّوْحُ))(۲)

”پھر اس پر ایک اندھا بہرا (سزا دینے والا فرشتہ) مقرر کر دیا جاتا ہے جس کے پاس لوہے کا ایسا گرز ہوتا ہے کہ اگر وہ پہاڑ کو مارا جائے تو وہ پہاڑ مٹی ہو جائے۔ وہ فرشتہ اس گرز سے اس (گنہگار) کو ایسی مار مارتا ہے کہ جن وانس کے علاوہ مشرق ومغرب میں موجود ہر مخلوق اسے سنتی ہے۔ گرز پڑنے سے وہ مٹی کا ڈھیر ہو جاتا ہے اور اس کے بعد پھر اس میں روح پلٹائی جاتی ہے۔“

(۱) [بخاری: کتاب الجنائز: باب ماجاء فی عذاب القبر (ح ۱۳۷٤) مسلم: کتاب الجنة: باب عرض مقعدا لمیت من الجنة ......(ح ۲۸۷۰)]

(۲) [ابو داؤد: کتاب السنة: باب فی المسئلة فی القبر (ح ٤٧٤٠)]

ایک روایت میں ہے کہ

((...... فَيَضْرِبُهُ بِمِطْرَاقٍ مِنْ حَدِيْدٍ بَيْنَ أُذُنَيْهِ فَيَصِيْحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا الْخَلْقُ غَيْرُ الثَّقَلَيْنِ))[1]

''وہ فرشتہ لوہے کے گُرز کے ساتھ اسے مارتا ہے اور وہ چیختا چلاتا ہے، جن وانس کے علاوہ باقی ساری مخلوق اس کی چیخ وپکار سنتی ہے۔''

اس کے علاوہ اور بھی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ گنہگار شخص کو قبر میں بڑی سخت سزائیں دی جاتی ہیں لیکن زندہ لوگوں سے اس چیز کو پردۂ غیب میں رکھا جاتا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار حکمتیں ہوں گی تاہم ایک حکمت کی طرف اشارہ آنحضرت ﷺ کی اس حدیث سے بھی ہوتا ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَوْلَا اَنْ لَّا تَدَافَنُوا لَدَعَوْتُ اللّٰهَ اَنْ يُّسْمِعَكُمْ عَذَابَ الْقَبْرِ))[2]

''اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ تم اپنے مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں قبر کا عذاب سنوا دے۔''

روزِ حشر اور گنہگار انسان:

قبر کے بعد اُخروی زندگی کا اگلا مرحلہ میدان محشر میں حاضری ہے۔ یہ وہ دن ہوگا جب قیامت قائم ہونے کے بعد پھر صور پھونکا جائے گا اور تمام لوگ اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک بہت بڑے میدان میں جمع ہونا شروع ہو جائیں گے۔ قبروں والے بھی اپنی قبروں سے اٹھ کر اس میدان کی طرف رخ کریں گے۔ یہ نہایت خوفناک مرحلہ ہوگا اور ہر شخص پر گھبراہٹ طاری ہوگی مگر نیک لوگوں کی نیکی یہاں بھی کام آئے گی اور ان کا خوف ان کی نیکیوں کے بقدر جاتا رہے گا اور وہ نہایت امن سے اللہ کے حضور جمع ہوں گے اور آسانی سے اس

---

(۱) [سنن ابو داؤد: ایضا (ح ۴۷۳۸)]

(۲) [صحیح مسلم: کتاب صفة الجنة: باب عرض مقعد المیت من الجنة والنار (ح ۲۸۶۸)]

مرحلے کو طے کرلیں گے مگر گنہگار لوگوں کے گناہ اس مرحلے پر بھی ان کے لیے باعث عذاب ثابت ہوں گے۔قرآن مجید نے اس مرحلے پر گناہ گاروں اور نیک کاروں کانقشہ اس طرح کھینچا ہے:

﴿ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَى شَيْءٍ نُكُرٍ خُشَّعًا أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُنْتَشِرٌ مُهْطِعِينَ إِلَى الدَّاعِ يَقُولُ الْكَافِرُونَ هَذَا يَوْمٌ عَسِرٌ﴾[القمر:٦تا٨]

''جس روز پکارنے والا ایک سخت ناگوار چیز کی طرف پکارے گا،لوگ سہمی ہوئی نگاہوں کے ساتھ اپنی قبروں سے اس طرح نکلیں گے گویا کہ وہ بکھری ہوئی ٹڈیاں ہیں(اور وہ) پکارنے والے کی طرف دوڑے جارہے ہوں گے اور وہی منکرین (جو دنیا میں قیامت اور حشر ونشر کا انکار کرتے تھے)اس وقت کہیں گے کہ یہ تو بڑا مشکل دن ہے۔''

﴿ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى وُجُوهِهِمْ عُمْيًا وَبُكْمًا وَصُمًّا﴾ [سورة بنی اسرائیل:٩٧]

''ان لوگوں کو ہم قیامت کے روز اوندھے منہ کھینچ لائیں گے،اور وہ اندھے،گونگے اور بہرے(ہوجائیں گے)۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

((أَنَّ رَجُلًا قَالَ :يَانَبِيَّ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْشَرُ الْكَافِرُ عَلَى وَجْهِهِ؟ [يَوْمَ الْقِيَامَةِ]قَالَ أَلَيْسَ الَّذِي أَمْشَاهُ عَلَى الرِّجْلَيْنِ فِي الدُّنْيَا قَادِرًا عَلَى أَنْ يُمْشِيَهُ عَلَى وَجْهِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟))(١)

''ایک آدمی نے پوچھا:اے اللہ کے نبی ﷺ! کافر قیامت کے روز کس طرح منہ کے بل چلایا جائے گا؟

(١) [بخاری :کتاب الرقاق:باب الحشر (ح٦٥٢٣) مسلم :کتاب صفات المنافقین:باب سیحشر الکافر علی وجهه(ح٢٨٠٦)]

آپ ﷺ نے فرمایا: جس ذات نے اسے دنیا میں ٹانگوں پر چلایا تھا، کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ اسے قیامت کے روز منہ کے بل چلا دے؟!"

میدان حشر میں گنہگار لوگ پسینے میں ڈوبے ہوں گے:

گنہگار لوگ میدان محشر میں اپنے گناہوں کے اعتبار سے پسینے میں شرابور ہوں گے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((فَيَكُوْنُ النَّاسُ عَلٰى قَدْرِ اَعْمَالِهِمْ فِى الْعَرَقِ فَمِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنُ اِلٰى كَعْبَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنُ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنُ اِلٰى حَقْوَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يُّلْجِمُهُ الْعَرَقُ اِلْجَامًا۔قَالَ۔ وَاَشَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِهٖ اِلٰى فِيْهِ))[1]

"چنانچہ لوگ اپنے اپنے اعمال کے بقدر پسینے میں ہوں گے، ان میں سے کسی کا پسینہ ٹخنوں تک ہوگا اور کسی کا گھٹنوں تک اور کوئی کمر کمر پسینے میں ہوگا (اور کسی کا پسینہ جبڑے تک ہوگا) اور اسے پسینے کی لگام لگی ہوگی۔ [راوی کا کہنا ہے کہ] یہ بات کہتے ہوئے آپ ﷺ نے ہاتھ سے اپنے منہ کی طرف اشارہ فرمایا۔"

گنہگاروں کا حساب کتاب اور نامۂ اعمال:

میدان حشر میں لوگ نفسانفسی کے عالم میں ادھر ادھر بھاگ رہے ہوں گے تاکہ کسی طرح امن وسکون حاصل ہوسکے۔ چنانچہ لوگ مختلف انبیاء کے پاس جائیں گے تاکہ وہ اللہ سے سفارش کریں اور حساب کتاب کا عمل شروع ہو۔ لیکن اس موقع پر انبیاء کو بھی اللہ کے حضور بات کرنے کی جرأت نہ ہوگی، بالآخر حضرت محمد ﷺ کی خصوصی شفاعت سے حساب کتاب کا عمل شروع ہوجائے گا۔ میدان حشر میں تمام لوگ تین گروہوں میں تقسیم ہوجائیں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱) [صحيح مسلم: كتاب صفة الجنة: باب صفة يوم القيامة......(ح٢٨٦٤) جامع ترمذي: كتاب صفة القيامة (باب ٣ ـ ح٢٤٢٣) صحيح الجامع الصغير (ح٢٩٣٣)]

﴿وَكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً فَاَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ مَااَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ وَاَصْحَابُ الْمَشْئَمَةِ مَااَصْحَابُ الْمَشْئَمَةِ وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُولٰئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ﴾

[الواقعہ:۷تا۱۱]

''تم لوگ اس وقت تین گروہوں میں تقسیم ہوجاؤ گے، دائیں بازو والے ؛آہا!دائیں بازو والوں (کی خوش قسمتی) کا کیا کہنا۔اور بائیں بازو والے ؛ہائے!بائیں بازو والوں (کی بدنصیبی) کا کیا کہنا اور آگے والے تو پھر آگے والے ہی ہیں وہ تو مقرب لوگ ہیں۔''

ان آیات میں پہلے گروہ کو اَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ،دوسرے گروہ کو اَصْحَابُ الْمَشْئَمَةِ اور تیسرے گروہ کو اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کہا گیا ہے۔ان آیات کی تفسیر میں مفسرین نے بہت تفصیلات بیان کی ہیں؛خلاصہ یہ ہے کہ

☆......قیامت کے روز لوگ تین گروہوں میں تقسیم ہوجائیں گے۔ایک گروہ عرش الٰہی کے دائیں طرف ہوگا۔یہ گروہ دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ وصول کرنے والا ہوگا اور اہل جنت کی اکثریت اسی پر مشتمل ہوگی اور اسے ہی اَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ کہا گیا ہے۔اس گروہ میں شامل لوگوں کا حساب کتاب بہت آسان ہوگا اور جلد ہی انہیں ان کا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دے کر جنت میں داخلے کی اجازت دے دی جائے گی۔انہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا وَّيَنْقَلِبُ اِلٰى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا﴾[الانشقاق:۷تا۹]

''پھر جس کا اعمال نامہ اس کے داہنے ہاتھ میں دیا گیا اس سے ہلکا حساب لیا جائے گا اور وہ اپنے لوگوں کی طرف خوش خوش لوٹے گا۔''

☆......دوسرا گروہ عرش الٰہی کے بائیں طرف ہوگا، اس گروہ میں شامل لوگوں کو ان

کا اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں پکڑایا جائے گا ،اسے ہی قرآن میں اَصْحَابُ الْمَشْئَمَۃُ کہا گیا ہے اور جہنم کی اکثریت اسی گروہ پر مشتمل ہوگی ۔اس گروہ میں کافروں مشرکوں کے علاوہ اللہ کے وہ باغی اور نافرمان بھی شامل ہوں گے جن کی نیکیاں تھوڑی اور گناہ زیادہ ہوں گے۔ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :

﴿لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ﴾ [الانعام :٩٤]

”اور تم ہمارے پاس تن تنہا آ گئے جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ اکیلا پیدا کیا تھا۔جو کچھ ہم نے تم کو دنیا میں دیا تھا وہ سب تم پیچھے چھوڑ آئے ہو اور اب ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھتے جن کے متعلق تم سمجھتے تھے کہ تمہارے کام بنانے میں ان کا بھی کچھ حصہ ہے،واقعی تمہارے آپس کے سب رابطے ٹوٹ گئے اور تمہارا دعوٰی تم سے گیا گزرا ہو گیا۔“

ایسے ہی لوگوں کے بارے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ فَيَنْظُرُ اَيْمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى اِلَّا مَا قَدَّمَ مِنْ عَمَلِهِ وَيَنْظُرُ اَشْاَمَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى اِلَّا مَا قَدَّمَ وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا يَرٰى اِلَّا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ))(١)

”اللہ تعالیٰ ہر ایک کے ساتھ براہ راست گفتگو فرمائیں گے جبکہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا ۔بندہ اپنے دائیں طرف دیکھے گا تو اپنا ہی کیا اُدھر نظر آئے گا اور اپنے بائیں طرف دیکھے گا تو ادھر بھی اپنے ہی کرتوت نظر آئیں گے، سامنے کی

(١) [صحیح بخاری: کتاب التوحید: کلام الرب یوم القیامۃ مع الانبیاء وغیرھم (ح٧٥١٢)
صحیح مسلم: کتاب الزکاۃ: باب البحث عن الصدقۃ (ح١٠١٦)]

طرف دیکھے گا تو چہرے کی سیدھ میں آگ ہی آگ نظر آئے گی۔لہذا اس آگ سے بچنے کی کوشش کرو خواہ کھجور کا آدھا ٹکڑا ہی صدقہ کر کے بچ سکو!''

اور ایسے لوگوں کا جب اعمال نامہ کھول کر ان کے سامنے کر دیا جائے گا تو وہ حیران و ششدر رہ جائیں گے کیونکہ ان کے اعمال نامہ میں پائی پائی کا حساب درج ہوگا۔اس وقت گنہگار انسان پر جو کیفیت طاری ہوگی قرآن کریم نے اس کا یہ نقشہ کھینچا ہے:

﴿وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يَاوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتَابِ لَايُغَادِرُ صَغِيرَةً وَّلَا كَبِيرَةً اِلَّا اَحْصَاهَا وَوَجَدُوا مَاعَمِلُوا حَاضِرًا وَّلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ [الكهف:٤٩]

''اور نامۂ اعمال سامنے رکھ دیے جائیں گے،پس تو دیکھے گا کہ گنہگار لوگ اس (میں درج تحریر) سے خوفزدہ ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! یہ کیسی کتاب ہے کہ جس نے ہماری کوئی بھی چھوٹی بڑی حرکت اس میں درج کرنے سے نہیں چھوڑی۔اور جو کچھ انہوں نے (زندگی میں) کیا تھا وہاں سب اپنے سامنے حاضر پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا۔''

اسی طرح اس گروہ کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ وَلَمْ اَدْرِ مَاحِسَابِيَهْ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ مَا اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ﴾ [الحاقة:٢٥تا٣٢]

''اور جس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا: کاش! میرا اعمال نامہ مجھے نہ دیا گیا ہوتا اور میں یہ نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔کاش! میری وہی موت (جو دنیا میں آئی تھی) فیصلہ کن ہوتی،آج میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا۔میرا سارا اقتدار (یا دلیل وحجت) ختم ہوگیا (اللہ کی طرف سے حکم ہوگا) پکڑو اسے اور اس کی

گردن میں طوق ڈال دو، پھر اسے جہنم میں جھونک دو، پھر اسے ستر ہاتھ لمبی زنجیر میں جکڑ دو!''

☆......تیسرا گروہ وہ ہے جسے اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کہا گیا ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے پاس ہوں گے اور یہ پہلے گروہ سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کے مقرب ومحبوب ہوں گے، تاہم تعداد کے لحاظ سے یہ لوگ پہلے گروہ یعنی (اَصْحَابُ الْمَیْمَنَةِ) سے کم ہوں گے۔ اس گروہ میں نبیوں اور رسولوں کے علاوہ ان کی امتوں کے صدیق اور شہدا بھی شامل ہوں گے، امت محمدیہ ﷺ میں سے ستر ہزار ایسے افراد بھی اس میں شامل ہوں گے جن سے کسی قسم کا حساب وکتاب اور باز پرس نہ ہوگی۔ میدان حشر میں ہی انہیں حوض کوثر کے جام طہور سے نوازا جائے گا۔ اور عرش الٰہی کا سایہ انہیں نصیب ہوگا۔ یا اللہ! ہمیں بھی اس گروہ کی رفاقت عطا فرما۔ آمین!

گنہگار پل صراط پر:

اعمال نامے تقسیم کرنے کے بعد لوگوں کو ایک پل، جسے عرف عام میں پل صراط کہا جاتا ہے، سے گزارا جائے گا، اس پل کے نیچے جہنم کی آگ بھڑک رہی ہوگی۔ لوگ اپنے اپنے عملوں کے مطابق اس پل صراط سے گزریں گے۔

انبیاء ورسل تو آنکھ جھپکنے یا بجلی کی سی تیزی سے گزر جائیں گے، اہل اللہ اور متقی حضرات ہوا کی مانند یا تیز رفتار گھوڑے کی سی پھرتی کے ساتھ گزریں گے، البتہ مجرمین اور گناہوں کے عادی افراد کے لیے معاملہ خاصہ پریشان کن ہوگا۔ ان میں سے کچھ تو گرتے پڑتے زخمی ہوتے اور لڑکھڑاتے لڑکھڑاتے بالآخر گزر ہی جائیں گے۔ اور باقی لوگ اپنے گناہوں کی پاداش میں واصل جہنم ہو جائیں گے۔ اس پل صراط کے بارے میں آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

((ثُمَّ یُؤْتٰی بِالْجَسْرِ فَیُجْعَلُ بَیْنَ ظَهْرَیْ جَهَنَّمَ قُلْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَاالْجَسْرُ؟ قَالَ:

مَدْحَضَةٌ مَزَلَّةٌ عَلَيْهِ خَطَاطِيْفُ وَكَلَالِيْبُ وَحَسَكَةٌ مُفَلْطَحَةٌ لَهَا شَوْكَةٌ عُقَيْفَاءُ تَكُوْنُ بِنَجْدٍ يُقَالُ لَهَا السَّعْدَانُ اَلْمُؤْمِنُ عَلَيْهَا كَالطَّرْفِ وَكَالْبَرْقِ وَكَالرِّيْحِ وَكَأَجَاوِيْدِ الْخَيْلِ وَالرِّكَابِ فَنَاجٍ مُسَلَّمٌ وَنَاجٍ مَخْدُوْشٌ وَمَكْدُوْسٌ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ حَتّٰى يَمُرَّ آخِرُهُمْ يُسْحَبُ سَحْبًا))(۱)

''اس کے بعد پل کو لا کر دوزخ کے عین اوپر درمیان میں رکھ دیا جائے گا (صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ) ہم نے دریافت کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! وہ پل کس طرح کا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ پھسلنے والا پل ہے اور اس میں الٹی سیدھی لوہے کی سلاخیں لگی ہوں گی۔ علاوہ ازیں اس پر تیز نوک دار اور آنکڑوں کی شکل میں مڑی ہوئی لوہے کی دھاری دار پٹیاں لگی ہوں گی۔ اور تیز نوکدار کانٹے ہوں گے جن کے سرے مڑے ہوں گے۔ اور اس پر اس طرح کے چوڑے کانٹے ہوں گے جیسے کانٹے نجد میں پائے جاتے ہیں اور نجد میں انہیں 'سعدان' کہا جاتا ہے۔ اہل ایمان اس پر سے مختلف انداز سے گزریں گے، کوئی آنکھ جھپکتے ہی گزر جائے گا تو کوئی بجلی کی طرح، کوئی ہوا کی طرح تو کوئی تیز رفتار گھوڑے کی طرح یا تیز رفتار سواری کی طرح۔ چنانچہ اہل ایمان میں سے بعض اہل ایمان تو عافیت اور سلامتی کے ساتھ گزر جائیں گے اور بعض کو خراشیں آئیں گی لیکن بچاؤ ہو جائے گا اور بعض (گناہوں کی زیادتی کی وجہ سے) جہنم کی آگ میں جا گریں گے حتی کہ آخری آدمی گھسٹتے گھسٹتے اس پل کو پار کرے گا۔''

ایک دوسری حدیث میں پل صراط کی تفصیل آپ ﷺ نے اس طرح بیان فرمائی ہے:

((وَيُضْرَبُ جِسْرُ جَهَنَّمَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: فَأَكُوْنُ أَوَّلَ مَنْ يُجِيْزُ وَدُعَاءُ الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ، سَلِّمْ وَبِهِ كَلَالِيْبُ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ أَمَا رَأَيْتُمْ شَوْكَ السَّعْدَانِ

(۱) [صحیح بخاری: کتاب التوحید: باب وجوہ یومئذ ناضرۃ (ح ۷۴۳۹) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب معرفۃ طریق الرؤیۃ (ح ۱۸۲)]

قَالُوا بَلٰی یَارَسُولَ اللّٰہِ قَالَ:فَاِنَّھَا مِثْلُ شَوْکِ السَّعْدَانِ غَیْرَ اَنَّھَا لَا یَعْلَمُ قَدْرَ عَظِیْمِھَا اِلَّا اللّٰہُ فَتَخْطِفُ النَّاسَ بِاَعْمَالِھِمْ مِنْھُمُ الْمُوْبَقُ بِعَمَلِہٖ وَمِنْھُمُ الْمخَرْدَلُ ثُمَّ یَنْجُو))(۱)

''اس موقع پر جہنم پر پل (پل صراط) رکھ دیا جائے گا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے اس پل کو میں پار کروں گا۔اس دن ہر رسول پکار پکار کر کہہ رہا ہوگا: اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ (اے پروردگار! مجھے بچایئے، مجھے بچایئے) اس پل سعدان کے کانٹوں کی طرح ٹیڑھے سروالے اور نوک دار کانٹے ہوں گے۔

کیا تم نے 'سعدان' کے کانٹے نہیں دیکھے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: ہاں اللہ کے رسول! پھر آپؐ نے فرمایا: پل صراط کے کانٹے بالکل سعدان کے کانٹوں جیسے ہوں گے۔ البتہ وہ کتنے بڑے ہوں گے اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ یہ کانٹے لوگوں کو ان کے اعمال کے اعتبار سے دبوچیں گے کچھ لوگ اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے تباہ ہوجائیں گے۔ (جہنم میں جاگریں گے) کچھ کو خراشیں آئیں گی لیکن بچ جائیں گے۔''

جنت یا جہنم:

اس کے بعد آخری مرحلہ آئے گا یعنی پل صراط سے گرنے والے گنہگار لوگ تو جہنم میں جاگریں گے جب کہ اس سے بچ جانے والے نیک لوگ یا وہ لوگ جن کے گناہ کم ہوں گے وہ جنت میں پہنچ جائیں گے۔ جہنم میں گنہگار لوگوں کے کیا حالات ہوں گے، اس کی تفصیلات سے پہلے یہاں ایک تفصیلی حدیث کا ترجمہ ملاحظہ کر لینا مفید ہے:

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا قیامت کے دن ہم اپنے رب کو (باآسانی) دیکھ

(۱) [صحیح بخاری: کتاب الرقاق: باب الصراط جسر جهنم (ح ٦٥٧٣) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب معرفة طريق الجنة (ح ١٨٣)]

سکیں گے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر بادل نہ ہوں تو کیا سورج یا چاند دیکھنے میں تمہیں کوئی مشکل ہوتی ہے؟''

ہم نے عرض کیا: ''نہیں''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس طرح تمہیں چاند یا سورج دیکھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی اسی طرح اس روز تمہیں اپنے رب کو دیکھنے میں کوئی مشکل نہ ہوگی۔'' پھر آپ ﷺ نے مزید فرمایا:

''ایک آواز لگانے والا، آواز لگائے گا کہ ''تمام لوگ اپنے اپنے معبود کے پاس پہنچ جائیں۔'' چنانچہ صلیب کی پوجا کرنے والے صلیب کے پاس پہنچ جائیں گے، بتوں کے پرستار بتوں کے پاس اور دیگر خداؤں کی پرستش کرنے والے اپنے اپنے خداؤں کے پاس پہنچ جائیں گے۔ آخر میں صرف اللہ کو ماننے والے رہ جائیں گے خواہ نیک ہوں یا بد، ان کے علاوہ چند باقی ماندہ اہل کتاب (یہودی، اور عیسائی) بھی وہیں کھڑے رہیں گے۔ پھر جہنم کو ایک سراب کی شکل میں حاضر کیا جائے گا۔ (یاد رہے کہ ریت کے چٹیل صحرا پر جب تیز دھوپ پڑے تو دور سے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے پانی بہہ رہا ہے، اسے سراب کہتے ہیں)

یہودیوں سے پوچھا جائے گا: ''تم کس کی عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: ''ہم اللہ کے بیٹے عزیر کی عبادت کرتے تھے۔'' (معاذ اللہ!) جواب ملے گا: ''تم جھوٹ بول رہے ہو، نہ اللہ کی بیوی ہے اور نہ بیٹا۔ اب تم چاہتے کیا ہو؟'' وہ پانی کا سوال کریں گے، جواب ملے گا: پانی پی لو (یعنی اس جہنم سے جو سراب کی شکل میں ہے) چنانچہ وہ اوپر تلے جہنم میں گرتے چلے جائیں گے۔

اس کے بعد عیسائیوں سے پوچھا جائے گا: ''تم کس کی عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: ''ہم اللہ کے بیٹے عیسیٰ مسیح کی عبادت کرتے تھے۔'' (معاذ اللہ!) جواب ملے گا: ''تم جھوٹ بول رہے ہو نہ اللہ کی بیوی ہے اور نہ بیٹا۔ اب تم چاہتے کیا ہو؟''

وہ پانی کا سوال کریں گے ۔ جواب ملے گا: ''جاؤ پانی پی لو۔'' (وہ بھی اس سراب سے پانی پینے کے لیے جائیں گے اور) پے در پے جہنم میں گرتے جائیں گے۔
آخرکار وہ لوگ بچ جائیں گے جو صرف اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے، ان میں نیک اور بد سبھی لوگ شامل ہوں گے ۔ ان سے سوال ہوگا: ''دوسرے لوگ تو جا چکے ہیں تم کیوں نہیں جا رہے؟'' وہ جواب دیں گے: ''جب ہمیں ان (کافروں، مشرکوں کی دنیا میں) سخت ضرورت تھی اس وقت ہم نے ان کا ساتھ نہ دیا تو آج ہم ان کے ساتھ کیوں جائیں؟ اور ہم نے یہ آواز سنی ہے کہ ہر گروہ اپنے اپنے معبود کے پاس پہنچ جائے، لہذا ہم اپنے رب کے انتظار میں ہیں ۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ایسی صورت میں تشریف لائیں گے جو ان لوگوں نے پہلے کبھی نہ دیکھی ہوگی ۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ''میں تمہارا رب ہوں!''
یہ لوگ سوال کریں گے: ''کیا واقعی آپ ہمارے رب ہیں؟''
(ایک دوسری روایت میں ہے: ''وہ کہیں گے ہم تو اپنی اسی جگہ پر رہیں گے جب تک کہ ہمارا رب نہ آ جائے، جب ہمارا رب آ جائے گا تو ہم اسے پہچان لیں گے'')
اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایسی صورت میں تشریف لائیں گے جسے وہ لوگ پہچانتے ہوں گے ۔ اس وقت صرف انبیاء کرامؑ کو گفتگو کی اجازت ہوگی ۔ اللہ تعالیٰ دریافت کریں گے:
''کیا تمہارے پاس کوئی ایسی نشانی ہے جس سے تم اپنے رب کو پہچان سکو؟''
وہ کہیں گے: ''ہاں پنڈلی کی نشانی ہے۔''
تب اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی ظاہر فرما دیں گے، اسی وقت تمام اہل ایمان سجدے میں گر جائیں گے ۔ البتہ جو لوگ دکھلاوے اور شہرت کے لیے نماز پڑھتے تھے، وہ سجدہ نہ کرسکیں گے ۔ وہ سجدہ کرنے کی انتہائی کوشش کریں گے لیکن ان کی کمر تختے کی طرح

سیدھی کی سیدھی رہے گی۔ (جھکے گی نہیں) اس کے بعد پل صراط کو لا کر دوزخ کے عین اوپر درمیان میں رکھ دیا جائے گا۔

ہم نے دریافت کیا: "یارسول اللہ ﷺ! وہ پل کیسا ہوگا؟" آپ ﷺ نے فرمایا:

"اس پر پھسلن ہوگی، اس میں الٹی سیدھی لوہے کی سلاخیں لگی ہوئی ہوں گی، تیز نوک دار کانٹے لگے ہوں گے، یہ کانٹے سرسے مڑے ہوئے ہوں گے جیسے نجد کے وہ کانٹے ہیں جنہیں 'سعدان' کہا جاتا ہے۔

اہل ایمان پل صراط پر سے مختلف انداز سے گزریں گے، کوئی آنکھ جھپکتے ہی، کوئی بجلی کی طرح، کوئی ہوا کی طرح، کوئی تیز رفتار گھوڑے کی طرح، نتیجۃً کچھ مسلمان سلامتی سے گزر جائیں گے، کچھ کو خراشیں آئیں گی لیکن بچاؤ ہوجائے گا اور کچھ جہنم کی آگ میں جاگریں گے حتیٰ کہ آخری آدمی گھسٹتے گھسٹتے اس پل صراط کو پار کرلے گا۔

آج تم میرے ساتھ اپنا حق مانگنے میں اس قدر اصرار نہیں کرتے جس قدر ایک مومن اپنے مومن بھائی کی خاطر اللہ تعالیٰ سے اصرار کرے گا جب اہل ایمان کو یقین ہوجائے گا کہ ان کی درخواست اپنے مومن بھائیوں کے حق میں قبول ہوجائے گی تو وہ عرض کریں گے: "اے پروردگار! ہمارے بھائی ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے، ہمارے ساتھ روزے رکھتے اور ہمارے ساتھ مل کر نیک کام کرتے تھے۔" تب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: "جاؤ جس کے دل میں ایک دینار کے برابر بھی ایمان ہے، اسے جہنم سے نکال لاؤ۔"

(گنہگار مسلمانوں کو پہچاننے کی صورت یہ ہوگی کہ) اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں کے چہروں کو آگ سے محفوظ رکھیں گے۔ بعض گنہگار مسلمانوں کے ٹخنوں تک آگ ہوگی اور بعض کی آدھی پنڈلی تک، چنانچہ سفارشی حضرات جس جس گنہگار کو پہچان لیں گے ان کی سفارش کرکے انہیں ساتھ لے جائیں گے۔

نیک لوگ دوبارہ اہل ایمان کے حق میں سفارش کریں گے ،تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے:
جاؤاور جس کے دل میں آدھے دینار کے برابر بھی ایمان ہے ،اسے بھی نکال لاؤ۔"
چنانچہ سفارشی حضرات جس جس گنہگار کو پہچان لیں گے اسے نکال لائیں گے۔"
حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جسے میری بات پر یقین نہ آئے وہ یہ آیت پڑھ کر دیکھ لے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا......﴾

"اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا اگر کوئی نیکی کرے تو اللہ اسے دوگنا کر دیتا ہے۔"

اس موقع پر جب انبیاء کرام ،فرشتے اور اہل ایمان (اپنے اپنے حصہ کی) سفارش کر چکیں گے ،تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے :"ابھی میری اپنی کرم نوازی باقی ہے۔" چنانچہ اللہ تعالیٰ مٹھی بھر کے لوگوں کو آگ سے نکالیں گے ،اور جنت کے دروازے کے قریب سے گزرنے والی نہر 'آبِ حیات' میں انہیں ڈال دیا جائے گا۔پس وہ لوگ اس کے دونوں کناروں پر اس طرح بڑھیں گے جیسے کسی درخت یا پتھر کے پاس پڑی سیلاب کی نمدار مٹی میں دانہ اُگتا ہے۔اس کا جو حصہ دھوپ کی طرف ہو وہ سبز ہوتا ہے اور جو سائے کی طرف ہو وہ سفید ہوتا ہے۔

یہ لوگ (آبِ حیات سے) موتیوں کی طرح نکل آئیں گے ،ان کی گردنوں میں مہریں لٹک رہی ہوں گی ،اس کے بعد یہ جنت میں داخل ہوں گے۔اہل جنت کہیں گے.
"یہ رحمان کی کرم نوازی سے آزاد ہونے والے لوگ ہیں۔اللہ تعالیٰ نے انہیں بغیر کسی نیکی اور بغیر کسی عمل کے جنت میں داخل کر دیا ہے۔" پھر انہیں کہا جائے گا:
"تمہارے لیے وہ سب کچھ ہے جو تم نے دیکھ لیا ،اتنا ہی اور بھی ہے!"(۱)

(۱) [بخاری ومسلم ،ایضا]

دائمی جہنمی گنہگاروں کی حسرتیں!

جہنم میں جانے والے گنہگاروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَأَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ وَجَعَلْنَا الْأَغْلَالَ فِي أَعْنَاقِ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ [سبا:٣٣]

''اور جب یہ لوگ اس عذاب کو دیکھ لیں گے تو دل ہی دل میں پچھتائیں گے اور ہم منکروں کے گلوں میں طوق ڈال دیں گے۔لوگ جیسے اعمال کرتے ہیں، ویسی ہی وہ سزا پائیں گے؟''

قرآن مجید میں ایک اور جگہ ارشاد ہوا:

﴿ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا يَا وَيْلَتَى لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ خَذُولًا ﴾[الفرقان:٢٧تا٢٩]

''اس دن ظالم انسان اپنے ہاتھ چبائے گا اور کہے گا: کاش! میں نے رسول کا ساتھ دیا ہوتا۔ہائے میری کم بختی! کاش، میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔اس نے مجھے اس نصیحت (کوقبول کرنے) سے بہکاوے میں رکھا جو نصیحت میرے پاس آئی تھی۔ اور شیطان انسان کے حق میں بڑا ہی بے وفا ہے۔''

اس طرح حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا يَدْخُلُ أَحَدٌ الْجَنَّةَ إِلَّا أُرِيَ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ لَوْ أَسَاءَ، لِيَزْدَادَ شُكْرًا وَلَا يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ إِلَّا أُرِيَ مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ لَوْ أَحْسَنَ، لِيَكُونَ عَلَيْهِ حَسْرَةً))[1]

''جو شخص جنت میں جائے گا، اسے اس کا دوزخ کا ٹھکانہ بھی دکھایا جائے گا

(١) [صحيح بخاری: كتاب الرقاق: باب صفة الجنة والنار..... (ح٦٥٦٩)مسند احمد (ج٢ ص ٥٤١)]

(اور کہا جائے گا) کہ اگر وہ برائی کرتا تو اسے یہ مقام ملتا۔ تا کہ وہ اور زیادہ شکرادا کرے اور جو شخص دوزخ میں داخل ہوگا اسے اس کا جنت والا مقام بھی دکھایا جائے گا (اور کہا جائے گا) کہ اگر وہ اچھے کردار کا مالک ہوتا تو یہ مقام نصیب ہوتا۔ یہ اس لیے کیا جائے گا تا کہ اسے اپنے اس انجام پر اور زیادہ حسرت ہو۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا صَارَ أَهْلُ الْجَنَّةِ إِلَى الْجَنَّةِ وَأَهْلُ النَّارِ إِلَى النَّارِ جِيْءَ بِالْمَوْتِ حَتَّى يُجْعَلَ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ثُمَّ يُذْبَحُ ثُمَّ يُنَادِي مُنَادٍ: يَاأَهْلَ الْجَنَّةِ! لَا مَوْتَ وَيَاأَهْلَ النَّارِ! لَامَوْتَ فَيَزْدَادُ أَهْلُ الْجَنَّةِ فَرَحًا إِلَى فَرَحِهِمْ وَيَزْدَادُ أَهْلُ النَّارِ حُزْنًا إِلَى حُزْنِهِمْ))(۱)

"جب جنت کے حقدار جنت میں پہنچ جائیں گے اور دوزخ کے حقدار دوزخ میں پہنچ جائیں گے تو موت کو لاکر جنت اور دوزخ کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا۔ اس موقع پر آواز لگانے والا بلند آواز سے پکارے گا: "اے جنت والو! اب موت نہیں آئے گی، اے دوزخ والو! اب موت نہیں آئے گی۔" چنانچہ یہ اعلان سن کر جنت والوں کی خوشیوں میں اور اضافہ ہو جائے گا۔ اسی طرح دوزخ والوں کے رنج اور افسوس میں بھی اور اضافہ ہو جائے گا۔"

ایک روایت ہے کہ اس کے بعد آنحضرتؐ نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ......﴾(۲)

"اے نبی! انہیں اس حسرت والے دن سے ڈرا دو جب فیصلہ کر دیا جائے گا، جب کہ یہ لوگ غافل ہیں اور ایمان نہیں لا رہے۔"

(۱) [صحیح بخاری: كتاب الرقاق: باب صفة الجنة والنار (ح۶۵۴۸) صحیح مسلم: كتاب الجنة: باب النار يدخلها الجبارون ...... (ح ۲۸۵۰)]

(۲) [صحیح مسلم: ایضاً (ح۲۸۴۹)]

دائمی جہنمی گنہگاروں کا عذاب!

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابِ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا هُمُ الظَّالِمِينَ وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ إِنَّكُم مَّاكِثُونَ لَقَدْ جِئْنَاكُم بِالْحَقِّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كَارِهُونَ﴾

[الزخرف:٧٤تا٧٨]

''رہے مجرم لوگ، تو وہ ہمیشہ جہنم کے عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ کبھی ان کے عذاب میں کمی نہ ہوگی اور وہ اس میں مایوس پڑے رہیں گے، ان پر ہم نے ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے رہے۔ اور وہ پکاریں گے: اے مالک! (یہ دوزخ کے داروغے کا نام ہے) تیرا رب ہمارا کام ہی تمام کردے (یعنی ہمیں موت دے دے) تو اچھا ہے۔'' وہ جواب دے گا: ''تم یونہی پڑے رہوگے۔ ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے تھے مگر تم میں سے اکثر کو حق ہی ناگوار تھا۔''

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُم مِّنْ عَذَابِهَا كَذَٰلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَفُورٍ وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن نَّصِيرٍ﴾ [فاطر:٣٦۔٣٧]

''اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے، نہ ان کا قصہ پاک کردیا جائے گا کہ مرجائیں اور نہ ہی ان کے لیے جہنم کے عذاب میں کوئی کمی کی جائے گی۔ اس طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ہر اس شخص کو جو کفر کرنے والا ہو۔ وہ وہاں چیخ چیخ کر کہیں گے کہ ''اے ہمارے رب! ہمیں یہاں سے نکال لے تاکہ ہم نیک عمل کریں،

ان (برے) اعمال سے مختلف جو ہم پہلے کرتے رہے تھے۔'' (انہیں جواب دیا جائے گا) ''کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی جس میں کوئی سبق لینا چاہتا تو سبق لے سکتا تھا اور تمہارے پاس خبردار کرنے والا بھی آ چکا تھا۔ اب مزہ چکھو! ظالموں کا یہاں کوئی مددگار نہیں ہے۔''

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ أَهْلَ النَّارِ لَيَبْكُوْنَ حَتّٰى لَوْ أُجْرِيَتِ السُّفُنُ فِيْ دُمُوْعِهِمْ لَجَرَتْ وَإِنَّهُمْ لَيَبْكُوْنَ الدَّمَ)) يعني مكان الدمع[1]

''دوزخ والے اس قدر روئیں گے کہ اگر ان کے آنسوؤں میں کشتیاں چلائی جائیں تو وہ بھی چل پڑیں اور ان کے آنسو بھی خون کے ہوں گے۔''

گنہگاروں کے لیے جہنم کی زنجیریں اور تارکول!

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَإِذَا كُنَّا تُرَابًا ءَإِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ وَأُولٰٓئِكَ الْأَغْلٰلُ فِيْٓ أَعْنَاقِهِمْ وَأُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ [الرعد:٥]

''اور اگر تم تعجب کرتے ہو تو پھر تعجب کے قابل تو ان لوگوں کا یہ قول ہے کہ ''جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم نئے سرے سے پیدا کیے جائیں گے؟'' یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب سے کفر کیا ہے، اور یہ وہ لوگ ہیں جن کی گردنوں میں طوق پڑے ہوں گے، یہ جہنمی ہیں اور جہنم میں یہ ہمیشہ رہیں گے۔''

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱) [مستدرك حاكم (ج ٤ ص ٦٠٥) امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اس روایت کو صحیح اور شیخ البانیؒ نے حسن قرار دیا ہے۔ صحيح الجامع الصغير (ح ٢٠٣٢)]

﴿ وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّ تَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ﴾ [ابراهيم: ٤٩، ٥٠]

''اس روز تم مجرموں کو دیکھو گے کہ زنجیروں میں (ان کے ہاتھ پاؤں) جکڑے ہوئے ہوں گے۔ تارکول کا لباس پہنے ہوئے ہوں گے اور آگ کے شعلے ان کے چہروں کو ڈھانپ رہے ہوں گے۔''

گنہگاروں کی خوراک کے لیے زقوم (تھوہڑ) کا درخت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِيْمِ كَالْمُهْلِ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ﴾ [الدخان: ٤٣ تا ٥٠]

''بے شک زقوم (تھوہڑ) کا درخت گنہگار کا کھانا ہوگا جو تلچھٹ جیسا ہے، اور پیٹ میں وہ اس طرح جوش کھائے گا جیسے کھولتا ہوا پانی جوش کھاتا ہے۔ (کہا جائے گا) ''پکڑو اسے اور رگیدتے ہوئے لے جاؤ اس کو جہنم کے بیچوں بیچ اور انڈیل دو اس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب۔ (پھر کہا جائے گا کہ) چکھ اس کا مزہ، تو بڑا زبردست اور عزت دار آدمی بنتا تھا! یہ وہی چیز ہے جس کے آنے میں تم لوگ شک رکھتے تھے۔''

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْ اَصْلِ الْجَحِيْمِ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ فَهُمْ عَلٰى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ﴾ [الصفت: ٦٢-٧٠]

''(بتاؤ!) یہ ضیافت اچھی ہے یا زقوم کا درخت؟ ہم نے اس درخت کو ظالموں کے لیے

فتنہ بنادیا ہے۔وہ ایک درخت ہے جو جہنم کی تہہ سے نکلتا ہے۔اس کے شگوفے ایسے ہیں جیسے شیطانوں کے سر۔جہنم کے لوگ اسے کھائیں گے اور اسی سے پیٹ بھریں گے۔پھر اس پر پینے کے لیے ان کو کھولتا ہوا پیپ اور خون نما پانی ملے گا اور اس کے بعد ان کی واپسی اسی آتشِ دوزخ کی طرف ہوگی۔یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا اور انہی کے نقشِ قدم پر (بلاسوچے سمجھے) دوڑ چلے۔"

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ وَلَاتَمُوْتُنَّ اِلَّاوَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾[آل عمران]

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو جیسا کہ اللہ سے ڈرنے کا حق ہے،اور تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَوْاَنَّ قَطْرَۃً مِّنَ الزَّقُّوْمِ قُطِرَتْ فِیْ دَارِالدُّنْیَا لَاَفْسَدَتْ عَلٰی اَھْلِ الدُّنْیَا مَعَایِشَھُمْ، فَکَیْفَ بِمَنْ یَکُوْنُ طَعَامُہٗ))(۱)

"اگر زقوم کے درخت کا ایک قطرہ دنیا میں ٹپکا دیا جائے تو دنیا والوں کی زندگی اجیرن ہو جائے۔پھر بتاؤ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کی خوراک ہی یہ درخت ہوگا۔"

گنہگاروں کے لیے جہنم کی پیپ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَخَابَ کُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ مِّنْ وَّرَآءِہٖ جَھَنَّمُ وَیُسْقٰی مِنْ مَّآءٍ صَدِیْدٍ یَّتَجَرَّعُہٗ وَلَا یَکَادُ یُسِیْغُہٗ وَیَاْتِیْہِ الْمَوْتُ مِنْ کُلِّ مَکَانٍ وَّمَاھُوَبِمَیِّتٍ وَمِنْ وَّرَآءِہٖ عَذَابٌ غَلِیْظٌ﴾[ابراھیم:۱۵تا۱۷]

(۱) [جامع ترمذی:کتاب صفۃ جھنم:باب ماجاء فی صفۃ شراب اھل النار(ح۲۵۸۵)سنن ابن ماجہ:کتاب الزھد:باب صفۃ النار(ح۴۳۲۵)مسند احمد(ج۱ص۳۰۰)]

''تمام سرکش اور ضدی لوگ ناکام ہو گئے۔ پھر اس کے بعد آگے اس کے جہنم ہے، وہاں اسے پیپ کا پانی پینے کو دیا جائے گا جسے وہ زبردستی حلق سے اتارنے کی کوشش کرے گا اور مشکل ہی سے اتار سکے گا۔ موت ہر طرف سے اس پر چھائی رہے گی، مگر وہ مرنے نہ پائے گا اور پھر آگے ایک اور سخت عذاب ہو گا۔''

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ فَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِیَابٌ مِّنْ نَّارٍ یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِیْمُ یُصْهَرُ بِهٖ مَا فِیْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِیْدٍ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِیْدُوْا فِیْهَا وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ﴾ [الحج:۱۹-۲۲]

''یہ دو فریق ہیں جن کے درمیان اپنے رب کے بارے میں جھگڑا ہے۔ ان میں سے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ان کے لیے آگ کے لباس کاٹے جا چکے ہیں۔ ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا جس سے ان کی کھالیں ہی نہیں پیٹ کے اندر کے حصے تک گل جائیں گے اور ان کی خبر لینے کے لیے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے۔ جب کبھی وہ گھبرا کر جہنم سے نکلنے کی کوشش کریں گے تو پھر اسی میں دھکیل دیے جائیں گے، چکھو! اب جلنے کی سزا کا مزہ۔''

گنہگاروں کے لیے دوزخ کی تپش کا عالم

گنہگاروں کو جس دہکتی ہوئی آگ میں ڈالا جائے گا اس کی تپش کا عالم قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

﴿ كَلَّآ اِنَّهَا لَظٰى نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ﴾

[المعارج۔۱۵ تا ۱۸]

''ہرگز نہیں وہ تو بھڑکتی ہوئی آگ کی لپیٹ ہو گی جو گوشت پوست کو چاٹ جائے گی۔

پکار پکار کر اپنی طرف بلائے گی، ہر اس شخص کو جس نے حق سے منہ موڑا اور پیٹھ پھیری، مال جمع کیا اور سنبھال سنبھال کر رکھا۔"

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((نَارُكُمْ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ))قِيلَ :يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةٌ قَالَ: ((فُضِّلَتْ عَلَيْهِنَّ بِتِسْعَةٍ وَسِتِّيْنَ جُزْءًا كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا))(۱)

"تمہاری یہ دنیاوالی آگ جہنم کی آگ کا سترواں (۱/۷۰) حصہ ہے۔" کسی نے کہا: یارسول اللہ! یہی (دنیاوالی) آگ سزا دینے کے لیے بہت کافی تھی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر (۶۹) درجے زیادہ ہے اور ہر ہر درجہ دنیاوالی آگ کے برابر گرم ہے۔"

جہنم کی اکثریت عورتوں پر مشتمل ہوگی:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((قُمْتُ عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ فَكَانَ عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِيْنُ وَأَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوْسُوْنَ غَيْرَ أَنَّ أَصْحَابَ النَّارِ قَدْ أُمِرَ بِهِمْ إِلَى النَّارِ وَقُمْتُ عَلَى بَابِ النَّارِ فَإِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا النِّسَآءُ))(۲)

"میں نے جنت کے دروازے پر کھڑے ہو کر دیکھا تو وہاں کی اکثریت غریب لوگوں پر مشتمل تھی۔ امیر لوگ باہر ہی رکے ہوئے تھے۔ البتہ جہنم کے مستحق لوگوں کو جہنم میں جانے کا حکم دیا گیا۔ اس کے بعد میں جہنم کے دروازے پر کھڑا ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں کی اکثریت عورتوں کی تھی۔"

(۱) [صحیح بخاری: کتاب بدء الخلق: باب صفة النار وانها مخلوقة (ح ۳۲۶۵) صحیح مسلم: کتاب صفة الجنة: باب في شدة حر نار جهنم (ح ۲۸۴۳)]

(۲) [صحیح بخاری: کتاب الرقاق: باب صفة الجنة والنار (ح ۶۱۸۱) صحیح مسلم: کتاب الرقاق: باب اکثر اهل الجنة الفقراء واکثر...... (ح ۲۷۳۲)]

باب ۱۰:

گناہ چھوڑنے کے انعامات

انفرادی یا اجتماعی طور پر جس طرح گناہوں کی کچھ نہ کچھ سزا آخرت کے علاوہ اس دنیا میں بھی ملتی ہے اسی طرح گناہ چھوڑنے اور نیکی و تقوٰی کی راہ اختیار کرنے کا بھی کوئی نہ کوئی انعام آخرت کے علاوہ اس دنیا میں بھی ضرور ملتا ہے۔

اس باب میں اسی مناسبت سے بعض ایسے مبنی بر حقیقت واقعات پیش کیے گئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی خاطر جس نے گناہ چھوڑا اسے اللہ تعالیٰ نے کسی بڑی نعمت سے ضرور نوازا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی رضا کی خاطر گناہ چھوڑنے اور نیک بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! ...... مصنف]

حسد و کینہ چھوڑنے کا انعام!

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ابھی ہمارے سامنے ایک ایسا آدمی آنے والا ہے جو جنتی ہے۔"

آپ کی اس بات کے بعد ایک انصاری آدمی نمودار ہوا، جو وضو کے پانی کو داڑھی سے صاف کر رہا تھا، اور اس نے اپنے بائیں ہاتھ میں جوتے اٹھا رکھے تھے۔ جب دوسرا دن ہوا تو تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا، اور اس مرتبہ بھی وہی انصاری شخص نمودار ہوا۔ جب تیسرا دن ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی بشارت دی اور اس مرتبہ بھی اس بشارت کے بعد وہی انصاری شخص نمودار ہوا۔ [گویا تینوں مرتبہ بشارت کا مستحق وہی قرار پایا]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اس آدمی کے پیچھے ہو لئے جس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی، اور اس سے کہنے لگے

"میرا اپنے والد صاحب سے کچھ اختلاف ہو گیا ہے اور میں نے قسم کھالی ہے کہ میں تین روز تک ان کے گھر نہیں جاؤں گا، اگر آپ اجازت دیں تو کیا میں آپ کے ہاں یہ تین روز گزار سکتا ہوں۔"

اس انصاری نے کہا: "ضرور، ایسی کون سی بات ہے؟"

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس شخص کے ہاں تین راتیں گزاریں، میں نے دیکھا کہ وہ رات کو قیام بھی کوئی خاص نہیں کرتا اور بھی کوئی خاص عبادت نہیں کرتا۔ البتہ ایک بات تھی کہ جب رات کو نیند اچاٹ ہو جاتی تو وہ اپنے بستر پر پہلو بدلتے اللہ تعالیٰ کا ذکر ضرور کرتا یہاں تک کہ نماز فجر کا وقت ہو جاتا۔ اس کے علاوہ میں نے جب بھی انہیں گفتگو کرتے سنا تو دیکھا کہ وہ ہمیشہ بھلائی ہی کی بات کرتے تھے۔ اسی طرح

تین راتیں گزر گئیں۔ میرے خیال میں ان کے عمل معمولی تھے، چنانچہ میں نے از راہِ حیرت ان سے کہا:

"اللہ کے بندے! غصہ نہ کرنا، حقیقت یہ ہے کہ میرے اور میرے والد کے درمیان کوئی غصہ اور ناراضگی نہ تھی، بات دراصل یہ تھی کہ میں نے آپ کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ کی زبان مبارک سے سنا کہ آنحضرت ﷺ نے آپ کے لیے کہا تھا کہ "ابھی تمہارے سامنے ایک آدمی آئے گا جو جنتی ہے"، تین دن حضور نے یہ بات کہی اور تینوں مرتبہ آپ ہی آتے رہے۔ اس لیے میری خواہش تھی کہ میں آپ کے ہاں رہ کر آپ کا وہ عمل تلاش کرنے کی کوشش کرتا جس نے آپ کو اس مقام تک پہنچایا ہے تاکہ میں بھی اس عمل کو اختیار کر کے یہ رتبہ پالیتا لیکن میں نے تین دن آپ کے ہاں رہ کر یہ دیکھا ہے کہ آپ تو کوئی ایسا خاص عمل نہیں کرتے! آپ بتائیے، وہ کیا چیز ہے جس نے آپ کو اس بلند تر رتبہ تک پہنچا دیا ہے؟"

وہ صاحب کہنے لگے: "عمل تو وہی ہے جو آپ نے دیکھ لیا۔"

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے اس جواب کو سن کر میں نے واپسی کی راہ لی، جب میں مڑا تو انہوں نے مجھے بلایا اور کہا:

"میرے اعمال تو آپ ملاحظہ فرما چکے مگر میں آپ کو ایک بات بتاتا ہوں وہ یہ ہے کہ میں نے کسی مسلمان کے خلاف دل میں دھوکہ فریب کو کبھی جگہ نہیں دی، اور اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کو جو خیر و بھلائی عطا فرمائی ہے اس پر میں نے اس سے کبھی حسد نہیں کیا۔"

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "پھر یہی وہ چیز ہے جس نے آپ کو اس بلندی پہ فائز کیا ہے اور یہی وہ خصلت ہے جس پر ہم آپ کی طرح عمل کرنے سے قاصر ہیں!"[1]

حدیث میں مذکور اس واقعہ میں جہاں یہ معلوم ہوا کہ حسد و کینہ سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا بہت بڑا کام ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ نیکی کے کاموں میں خصوصی شوق فرمایا کرتے تھے۔

---

(۱) [مسند احمد (ج ۳ ص ۱۶۶)]

چوری، ڈاکہ چھوڑنے کا انعام!

تبع تابعین میں جن بزرگوں کا زہد و اتقاء ضرب المثل تھا، ان میں شیخ فضیل بن عیاض بھی شامل تھے۔ آپ اگرچہ اپنے علم و فضل کے لحاظ سے اپنے معاصرین میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، جب کہ عام لوگوں کے دلوں میں آپ کی فضیلت و عظمت آپ کے زہد و تقوی ہی کی وجہ سے تھی۔

مؤرخ ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ شیخ فضیل کا خاندان صوبہ خراسان کی ایک بستی طالقان سے تعلق رکھتا تھا، جو بعد میں 'فندین' میں آباد ہو گیا تھا۔ اس علاقے کے قریب ایک بستی ابیورد تھی، وہیں ان کی ولادت ہوئی۔(۱)

فضیل اگرچہ ایک مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئے مگر ان کو زیادہ سازگار ماحول نہ مل سکا جس کی وجہ سے ان کی عادتیں بگڑ گئیں اور انہوں نے راہزنی کا پیشہ اختیار کر لیا چنانچہ جوانی ہی میں وہ الخطرناک ڈاکو کی حیثیت سے مشہور ہو گئے۔ ان کی ڈاکہ زنی کا اتنا چرچہ تھا کہ خراسان کے آس پاس کے قافلے وہاں سے گزرتے ہوئے ان سے ڈرتے تھے۔

ان کی زندگی کے شب و روز اسی طرح گزر رہے تھے کہ اچانک اللہ کی خاص کرم نوازی سے انہیں توبہ کی توفیق نصیب ہوگئی۔ ان کی توبہ کی داستان میں بے شمار مجرموں اور ڈاکوؤں کے لیے سامان نصیحت ہے۔

ہوا یہ کہ فضیل کو کسی لڑکی سے عشق ہو گیا، مگر خواہش نفس کی تکمیل کی کوئی سبیل پیدا نہیں ہو رہی تھی۔ ایک دن موقع پا کر وہ اس لڑکی کے گھر کی دیوار پر چڑھ گئے تا کہ موقع پا کر اندر داخل ہو سکیں۔ وہ دیوار پھاند کر اندر داخل ہونا ہی چاہتے تھے کہ کوئی اللہ کا بندہ قرآن کی

(۱) [تاریخ ابن خلکان (ج۲ ص۱۵۸)]

تلاوت کر رہا تھا، فضیل وہیں دیوار پر رک کر اس کی تلاوت کی طرف متوجہ ہو گئے۔ جب اس نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ آمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِکْرِ اللّٰهِ﴾

''کیا ابھی اہل ایمان کے لیے وقت نہیں آیا ہے، کہ ان دل اللہ کی یاد سے دہل جائیں؟''

نجانے یہ قبولیت کی کوئی خاص گھڑی تھی کہ تلاوتِ قرآن مجید کی یہ دل گداز آواز ان کے کانوں میں جب پہنچی تو کانوں کے ذریعے سیدھا دل میں جا اتری۔ ان کے دل میں ایمان کی دبی ہوئی چنگاریاں بھڑک اٹھیں اور وہ بے اختیار بول اٹھے: ہاں میرے پرودگار! وہ وقت آ گیا ہے کہ میں گناہوں کی دلدل سے نکل کر تیری رحمت کے دامن میں پناہ لے لوں۔''

وہ اسی وقت وہاں سے واپس ہوئے، رات کا وقت تھا اس لیے ایک جنگل میں ٹھہر گئے، وہیں کوئی قافلہ پڑاؤ ڈالے پڑا تھا، اہل قافلہ آپس میں مشورہ کر رہے تھے کہ کب رختِ سفر باندھا جائے، بعض کا خیال تھا کہ اسی وقت چلنا چاہیے۔ مگر بعض سمجھدار لوگوں نے یہ رائے دی کہ صبح سے پہلے سفر کرنا خطرے سے خالی نہیں ہے کیونکہ یہی وہ راستہ ہے جس میں فضیل قافلوں پر ڈاکے ڈالتا ہے۔

فضیل کا بیان ہے کہ میں نے دل میں سوچا کہ میں رات بھر گناہوں میں غرق رہتا ہوں اور بندگان خدا مجھ سے ڈرتے ہیں حالانکہ اللہ نے ان کے درمیان مجھے اس لیے نہیں بھیجا، پھر انہوں نے صدق دل سے توبہ کی اور یہ دعا مانگی:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّی تُبْتُ اِلَیْكَ وَجَعَلْتُ تَوْبَتِیْ مُجَاوَرَةَ الْبَیْتِ الْحَرَامِ))

''اے پرودگار! میں تیری طرف پلٹتا ہوں اور اس توبہ کے بعد اپنی زندگی کو تیرے گھر (بیت اللہ) کی خدمت کے لیے وقف کرنے کا وعدہ کرتا ہوں۔''

بعض تاریخی روایات کے مطابق فضیل نے اس قافلے والوں کی دعوت کی اور انہیں کہا کہ آئندہ اس علاقے سے بے خوف ہوکر گزرا کرو، اب فضیل وہ نہیں رہا جو پہلے تھا۔

اس سچی توبہ کے بعد ان کو علم دین کی تحصیل کا شوق دامن گیر ہوا، اور اسی شوق میں وہ ترک وطن کر کے کوفہ آئے، یہاں امام اعمشؒ، شیخ منصورؒ اور بعض دوسرے ائمہ حدیث سے علم حاصل کیا۔ توبہ کے بعد گو ان کی عمر کافی ہو چکی تھی لیکن اس کے باوجود انہوں نے تحصیل علم کے لیے رخت سفر باندھا اور اپنے دور کے معروف و مشہور شیوخ حدیث وفقہ سے استفادہ کیا جن میں امام ابوحنیفہ اور امام اعمش کے علاوہ سلیمان التیمی، منصور بن معتمر، حمید الطویل، یحییٰ بن سعید الانصاری، محمد بن اسحاق، جعفر بن محمد الصادق، اسماعیل بن خالد، سفیان ثوری رحمهم الله اجمعین وغیرہ شامل ہیں۔

پھر حسب وعدہ جوار حرم کو اپنا مسکن بنایا اور پھر اسی کے سایہ میں پوری زندگی بسر کر دی۔ شاید یہ ان کی پچھلی زندگی کا ان پر ردعمل تھا کہ وہ گوشہ گیر ہوکر یک گونہ دنیا سے بے تعلق ہو گئے تھے۔ عام طور پر محدثین ایسے زاہدوں اور گوشہ گیروں کو کوئی علمی مقام نہیں دیتے تھے اور نہ ان کی روایتوں کو قبول کرتے تھے، مگر فضیل بن عیاض کی ذات اس سے مستثنیٰ تھی، ان کی روایتوں کو عام محدثین نے قبول کیا ہے، اور ان سے روایت کی ہے، اس کی وجہ یہ تھی کہ فضیل بن عیاض کی زہد پسندی نے انہیں حصول علم دین سے بے نیاز نہیں کیا تھا۔ اور دوسری بات یہ کہ یہ ان پر اللہ کا خصوصی انعام تھا، کیونکہ انہوں نے ڈاکہ زنی وغیرہ کے گناہوں کو محض اللہ کے خوف اور اس کی رضا کی خاطر چھوڑا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے خوف اور رضا کی خاطر گناہ چھوڑنے اور نیک بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین![1]

......☆......

(۱) [تفصیلات کے لیے دیکھیے: البدایہ والنہایہ، از ابن کثیرؒ (ج۱ص۱۹۸) تہذیب الأسمآء، از نوویؒ (ج۲ص۵۱) تہذیب التہذیب، از ابن حجرؒ (ج۸ص۲۹۴)]

رقص وموسیقی چھوڑنے کا انعام!

یہاں آپ ایک ایسے آدمی کا واقعہ پڑھیے جس نے رقص وموسیقی، شراب وکباب، بے حیائی اور گناہوں والی زندگی سے جب سچی توبہ کرلی تو اس کا دل نورِایمان سے منور ہوجاتا ہے۔ اس کی زندگی خوشگوار ہوجاتی ہے اور وہ راحت اور سکون محسوس کرتا ہے۔ یہ برطانیہ کے ایک معروف ومشہور گلوکار کا واقعہ ہے۔ 'کیٹ اسٹیونز' اس کا نام تھا، بعد میں یہ 'یوسف اسلام' کے نام سے منظرعام پر آیا۔ وہ اپنی آپ بیتی خود یوں بیان کرتے ہیں۔

''میں مغربی دنیا کے قلب لندن میں پیدا ہوا' جس زمانہ میں میری ولادت ہوئی، وہ ٹیکنالوجی میں پیش رفت اور فضاؤں کی تسخیر کا زمانہ تھا۔ میں نے برطانیہ کے ایک معروف ثقافتی شہر میں اس وقت آنکھیں کھولیں جب وہاں کی ٹیکنالوجی عروج کی بلندیوں کو چھورہی تھی۔ میں اسی مغربی معاشرے ہی میں پروان چڑھا اور عیسائیوں کے کیتھولک مکتب فکر سے مسیحی عقائد کی تعلیم حاصل کی۔

اس مادی دنیا میں مجھے یہی سکھایا گیا کہ امیری ہی حقیقی دولت ہے، انسان کے پاس مال ودولت کا ڈھیر ہونا چاہیے اور امریکہ کا باسی حقیقت میں وہی ہے جو معاشرے میں مثالی طور پر مالدار اور دولت مند ہو۔ ان حالات میں اس کے بغیر چارہ نہ تھا کہ میں مالداری کا راستہ اختیار کرتا اور اسی شاہراہ پہ گامزن ہوتا' تاکہ میں سعادت بھری کامیاب زندگی گزار سکوں۔

مغربی فلسفہ حیات نے میرے سامنے یہ بات رکھی کہ اس دنیوی زندگی کے ساتھ دین کا کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں اور میں بھی اسی فلسفہ کو اختیار کرچکا تھا تاکہ میں خود کو کامیاب بناسکوں۔ میں نے ابتدائی طور پر اپنی خود ساختہ کامرانی کے وسائل پر غور کرنا شروع کیا، اس کا سب سے آسان طریقہ یہ تھا کہ میں موسیقی کی راہ اختیار کرلوں، گانے لکھوں بھی اور انہیں ریکارڈ کرکے بیچوں بھی۔ چنانچہ میں نے یہی کیا۔

موسیقی کی اس راہ میں مجھے بڑی کامیابی ملی۔میری عمر کے اٹھارہ سال اس میدان میں بیت گئے ۔ اس دوران میرے گانوں کی بے شمار کیسٹیں تیار ہوچکی تھیں اور خوب مقبول بھی ہوئیں۔اب یہ حال ہو چکا تھا کہ مجھے بڑی بڑی آفریں ہونے لگیں اور میں نے بہت زیادہ دولت جمع کر لی یہاں تک کہ میں چوٹی کے مالداروں میں شمار ہونے لگا۔جب میں نے موسیقی کی اس دنیا کو اچانک خیر باد کہہ کر اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کیا تو اس وقت بھی میرے گانوں پر مشتمل لانگ پلے ریکارڈز کی فروخت مجموعی طور پر ڈیڑھ کروڑ تک جا پہنچی تھی ۔

جیسے جیسے میں دنیوی شہرت کی بلندیوں کو چھور ہا تھا ویسے ویسے مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ میری زندگی بے سکون اور بد مزہ ہوتی جارہی ہے۔ مجھے ایک قلق اور اضطراب لاحق ہو چکا تھا۔میں امن وسکون کی تلاش میں شراب نوشی کرنے لگا یہاں تک کہ میں روزانہ ایک بوتل شراب پی جاتا۔ میرے ارد گرد تمام لوگوں نے برائی کے نقاب اوڑھ رکھے تھے۔مجھے معلوم تھا کہ یہ نفاق ہے ،جھوٹ ہے،برائی ہے، جوں جوں میں ان چیزوں پر غور کرتا گیا، توں توں مجھے اپنی اس زندگی سے نفرت ہوتی گئی۔میں لوگوں سے تنہا رہنے لگا حتیٰ کہ انہی سوچوں میں، میں بیمار ہو گیا اور اتنا بیمار ہوا کہ ہسپتال منتقل ہو گیا، ہسپتال میں غور وفکر کا معمولی وقفہ جو مجھے میسر آیا وہ میرے لیے باعث خیر ثابت ہوا۔

کنیسہ (گرجا گھر) نے مجھے حقیقی معبود سے ناآشنا ہی رکھا تھا،کیونکہ جس معبود کے بارے میں عیسائی پادری مجھے بتاتے تھے میں اس معبود کی حقیقت تک رسائی حاصل کرنے سے قاصر تھا۔میں نے نئی زندگی کی راہوں پر سوچنا شروع کیا۔میں نے مختلف مذاہب کے بنیادی عقائد کی کتابوں کو جمع کیا تاکہ ان کا مطالعہ کرکے حق کو تلاش کرسکوں۔میرا شعور گردش کرتا تھا کہ میں کسی ایک سمت کی غایت متعین کرلوں ،لیکن مجھے اس بحرِ امواج میں حقیقت کا کنارہ نہیں مل رہا تھا۔نہ ہی ان الفاظ کا مفہوم مل رہا تھا اور نہ ہی میں اس بات پر قناعت کرسکتا تھا کہ خالی ذہن ہو کر بیٹھ جاؤں ۔میں سعادت کی جستجو میں غلطاں وپیچاں تھا جو میں

نے مالداری میں نہ پائی تھی اور نہ شہرت کی بلندیاں مجھے دے سکی تھیں اور نہ ہی کنیسا (گرجا گھر) مہیا کر سکا۔

میں نے چینی فلسفہ (بودیہ) کے در پہ بھی دستک دی، اسے پڑھا اور خیال پیدا ہوا کہ جو کل پیش آنے والے واقعات ہیں ہمیں پہلے ہی ان سے خبردار ہونا چاہیے تاکہ ہم کل آمدہ بدانجامیوں سے محفوظ رہ سکیں۔ سب سے بڑی یہی سعادت ہے۔ اس طرح میں تقدیر کا منکر (قــــدری) بن گیا، اور میرا علم نجوم پر بھی یقین بڑھنے لگا اور میں ستاروں سے قسمت معلوم کرنے کا دعویٰ کرنے لگا۔

اس کے بعد میں اشتراکی نظام کی جانب متوجہ ہوا یہ خیال تھا کہ بہتر یہی ہے کہ ہم اس دنیا کی دولت تمام لوگوں پر تقسیم کریں گے۔ لیکن میں نے سمجھا کہ یہ اشتراکیت فطرت سے ٹکراتی ہے۔ عدل وانصاف کا تقاضا یہی ہے کہ محنت کا فائدہ دوسرے شخص کی جیب میں نہیں جانا چاہیے۔ اس کشمکش اور فکر وحیرت کے سلسلہ کو ختم کرنے کے لیے میں نے سکون آور دواؤں کا ستعمال شروع کردیا۔ کچھ عرصہ بعد مجھے معلوم ہوا کہ یہاں کوئی عقیدہ ونظریہ میرے ذہن میں اٹھنے والے سوالات کے جوابات نہیں دے سکتا۔ اور نہ ہی جس حقیقت کی جستجو میں میں سرگرداں ہوں اس کی وضاحت کرسکتا ہے۔ آخرکار میں مایوس ہوکر اپنے پہلے نظریات ومفہومات پر ہی باقی رہا، کیونکہ اس وقت اسلام کے متعلق مجھے بالکل معلومات نہ تھیں۔ جو کچھ میں نے کنیسہ (گرجا) سے سیکھا تھا بہرصورت ان کے متعلق مجھے یقین تھا کہ یہ نظریات فضول ہیں لیکن گرجا دوسرے نظریات کی بہ نسبت قدرے بہتر ہے۔ اس لیے میں دوبارہ وہیں لوٹ گیا۔

اس طرح میں پھر سے گانے بجانے کی دنیا میں لوٹ آیا بلکہ اب تو میں نے یہ تہیا کرلیا تھا کہ یہی میرا دین ہے اور اس کے علاوہ میرا کوئی دین نہیں اور اسی میں، میں نے اخلاص ودلجمعی کے ساتھ کام کرنے کی مکمل کوشش کی۔ میں نے نہایت عمدہ کارکردی کا مظاہرہ کیا۔ میں چرچ کی ان تعلیمات پر خلوص کے ساتھ عمل پیرا ہو چکا تھا جو مغربی فکر نے چرچ سے

حاصل کی تھیں کہ جب انسان کسی فن میں کامل ہوجاتا ہے یا عملی پختگی اس میں پیدا ہوجاتی ہے یا اپنے کام سے مخلص ہو اور اس سے محبت کرے تو اس کا معبود یہی ہے۔

۱۹۷۵ء میں ایک واقعہ رونما ہوا جو ایک کرامت سے کم نہ تھا۔ وہ یہ تھا کہ میرا بڑا بھائی ہدیہ کے طور پر میرے پاس ایک قرآن پاک کا نسخہ لے کر آیا۔ یہ قرآنی نسخہ میں نے اس وقت بھی اپنے پاس رکھا جب میں نے بیت المقدس کی زیارت کے لئے فلسطین کا سفر کیا تھا۔ اس مبارک سفر میں میں نے اس کتاب کے مطالعہ کا اہتمام کیا جو میرے بھائی نے مجھے تحفۃً دی تھی، اس سے پہلے تو نہ میں نے یہ دیکھا کہ اس کے اندر کیا ہے اور نہ ہی میں یہ جانتا تھا کہ یہ کیا بیان کرتا ہے؟

پھر زیارت بیت المقدس کے بعد میں نے قرآن پاک کے ترجمہ کی جستجو کی۔ پہلی بات جس کے بارے میں، میں سوچ و بچار کررہا تھا، وہ یہ تھی کہ اسلام کیا ہے؟ یورپ کی نظر میں اسلام ایک پیچیدہ مذہب ہے۔ اور مسلمان خواہ ترکی ہوں یا عربی، ان کے نزدیک سب پردیسی اور اجنبی ہیں جب کہ میرے والدین اصل میں یونانی تھے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ تقریباً ہر یونانی شخص، ترکی مسلمان کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ ظاہر ہے اسی وجہ سے میں بھی موروثی طور پر اس قرآن سے نفرت رکھتا تھا کہ جس کے ماننے والے ترکی لوگ تھے لیکن پھر بھی میں نے یہی مناسب خیال کیا کہ اس کتاب کے بارے میں ضرور آگاہی حاصل کروں اور اس کا ترجمہ پڑھوں تاکہ اس کے مندرجات سے آگاہ ہونے میں میرے لیے کوئی رکاوٹ نہ ہو۔

قرآن مجید کے مطالعہ سے سب سے پہلی بات جو میں نے سمجھی وہ یہ تھی کہ قرآن پاک کا آغاز ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ سے ہوتا ہے اور اس میں غیر اللہ کا نام تک نہیں۔ چنانچہ ﴿بسم اللہ الرحمن الرحیم﴾ کی عبارت میرے دل میں گھر کر گئی پھر سورہ فاتحہ میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا مثلاً ﴿الحمدللہ رب العالمین﴾ کہ تمام تعریفیں جہانوں کے رب کے لیے ہیں۔ اگرچہ اس وقت میری سوچ الٰہ اور معبود کے بارے میں ناقص تھی۔

کیونکہ کلیسا والوں نے مجھ سے کہہ رکھا تھا کہ ''اللہ ہے تو ایک لیکن تین اجزا میں تقسیم ہے۔''
یہ نظریہ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا جبکہ اس کے برعکس قرآن کریم نے اس واحد رب کی عبادت سے آغاز کیا ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اس میں خالق کی وحدانیت اس طرح مستحکم انداز سے بیان ہوئی ہے کہ اس کا کوئی ایسا شریک نہیں مانا گیا جو اس کی قوت کو تقسیم کرے۔ قرآن کا بیان کردہ یہ مفہوم بھی میرے لیے بالکل نیا اور اجنبی تھا۔

قرآن مجید کے مطالعہ کے دوران میں نے دیکھا کہ عقیدہ توحید کے ساتھ ہی آخرت کے دن پر ایمان لانے کا عقیدہ بھی بیان ہوا ہے جس کے مطابق یہ دنیوی زندگی ختم ہو جانے والی اور اخروی زندگی ہمیشہ رہنے والی ہے۔ انسان ایک گوشت کا ڈھیر ہی نہیں کہ ایک دن بس یہ ریت کے ذروں کی مانند بکھر جائے گا اور خاک میں بدل جائے گا جیسا کہ بہت سارے ملحد سائنسدانوں کا نظریہ ہے، بلکہ قرآنی تعلیمات کے مطابق ہم جو کچھ اس دنیوی زندگی میں کرتے ہیں، آخرت میں اس کے مطابق ہی ہمارے ساتھ سلوک کیا جائے گا۔

یہ ساری باتیں بڑی معقول تھیں، لہذا میں کہہ سکتا ہوں کہ قرآن مجید ہی وہ مقدس کتاب ہے جس نے مجھے اسلام کی طرف دعوت دی اور میں نے اس کی دعوت کو قبول کرلیا، جبکہ کلیسا نے مجھے تفکرات کے سمندر میں ڈبو دیا تھا اور میرے لیے ذہنی تھکاوٹ کھینچ لایا تھا کیونکہ یہ میرے نفس اور روح سے اٹھنے والے سوالات کے جوابات دینے سے بے بس ہو گیا تھا۔
اس لحاظ سے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ کلیسا کے ان سوالات نے مجھے قرآن پاک جیسی سچی آسمانی کتاب تک پہنچنے میں مدد دی!

قرآن مجید کے مطالعہ کے دوران میں نے اس میں بہت سے عجائبات بھی ملاحظہ کیے ہیں جس کی وجہ سے یہ دوسری ہر کتاب سے ممتاز ہو جاتا ہے۔ ایک تو اس میں کوئی بناوٹی وضع قطع نہیں جو دوسری مذہبی کتابوں میں وافر مقدار میں پائی جاتی ہے۔ پھر اس قرآن مجید کے سرورق پر کسی مولف ومصنف کا نام نہیں، کیونکہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ اس سے میں نے یقین کرلیا کہ یہ وہی مفہوم ہے جو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اپنے آخری نبیؐ پر نازل کیا ہے۔ اس

سے میرے لیے قرآن مجید اور بائبل کے درمیان جو فرق ہے وہ بھی واضح ہوگیا کیونکہ بائبل میں مختلف لوگوں کے تحریر کردہ قصے اور روایات ہیں۔

یاد رہے کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے میں نے اپنی مکمل کوشش کی تھی کہ قرآن مجید کی غلطیاں تلاش کروں لیکن عجیب بات ہے کہ بسیار کوشش کے باوجود میں اس میں ایک بھی غلطی تلاش نہ کر پایا!

قرآن مجید محض ایک پیغام ہی نہیں بلکہ اس میں بہت سے انبیائے کرام کے اسمائے گرامی اور واقعات مذکور ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے شرف وعزت سے نوازا۔ پھر ان پر ایمان لانے کے سلسلہ میں کوئی تفریق نہیں کی ۔ یہ ایک منطقی بات ہے کہ اگر آپ ایک نبی پر تو ایمان لائیں مگر دوسرے پر ایمان نہ لائیں تو اس طرح گویا آپ نے تصور رسالت کی وحدت کو پارہ پارہ کردیا۔ اس سے مجھے یہ بات بھی سمجھ آ گئی کہ مخلوق کے آغاز سے آنحضرتؐ تک رسالت کا تسلسل کس طرح قائم رہا ہے۔ پھر قرآن مجید کے مطالعہ سے مجھ پر یہ حقیقت بھی منکشف ہوئی کہ جب سے انسانی تاریخ کا آغاز ہوا ہے تب سے آج تک لوگ ہمیشہ دو گروہوں میں بٹے رہتے ہیں: ایک مؤمن اور دوسرا کافر۔

مذہب اور کائنات وغیرہ کے حوالے سے میرے ذہن میں جو سوالات پیدا ہوتے رہے، قرآن پاک ہی نے میرے ان تمام سوالات کے شافی جواب دیئے۔ اس سے ہی میں نے سعادت کا مفہوم سمجھا اور حقیقی سعادت (کامیابی) سے آگاہی حاصل کی۔

میں تقریباً ایک سال تک قرآن مجید کے مطالعہ میں مشغول رہا۔ سارے قرآن مجید کو ایک مرتبہ پڑھ لینے کے بعد میں نے اس کے بیان کردہ احکام پر عمل پیرا ہونے کی کوشش شروع کردی۔ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ اس دنیا میں میں ہی اکیلا مسلمان ہوں ۔ پھر میں نے مزید غور کیا کہ میں حقیقی مسلمان کس طرح بن سکتا ہوں ۔ ۲۳ دسمبر ۱۹۷۷ء کو میں لندن کی ایک مسجد میں گیا اور میں نے وہاں اپنے اسلام لانے کا برسرعام اعلان کردیا۔

جب میں نے مسلمان ہونے کا اعلان کردیا تو اس وقت مجھے یقین ہوا وہ اسلام جسے میں

نے اپنے گلے لگایا ہے یہ کوئی آسان کام نہیں جو زبان سے کلمۂ شہادت پکار دینے سے پورا ہو جائے بلکہ یہ ایک بہت بھاری پیغام ہے۔ اس دن میں نے محسوس کیا کہ آج ہی گویا میں نے نیا جنم لیا ہے اور اس دن مجھے یہ معلوم ہوا کہ میں اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ کہاں تک چل سکتا ہوں۔ اس سے پہلے میں کبھی کسی مسلمان کے سامنے نہیں آیا تھا بلکہ اگر کسی مسلمان سے میرا سامنا ہو جاتا اور وہ مجھے اسلام کی دعوت دیتا تو میں اس کی دعوت کو ٹھکرا دیتا کیونکہ مسلمانوں کے عملی حالات بہت ہی معیوب ہو چکے ہیں اور کچھ اس وجہ سے بھی کہ مغربی میڈیا نے مسلمانوں کا چہرہ مسخ کر دیا ہے۔ بلکہ مسلم میڈیا بھی زیادہ تر اسلامی حقائق کو مسخ کر کے پیش کر رہا ہے۔

قرآن مجید کے مطالعہ کے بعد میں مسلمان ہوا تھا۔ پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا مطالعہ شروع کیا تا کہ یہ معلوم کر سکوں کہ آپ ﷺ کا طریقہ سلیقہ اور طرز عمل کیسا تھا۔ اور کس طرح سے آپؐ نے اسلام کی تعلیم دی۔ اللہ کے رسول ﷺ کی حیات طیبہ اور سنت مطہرہ سے میں نے اپنے لیے بہت سامان حاصل کیا۔ پھر میں تے موسیقی کا دل سے خیال ہی نکال دیا ہے۔ اس سلسلہ میں میں نے مسلمان علماء سے بھی استفسار کیا اور انہوں نے بھی مجھے یہی نصیحت کی کہ اب گانے بجانے کے اس کاروبار کو چھوڑ دو کیونکہ یہ ذکر الٰہی سے مشغول کر دینے والا ایک بہت ہی خطرناک شیطانی حربہ ہے۔

موسیقی کی دنیا میں میں نے یہ بھی دیکھا کہ لوگ اپنے گھر والوں کو چھوڑ دیتے ہیں اور گانے بجانے کی فضا میں زندگی گزارنے کو پسند کرتے ہیں جبکہ اسلام اسے سخت ناپسند کرتا ہے۔ چنانچہ میں نے وہ موسیقی چھوڑ دی جس کی خاطر لوگ گھر بار چھوڑ دیتے ہیں!''

محترم بھائیو! یہ تھا برطانیہ کے اس مشہور و معروف گلوکار کا واقعہ جو پہلے 'کیٹ اسٹیونز' تھا اور پھر وہ 'یوسف اسلام' بن گیا...... جس نے دنیوی شہرت کی بلندیوں اور مال و دولت کے ڈھیر چھوڑ کر دین و ایمان کی دولت کو ترجیح دی۔ کیونکہ اللہ کی توفیق سے اس نے وہ گوہر مقصود پالیا جس کی وہ بڑی دیر سے جستجو کر رہا تھا، اور وہ تھا دین حق اور راہِ ہدایت جو ہر انسان کے

لیے ابدی سعادتوں کا سبب ہے۔ اللہ کی قسم! دنیا کی کوئی چیز اس کے برابر نہیں ہو سکتی۔ ایمان کے بغیر یہ زندگی دوزخ میں لے جانے والی زندگی ہے۔ وہ دوزخ جس میں رہنے کی کسی کو طاقت نہیں۔ جب کہ ایمان کی راہ اختیار کرنے کے عوض اللہ تعالیٰ خود ایسے شخص سے محبت کرتے ہیں۔

محترم قارئین! جب 'کیٹ اسٹیونز' نے اسلام قبول کیا تو وہی یورپی دنیا جو اس کی مداح اور دیوانی تھی اس کی دشمن بن گئی اور اس کے خلاف زہر اگلنے لگی لیکن چونکہ اس نے صرف اللہ کے لیے اسلام قبول کیا تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی قدردانی کی اور اس کی کھوئی ہوئی جھوٹی عزت ووقار کی جگہ حقیقی عزت، نیک نامی اور شہرت عطا کردی اور پورا عالم اسلام اس سے محبت کرنے لگا۔ وہ مسلمانوں کی آنکھوں کا تارا بن گیا۔ اللہ تعالیٰ نے دسمبر ۱۹۷۹ء کو فوزیہ بنت مبارک علی نامی مسلمان خاتون انہیں بیوی کی شکل میں عطا کردی اور پھر مزید رحمت کرتے ہوئے پانچ بچے بھی عطا کردیئے جن کے نام محمد' حسنہ' عاصمہ' میمنہ' او رامینہ ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں برطانیہ میں اسلامک اکیڈمی کیمبرج، مدینہ ہاؤس اور اسلامیہ سکول ٹرسٹ کا ٹرسٹی بھی بنادیا۔ اس کے علاوہ اسلامیہ پرائمری سکول اور مسلم ایڈ کے بورڈ آف گورنر کا چیئرمین بنادیا اور اسی طرح اسلامک ایسوسی ایشن آف نارتھ لندن کا صدر بنادیا۔ اس کے علاوہ تین اور کمپنیوں کا بھی ڈائریکٹر بنادیا جن کے نام سلامہ لمیٹیڈ، القمیص لمیٹیڈ، اور باستیون لمٹیڈ ہیں۔ اس کے علاوہ لندن اور اس کے گرد نواح کے مضافات کے مسلم سکولوں کا نظم ونسق بھی ان کی نگرانی میں دے دیا۔ مختصر یہ کہ یہ سب وہ انعامات ہیں جو کفر وفسق کی دنیا چھوڑنے کے صلہ میں اس سے بہتر صورت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کیے۔

فلمی دنیا [اداکاری] چھوڑنے کا انعام!

مصر کی مشہور و معروف اداکارہ جو مصر کی فلمی صنعت پر چھا چکی تھی اچانک جب وہ ایک موذی اور خطرناک بیماری کا شکار ہوئی تو اس موقع پر اس نے اللہ تعالیٰ سے رابطہ کیا اور وعدہ کیا کہ وہ اب اس گناہ بھری زندگی کو چھوڑ کر شرعی پردہ کرے گی او رنیکیوں بھری زندگی گزارے گی۔ اللہ تعالیٰ نے موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا اس بندی کو جان لیوا بیماریوں سے نجات دے دی۔ وہ کہتی ہیں کہ...... ''میں سوچتی ہوں کہ میں اپنے رب اور دین کے حق میں بڑی نافرمانی کی مرتکب ہوئی ہوں، اس بنیاد پر میں تمنا کرتی ہوں کہ اللہ مجھے نیکی کی توفیق بخشے اور مجھ سے درگزر فرمائے۔''

یہ وہ باتیں ہیں جو سابقہ اداکارہ 'ہالہ فواد' نے گناہوں سے توبہ، فنکاری سے علیحدگی اور حجاب اوڑھ لینے کے بعد کہیں اور اس نے یہ اعلان کردیا کہ وہ فلمی دنیا کو چھوڑ کر اپنے خاوند، بچوں اور گھر کے لیے فارغ رہا کرے گی۔ وہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں:

''میرے بچپن ہی سے میرے اندر ایک قوی شعور مجھے دینی تعلیمات اور اسلامی اخلاق وکردار اپنانے پر ابھارتا تھا۔ میں فلمی دنیا میں بے حجاب لوگوں کے سامنے آنا کبھی پسند نہ کرتی تھی۔ میری سب سے بڑی خوش نصیبی یہ تھی کہ میں سارا دن اپنے گھر کے اندر ہی رہتی تھی لیکن برائی پر ابھارنے والے نفس، دوسروں کی نقالی اور شیطانی حملوں کی وجہ سے بالآخر میں اس راہِ گناہ پر چل نکلی۔ میں اس راہ میں کہاں تک گئی یہ بتانے کی شاید ضرورت نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک ایسی مصیبت میں ڈالنے کا ارداہ کیا جس نے مجھے اپنی فطرت کی طرف لوٹا دیا اور اسی مصیبت کے دوران میرے لیے گمراہی سے ہدایت واضح ہوگئی۔

یہ میرے آخری بچے کی ولادت کا موقع تھا اور یہ وہ لمحہ تھا جب میں موت کے منہ میں

تھی۔ بچے کی ولادت سے پہلے ڈاکٹروں نے مجھے تین دن تک مصنوعی سانس لگائے رکھا۔آپریشن کے دوران اتنی تیزی سے میرا خون بہتا رہا کہ میری زندگی کے لیے اس نے خطرے کی گھنٹی بجادی، میرا بڑا آپریشن کردیا گیا۔آپریشن کے بعد میرے سارے جسم سے دردیں اٹھنے لگیں۔انہی حالات میں ایک دن میری دائیں ٹانگ میں اچانک شدید درد اٹھی اور ساری ٹانگ سوجھ گئی،ٹانگ کا رنگ بھی بدل گیا۔ڈاکٹروں نے کہہ دیا تھا کہ میرے بچنے کی کوئی امید نہیں ہے!

انہی مشکل ترین حالات میں،میں نے محسوس کیا کہ میرا اندر کا شعور مجھ سے کہہ رہا ہے کہ اللہ ہرگز تجھ سے راضی نہ ہوگا اور نہ تجھے شفاء دے گا جب تک کہ تو اداکاری نہ چھوڑ دے کیونکہ میں یہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اداکاری کا پیشہ حرام ہے لیکن پھر بھی میں اسے اپنے نفس کے لیے پسند کرتی تھی جبکہ نفس تو برائی کا بہت زیادہ حکم دینے والا ہے۔ مجھے اس شعور اور سوچ نے گھبراہٹ میں ڈال دیا کیونکہ میں فلمی دنیا میں آنے کے بعد اداکاری کو بہت پسند کرنے لگی تھی حتی کہ میں یہ سمجھتی تھی کہ اس کے بغیر زندہ نہ رہ سکوں گی۔اسی دوران مجھے یہ اندیشہ بھی تھا کہ اگر میں تائب ہوکر فلمی دنیا سے علیحدگی کی راہ اختیار کرلوں اور پھر کچھ عرصہ بعد دوبارہ اس طرف لوٹ آؤں تو یہ میرے لیے سخت عذاب کی بات ہوگی۔

قصہ مختصر یہ کہ ڈاکٹروں کے جواب کے بعد میں بالآخر اپنے گھر واپس آ گئی اور دوا کا استعمال مسلسل جاری رکھا۔میں آہستہ آہستہ شفاء پانے لگی الحمدللہ! میری دائیں ٹانگ آہستہ آہستہ بہت حد تک ٹھیک ہوگئی۔پھر اچانک بغیر کسی ظاہری وجہ کے یہ دردیں میری بائیں ٹانگ کی طرف منتقل ہوگئیں۔اس سے قبل مجھے اپنی کمر میں بھی دردیں محسوس ہوتی تھیں۔ ڈاکٹروں نے مجھے قدرتی اور غیر مصنوعی علاج کی تجویز دی کیونکہ چارپائی پر لیٹے رہنے کے نتیجہ میں میرے اعصاب ڈھیلے ہوگئے تھے۔اس کے ساتھ ڈاکٹروں نے میرے لیے کچھ احتیاطی دوائیں بھی لکھ دیں۔اس طریقہ علاج کے دوران میں نے پھر اپنے جسم میں بہت شدید قسم کی دردیں محسوس کیں۔میری شریانوں میں خون جمع ہوگیا تھا۔اس بیماری کے علاج

کے لیے میں بڑے مہنگے اور تیز انجکشن بھی لگوا رہی تھی لیکن مجھے ٹھیک ہونے کی کوئی امید نظر نہ آ رہی تھی بلکہ میری حالت اور زیادہ بگڑ گئی حتیٰ کہ ایک دن میں نے محسوس کیا کہ مجھے چکر آ رہے ہیں، میری سانس اکھڑ رہی ہے، میں اپنے ارد گرد کی چیزوں کو پہچان کھو رہی ہوں...... پھر اچانک میں نے سنا کہ کوئی مجھ سے کہہ رہا تھا کہ تو لاالٰہ الااللہ پڑھ لے کیونکہ اب تو اپنی آخری سانسیں لے رہی ہے!

میں نے ٹوٹے لفظوں سے اشہدان لا الٰہ الااللہ واشہدان محمدا عبدہ ورسولہ پڑھا۔ اسی لمحہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ تو جلد ہی قبر میں جانے والی ہے۔ تو اللہ کا سامنا کیسے کرے گی جبکہ تو نے اس کے حکموں پر عمل نہیں کیا۔ تو نے اپنی ساری زندگی فلمی دنیا کی رونق بڑھانے اور اداکاری کے مراحل میں بے حیائی کے پارٹ ادا کرنے میں گزاری ہے، تو بوقت حساب اللہ کو کیا جواب دے گی؟!

بلاشبہ میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ میں نے موت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا لیکن مقام افسوس ہے کہ ہم سب لمحہ موت کو جان بوجھ کر بھلائے ہوئے ہیں۔ اگر انسان اس لمحہ کو یاد رکھے تو یقیناً وہ روز قیامت کے لیے نیک عمل ضرور کرے۔ مختصر یہ کہ ان لمحات میں، میں نے اپنے نفس کا فوراً محاسبہ کیا، رو رو کر اللہ کے حضور سچی توبہ کی، اور فنکاری و اداکاری کا گناہ ہمیشہ کے لیے ترک کر دینے کا وعدہ کر لیا۔

جب میں توبہ سے فارغ ہوئی تو اچانک میں نے محسوس کیا کہ میری سانسیں لوٹ آئی ہیں۔ میں اپنے ارد گرد کھڑے ہر فرد کو واضح شکل میں پہچاننے لگی، میرے خاوند کا چہرہ رو رو کر بہت سرخ ہو گیا تھا، میرے باپ کی حالت قابل رحم ہو گئی تھی، جب کہ میری والدہ تو کئی روز سے بس نماز، دعا اور اللہ کے حضور مناجات ہی میں مصروف تھی۔

ہوش و حواس بحال ہونے پر میں نے ڈاکٹروں سے پوچھا: "میرے ساتھ کیا ہوا؟"

انہوں نے کہا: "بس اللہ کا شکر کرو تمہیں تو نئی زندگی مل گئی ہے!"

اس طرح میں آہستہ آہستہ مکمل طور پر ٹھیک ہو گئی۔ بعد میں، میں اپنے اس واقعے پر جب

غور کیا کرتی تو سوچتی کہ یہ زندگی کتنی ہے؟ تھوڑی سی! ہاں بس تھوڑی سی!......لیکن یہ بھی ہم سے اپنا پورا حق نہیں لے پاتی۔ میں نے چونکہ پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ میں اداکاری چھوڑ کر پردہ اوڑھ لوں گی، اپنے گھر میں رہوں گی اور خاوند اور بچوں کی خدمت کروں گی، بچوں کی اچھی تعلیم وتربیت کی طرف توجہ دوں گی، اس لیے اس کے بعد میں اپنی انہی حقیقی ذمہ داریوں میں مصروف ہوں اور اسی میں خوشی محسوس کرتی ہوں۔ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ ایک مسلمان عورت کے لیے یہی سب سے عظیم فریضہ ہے۔

اس طرح 'ہالہ' اپنے رب کی طرف لوٹ آئی۔ اس نے اپنے آخری فیصلے کا اعلان کردیا کہ وہ اداکاری کے پیشے سے الگ ہوگئی ہے۔ یہ ایک ذلیل پیشہ ہے جس نے اسے عورت کے عظیم مقام سے گرا کر شمعِ محفل اور تفریح کا ایسا سستا کھلونا بنادیا جس سے شہوت پرست مزے اٹھاتے ہیں۔ لیکن ہالہ کا یہ فیصلہ فلمی تاجروں اور خواہش پرستوں کو اچھا نہ لگا۔ انہوں نے اس کو پاگل پن کا طعنہ دیا اور کہنے لگے کہ اس نے بیماری کی وجہ سے اداکاری چھوڑی ہے کیونکہ اب یہ اس قابل ہی نہیں تھی کہ اس فن کو جاری رکھ سکتی۔ ان کے جواب میں ہالہ کا موقف یہ ہے کہ

اس فن میں مجھ سے زیادہ عزت اور شہرت والے لوگ موجود ہیں، جو تکلیف مجھے پہنچی ہے اس سے کہیں سخت تکلیفیں ان کو بھی پہنچتی ہیں لیکن انہوں نے تو ان تکلیفوں میں ایسا فیصلہ نہیں کیا۔ عجیب بات یہ ہے کہ فلمی دنیا میرے اس فیصلے کی وجہ سے دو حصوں میں بٹ گئی۔ بعض نے مجھے مبارک باد پیش کی جبکہ بعض نے مجھے پاگل ہونے کا طعنہ دیا۔ لیکن میرا فیصلہ یہ ہے کہ اگر اللہ کے احکام کی فرمانبرداری کا نام پاگل پن ہے تو میں سرعام یہ اقرار کرتی ہوں کہ ہاں ہاں! میں پاگل ہی اچھی ہوں......اور ہاں! میں باقی سب دنیا کو بھی اسی پاگل پن کی دعوت دیتی ہوں جسے میں نے اپنایا ہے!''(۱)

---

(۱) [العائدون الی اللّٰہ (ص ۲۳ تا ۲۷)]

شراب اور حرام چھوڑنے کا انعام

ایک نوجوان نے ایک عالمِ دین کا خطبہ سن کر شراب نوشی اور حرام کمائی سے توبہ کرلی۔ یوں وہ اپنے سارے خاندان سے کنارہ کش ہوگیا مگر اس نوجوان کے پائے استقلال میں جنبش نہ آئی اور وہ راہ حق پر ڈٹا رہا...... اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اسے یوں انعام بخشا کہ اس کے سارے خاندان کو بھی بالآخر ایمان و ہدایت کی دولت سے مالا مال کرکے اس کے ساتھ ملا دیا۔ عرب کا ایک ایسا خاندان جس کی گزر بسر ہی حرام پر تھی، اللہ نے ان کے ایک فرزند کو ہدایت سے نوازا اور پھر وہ اپنے پورے خاندان کی ہدایت کا سبب بن گیا۔ وہ اپنا واقعہ یوں بیان کرتا ہے:

''میں ایک باشعور اور سمجھ دار نوجوان ہوں، میں اپنے باپ کے ساتھ قاہرہ کے ایک محلّہ میں پرآسائش زندگی گزار رہا تھا۔ شراب پینا ہمارے لیے معمول کی بات تھی اور مجھے مکمل طور پر معلوم تھا کہ میرے باپ کی کمائی کے تمام ذرائع حرام اور ناجائز ہیں۔ سود، رشوت وغیرہ کو تو میرا باپ گناہ سمجھتا ہی نہیں ہے۔

ہمارے گھر کے پڑوس میں ایک بڑی مسجد تھی جس میں ابراہیم نامی ایک عالم دین وعظ کیا کرتے تھے۔ ایک دن میں نے اپنے گھر کے بالا خانے میں بیٹھا اس عالم دین کی گفتگو سنی تو مجھے اس کی باتیں اچھی لگیں۔ میں بالا خانے سے اترا اور سیدھا اس مسجد میں چلا گیا۔ اس عالم دین کی باتیں سنتے ہوئے میں نے محسوس کیا کہ جیسے میری تمام کھال کھینچ لی گئی ہے اور میں وہ نہیں رہا جو پہلے تھا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ

''جو کوئی جسم حرام سے پلا ہوگا، آگ ہی اس کے استقبال کی زیادہ حقدار ہوگی۔''

چنانچہ میں نے اپنے دل میں ارادہ کرلیا کہ اب میں اپنے والد کے اس گھر میں سے کچھ نہیں کھاؤں گا۔ چنانچہ اس کے بعد میں اپنے گھر والوں سے دور بیٹھنے لگا۔ میں نے اپنے آگے پنیر کا ایک ٹکڑا اور کچھ مرچیں رکھ لیں، میرے اہل خانہ کے آگے ہر وہ چیز تھی جس کی دل چاہت کرتا ہو لیکن میں نے ان تمام چیزوں کو اپنے لیے حرام قرار دے لیا تھا۔ میری ماں

میرے اس رویہ پر بہت پریشان تھی، وہ چاہتی تھی کہ میں ان کے ساتھ کھاؤں، ان کے ساتھ بیٹھوں، لیکن میں نے انکار کردیا اور میں نے انہیں سمجھایا کہ میرے باپ کا مال حرام ہے، اور ہم سب حرام کھاتے اور حرام پیتے ہیں جبکہ حرام کھانے پینے والا شخص جہنم میں جائے گا اور اس کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوگی۔

میری ان باتوں کا میری ماں نے سخت نوٹس لیا، مجھے قائل کرنے کی پوری کوشش کی۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ میں کسی طرح ان کی بات نہیں مانتا تو مجھے گھر سے نکال دینے اور جائیداد سے عاق کردینے کی دھمکی دی، لیکن میں اپنے موقف پر ڈٹا رہا اور حکمت اور نرمی کے ساتھ انہیں تبلیغ بھی کرتا رہا۔ بالآخر میری ماں پر بھی میری باتوں کا اثر ہو گیا اور اس مسئلہ میں وہ بھی میرے ساتھ مل گئی۔ اس نے بھی نماز کی پابندی شروع کردی۔ پھر اس کے بعد میری بہن بھی میرے ساتھ مل گئی۔

رہا میرا باپ تو وہ اپنا یہ گناہ چھوڑنے پر کسی طرح بھی تیار نہ تھا، بلکہ وہ اپنے اس حرام فعل پر ڈھٹائی اور تکبر سے مصر رہا۔ میں اپنے باپ کے ساتھ ادب واحترام کے ساتھ پیش آتا تھا، میں، میری ماں اور میری بہن ہم سب اپنے باپ کے لیے باقاعدگی سے دعا بھی کرنے لگے۔ میں رات کو اٹھتا تو دیکھتا کہ میری ماں اور بہن رو رو کر اللہ کے حضور دعائیں کر رہے ہیں کہ وہ میرے باپ کو ہدایت دے دے۔ ایک دن صبح کو جب میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے باپ نے گھر میں موجود شراب کی بوتلوں کو ضائع کردیا ہے۔ پھر وہ زار وقطار رونے لگے اور مجھے اپنے سینے سے لگا کر کہنے لگے:

بیٹا! جلد ہی میں ان تمام چیزوں سے چھٹکارا پالوں گا جو اللہ کو غضب دلاتی ہیں۔

پھر جب نماز کا وقت آیا تو میں نے اپنے والد کو ساتھ لیا اور ہم مسجد چلے گئے اور اللہ کے حضور نماز ادا کی۔ پھر میرا باپ بھی علماء کے وعظ سننے لگا اور الحمد للہ یوں اس نے سود، رشوت، شراب اور دیگر ناجائز اور حرام کاموں سے چھٹکارا پالیا۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہمارا وہی گھر جو برائیوں کی آماج گاہ تھا، اب نیکیوں کا گہوارہ بن گیا ہے۔''[۱]

(۱) [العائدون الی اللہ (ص ۲۰۰۶۹)]

برائی کا کام چھوڑنے کا انعام

س۔ع۔ ایک اردنی نوجوان ہے وہ اس ملک میں کام کی تلاش میں آیا تھا، اسے کام تو مل ہی گیا لیکن اسے ایک اور چیز بھی مل گئی جو اس کے وہم وگمان میں بھی نہ تھی۔ یعنی اسے ہدایت مل گئی، وہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

''میں ایک اردنی نوجوان ہوں۔ میں سعودیہ میں کام کی تلاش میں گیا، اس وقت میں حقیقی مسلمان نہ تھا بلکہ ایک رواجی مسلمان تھا جیسا کہ اس پرآشوب دور میں بہت سے مسلمانوں کی حالت ہے۔ شروع میں میں ایک ہوٹل میں کام کرتا تھا پھر ہوٹل والے نے مجھے کہا کہ تم ویڈیوں کیسٹ بیچنے کی دوکان پر کام کروں۔ ظاہر ہے یہ ایک بے حیائی والا کام تھا۔ میں نے تقریباً پانچ سال یہ کام کیا۔

یہ چوتھے سال کی بات ہے کہ ایک رات کو ایک خوش شکل اور روشن چہرے والا نوجوان دوکان میں داخل ہوا جو بظاہر صوم وصلاۃ کا پابند معلوم ہوتا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ تعجب ہے! یہ مذہبی نوجوان یہاں کیا لینے آیا ہے۔ اس نوجوان نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور مجھ سے گرم جوشی سے مصافحہ کیا۔ اس کے متین اور سنجیدہ چہرے پر عمدہ رونق تھی جو دل کے ان پردوں کو چیرتی تھی جو ہمیشہ سے میرے لیے رکاوٹ بنے کھڑے تھے اور خیر وبھلائی کو میرے دل تک پہنچنے سے روکتے تھے۔ اس نے مجھے نصیحت کی اور خلاف اسلام کاموں کے انجام سے ڈرایا اور بتایا کہ اس سے معاشرے میں برائیاں پھیلتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ روز قیامت اس پر تم سے حساب لیں گے۔

اپنی بات سے فارغ ہونے کے بعد اس نے مجھے شیخ تمیم عدنانی کی ایک کیسٹ بطور تحفہ دے دی۔ میں اکیلا رہتا تھا، گانے سن سن کر اور فلمیں دیکھ دیکھ کر بھی میں اکتا چکا تھا، مجھے

فرصت نے اس کیسٹ کے سننے پر مجبور کر دیا جس میں 'کرامات مجاہدین' پر گفتگو کی گئی تھی۔ میں اس کو سن کر فارغ ہوا تو مجھ پر خوف اور ندامت طاری ہوگئی۔ مجھ پر اپنی حقیقت حال، اللہ سے غفلت اور اپنے پروردگار کی نافرمانیاں واضح ہوگئیں۔ میں مسلسل روتا رہا کہ میں کتنا گنہگار ہوں، لوگ تو اپنی جانیں اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے وقف کر رہے ہیں اور میں اللہ کا نافرمان بن کر اس کے دین کی دھجیاں بکھیر رہا ہوں!

اس تقریر میں شیخ عدنانی نے گفتگو کی اور مجاہدین کی بہادری کے واقعات سنائے اور کہا کہ ان لوگوں نے اپنی ذات کو اللہ کے لیے بیچ دیا ہے۔ میں ان لوگوں کے درمیان جو برائی اور گندگی پھیلا رہے ہیں اور ان کے درمیان جو اسلام کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر چکے ہیں، موازنہ کرنے لگا۔ میرے لیے پریشان کن بات یہ تھی کہ بارہ برس سے میری عمر برائی اور گناہ کے کاموں میں گزر رہی تھی اور میں نے اس دوران اللہ کے لیے ایک سجدہ بھی نہ کیا تھا!

اس رات میں نے اللہ کے حضور توبہ کی اور رو رو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگتا رہا، مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں دوبارہ پیدا ہوا ہوں، میں ایک نئی مخلوق بن گیا ہوں جس کا پچھلی مخلوق سے کوئی تعلق نہ ہو۔ سب سے پہلی چیز جس پر میں نے سوچا، یہ تھی کہ اس ویڈیو کیسٹس کی خرید وفروخت کے کام سے چھٹکارا کیسے حاصل کروں؟ اور کوئی ایسا شرافت والا کام کیسے ڈھونڈوں جو اللہ عزوجل کو راضی کر دے؟ لیکن کیا میں اپنی جان بچالوں اور لوگوں کو گمراہی اور تباہی میں چھوڑ دوں؟ نہیں! ایسا نہیں ہوسکتا۔ یہ سوچ کر میں نے ارادہ کیا کہ ویڈیوں کی دوکان پر مزید ایک سال کام کروں گا لیکن یہ گزشتہ سالوں کی طرح نہیں ہوگا، بلکہ اب میں لوگوں کو دینی تعلیمات پر عمل کی دعوت دوں گا۔

میں اس سال دوکان پر آنے والے ہر شخص کو ان فلموں کے نقصانات کی بات سمجھاتا اور ان کو اللہ کا حکم واضح کر کے بتاتا رہا، اس امید سے کہ اللہ میرے پچھلے گناہ بخش دے اور میری توبہ قبول فرمالے۔ چند دن نہ گزرے تھے کہ رمضان کا مہینا آ گیا۔ آپ کو کیا معلوم ماہ

رمضان کیا ہے؟ یہ رحمت وغفران کا مہینا ہے۔اس مہینے کی مٹھاس اور روحانیت کا مجھے اس سال ہی شعور ہوا جس میں اللہ نے مجھ پر ہدایت کا احسان فرمایا تھا۔ میں خوب شوق سے تلاوتِ قرآن اور دین کی باتوں پر مشتمل کیسٹس سنتا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے دوایسی کیسٹیں سنی ہیں کہ ان دونوں کا جتنا مجھ پر اثر ہوا اتنا مجھے کسی اور سے نہ ہوا تھا، ان میں سے ایک کا موضوع تھا: 'لذتوں کو توڑ دینے والی' [یعنی موت]

اور دوسری کا موضوع تھا: 'تذکرہ جنت اور جہنم'۔

جس دوکان میں میں کام کرتا تھا اس کے ساتھ ہی اسلامی کیسٹوں کی فروخت وریکاڈنگ کی ایک اور دوکان بھی تھی، میری آرزو تھی کہ میں اس دوکان پر کام کروں۔ جب پانچواں سال گزر گیا تو میں نے اللہ کے غضب کے ڈر سے ویڈیو کی دوکان چھوڑ دی۔ میں دو مہینے تک بغیر کام کے رہا تا آنکہ اللہ نے میری آرزو پوری کردی اور میرے لیے اسلامی ریکارڈنگ کی اس دوکان پر کام کرنا ممکن کر دیا۔خود غور کرلیں کہ ان دونوں کاموں کے مابین کتنی دوری ہے؟

رہا اس ویڈیو کیسٹس والی دوکان کا مالک تو ہم اسے بھی سمجھانے اور اللہ کے نام سے نصیحت کرنے لگے۔ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اسے بھی ہدایت نصیب ہوئی اور اس نے وہ فحاشی پھیلانے والی دوکان کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے چھوڑ دیا او رویڈیو کے کام کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ دیا۔ میں سوچتا ہوں کہ میں تبدیلی کے مرحلے میں ہوں یعنی فساد کے آنگن سے ایمان کے آنگن کی طرف ۔ان سب عوامل نے میرے ایمان اورحق پر میری ثابت قدمی میں اضافہ کر دیا۔ میں آخر میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اور آپ سب کو اپنے سچے دین اسلام پر ثابت قدم رکھے۔ نیز میں یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ جو کچھ میں نے کہا اسے وہ ہر غافل کے لیے عبرت ونصیحت بنادے۔ خوش نصیب سعادت مند وہ ہے جو دوسرے سے عبرت پکڑے۔"(۱)

(۱) ایضاً (ص [illegible])

چوری چھوڑنے کا انعام

دمشق میں ایک بہت بڑی مسجد تھی ،جس کا نام تھا: "جامع مسجد توبہ"۔ یہ بڑی خوبصورت اور بارونق مسجد تھی ۔اس میں سلیم نامی ایک صاحب علم کئی سالوں سے تعلیم وتربیت کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے ۔شیخ موصوف ایک عالم باعمل تھے ۔ان کے کئی ایک شاگرد تھے جن میں سے ایک لائق فائق شاگرد کی رہائش اسی مسجد کے ایک کمرہ میں تھی۔

اس کے ساتھ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ دودن گزر گئے اوراسے کچھ کھانے کو نہ ملا اور نہ ہی اس کے پاس کوئی رقم تھی کہ جس سے وہ کوئی چیز خرید کر کھا سکتا۔ جب تیسرا دن ہوا تو اسے احساس ہوا کہ اب مزید صبر نہیں ہوسکتا۔اب وہ سنجیدگی سے سوچنے لگا کہ کیا کیا جائے، اسے یہ یقین ہوگیا تھا کہ وہ اضطرار کی اس حالت تک پہنچ چکا ہے جس میں اس کے لیے بقدر ضرورت مردار کھانا، یا چوری کرنا جائز ہوجاتا ہے، چنانچہ اس نے اس بات کو ترجیح دی کہ وہ اپنی کمر سیدھی کرنے کے لیے کھانے کی کوئی چیز چوری کرلے۔ چنانچہ اس نے مسجد کے ساتھ متصل گھر میں چوری کا پروگرام بنایا کیونکہ مسجد کی چھت سے گزر کر ساتھ والے گھر میں نقب لگایا جا سکتا تھا۔

وہ نوجوان طالب علم مسجد کی چھت پر چڑھا اور ساتھ والے گھر پھلانگ گیا، ارد گرد نظر دوڑائی تو دیکھا ایک کمرہ خالی پڑا ہے اور وہاں سے کسی چیز کے پکنے کی خوشبو فضا میں اٹھ رہی ہے ۔بھوک کی وجہ سے جو اس نے سونگھا تھا وہ چیز گویا مقناطیس بن کر کشش پیدا کررہی تھی۔ اس نے جست لگائی اوراس گھر کے ایک کنگرے سے لٹکتے ہوئے نیچے جا اترا۔ یہ باورچی خانہ تھا،وہ اندر پہنچا اور ہنڈیا کا ڈھکنا کھولا، دیکھا تو اس میں بینگن بھرے ہوئے تھے۔اس

نے ایک بینگن لیا، بھوک کی وجہ سے اس افراتفری کے عالم میں اس نے یہ بھی پروانہ کی کہ یہ گرم ہے۔ اسے کاٹا اور کھانے کے لیے منہ میں ڈالا مگر اس کا حلق سے نیچے اترنا مشکل ہو گیا، اچانک اس کے نفس نے اسے ملامت کرنا شروع کر دیا اور وہ اپنے دل میں کہنے لگا:

اللہ کی پناہ! میں ایک طالب علم ہوں، مسجد میں مقیم ہوں، پھر میں اس طرح کی نازیبا حرکتیں کرتے ہوئے لوگوں کے گھروں کو پھلانگتا ہوں اور چوری کا ارتکاب کرتا پھرتا ہوں۔ یہ فعل اس پر بہت گراں گزرا، وہ نادم ہوا، استغفار کرنے لگا اور بینگن اسی جگہ رکھ کر واپس مسجد میں چلا آیا اور حلقہ شیخ میں آ کر بیٹھ گیا۔ وہ بھوک سے اس قدر نڈھال تھا کہ جو وہ سبق سن رہا تھا، اسے سمجھ نہ پا رہا تھا۔ جب سلسلہ درس ختم ہوا، لوگ واپس چلے گئے تو ایک پردہ میں لپٹی ہوئی عورت آئی کیونکہ اس زمانہ میں عورتیں بے حجاب نہ ہوا کرتی تھیں۔ اس نے شیخ سے آہستہ بات چیت کی جسے یہ 'بینگن چور' سن نہ سکا۔ شیخ نے ارد گرد مڑ کر دیکھا تو مسجد میں اس کے سوا کوئی اور نظر نہ آیا۔ شیخ نے اسے بلایا اور کہا: ''کیا آپ شادی شدہ ہیں؟''

طالب علم نے کہا: ''نہیں''۔ شیخ نے کہا: شادی کرنا چاہتے ہو؟ طالب علم خاموش رہا۔ شیخ نے یہی سوال دوبارہ دہرایا۔ طالب علم نے کہا: '' شیخ صاحب! میرے پاس تو ایک روٹی کی بھی گنجائش نہیں۔ میں کس طرح شادی کر سکتا ہوں؟''

شیخ نے کہا: ''یہ عورت مجھے بتا رہی ہے کہ اس کا خاوند فوت ہو چکا ہے اور یہ اس شہر میں اجنبی ہے، اس کا اس دنیا میں کوئی نہیں، صرف ایک بوڑھا چچا ہے، وہ اسے ساتھ لے کر آئی ہے، شیخ نے اس کی طرف اشارہ بھی کیا، اور وہ دور حلقہ کے ایک ستون کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ پھر شیخ نے کہا کہ یہ عورت اپنے خاوند کے گھر، اور کاروبار کی اکیلی وارث ہے۔ اس کی خواہش ہے کہ کوئی ایسا آدمی ہو جو اس سے شادی کر لے تا کہ یہ تنہا اور غیر محفوظ نہ رہ جائے۔ کیا آپ کا ارادہ ہے کہ اس سے شادی کریں؟''

طالب علم نے کہا: اگر آپ کا حکم ہے تو میں راضی ہوں''۔

شیخ نے اس عورت سے پوچھا: ''کیا آپ اسے بطور خاوند قبول کرلیں گی؟''

اس نے بھی کہا: ''ہاں جی'' تو شیخ نے اس کے چچا کو بلایا اور دو گواہ منگوائے اور اس سے اس کا عقد نکاح باندھ دیا۔ شاگرد کی جانب سے حق مہر خود استاد نے ادا کر دیا۔ اور کہا: ''اپنی بیوی کا ہاتھ تھام لو۔'' اس نے اس عورت کا ہاتھ تھام لیا، وہ اسے اپنے گھر تک لے گئی جب وہ گھر میں داخل ہوا تو اس عورت نے اپنے چہرے سے نقاب الٹا تو طالب علم کے سامنے شباب و جمال کی پری پیکر تصویر تھی۔ اور پھر لطف کی بات یہ کہ جس گھر میں وہ خاتون اسے لے کر گئی وہ گھر وہی تھا جس میں یہ چوری کی نیت سے گھسا تھا۔

بیوی نے سوال کیا: کچھ کھائیں گے؟ اس نے کہا: ہاں اس عورت نے جب ہنڈیا کا ڈھکنا اٹھایا تو دیکھا کہ بینگن کسی نے کاٹ کر چھوڑ دیا ہے۔ وہ بہت حیران ہوئی اور کہنے لگی: اس شخص پر بہت تعجب ہو رہا ہے جو گھر میں گھس آیا تھا اور بینگن کو کاٹ کر پھر چھوڑ گیا!

وہ آدمی آبدیدہ ہو گیا اور اپنی اس بیوی کو اس نے اپنی پوری داستان کہہ سنائی۔ بیوی کہنے لگی:

یہ امانت داری ہی کا نتیجہ ہے کہ آپ نے گناہ کے خیال سے ایک بے قدر و قیمت بینگن چھوڑا اور اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو سارا گھر ہی دے دیا اور حلال بیوی بھی عطا کر دی۔''

یقیناً جو کوئی اللہ کی رضا کی خاطر حرام چیز کو چھوڑتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس سے بہتر بدلہ دیتے ہیں۔''(۱)

......☆......

(۱) [ایضاً، ...ہ علامہ طنطاوی]

باب ۱۱:

معاشرے میں مروج خطرناک گناہ

[جنہیں معمولی سمجھ لیا گیا!]

مقام صد افسوس ہے کہ ہمارے مسلم معاشروں میں گناہوں کا ارتکاب دن بدن بڑھتا چلا جارہا ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ جہالت یا تکبر کی وجہ سے بہت سے گناہوں کو گناہ ہی نہیں سمجھا جارہا جبکہ بعض خطرناک گناہوں کو معمولی سمجھ کر ان کا خوب ارتکاب کیا جارہا ہے۔ اس تکلیف دہ صورت حال سے متنبہ کرنے اور لوگوں کو ان خطرناک گناہوں سے بچانے کے لیے اس باب میں سعودی عرب کے مشہور عالم دین: محمد بن صالح المنجد، حفظہ اللہ کی معروف کتاب: مُحَرَّمَاتٌ اِسْتَهَانَ بِهَا النَّاسُ..... کے اہم مباحث کا ترجمہ پیش کیا جارہا ہے جہاں ضرورت محسوس ہوئی وہاں ریاست قطر کی عدالت شرعیہ کے قاضی: احمد بن حجر آل بوطامی البنعلیؒ کی مایہ ناز کتاب: تطهير المجتمعات من ارجاس المعاصي والموبقات سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اللہ ہم سب کو گناہوں سے سچی توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!.....[مؤلف]

اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا

اللہ تعالیٰ کی بندگی میں اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا سب سے بڑا گناہ اور سب سے بڑا جرم کام ہے جیسا کہ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ (ثَلَاثًا)؟قَالُوا:قُلْنَا:بَلَى يَارَسُولَ اللّٰهِ:قَالَ : اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ......)) [صحیح بخاری (ح۲۵۱۱)صحیح مسلم]

''کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہ کے متعلق نہ بتاؤں ؟ یہ جملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ دہرایا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! آپ ہمیں ضرور بتلایئے ۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بڑا گناہ یہ ہے :اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا......''

واضح رہے کہ شرک کے سوا باقی ہر گناہ کے متعلق یہ امید رکھی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف کردیں گے لیکن شرک کی معافی کے لیے جب تک اللہ کے حضور توبہ نہ کی جائے تب تک معافی و بخشش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَادُونَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَآءُ﴾ [النسآء:۴۸]

''یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ کیے جانے والے شرک کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے۔''

شرک کی بعض قسمیں ایسی ہیں جن کے ارتکاب سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے،اور اگر وہ اسی حالت میں مرگیا تو آخرت میں ہمیشہ کے لیے اسے جہنم کی آگ میں ڈال دیا جائے گا۔شرک کی بہت سی صورتیں آج اکثر مسلم ممالک میں وبائی امراض کی

طرح پھیل چکی ہیں، آئندہ سطور میں ان میں سے بعض صورتوں کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱)......قبر پرستی:

قبروں کی پوجا کرنا اور قبروں میں مدفون نیک لوگوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ ہماری ضرورتوں کو پورا کر سکتے ہیں اور ہماری مصیبتوں کو ہم سے دور کر سکتے ہیں، اور اسی عقیدے کے ساتھ ان سے مدد مانگنا اور مشکلات میں انہیں پکارنا، یہ سب شرکِ اکبر کی صورتیں ہیں کیونکہ یہ غیر اللہ کی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ...... ﴾ [الاسرآء:۲۳]

"تمہارا رب صاف صاف (تمہیں یہ) حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا۔"

اسی طرح مشکلات سے نجات طلب کرنے کے لیے انبیاء کرام یا دیگر فوت شدہ نیک بندوں کو پکارنا بھی شرک ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ...... ﴾ [النمل:٦٢]

"لاچار اور مجبور شخص جب بے قراری میں اللہ کو پکارے، تو بھلا کون ہے جو (اس کی پکار سن کر) اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے اور کون ہے جو تم کو زمین میں (ایک دوسرے کا) جانشین بناتا ہے؟ کیا اب بھی تم یہی کہو گے کہ اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود بھی ہے (جو یہ سارے کام کرتا ہے؟)"

کئی لوگ اپنے کسی پیر ومرشد یا بزرگ اور ولی کے نام کو اپنا تکیہ کلام ہی بنا لیتے ہیں اور اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے ٹھوکر کھاتے، پاؤں پھسلتے......غرضیکہ ہر وقت اسی کو پکارتے ہیں۔ اسی طرح یہ لوگ جب بھی کسی مصیبت، تنگی، پریشانی اور دشواری میں گرفتار ہوتے ہیں تو ان میں سے کوئی "یا محمد" کہہ کر پکارتا ہے، کوئی "یا علی" کا نعرہ لگاتا ہے۔ کوئی "یا حسین" کہہ کر مدد مانگتا ہے، کوئی "یا بدوی" کا نام لیتا ہے۔ کوئی "یا عبدالقادر جیلانی" کا نام پکارتا ہے۔

کوئی ''یا شاذلی'' کہہ کر ورد کرتا ہے۔کوئی 'یارفاعی'' کا نام الاپتا ہے،کوئی ''یا عبدروس'' کا دم بھرتا ہے،کوئی بی بی زینب اور ابن علوان کو با آواز بلند پکارتا ہے جبکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان تو اس بارے میں بڑا واضح ہے کہ

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ ......﴾[سورۃ الاعراف:۱۹٤]

''بے شک تم اللہ کے سوا جن لوگوں کو پکارتے ہو وہ بھی تمہاری ہی طرح بندے ہیں۔''

ان میں سے بعض لوگ تو قبروں کا طواف کرتے ہیں،عقیدت کے ساتھ قبر کے ہر کونے کو ہاتھ لگاتے ہیں،برکت کے لیے انہیں چھوتے ہیں۔درباروں اور مزاروں کی چوکھٹ کو بوسہ دیتے،اپنی پیشانی کو قبر کی مٹی سے خاک آلود کرتے اور ان قبروں کے لیے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔اور بڑی عاجزی وانکساری،اور انتہائی ذلت کے ساتھ قبروں کے سامنے کھڑے ہو کر گڑگڑاتے ہوئے ان قبروں والوں سے اپنی ضروریات طلب کرتے ہیں،بیماری سے شفا پانے،اولاد حاصل کرنے،اور دیگر مشکلات حل کروانے کے لیے انہیں پکارتے ہیں حتیٰ کہ بعض اوقات تو کوئی قبر پرست صاحبِ قبر سے مخاطب ہو کر یوں بھی کہتا ہے:

''اے شان وکمال والی ہستی!میں بہت دور دراز کے ملک سے آیا ہوں،لہٰذا مجھے نامراد واپس نہ لوٹاؤ۔''

یہ بات ایک قبر پرست 'مسلمان' کہتا ہے جب کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا بڑا واضح ارشاد ہے کہ

﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْمِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗۤ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ﴾[الاحقاف:٥]

''اور اس شخص سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو اللہ کے سوا ایسی ہستیوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کو جواب نہ دے سکیں(بلکہ جواب دینا تو دور کی بات)وہ تو ان کی پکار ہی سے بے خبر ہیں!''

اور یہی بات حضور نبی کریم ﷺ نے اس وعید کے ساتھ بیان فرمائی:

((مَنْ مَّاتَ وَهُوَيَدْعُوْمِنْ دُوْنِ اللّٰهِ نِدًّا دَخَلَ النَّارَ)) [صحيح بخاری مع فتح الباری (ج٨ص ١٧٦)]

''جو شخص اللہ کے سوا دوسرے شریکوں کو پکارتے ہوئے مر گیا وہ جہنم کی آگ میں داخل ہوا۔'' [الا یہ کہ وہ مرنے سے پہلے توبہ کر لے]

قبر پرستی کی ایک صورت یہ ہے کہ بعض لوگ قبروں کے پاس جا کر اپنا سر منڈاتے ہیں۔ اسی طرح بعض قبر پرستوں کے پاس تو ایسی کتابیں بھی ہوتی ہیں جن کا موضوع ہی ان کے سرورق پر یہ لکھا ہوتا ہے: ''مزارات کے حج کرنے کا طریقہ'' [نعوذ باللہ من ذٰلک!]

اور بعض لوگ تو یہ شرکیہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ اولیاء کرام اس کائنات کا نظام چلانے کا مکمل اختیار رکھتے ہیں اور وہ ہر طرح کے نفع ونقصان کے بھی مالک ہیں حالانکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اس بات کی صاف طور پر نفی کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ﴾ [سورة یونس:١٠٧]

''اور اگر تم کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کو اللہ کے سوا کوئی اور دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تم کو کوئی فائدہ پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی رد کرنے والا نہیں۔''

٢)......غیر اللہ کے نام کی منت اور نذر و نیاز:

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لیے نذر و نیاز بھی شرکِ اکبر ہی کی ایک صورت ہے۔ بعض لوگ مرنے والوں کے نام پر مختلف قسم کی نذریں اور منتیں مانتے ہیں حتیٰ کہ بعض تو قبروں پر چراغاں کرنے اور موم بتیاں جلانے کی بھی نذر مانتے ہیں۔ یاد رہے کہ غیر اللہ کے نام پر مانی جانے والی ہر نذر، نیاز اور منت شرک میں شامل ہے۔☆

☆......[اس سلسلہ میں مزید تفصیل کے لیے ہماری کتاب: ''شیخ عبدالقادر جیلانی اور موجودہ مسلمان'' کا مطالعہ مفید رہے گا۔ مؤلف]

۴)......غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنا:

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے نام پر جانور ذبح کرنا بھی شرک اکبر ہی کی ایک شکل ہے، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ [الکوثر: ۲]

"(اے محمدؐ!) اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔"

اس آیت میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ جس طرح نماز اللہ تعالیٰ ہی کے لیے خالص ہونی چاہیے اسی طرح قربانی بھی خالصتاً اللہ ہی کے لیے ہونی چاہیے اور اللہ ہی کا نام لے کر جانور کو ذبح کرنا چاہیے۔ اس سلسلہ میں حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ)) [صحیح مسلم (حدیث: ۱۹۷۸)]

"جس شخص نے اللہ کے سوا دوسروں کے نام پر جانور ذبح کیا اس پر اللہ کی لعنت ہے۔"

عام طور پر غیر اللہ کے نام پر ذبح کیے گئے جانور میں دو حرام چیزوں کا ارتکاب کیا جاتا ہے: ایک یہ کہ جانور کو اللہ کے علاوہ کسی اور کی خوشنودی کے لیے ذبح کیا جاتا ہے اور دوسرا یہ کہ غیر اللہ کا نام لے کر جانور کی شاہ رگ پر چھری چلائی جاتی ہے۔ ان دونوں صورتوں میں ذبح کیا ہوا جانور حرام ہو جاتا ہے۔

دور جاہلیت کی ایک کافرانہ رسم یہ تھی کہ لوگ جنات کو راضی کرنے کے لیے جانوروں کی قربانی پیش کیا کرتے تھے۔ یہ مشرکانہ رسم آج ہمارے دور میں بھی بہت رواج پا چکی ہے مثلاً بعض لوگ جب گھر خریدتے یا خود نیا گھر تعمیر کرتے یا کنویں کی کھدائی کرتے ہیں تو اس گھر کے دروازے یا اس کنویں کی منڈیر پر جنوں کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں تاکہ اس طرح جنوں کو راضی کر کے جنوں کے شر سے محفوظ رہ سکیں۔ حالانکہ یہ بھی شرک کی ایک قسم ہے۔

......☆......

جادو، کہانت، دست شناسی، علمِ نجوم اور بدشگونی

جادو، کہانت، علم نجوم، اور اٹکل پچوں لگا کر غیبی خبروں کا دعوی کرنا...... یہ سب کفریہ وشرکیہ چیزیں ہیں اور سوئے اتفاق سے یہ ساری چیزیں دورِ جاہلیت کی طرح ہمارے اس زمانے میں بھی بہت عام ہو چکی ہیں۔ آئندہ سطور میں ان کا مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

۱)...... جادو:

اسلامی تعلیمات کی رو سے جادو کرنا یا سیکھنا کفر ہے اور ان سات کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے کہ جو انسان کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔ بعض لوگ دنیوی مفادات کے لیے جادو کے پیچھے لگتے ہیں حالانکہ جادو ہمیشہ نقصان ہی پہنچاتا ہے، اس سے دنیوی فائدہ کبھی حاصل نہیں ہوتا۔ اس حقیقت کے متعلق اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ ﴾[البقرة ـ ۱۰۲]

''اور یہ لوگ ایسی چیز (یعنی جادو) سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان پہنچاتی ہے اور نفع نہیں پہنچا سکتی۔''

علاوہ ازیں جادوگروں کے بارے میں ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَى ﴾[طه۔۶۹]

''اور جادوگر جہاں بھی جائے (یا جہاں سے بھی آئے) وہ ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتا۔''

واضح رہے کہ جادو کا عمل کرنے والا پکا کافر ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ﴾[البقرة : ۱۰۲]

"حضرت سلیمانؑ نے تو کفر نہ کیا تھا بلکہ یہ شیطانوں کا کفر تھا کہ وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے اور بابل شہر میں ہاروت و ماروت دو فرشتوں پر جو (جادو) اتارا گیا تھا وہ بھی کسی شخص کو اس وقت تک (جادو) نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو اللہ کی طرف سے ایک آزمائش بن کر آئے ہیں لہٰذا (تم جادو سیکھ) کر کفر نہ کرو۔"

جادوگر کی سزا:

اسلامی تعلیمات کی رو سے جادوگر کے متعلق شرعی حکم یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ اسی طرح جادوگر کی کمائی حرام اور ناپاک ہے۔

آج کل کے مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ ان میں سے بعض سرکش اور بعض جاہل اور کمزور ایمان کے لوگ اگر کسی شخص پر ظلم کرنا چاہیں یا کسی سے انتقام لینا چاہیں تو اس مقصد کے لیے یہ جادوگروں کے پاس آتے ہیں تاکہ اپنے مخالفین پر جادو کروا کر انہیں تکلیف پہنچا سکیں۔ اسی طرح بعض وہ لوگ جن پر جادو کا اثر ہو جائے، وہ بھی جادو کو ختم کروانے کے لیے ان نام نہاد عاملوں اور جادوگروں کی طرف رجوع کرتے ہیں حالانکہ جادو کے اثر کو جادو کے ذریعے ختم کرنا بھی حرام ہے۔ جادو ہو جانے کی صورت میں ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ فقط اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرے، اسی سے پناہ طلب کرے اور اسی کے کلام (قرآن) کے ذریعے شفاء پانے کی کوشش کرے۔ سورۃ الفلق اور سورۃ الناس وغیرہ پڑھ کر اگر مسلسل دم کیا جائے تو اس سے جادو دور ہو جاتا ہے۔

جادوگر جھوٹے ہیں اور ان کے پاس جانے والا......!

نام نہاد عامل، کاہن اور نجومی وغیرہ بھی اگر غیب کی خبریں جاننے کا دعویٰ کریں تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفرِ عظیم کے مرتکب ہوں گے کیونکہ غیب کی باتیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ دراصل یہ شعبدہ بازی کے ذریعے سادہ لوح عوام کی بے وقوفی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کا مال لوٹتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے نت نئے حربے

دریافت کر رکھے ہیں مثلاً زمین پر خطوط کھینچ کر یا کسی پیالے وغیرہ میں منتر پڑھ کر یا پھر لوگوں کے ہاتھوں کی لکیریں دیکھ کر ان کی قسمت بتاتے ہیں ۔اگر سو میں سے ایک مرتبہ ان میں سے کسی کی کوئی بات سچ ثابت ہو جائے تو وہ محض اتفاق ہوتا ہے حقیقت نہیں جبکہ ننانوے مرتبہ یہ جھوٹ ہی بولتے ہیں لیکن جاہل و غافل عوام کو ان کا بتایا ہوا ایک سچ تو یاد رہتا ہے مگر ان کے ننانوے (۹۹) جھوٹوں کی طرف وہ توجہ ہی نہیں کرتے ۔ بلکہ اس کے باوجود یہ جاہل لوگ اپنی گمشدہ چیزوں کا پتہ چلانے ،شادی اور تجارت میں کامیابی یا ناکامی معلوم کرنے اور مستقبل کی غیبی خبریں وغیرہ جاننے کے لیے ان نجومیوں کے پاس آتے جاتے رہتے ہیں حالانکہ اسلام یہ تقاضا کرتا ہے کہ جو شخص ان کاہنوں ،عاملوں اور نجومیوں کے پاس جا کر ان کی باتوں کی تصدیق کرتا اور انہیں سچا سمجھتا ہے وہ پکا کافر ہے اور دین اسلام سے خارج ہے۔اس فتوے کی دلیل حضور نبی کریم ﷺ کا درج ذیل فرمان ہے:

((مَنْ اَتٰی کَاهِنًا اَوْعَرَّافًا فَصَدَّقَهُ بِمَایَقُوْلُ فَقَدْ کَفَرَ بِمَااُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ))[مسند احمد(ج ۲ص ۴۲۹)]

”جو شخص کسی کاہن اور نجومی وغیرہ کے پاس جائے اور اس کی باتوں کی تصدیق کرے تو اس نے گویا حضرت محمد ﷺ پر اتاری گئی چیز (یعنی دین اسلام) کا انکار کر دیا۔“

جو شخص یہ بات تو تسلیم کرتا ہے کہ یہ نجومی وغیرہ غیب کی خبریں نہیں جانتے لیکن پھر بھی محض شوقیہ طور پر انہیں آزمانے کے لیے ان کے پاس جاتا ہے تو ایسا شخص اگرچہ کافر تو نہیں ہوتا مگر اس کو یہ گناہ ضرور ملتا ہے کہ اس کی چالیس روز کی نماز قبول نہیں ہوتی ۔کیونکہ نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے:

((مَنْ اَتٰی عَرَّافًا فَسَاَلَهُ عَنْ شَیْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً)) [صحیح مسلم (ج۴ص ۱۷۵۱۔حدیث ۲۲۳۰)]

”جو شخص کسی کاہن اور نجومی وغیرہ کے پاس جا کر کسی چیز کی خبر دریافت کرتا ہے،اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوتی ۔“

۲)......حادثاتِ زمانہ میں ستاروں کے عمل دخل کا عقیدہ:

حادثاتِ زمانہ میں ستاروں کے عمل دخل کا عقیدہ رکھنا بھی شرکیہ کام ہے جیسا کہ حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ مقام پر ہمیں صبح کی نماز پڑھائی جب کہ اس رات خوب بارش برسی تھی۔ آپ ﷺ نماز فجر سے فارغ ہوکر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

"معلوم ہے تمہارے رب نے کیا فیصلہ کیا ہے؟ لوگ بولے: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہی خوب جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پروردگار فرماتا ہے آج میرے دو طرح کے بندوں نے صبح کی۔ ایک مومن اور ایک کافر۔ جس نے کہا اللہ کے فضل و کرم سے بارش ہوئی وہ تو مجھ پر ایمان لایا اور ستاروں کا منکر ہوا اور جس نے کہا فلاں تارے کے فلاں جگہ آنے سے بارش ہوئی تو اس نے میرے ساتھ کفر کیا اور وہ تاروں پر ایمان لایا۔" [بخاری: کتاب الاذان: باب یستقبل الامام الناس اذا سلم (ح۸۴۶۔۱۰۳۸) مسلم: کتاب الایمان (ح۷۱) احمد (ج۴ ص۱۱۷) مؤطا (ج۱ ص۱۹۲)]

اس حدیث کے پیش نظر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اخبار و جرائد اور رسائل و میگزین وغیرہ میں شائع ہونے والے وہ کالم جن میں ستاروں کے مخصوص ناموں اور برجوں کے ذریعے قسمت کا حال معلوم کرنے کا دعویٰ کیا جاتا ہے ان پر یقین رکھنا بھی حرام ہے مثلاً اگر کوئی یہ اعتقاد رکھے کہ اگر فلاں ستارہ فلاں برج میں داخل ہوگا تو میرے ساتھ ایسے ایسے حالات پیش آئیں گے تو ایسا شخص مشرک ہے کیونکہ قسمت کی تبدیلی اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اس کام میں اس کا کوئی شریک نہیں!

یاد رہے کہ اگر کوئی شخص ان کالموں کو محض دل بہلانے کے لیے پڑھے تب بھی وہ گنہگار اور نافرمان شمار ہوگا کیونکہ شرکیہ و کفریہ باتوں کو پڑھ کر دل بہلانا کسی صورت بھی جائز نہیں ہے۔ علاوہ ازیں ایسے شخص کے بارے میں یہ خطرہ بھی ہے کہ شیطان اس کے دل

میں ستاروں کے متعلق کوئی شرکیہ عقیدہ پیدا کر دے گا۔اسی لیے اسلام نے شرک کا مکمل سد باب کرنے کے لیے اس تک پہنچانے والے تمام ذرائع کو بھی حرام قرار دیا ہے۔

۴)......کسی چیز میں نفع ونقصان پہنچانے کا عقیدہ رکھنا؟

شرک کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ انسان کسی بھی ایسی چیز میں نفع ونقصان پہنچانے کا عقیدہ رکھے جس میں نفع ونقصان پہنچانے کی اللہ تعالیٰ نے قدرت ہی نہیں رکھی مثلاً جس طرح بعض لوگ عاملوں، نجومیوں اور جادوگروں کے کہنے پر، یا خاندان میں چلے آنے والے کسی مشرکانہ عقیدے کی بناء پر کفریہ وشرکیہ تعویذ گنڈوں، مختلف قسم کے پتھروں، منکوں، اور نگینوں، یا مختلف قسم کی دھات سے بنے ہوئے کڑوں اور چھلوں وغیرہ میں نفع ونقصان پہنچانے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اپنے اسی عقیدہ وگمان کی بنیاد پر جادو، جنات اور نظر بد وغیرہ سے بچنے کے لیے ان چیزوں کو اپنے گلے اور بازو یا پاؤں میں ڈالتے ہیں یا ان پتھروں اور نگینوں کی بنی ہوئی انگوٹھیاں اس عقیدے سے پہنتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ان پتھروں اور نگینوں میں مخصوص اثرات پائے جاتے ہیں جن سے مصیبتیں ٹلتیں، پریشانیاں دور ہوتیں اور مشکلات آسان ہو جاتی ہیں۔

یاد رہے کہ یہ ساری چیزیں توکل علی اللہ کے منافی ہیں اور انسان کو مزید سست، کمزور اور ناقص الایمان بناتی ہیں۔ان چیزوں کو علاج کی نیت سے پہننا کسی صوت بھی درست نہیں کیونکہ حرام چیزوں کے ذریعے علاج کرنے کی شریعت قطعاً اجازت نہیں دیتی۔اسی طرح اگر ان تعویذ گنڈوں کو کھول کر پڑھا جائے تو ان میں سے اکثر تعویذوں پر واضح طور پر شرکیہ عبارتیں درج ہوتی ہیں۔بعض تعویذوں میں جنوں اور شیطانوں سے مدد طلب کی گئی ہوتی ہے، بعض میں انتہائی پیچیدہ اور مبہم قسم کے خطوط اور نقشے بنے ہوتے ہیں اور بعض میں ایسی عبارتیں لکھی ہوتی ہیں جن کا مفہوم ہی سمجھ میں نہیں آتا۔بلکہ بعض نام نہاد عامل حضرات تو قرآنی آیات کو دیگر شرکیہ عبارتوں کے ساتھ ملا کر تعویذ لکھتے ہیں اور بعض ظالم تو شیطانوں کے کہنے پر اپنے تعویذوں میں قرآنی آیات کو پیشاب، پاخانہ اور حیض وغیرہ کے

خون کی گندگی سے لکھتے ہیں معاذ اللہ!

گزشتہ سطور میں بیان کی گئی چیزوں مثلاً: منکوں، نگینوں، پتھروں، کڑوں، چھلوں اور تعویذ گنڈوں وغیرہ کو اپنی گردن میں لٹکانا یا اپنے جسم کے کسی بھی حصے پر باندھنا سخت گناہ ہے کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی ہے:

((مَنْ عَلَّقَ تَمِيمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ)) [مسند احمد (ج٤ ص ١٥٦) سلسلة الاحاديث الصحيحة، ازعلامه البانیؒ (حديث ٤٩٢)]

''جس نے (شرکیہ) تعویذ وغیرہ لٹکایا، اس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا۔''

تعویذ باندھنے والا اگر یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ کے علاوہ یہ چیزیں بذاتِ خود نفع ونقصان کی مالک ہیں تو ایسا شخص مشرک ہے، کیونکہ اس نے شرکِ اکبر کا ارتکاب کیا ہے۔ اور اگر وہ یہ عقیدہ رکھے کہ یہ چیزیں نفع ونقصان پہنچانے کا سبب اور ذریعہ ہیں تو ایسا شخص بھی شرک کا مرتکب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سبب بھی نہیں بنایا۔

۴)...... بدشگونی اور بدفالی لینا:

کسی چیز کو منحوس سمجھنا اور اسے دیکھ کر اس سے برا شگون لینا حرام ہے۔ اس کی حرمت ومذمت کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِذَا جَاءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوا لَنَا هَٰذِهِ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُوا بِمُوسَىٰ وَمَنْ مَّعَهُ﴾ [الاعراف: ١٣١].

''پس جب ان (یعنی آلِ فرعون) پر کوئی خوشحالی آتی ہے تو وہ کہتے ہیں یہ تو ہمارا حق ہے، اور ہمارے لیے ایسا ہی ہونا چاہیے (یعنی اللہ کے شکر کی بجائے یہ کہتے ہیں کہ یہ خوشحالی تو ہمارے حسنِ عمل اور محنت کا نتیجہ ہے) اور اگر ان پر کوئی آفت آتی ہے تو وہ موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کو منحوس بتاتے ہیں۔''

یعنی ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ ساری آفتیں اس نبی موسیٰ اور اس کے ساتھیوں ہی کی وجہ سے آئی ہیں۔ دورِ جاہلیت میں عربوں میں بھی یہ جاہلانہ عقیدہ پایا جاتا تھا کہ

جب وہ کسی کام کے لیے سفر کا ارادہ کرتے تو ایک پرندہ پکڑ کر ہوا میں چھوڑ تے۔ اگر وہ دائیں جانب اڑتا تو وہ اس سے نیک شگون لیتے اور اپنا کام کر گزرتے اور اگر وہ بائیں جانب اڑتا تو اس سے برا شگون لیتے اور اپنے اس کام کا ارادہ ترک کر دیتے۔

بدشگونی کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ نے ایک حدیث میں یوں ارشاد فرمایا:

((اَلطِّيَرَةُ شِرْكٌ))[مسنداحمد(ج۱ص۳۸۹)صحيح الجامع الصغير(ح ۳۹۵۵)]

''بدشگونی شرک ہے۔''

علاوہ ازیں مخصوص دنوں، مہینوں، نمبروں، یا ناموں وغیرہ سے بدشگونی لینا بھی حرام اور عقیدۂ توحید کے منافی ہے مثلاً برا شگون لیتے ہوئے ماہِ صفر میں شادی نہ کرنا۔ یا ہر مہینے کی آخری بدھ کو ہمیشہ منحوس سمجھنا، یا ۱۳ کا ہندسہ منحوس سمجھنا، یا مصیبت میں مبتلا کسی شخص کو دیکھ کر اپنے لیے برا شگون لینا مثلاً ایک شخص گھر سے دوکان کی طرف نکلتا ہے اور راستے میں کسی کانے یا بھینگے شخص پر اس کی نگاہ پڑ گئی تو اس کو منحوس سمجھتے ہوئے یہ سوچ کر واپس پلٹ آتا ہے کہ کہیں آج دوکانداری میں نقصان نہ ہو جائے۔ اس قسم کے اعتقادات باطل اور حرام ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ایسے اعتقادات رکھنے والوں سے برأت اور لاتعلقی کا اعلان فرمایا ہے جیسا کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَطَيَّرَ اَوْتُطُيِّرَ لَهُ اَوْتَكَهَّنَ اَوْتُكُهِّنَ لَهُ (وَاَظُنُّهُ قَالَ) اَوْسَحَرَ اَوْسُحِرَلَهُ))[المعجم الكبير للطبراني (ج۱۸ص۱۶۲)صحيح الجامع الصغير (ح۵۴۳۵)مسند بزار(ح۳۰۴۳)]

''جس نے بدشگونی لی یا جس کے لیے بدشگونی لی گئی اور جس نے کہانت کا عمل کیا (مثلاً عامل، نجومی بن کر مستقبل کی غیبی خبریں بتانے کا دعویٰ کیا) یا جس کے لیے کہانت کا عمل کیا گیا (راوی حدیث فرماتے ہیں: میرا گمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا تھا کہ) یا جس نے جادو کیا یا جس کے لیے جادو کیا گیا ایسے تمام لوگوں کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔''

البتہ جو شخص مذکورہ بالا چیزوں میں سے کسی چیز کا ارتکاب کر بیٹھے، اور پھر توبہ کرنا چاہے تو اس کا طریقہ ایک حدیث میں یوں بیان کیا گیا ہے:

((مَنْ رَدَّتْهُ الطِّيَرَةُ مِنْ حَاجَةٍ فَقَدْ اَشْرَكَ قَالُوْا:يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا كَفَّارَةُ ذٰلِكَ؟قَالَ :اَنْ يَقُوْلَ اَحَدُهُمْ :اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُكَ وَلَا طَيْرَ اِلَّا طَيْرُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ)) [مسند احمد (ج٢ص ٢٢٠)سلسلة الاحاديث الصحيحة (ح١٠٦٥)]

''جس شخص کو اس کی بدشگونی نے کسی کام سے روک دیا تو اس نے شرک کیا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! جو بدشگونی میں واقع ہو جائے اس کا کفارہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ یوں کہے: ''اے اللہ! بھلائی صرف تیری طرف سے ہے اور انسان کو وہی آفت ونحوست پہنچتی ہے جو تو نے مقدر میں لکھی ہو اور تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔''

واضح رہنا چاہیے کہ بعض لوگوں کو نہ چاہتے ہوئے بھی بدشگونی کی عادت پڑ جاتی ہے۔ اس کا بہترین علاج یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کو مضبوط کیا جائے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((وَمَامِنَّا اِلَّا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ)) [ابوداؤد: کتاب الکھانة(ح٣٩١٠)سلسلة الاحاديث الصحيحة(ح٤٣٠)]

''ہم میں سے ہر شخص کے دل میں بدشگونی کا کچھ نہ کچھ خیال ضرور پیدا ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اسے توکل کے ذریعے ختم کر دیتے ہیں۔''

یعنی اگر کسی کے دل میں غیر ارادی طور پر بدشگونی کا خیال پیدا ہو جائے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے اس بدشگونی پر کوئی توجہ نہ دے بلکہ اپنا کام کر گزرے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے دل سے بدشگونی کا اثر مٹا دیتے ہیں اور دل میں غیر ارادی طور پر آنے والے خیال پر اس کی گرفت نہیں کرتے۔

دکھلاوے اور شہرت کے لیے عبادت کرنا

کسی بھی نیک عمل کی قبولیت کی ایک لازمی شرط یہ ہے کہ وہ ہر قسم کی ریاکاری، نمود ونمائش، شہرت اور دکھلاوے وغیرہ سے پاک ہو اور حضور ﷺ کی سنت کے مطابق ہو۔لہٰذا جس شخص نے لوگوں کے دکھلاوے (ریاکاری) کے لیے کوئی عبادت کی مثلاً لوگوں میں نمود و نمائش اور شہرت کے لیے نماز پڑھی تو اس نے شرکِ اصغر کا ارتکاب کیا اور اس کا وہ عمل برباد ہوگیا جس میں شرکِ اصغر کی آمیزش ہوگئی ہے۔قرآن مجید میں ہے:

﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَى يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا﴾ [النسآء: ١٤٢]

''بے شک منافق یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے چالبازیاں کر رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ ان سے چالبازی کرنے والا ہے اور جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی سستی کے ساتھ اور صرف لوگوں کو دکھاتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں اور ذکرِ الٰہی تو بس وہ برائے نام ہی کرتے ہیں۔''

جو شخص اس لیے عمل کرتا ہے کہ لوگوں میں اس کا شہرہ ہو اور دور دراز تک اس کی خبر پھیل جائے تو وہ بھی اس شرکِ اصغر میں مبتلا ہوگیا۔شرکِ اصغر کے متعلق بھی بڑی سخت سزا سنائی گئی ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهِ وَمَنْ رَاءَى رَاءَى اللّٰهُ بِهِ))[صحیح مسلم (ح٢٢٨٩)]

''جس شخص نے اپنے عمل کی شہرت چاہی اللہ تعالیٰ اسے مشہور کر دیتے ہیں اور جس نے اپنے عمل کا دکھلاوا چاہا تو اللہ تعالیٰ بھی اسے یہ دکھلاوا دے دیتے ہیں۔''

مگر قیامت کے روز اسے اس عمل کا کوئی ثواب نہیں ملے گا۔اسی طرح جس شخص نے اپنی کسی عبادت میں اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق دونوں کی رضا کو مدنظر رکھا تو اس کی وہ عبادت بھی ضائع ہو جاتی ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيهِ مَعِي غَيْرِي تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ))[صحیح مسلم(ح ۲۹۸۵)]

''میں شرک کے معاملے میں ہر طرح کے شریکوں سے بے نیاز ہوں لہذا جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں میرے ساتھ میرے علاوہ کسی اور کو بھی شریک کیا، تو میں اس کو اور اس کے شرکیہ عمل کو چھوڑ دیتا ہوں۔''

علاوہ ازیں ایسا شخص جس کی نیت ابتدائے عمل میں تو بالکل خالص اللہ کے لیے تھی مگر بعد میں اچانک اس میں ریاکاری پیدا ہوگئی اور وہ اس ریاکاری کو ناپسندیدہ سمجھتے ہوئے پوری محنت اور تگ ودو کے ساتھ اسے دور کرنے کی کوشش کرے تو اس کا وہ عمل صحیح اور درست ہے اور اگر وہ اس ریاکاری پر خوش اور دلی طور پر مطمئن ہو تو پھر اکثر علماء کی رائے یہی ہے کہ اس کا وہ عمل باطل ہو گیا۔

......☆......

غیر اللہ کی قسم کھانا

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جس کی چاہے قسم کھائے، اس کو پورا حق حاصل ہے لیکن مخلوق کے لیے اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھانا جائز نہیں۔ مقامِ صد افسوس کہ غیر اللہ کی قسم کھانا بہت سے لوگوں کا تکیہ کلام بن چکا ہے۔ حالانکہ کسی بھی چیز کی قسم دراصل اس کی عظمت و بڑائی کی وجہ سے کھائی جاتی ہے اور حقیقی عظمت و بڑائی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی شان کے لائق ہے لہذا قسم بھی اسی کے نام کی کھانی چاہیے۔ اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلَا اِنَّ اللّٰہَ یَنْھَاکُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِآبَائِکُمْ مَنْ کَانَ حَالِفًا فَلْیَحْلِفْ بِاللّٰہِ اَوْلِیَصْمُتْ))[صحیح بخاری مع فتح الباری (ج ۱۱ ص ۵۳۰)مسلم (ح ۱٦٤٦)]

”آگاہ رہو! اللہ تعالیٰ تمہیں باپ دادا کی قسمیں کھانے سے منع کرتا ہے جس شخص نے قسم کھانی ہو وہ صرف اللہ ہی کی قسم کھائے یا پھر خاموش رہے۔“

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ حَلَفَ بِغَیْرِ اللّٰہِ فَقَدْ اَشْرَکَ))[احمد (ج ۲ ص ۱۲۵)صحیح الجامع(ح ٦٢٠٤)]

”جس نے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔“

ایک حدیث میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ حَلَفَ بِالْاَمَانَةِ فَلَیْسَ مِنَّا)) [ابو داؤد (ح ۳۲۵۳)سلسلة الاحادیث الصحیحة (ح ٩٤)]

”جس نے امانت کی قسم کھائی اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں۔“

لہذا کعبۃ اللہ، امانت، بزرگی، مدد، فلاں کی برکت، فلاں کی زندگی، نبی کے رتبہ، ولی کے مقام، باپ دادا، ماں، اور اولاد کے سر وغیرہ کی قسم کھانا حرام اور ممنوع ہے اور جو کوئی ان میں سے کسی کی قسم کھا بیٹھے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ لاالـہ الا اللّٰـہ پڑھے کیونکہ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِي حَلِفِهِ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى فَلْيَقُلْ لَاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ))[صحیح بخاری مع فتح الباری(ج ۱۱ ص ۵۳۶)]

''جس نے لات اور عزی (بتوں) کی قسم کھائی وہ (بطور کفارہ) لاالہ الااللّٰہ پڑھے''

واضح رہے کہ مذکورہ بالا دلائل کی بنیاد پر ہر ایسا جملہ اور کلمہ بولنا حرام ہے جس میں شرک کی آمیزش ہو۔ آج کل بعض مسلمانوں کی زبان پر اس طرح کے بے شمار جملے سننے میں آرہے ہیں مثلاً...... میں اللہ کی اور تیری پناہ میں آتا ہوں ...... میرا بھروسہ اللہ اور تجھ پر ہے...... یہ اللہ کی طرف سے اور تیری طرف سے ہے...... میرا اللہ کے سوا اور تیرے سوا کوئی سہارا نہیں ...... آسمان میں اللہ میرا سہارا ہے ... زمین میں تو میرا سہارا ہے ...... اگر اللہ اور فلاں شخص نہ ہوتا تو یوں اور یوں ہو جاتا...... میں اسلام سے دستبردار ہوں ...... فطرت نے ایسا ہی چاہا تھا...... وائے زمانے کی ناکامی۔

اس طرح کے جملے استعمال کرنے سے بچیں، اسی طرح ہر وہ جملہ کہنا بھی حرام ہے جس میں زمانے کو برا بھلا کہا گیا ہو مثلاً یہ کہنا کہ ...... یہ زمانہ بہت برا ہے، یہ وقت بڑا منحوس ہے، زمانہ بڑا بے وفا ہے...... وغیرہ۔ کیونکہ زمانے کو گالی دینا اللہ تعالیٰ پر پلٹ آتی ہے جو زمانے کا خالق ہے۔ اسی طرح ہر وہ کام جس میں غیر اللہ کی بندگی کا مفہوم پایا جائے مثلاً عبدالمسیح (مسیح کا بندہ) عبدالرسول (رسول کا بندہ) عبدالحسین (حسین کا بندہ) یہ سب نام بھی شرکیہ ہیں اور ان سے بچنا عقیدۂ توحید کے لیے ضروری ہے۔

اسی طرح ''اسلامی سوشلزم''، ''اسلامی جمہوریت''، ''عوام کا ارادہ اللہ کے ارادے سے

ہے"، "دین اللہ کے لیے اور ملک سب کے لیے"، "عرب قوم کے نام پر"..... یعنی انقلاب کے نام پر استعمال کی جانے والی یہ ساری جدید اصطلاحات بھی اپنے معنی ومفہوم کے اعتبار سے عقیدۂ توحید کے منافی ہیں۔ اسی طرح درج ذیل جملوں کا استعمال بھی درست نہیں ہے:

کسی انسان کو "شہنشاہوں کا شہنشاہ" یا اس سے ملتا جلتا کوئی لفظ مثلاً "قاضی القضاۃ" (حاکموں کا حاکم)" کہنا۔ کافر اور منافق کے لیے سید، سردار، SIR، محترم یا اس کے ہم معنی کوئی دوسرا لفظ استعمال کرنا، چاہے کسی بھی زبان میں کہا جائے) اسی طرح لفظ لَوْ (بمعنی اگر) کا استعمال کرنا بھی درست نہیں مثلاً اس طرح کہنا "اگر میں یوں کرتا تو یوں نہ ہوتا" یا "اگر میں اس طرح نہ کرتا تو اس کا نتیجہ یوں ہوتا" کیونکہ حدیث نبویؐ کے مطابق یہ لفظِ "اگر" شیطان کا دروازہ کھولتا ہے اور مقدر میں لکھی ہوئی بات پر ناراضگی، افسوس، ندامت اور حسرت کو ظاہر کرتا ہے جس سے تقدیر پر ایمان کمزور ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ جملہ کہ "اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے" بھی درست نہیں، کیونکہ بخشش اور دعا میں پورے عزم و وثوق سے اللہ سے مطالبہ کرنا چاہیے۔

منافقوں اور فاسقوں کی محفل میں بیٹھنا

بعض لوگ ایسے فاسقوں اور فاجروں کی محفلوں کو رونق بخشتے اور ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے اور کھاتے پیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شریعت پر طنز و تشنیع کرتے ہیں اور دینداروں کا کھلے عام مذاق اڑاتے ہیں۔ایسے لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا نہایت قبیح گناہ ہے جو انسان کے عقیدے کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔

ایسی محفل جہاں اللہ کے دین کا مذاق اڑایا جا رہا ہو اس میں شرکت کی مذمت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ اپنے آخری نبی جناب محمد ﷺ سے فرماتے ہیں:

﴿ وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴾

[الانعام۔٦٨]

”(اے پیغمبر!) جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیتوں میں عیب جوئی اور نکتہ چینی کر رہے ہوں تو آپ ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جائیں یہاں تک کہ وہ اس بات کو چھوڑ کر کسی اور بات میں لگ جائیں اور اگر کبھی شیطان آپ کو یہ نصیحت بھلا دے تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھیں۔“

جب حضور نبی کریم ﷺ کے لیے فاسقوں فاجروں کی مجلس میں بیٹھنا جائز نہ تھا تو پھر کسی اور کے لیے یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے!

......☆......

حالتِ نماز میں جلد بازی

حدیث نبویؐ کے مطابق سب سے بڑا چور وہ ہے جو نماز کی چوری کرے جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

((اَسْوَأُالنَّاسِ سَرِقَةً الَّذِیْ یَسْرِقُ مِنْ صَلَاتِهٖ.قَالُوْا:یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَوَکَیْفَ یَسْرِقُ مِنْ صَلَاتِهٖ؟قَالَ :لَا یُتِمُّ رَکُوْعَهَا وَلَاسُجُوْدَهَا)) [مسنداحمد (ج۵ص ۳۱۰)صحیح الجامع الصغیر(ح۹۹۷)]

''سب سے بدتر چور وہ ہے جو نماز کی چوری کرتا ہے۔صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کوئی شخص نماز کی چوری کیسے کرتا ہے؟رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ نماز کے رکوع اور سجدوں کو مکمل اطمینان سے ادا نہیں کرتا۔''

دوران نماز جلد بازی، عدم اطمینان کا مظاہرہ،رکوع اور سجدے میں پشت کو برابر نہ کرنا،رکوع سے اٹھنے کے بعد پیٹھ سیدھی نہ کرنا،دوسجدوں کے درمیان مطمئن ہوکر سیدھا نہ بیٹھنا یہ ساری باتیں آج اکثر نمازیوں میں دیکھی جاسکتی ہیں اور شاید ہی آپ کو کوئی ایسی مسجد ملے جہاں نماز پورے اطمینان اور خشوع وخضوع سے ادا کی جاتی ہو،ورنہ اکثر مسجدوں میں آپ کو اطمینان او رخشوع وخضوع سے خالی نمازیوں کے بے شمار نمونے ملیں گے، حالانکہ نماز میں پوری توجہ،مکمل اطمینان ،کامل سکون اوروقار کواختیار کرنا نماز کا حصہ ہے اوراس کے بغیر نماز درست ہی نہیں ہوتی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کاارشادگرامی ہے:

((لَاتُجْزِئُ صَلَاةُ الرَّجُلِ حَتّٰی یُقِیْمَ ظَهْرَهٗ فِیْ الرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ))[سنن ابو دائود (ج۱ص ۵۳۳)صحیح الجامع الصغیر(ح۷۲۲٤)]

''جب تک آدمی رکوع اور سجدے میں اپنی پشت کو (اطمینان سے) سیدھا نہ کرے اس کی نماز ہی درست نہیں ہوتی۔''

معلوم ہوا کہ نماز میں عدم اطمینان اور رکوع وسجود میں پشت کو سیدھا نہ کرنا سخت ناپسندیدہ فعل ہے۔حضرت ابوعبداللہ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھائی پھر چند صحابہؓ کے درمیان آپ بیٹھ گئے۔اسی اثنا ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا اور نماز پڑھنے لگا۔دوران نماز جب وہ (رکوع اور سجدے کے لیے) جھکتا تو کوے کی طرح ٹھونگے مارتا (یعنی اس طرح جلدی جلدی سجدے کرتا جس طرح کوا کھانے والی چیز میں جلدی جلدی چونچ مارتا ہے)اسے دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا:

((اَتَرَوْنَ هٰذَا؟مَنْ مَاتَ عَلٰى هٰذَا مَاتَ عَلٰى غَيْرِ مِلَّةِ مُحَمَّدٍ يَنْقُرُ صَلَاتَهُ كَمَا يَنْقُرُ الْغُرَابُ الدَّمَ إِنَّمَامَثَلُ الَّذِيْ يَرْكَعُ وَيَنْقُرُ فِيْ سُجُوْدِهٖ كَالْجَائِعِ لَا يَاكُلُ إِلَّا التَّمْرَةَ وَالتَّمْرَتَيْنِ فَمَاذَاتُغْنِيَانِ عَنْهُ))[صحیح ابن خزیمہ (ج۱ص ۳۳۲)نیز دیکھئے: صفة صلاة النبیؐ،ازعلامہ البانیؒ (ص۱۳۱)]

''اسے دیکھ رہے ہو؟ جو شخص اس طریقے پر (نماز پڑھتا) مرگیا وہ میں محمدؐ کے طریقے کو چھوڑ کر کسی اور طریقے پر مرا۔یہ نماز میں اس طرح چونچ مارتا ہے جس طرح کوا خون میں چونچ مارتا ہے۔جو شخص رکوع اور سجدے میں جلدی جلدی کوے کی طرح ٹھونگیں مارتا ہے اس کی مثال اس بھوکے کی مانند ہے جو صرف ایک یا دو کھجوریں ہی کھائے، بھلا یہ اس کا پیٹ کیسے بھریں گی؟''

حضرت زید بن وہب بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا جو نماز میں رکوع اور سجدہ جلد بازی سے کررہا تھا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا:

((مَاصَلَّيْتَ وَلَوْمُتَّ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ الْفِطْرَةِ الَّتِيْ فَطَرَاللّٰهُ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم))[صحیح بخاری مع فتح الباری (ج۲ص ۲۷۴)]

''تو نے نماز پڑھی ہی نہیں اور اگر تو اسی حالت میں مرگیا تو تیری موت محمدیؐ فطرت (یعنی دین اسلام) پر نہ ہوگی۔''

لہٰذا نماز میں اطمینان وسکون کا لحاظ رکھنے کی بجائے جلد بازی کرنے والے شخص کو چاہیے کہ جونہی اسے اس مسئلے کا علم ہوجائے تو جس نماز کا وقت ابھی باقی ہو اس نماز کو وہ دہرا لے البتہ جلد بازی میں پڑھی جانے والی گزشتہ فرض نمازوں کو دہرانے کی ضرورت نہیں، تاہم اسے چاہیے کہ ان نمازوں کے سلسلہ میں اللہ سے معافی مانگے اور سچی توبہ کرے۔

دورانِ نماز مقتدی کا امام سے سبقت کرنا

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جلد بازی انسان کی فطرتی خصلت ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُوْلًا﴾[بنی اسرائیل:۱۱]

''اور انسان بڑا جلد باز ہے۔''

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((اَلتَّـأَنِّـيْ مِنَ اللّٰهِ وَالْعَجَلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ))[السنن الكبرىٰ للبيهقي(ج۱۰ص۱۰٤) السلسلة الصحيحة(ح۱۷۹۵)]

''سلیقے اور آرام سے کام انجام دینا اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے اور جلد بازی شیطٰن کی طرف سے ہے۔''

آپ نے نماز باجماعت کے دوران اکثر یہ مشاہدہ کیا ہوگا کہ آپ کے دائیں بائیں کھڑے نمازی رکوع وسجود، تکبیرات حتیٰ کہ سلام پھیرنے میں بھی امام سے پہل کر جاتے ہیں، بلکہ بعض اوقات تو خود آپ اپنے بارے میں بھی خیال کرتے ہوں گے کہ آپ نے

امام سے پہل کی ہے۔اکثر و بیشتر نمازی حضرات امام سے سبقت کو نہایت معمولی عمل خیال کرتے ہیں حالانکہ احادیث میں نبی کریم ﷺ سے اس کے متعلق بہت ہی سخت وعید منقول ہے مثلاً آپ ﷺ فرماتے ہیں:

((اَمَا یَخْشَی الَّذِیْ یَرْفَعُ رَأْسَهُ قَبْلَ الْاِمَامِ اَنْ یُّحَوِّلَ اللّٰهُ رَأْسَهُ رَأْسَ حِمَارٍ))

[صحیح مسلم(ج۱ص۳۲۰،۳۲۱)]

"جو شخص اپنے سر کو (رکوع اور سجدے میں)امام سے پہلے اٹھالیتا ہے کیا وہ ڈرتا نہیں کہ کہیں اللہ اس کے سر کو گدھے کے سر جیسانہ بنادیں۔"

جب ایک نمازی سے اسلام یہ مطالبہ کرتا ہے کہ جب وہ نماز پڑھنے کے لیے آئے تو نہایت سکون اور وقار سے چل کر آئے ،بھاگ دوڑ کر نماز میں شریک نہ ہو۔اس سے آپ خود اندازہ کرلیں کہ پھر ایک نمازی سے دوران نماز کس قدر سکون اور وقار کا مطالبہ کیا گیا ہوگا۔لہذا نماز باجماعت میں ہر نمازی کو اپنے امام کی پوری اقتدا کرنی چاہیے اور اس سے پہل نہیں کرنی چاہیے۔امام کی اقتداء کے سلسلہ میں فقہاء نے بڑا اہم قاعدہ بیان کیا ہے ،وہ یہ ہے کہ مقتدی کو اس وقت حرکت کرنی چاہیے جب امام کی زبان سے نکلنے والی تکبیر مکمل ہوجائے اور جب تک امام کی تکبیر ختم نہ ہو تب تک وہ اپنی پہلی حالت میں رک کر انتظار کرتا رہے۔

......☆......

بدبودار چیز کھا کر مسجد میں آنا

قرآن مجید میں ہے:

﴿ یَابَنِیْ آدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُم عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ...... ﴾[سورة الاعراف:۳۱]

''اے اولادِ آدم! تم ہر مسجد میں حاضری کے وقت اپنی زینت اختیار کر لیا کرو۔''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ أَکَلَ ثُوْمًا اَوْ بَصَلًا فَلْیَعْتَزِلْنَا أَوْ قَالَ: فَلْیَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا وَلْیَقْعُدْ فِی بَیْتِهٖ))[صحیح بخاری مع فتح الباری (ج۲ ص۳۳۹)]

''جس نے (کچا) پیاز یا لہسن کھایا وہ ہم سے علیحدہ رہے۔'' یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ ''وہ ہماری مسجد سے دور رہے اور اپنے گھر میں ہی بیٹھا رہے۔''

صحیح مسلم کی ایک حدیث میں اس طرح ہے:

((مَنْ أَکَلَ الْبَصَلَ وَالثُّوْمَ وَالْکُرَّاثَ فَلَا یَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا فَإِنَّ الْمَلَائِکَةَ تَتَأَذّٰی مِمَّا یَتَأَذّٰی مِنْهُ بَنُوْ آدَمَ))[صحیح مسلم (ج۱ ص۳۹۵)]

''جس شخص نے پیاز، لہسن، گندنا کھایا ہو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ پھٹکے کیونکہ جن (بدبودار) چیزوں سے انسان تکلیف محسوس کرتا ہے انہی چیزوں سے فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔''

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ جمعۃ المبارک کا خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

((ثُمَّ إِنَّکُمْ أَیُّهَا النَّاسُ تَأْکُلُوْنَ شَجَرَتَیْنِ لَا أَرَاهُمَا إِلَّا خَبِیْثَتَیْنِ هٰذَا الْبَصَلَ وَالثُّوْمَ لَقَدْ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِذَا وَجَدَ رِیْحَهُمَا مِنَ الرَّجُلِ فِی الْمَسْجِدِ أَمَرَ بِهٖ فَأُخْرِجَ إِلَى الْبَقِیْعِ فَمَنْ أَکَلَهَا فَلْیُمِتْهُمَا طَبْخًا))[صحیح مسلم (ج۱ ص۳۹۶)]

"اے لوگو! تم دو بدبودار درخت؛ پیاز اور لہسن کھاتے ہو جبکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ اگر آپ مسجد میں کسی آدمی سے پیاز اور لہسن کی بدبو پاتے تو اسے مسجد سے نکل کر (مسجد نبوی سے کچھ فاصلے پر واقع) بقیع نامی جگہ کی طرف چلے جانے کا حکم دیتے لہٰذا تم میں سے جو شخص پیاز اور لہسن کھانا چاہے تو اسے پکا کر بدبو ختم کر کے کھائے۔"

اسی سے ملتا جلتا ایک مکروہ عمل یہ بھی ہے کہ بعض لوگ اپنے کام کاج، ڈیوٹی وغیرہ سے فارغ ہونے کے فوراً بعد مسجد میں داخل ہو جاتے ہیں جبکہ ان کی بغلوں اور جرابوں وغیرہ سے بدبو کے بھبھوکے اڑ رہے ہوتے ہیں اور اس سے بھی بدتر اور تکلیف دہ صورت یہ ہے کہ بعض سگریٹ نوش سگریٹ پینے کے فوراً بعد مسجد آ جاتے ہیں اور راس طرح وہ دیگر تمام نمازیوں اور فرشتوں کے لیے تکلیف کا سبب بنتے ہیں۔

......☆......
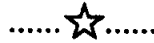
زنا و بدکاری

عزت اور نسل کی حفاظت چونکہ اسلامی شریعت کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے، اس لیے اسلام میں زنا کو حرام اور کبیرہ گناہ قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيْلًا﴾[بنی اسرائیل: ۳۲]

"زنا کے قریب بھی مت جاؤ یقیناً زنا بے حیائی ہے اور بہت بری راہ ہے۔"

اسلام نے نگاہ نیچی رکھنے، عورتوں کو پردہ کرنے اور اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کرنے کو حرام قرار دے کر زنا تک پہنچانے والے تمام اسباب وذرائع کو بند کر دیا ہے۔ اسی طرح اسلام میں شادی شدہ زانی کو سب سزاؤں سے سخت عبرت ناک سزا سنائی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ اسے پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جائے تاکہ وہ اپنے کیے ہوئے گناہ کا برا انجام چکھے اور اس کے جسم کا ہر حصہ جس طرح حرام سے لطف اندوز ہوا تھا اسی طرح سزا بھی برداشت کرے۔

جب کہ غیر شادی شدہ زانی کے لیے سو کوڑے مارنے کی سزا مقرر کی گئی ہے۔ اسلامی سزاؤں میں کوڑوں کی یہ سب سے زیادہ سزا ہے جو زانی کے لیے مقرر کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں مومنوں کی ایک بھاری جماعت کا اس سزا کے وقت موجود ہوتا اور پھر اس زانی کو مکمل ایک سال تک اپنے ملک سے جلاوطن کرنا، یہ اس کے لیے مزید ذلت ورسوائی، شرمندگی اور عار کا سبب بنتا ہے۔

زانی مردوں اور عورتوں کے لیے مرنے کے بعد سے لے کر قیامت تک برزخی زندگی میں یہ سزا تیار کی گئی ہے کہ انہیں ننگا کر کے ایک ایسے تندور میں ڈالا جائے گا جو اوپر سے تنگ اور نیچے سے کشادہ ہوگا۔ جب اس تندور میں آگ بھڑکائی جائے گی تو وہ چیخیں گے اور آگ کے شعلے انہیں بلند کر کے تندور کے اوپر والے سرے تک پہنچا دیں گے اور قریب ہوگا

کہ وہ تندور سے باہر جا گریں لیکن جونہی آگ ہلکی ہوگی وہ دوبارہ تندور کے نچلے حصے میں آ پہنچیں گے اور انہیں قیامت تک یہی عذاب ہوتا رہے گا۔

اگر کوئی ایسا عمر رسیدہ شخص جو قبر کے منہ تک جا پہنچا او راللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنی لمبی زندگی کی مہلت سے فائدہ اٹھانے کی بجائے وہ بڑھاپے کی عمر میں بھی زنا کاری و بدکاری سے باز نہ آیا تو اس کا معاملہ اللہ کے نزدیک نہایت بدتر اور حد درجہ قابل مذمت ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: شَيْخٌ زَانٍ وَمَلِكٌ كَذَّابٌ وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ))[صحيح مسلم (١٠٢/١-١٠٣)]

''تین قسم کے آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز (سخت غصے اور ناراضگی کی وجہ سے) نہ تو گفتگو کرے گا، نہ انہیں پاک کرے گا، اور نہ ہی ان کی طرف رحمت سے دیکھے گا بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا اور وہ تین آدمی یہ ہیں:
(۱) بوڑھا زانی (۲) جھوٹا بادشاہ (۳) فقر و غربت کے باوجود تکبر کرنے والا۔''

اسی طرح زانیہ عورت کی وہ کمائی جسے وہ زنا کے ذریعے حاصل کرے سب سے بدتر کمائی ہے جیسا کہ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ

''اپنی شرمگاہ کی کمائی کھانے والی زانیہ عورت اس اہم ترین وقت میں دعا کی قبولیت سے محروم کر دی جاتی ہے جب آدھی رات کو آسمان کے دروازے دعا مانگنے والوں کے لیے کھول دیے جاتے ہیں۔'' [صحیح الجامع الصغیر (ح ۲۹۷۱)]

آج کل کی بعض عورتیں غربت کو بہانا بنا کر بدکاری کی راہ اختیار کر لیتی ہیں حالانکہ تنگ دستی اور غربت کو عذر بنا کر اسلامی حدود کو پامال کرنا ہرگز کوئی قابل قبول عذر نہیں ہے۔ پرانے وقتوں میں کسی نے سچ کہا تھا کہ

''شریف عورت بھوکی تو رہ سکتی ہے مگر وہ اپنے پستانوں کی کمائی نہیں کھا سکتی چہ جائیکہ وہ اپنی شرمگاہ کی کمائی کھائے۔''

جبکہ موجودہ دور میں بے حیائی کا دروازہ کھول دیا گیا ہے۔ شیطان نے مکروفریب اور

اپنے چیلوں چانٹوں کے ذریعے زنا کا راستہ نہایت آسان اور ہموار کردیا ہے۔ گنہگار اور فاسق وفاجر لوگوں کی ایک بڑی تعداد تو مکمل طور پر شیطان کے پیچھے چل پڑی ہے جس کے نتیجے میں بے پردگی، مردوزن کا کھلے عام اختلاط، بے حیائی کو فروغ دینے والے اخبار وجرائد اور رسائل ومیگزین کی بہتات، فحش وبیہودہ فلموں کی کثرت اوران ملکوں کی سیر وتفریح وغیرہ عام ہوگئی ہے جو فحاشی وبدکاری کے اڈے سمجھے جاتے ہیں، فحاشی وبدکاری کی تجارت کرنے والے تمام بازار خوب گرم ہوگئے ہیں ۔عزتوں کی پامالی، حرامی بچوں کی کثرت، ایڈز کی بیماری اوراسقاط حمل وغیرہ کی شرح خطرناک حد تک بڑھ گئی ہے۔

اے اللہ! ہم تجھ سے تیرے رحم وکرم، پردہ پوشی، عفت وعصمت اورایسی پاک دامنی کا سوال کرتے ہیں جس کے ذریعے تو ہمیں بے حیائی کے سیلاب میں بہہ جانے سے بچالے، ہمارے دلوں کو پاک کردے، ہماری شرمگاہوں کو محفوظ فرمادے ۔ہمارے اور گناہ کے کاموں کے درمیان رکاوٹیں کھڑی فرمادے۔آمین!

زنا کی خرابیاں:

شیخ احمد بن حجرؒ (آل بوطامی) زنا کی خرابیاں بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ

۱۔ اس کی ایک خرابی یہ ہے کہ اس سے دشمنی اور بغض پیدا ہوتا ہے اور انجامِ کار اس کی وجہ سے قتل اورخون ریزی کے واقعات وقوع پذیر ہوتے ہیں۔اسی لیے اکثر آسمانی مذاہب اور بیشتر انسانی دستور اس کو حرام اور ننگ وعار کا باعث ٹھہراتے ہیں۔علاوہ ازیں لوگوں کو اس کے نتیجے میں ایسی غیرت پیدا ہوتی ہے کہ اگر ان کی بیٹی، ان کی بہن یا ان کی بیوی نے زنا کیا تو یہ اسے یا زانی کو مار ڈالتے ہیں اور یہ امر بھی مسلم ہے کہ قتل کے نتیجے میں قتل ہی ہوتا ہے!

۲۔ زنا کی وجہ سے نسب ضائع ہوجاتا ہے کیونکہ جو بچہ حرامی پیدا ہوتا ہے، شرعی اعتبار سے اس کا باپ، بھائی، چچا یا چچازاد بھائی کوئی بھی نہیں ہوتا۔اس طرح نسب ضائع ہوجاتا ہے اوراس کے نتیجے میں کنبہ وقبیلہ اور خاندان قائم نہیں ہوتا اور باہم تعارف کا وہ مقصد حاصل

نہیں ہوتا جو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے:

﴿يَاأَيُّهَاالنَّاسُ إِنَّاخَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍوَّأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًاوَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾[الحجرات:۱۳]

''اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک ہی عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تم سب لوگوں کو مختلف قومیں اور قبائل اس لیے بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان لیا کرو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے معزز وہ ہے جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے۔ اللہ جانتا ہے اور خبردار ہے۔''

۳۔ تیسری خرابی یہ ہے کہ زنا کے عادی لوگ شادی سے کتراتے ہیں اور بدکاری ہی سے اپنا کام چلاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی اولاد نہیں ہوتی جس سے ان کا نام ان کے بعد بھی باقی رہے۔ اس طرح نسل کے تحفظ کا یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔

۴۔ زنا کے سبب آدمی تنگ دستی اور فاقہ مستی کے بندھن میں گرفتار ہو جاتا ہے کیونکہ زانی کو بس ایک ہی فکر ہوتی ہے کہ کسی طرح اس کی معشوقہ خوش رہے اور اس کو خوش رکھنے کے لیے وہ اپنا مال پانی کی طرح بہا دیتا ہے اور پھر ایسا وقت آتا ہے جب اس کے دامِ محبت میں گرفتار ہو کر دولت، محنت، مشقت اور ہر قسم کے روزگار سے دست کش ہو جاتا ہے۔

۵۔ زنا کی بدولت زناکار مرد اور عورت کئی قسم کے خطرناک امراض کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان میں بعض امراض پوشیدہ اور حد درجہ اذیت ناک ہوتے ہیں جیسے ایڈز، زہری، سیلان، پھوڑا، سستی، لاغری اور ولادت کے وقت دشواری۔ نسل اور خاندان کے لیے یہ امراض بے حد خطرناک ہوتے ہیں اور نسلی افزائش، تندرستی اور قوموں کے فطری ارتقاء کی راہ میں ان کی وجہ سے بڑی رکاوٹیں اور زبردست مصیبتیں آتی ہیں۔ اگر زناکاری میں دوسری کوئی خرابی نہ ہو تو یہی اس کی ایک خرابی کیا کم ہے کہ اس کی وجہ سے ایسی چھپی ہوئی مہلک ترین بیماریاں پھیلتی رہتی ہیں جن سے دنیا کے ہسپتال بھرے پڑے ہیں اور ان کی بدولت بے شمار بچے موت کے گھاٹ اترتے ہیں۔

اغلام بازی...... [لواطت]☆

آپ جانتے ہیں کہ قومِ لوط پر کیوں آسمانی عذاب آیا تھا؟ اس لیے کہ ان کا جرم یہ تھا کہ وہ ہم جنس لڑکوں کے ساتھ اپنی جنسی خواہش پوری کرتے تھے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ﴾

[العنکبوت: ۲۸۔۲۹]

''حضرت لوطؑ کا بھی ذکر کرو جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم تو اس بدکاری پر اتر آئے ہو جسے تم سے پہلے دنیا بھر میں کسی نے نہیں کیا۔ کیا تم مردوں کے پاس بدکاری کے لیے آتے ہو اور رسید ھے راستے بند کرتے ہو اور اپنی عام مجلسوں میں بھی بے حیائی کے کام کرتے ہو؟''

اس خطرناک جرم کی پاداش میں قوم لوط کو اللہ تعالیٰ نے چار مختلف قسم کی سزائیں دیں:

(۱) ان کی بینائی ختم کر دی (۲) ان کی بستی کو الٹا دیا

(۳) ان پر کنکریلے پتھروں کی بارش کی (۴) اور ان پر چیخ اور کڑک کا عذاب بھیجا۔

یہ چاروں عذاب قوم لوط کے علاوہ کسی اور قوم پر اللہ تعالیٰ نے اکٹھے نازل نہیں فرمائے۔ اس سے بھی اس جرم کی قباحت کا اندازہ ہوتا ہے۔

☆ مرد کا اپنے ہم جنسوں سے بدکاری کرنا لواطت کہلاتا ہے۔ حضرت لوطؑ کی قوم میں یہ بدکاری پائی جاتی تھی اس لیے انہی کی مناسبت سے اسے لواطت کہا جاتا ہے۔ مگر حضرت لوطؑ جیسے نبی کے نام پر یہ اصطلاح بنانا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ اس لیے اس لفظ کے استعمال سے گریز کرنا بہتر ہے۔ مؤلف

اسلامی تعلیمات کے مطابق لواطت کا ارتکاب کرنے اور کروانے والے کا حکم یہ ہے کہ ان دونوں کو قتل کر دیا جائے بشرطیکہ مفعول اپنی خوشی سے یہ کام کروانے پر راضی ہو، اس بات کی دلیل یہ ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ وَجَدْتُمُوْهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ فَاقْتُلُوْا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُوْلَ بِهٖ)) [مسند احمد (ج ۱ ص ۳۰۰) صحیح الجامع الصغیر (ح ٦٥٦٥)]

"جسے تم قومِ لوط کی طرح بدکاری کرتے پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔"

واضح رہے کہ زنا اور لواطت جیسی بدکاریوں کی وجہ سے آج ہمارے معاشروں میں مختلف قسم کے طاعون، ایڈز اور ایسی ایسی بیماریاں پیدا ہو چکی ہیں جو ہم سے پہلے لوگوں میں موجود نہیں تھیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلامی شریعت نے بدکاری کی اس قدر سخت ترین سزا جو مقرر کی ہے اس میں بے شمار حکمتیں پوشیدہ تھیں۔

......☆......

عورت کا بغیر عذر کے طلاق طلب کرنا

بعض عورتیں اپنے شوہروں سے معمولی اختلاف یا حسبِ خواہش مال نہ ملنے کی وجہ سے فوراً طلاق کا مطالبہ کردیتی ہیں۔بعض اوقات کینہ پرور رشتہ داروں یا گھروں کو اجاڑنے والی سہیلیوں اور چغل خور پڑوسیوں کے اُکسانے پر عورت اپنے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کرتی ہے۔بعض بے وقوف عورتیں جذباتی باتوں کے ذریعے اپنے خاوندوں کو طلاق کا چیلنج کرتی ہیں مثلاً یہ کہ...... ''اگر تم واقعی مرد ہو تو مجھے طلاق دے دو!''

حالانکہ ہر شخص یہ بات جانتا ہے کہ طلاق کی وجہ سے خاندان تباہ اور اولاد آوارہ ہوجاتی ہے۔پھر طلاق لینے کے بعد عورت ہی عام طور پر پچھتاتی ہے حالانکہ اس وقت پچھتاوا بالکل بے سود ہوتا ہے ،بعض اوقات تو ایسی عورتوں سے دوبارہ کوئی نکاح کے لیے تیار نہیں ہوتا اور ماں باپ اور بھائی بھی انہیں اپنے لیے بوجھ سمجھتے ہیں۔انہی وجوہات کی بناء پر اسلام نے بغیر کسی انتہائی معقول عذر کے طلاق طلب کرنے کو حرام قرار دیا ہے اور اسلام کے اس حکم سے اس کی حکمت بھی ظاہر ہوتی ہے۔اس سلسلہ میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا الطَّلَاقَ مِنْ غَيْرِ مَا بَأْسٍ فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ))

[مسند احمد (ج ٥ ص ٢٧٧) صحیح الجامع الصغیر (ح ٢٧٠٣)]

''جس عورت نے بغیر کسی سبب اور معقول وجہ کے اپنے خاوند سے طلاق طلب کی اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہے۔''

اسی طرح حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الْمُخْتَلِعَاتِ وَالْمُنْتَزِعَاتِ هُنَّ الْمُنَافِقَاتُ))[المعجم الكبير،للطبراني (ج ۱۷ ص ۳۳۹)صحیح الجامع الصغیر(ح ۱۹۳٤)]

"(بغیر عذر کے)خلع لینے والی اور اپنے خاوندوں سے چھٹکارا حاصل کر کے گھروں کو اجاڑنے والی عورتیں منافق ہیں۔"

البتہ اگر کوئی انتہائی معقول شرعی عذر موجود ہو مثلاً کسی عورت کا خاوند نماز ہی نہیں پڑھتا، یا نشہ آور چیزوں کا استعمال کرتا ہے، یا اپنی بیوی کو کسی حرام کام پر مجبور کرتا ہے یا اس پر ظلم کرتا اور اس کے شرعی حقوق روک کر زیادتی کرتا ہے اور نصیحت کرنے کے باوجود بھی نہیں سمجھتا اور اس کے لیے اصلاح کی ساری کوششیں بھی ناکام ہوجاتی ہیں تو ان حالات میں ایک عورت اگر اپنے دین اور جان کو بچانے کے لیے طلاق مانگ لے تب اس میں کوئی گناہ نہیں۔

غیر محرم عورت کے ساتھ تنہائی میں ملنا

شیطان لعین لوگوں کو آزمائش میں ڈالنے اور حرام کاموں میں مبتلا کرنے کا بڑا حریص ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے محتاط رہنے کا حکم دیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ وَمَنْ يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ [النور:۲۱]

"اے ایمان والو! شیطان کی قدموں کی پیروی نہ کرو، جو شخص شیطان کے قدموں کی پیروی کرے گا، وہ (سن لے کہ شیطان) بے حیائی اور برے کاموں کا ہی حکم دے گا۔"

شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا ہے اور غیر محرم عورت کے ساتھ تنہائی میں ملنا شیطان کا وہ بہترین ہتھکنڈا ہے جس کے ذریعے وہ لوگوں کو زنا میں مبتلا کرتا ہے اسی لیے اسلام نے اس چور دروازے کو بھی بند کر دیا جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے

((لَا یَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَۃٍ اِلَّا کَانَ ثَالِثَھُمَا الشَّیْطَانُ))[جامع ترمذی(ج۳ص ۴۷۴)]

''جب بھی کوئی آدمی کسی غیرمحرم عورت کے ساتھ تنہائی میں ملتا ہے تو ان کے درمیان تیسرا شیطان ہوتا ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا یَدْخُلَنَّ رَجُلٌ بَعْدَ یَوْمِیْ ھٰذَا عَلٰی مُغِیْبَۃٍ اِلَّا وَمَعَہٗ رَجُلٌ أَوِاثْنَانِ)) [صحیح مسلم (۱۷۱۱/۴)]

''آج کے بعد خاوند کی عدم موجودگی میں اس کی عورت کے پاس کوئی آدمی تنہا نہ جائے بلکہ اس کے ساتھ ایک یا دو (متعلقہ) آدمی ضرور ہونے چاہییں۔''

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کسی مسلمان کے لیے یہ ہرگز جائز نہیں کہ وہ اپنے گھر، دفتر یا گاڑی میں کسی غیرمحرم عورت مثلاً اپنی بھابھی یا نوکرانی، یا سیکٹری وغیرہ کے ساتھ تنہائی میں بیٹھے۔اسی طرح ڈاکٹر کا بیمار عورت کے ساتھ خلوت اختیار کرنا بھی درست نہیں۔ بہت سے لوگ اپنے آپ پر یا دوسروں پر حد سے زیادہ بھروسہ کرتے ہوئے اس معاملے میں غفلت سے کام لیتے ہیں جس کے نتیجے میں زنا اور زنا کے لوازمات وجود میں آتے ہیں اور اختلاطِ نسب کے علاوہ ناجائز اولاد کی شرمناک داستانوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

عورت سے ہاتھ ملانا

ہمارے معاشروں میں بعض خلاف شرع عادات اور جاہلانہ طور طریقے اسلامی تعلیمات پر اس حد تک غالب آ چکے ہیں کہ اگر آپ ان سے متعلق کسی کو شریعت کا حکم بتائیں اور اس کی واضح دلیل بھی اس کے سامنے پیش کر دیں تو پھر بھی وہ آپ پر رجعت پسند، شر پسند، قطع رحم، اور تنگی مزاج ہونے کا الزام لگائے گا...... غیرمحرم عورت سے مصافحہ کرنا بھی انہی بری عادات اور جاہل معاشروں کی تقلید کی ایک مثال ہے۔

چچا کی بیٹی، پھوپھی کی بیٹی، ماموں کی بیٹی، خالہ کی بیٹی، بھابھی، چچی، ممانی وغیرہ سے

مصافحہ کرنا ہمارے معاشرے میں پانی کی طرح عام ہوگیا ہے حالانکہ یہ مسئلہ شرعی طور پر اتنا حساس اور خطرناک ہے کہ اگر لوگ گہری بصیرت سے کام لیں اور اس کے نتائج کو دیکھیں تو وہ کبھی اس حرکت کو پسند نہ کریں۔ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَاَنْ یُّطْعَنَ فِیْ رَأْسِ اَحَدِکُمْ بِمَخِیْطٍ مِّنْ حَدِیْدٍ خَیْرٌلَّهُ مِنْ اَنْ یَّمَسَّ اِمْرَأَةً لَا تَحِلُّ لَهُ))[صحیح الجامع الصغیر(ح ٤٩٢١)المعجم الکبیرللطبرانی(ج ٢٠ص ٢١٢)]

"تم میں سے کسی کے سر میں نشانہ بنا کر سوئی ماری جائے تو یہ کسی غیر محرم عورت کو چھونے سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔"

کسی غیر محرم اجنبی عورت کو چھونا ہاتھ کا زنا ہے جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اَلْعَیْنَانُ تَزْنِیَانِ وَالْیَدَانِ تَزْنِیَانِ وَالرِّجْلَانِ تَزْنِیَانِ وَالْفَرْجُ یَزْنِیْ))[صحیح الجامع الصغیر(ح ٤١٢٦)مسنداحمد(ج١ص ٤١٢)]

"(غیر محرم کو دیکھ کر) دونوں آنکھیں زنا کرتی ہیں، (غیر محرم کو چھوکر) دونوں ہاتھ زنا کرتے ہیں، (بدکاری کی طرف چل کر) دونوں پاؤں زنا کرتے ہیں، اور شرمگاہ بھی زنا کرتی ہے۔"

محترم بھائیو! ذرا سوچو، کیا آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر بھی کوئی پاک ہوسکتا ہے؟ لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ فرماتے ہیں:

((اِنِّیْ لَا اُصَافِحُ النِّسَاءَ))[احمد(ج٦ص ٣٥٧)صحیح الجامع الصغیر(ح ٢٥٠٩)]

"(یعنی) میں غیر محرم عورتوں سے ہاتھ نہیں ملاتا۔" نیز آپ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے:

((اِنِّیْ لَا اَمَسُّ اَیْدِی النِّسَاءِ))[صحیح الجامع الصغیر(ح ٧٠٥٤)طبرانی(٣٤٢/٢٤)]

"میں اجنبی عورتوں کے ہاتھ نہیں چھوتا۔"

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

((وَلَا وَاللّٰهِ مَامَسَّتْ یَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ یَدَامْرَأَةٍ قَطُّ غَیْرَ اَنَّهُ یُبَایِعُهُنَّ بِالْکَلَامِ))

"اللہ کی قسم! (عورتوں سے بیعت لیتے وقت بھی) رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ نے کسی غیر محرم عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا بلکہ آپ ﷺ صرف زبانی کلامی ہی عورتوں سے بیعت لیا کرتے تھے۔" [مسند احمد (ج ۳ ص ۱۴۸۹)]

بعض بدبخت شوہر ایسے بھی ہیں کہ ان کی پاکباز بیویاں ان کے بھائیوں یعنی اپنے دیوروں، جیٹھوں سے ہاتھ نہ ملائیں تو وہ انہیں طلاق کی دھمکیاں دیتے ہیں۔ ایسے شوہروں کو اللہ سے ڈر جانا چاہیے۔ یہاں اس بات کی وضاحت کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ پر کپڑا وغیرہ رکھ کر بھی عورت سے مصافحہ کرنا جائز نہیں۔

عورت کا خوشبو لگا کر مردوں کے پاس سے گزرنا

کسی عورت کا خوشبو لگا کر گھر سے نکلنا اور اسی حالت میں مردوں کے پاس سے گزرنا حرام ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس فعل سے جس قدر سختی کے ساتھ ہمیں روکا اور منع کیا ہے اسی قدر یہ چیز آج ہمارے زمانے میں عام ہو چکی ہے۔ حدیث نبویؐ ہے:

((أَيُّمَا امْرَأَةٍ اِسْتَعْطَرَتْ ثُمَّ مَرَّتْ عَلَى الْقَوْمِ لِيَجِدُوْا رِيْحَهَا فَهِيَ زَانِيَةٌ)) [احمد (ج ٤ ص ٤١٨) صحیح الجامع الصغیر (ح ١٠٥)]

"جو عورت خوشبو لگا کر کسی قوم کے پاس سے گزری تا کہ لوگ اس کی خوشبو محسوس کریں، ایسی عورت بدکارہ اور زانیہ ہے۔"

اس مسئلہ میں بعض عورتیں اس قدر غفلت سے کام لیتی ہیں کہ خوشبو لگا کر اپنی گاڑی کے ڈرائیور، دکاندار، یا سکول کے گیٹ کیپر کے پاس سے گزرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتیں جبکہ اسلام نے اس مسئلہ میں اس قدر سختی برتی ہے کہ خوشبو استعمال کرنے والی عورت اگر کسی کام کے لیے گھر سے باہر جانا چاہے خواہ مسجد میں جانے کا ہی ارادہ کیوں نہ ہو، مگر جب تک وہ غسل جنابت کی طرح مکمل غسل نہ کر لے تب تک گھر سے باہر قدم نہیں رکھ

سکتی۔اس سلسلہ میں آنحضرتؐ کاارشاد ہے:

((أَيُّمَا امْرَأَةٍ تَطَيَّبَتْ ثُمَّ خَرَجَتْ إِلَى الْمَسْجِدِ لِيُوجَدَ رِيحُهَا لَمْ يُقْبَلْ مِنْهَا صَلَاةٌ حَتَّى تَغْتَسِلَ اِغْتِسَالَهَامِنَ الْجَنَابَةِ))[احمد(ج۲ص۴۴۴)صحیح الجامع(۲۷۰۳)]

''جوعورت خوشبو لگا کرمسجد کی طرف اس نیت سے گئی کہ لوگ اس کی خوشبومحسوس کریں جب تک وہ غسل جنابت کی طرح پوری طرح غسل نہ کرلے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔''

ہم اللہ کے حضور ہی اس بات کا شکوہ کرتے ہیں کہ دور حاضر میں شادی بیاہ اور دیگر تقریبات میں عورتیں مردوں کی موجودگی میں کس قدر تیز خوشبو کا استعمال کرتی ہیں اور کس طرح پرکشش تیز خوشبو والے عطریات لگا کر وہ بازاروں ،گاڑیوں ،جہازوں ،اور مرد وعورت کے اختلاط والی جگہوں پر،حتی کہ رمضان المبارک کے دنوں میں مسجدوں میں بھی کسی طرح آزادانہ گھومتی پھرتی ہیں جبکہ اسلامی تعلیمات کا تقاضا یہ ہے کہ گھر سے باہر نکلنے کے لیے عورت کو ایسی خوشبو استعمال کرنی چاہیے جس کا رنگ ظاہر اور خوشبو دبی ہو۔اللہ تعالیٰ سے دعاہے کہ وہ ہمیں اپنے غضب سے محفوظ رکھے اور نا سمجھ مردوزن کے گناہوں کے سبب ہم میں سے نیک مردوں اور عورتوں کی گرفت نہ کرے اور تمام مسلمانوں کو سیدھا راستہ دکھلائے۔

بغیرمحرم عورت کا سفرکرنا

بخاری ومسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

((لَاتُسَافِرِ الْمَرْأَةُ اِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ))

''کوئی عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔''

یہ حدیث اپنے عموم کے اعتبار سے ہر قسم کے سفر حتیٰ کہ سفرِ حج کو بھی شامل ہے۔ کسی عورت کا محرم رشتہ دار کے بغیر تنہا سفر کرنا، فاسق وفاجر لوگوں کو اس کے متعلق غلط سوچ میں مبتلا کر سکتا ہے۔ نتیجۃً وہ اس کی عزت کے درپے ہو سکتے ہیں اور عورت اپنی فطری کمزوری کے سبب مردوں کے دھوکے میں آ کر مکمل طور پر اپنی عزت سے ہاتھ دھو سکتی ہے یا کم از کم اس کی شرافت اور پاکدامنی پر داغ آ سکتا ہے۔

اسی طرح ہماری رائے میں عورت کا بغیر محرم کے جہاز میں سفر کرنا بھی درست نہیں، چاہے ائیر پورٹ پر روانہ کرنے والا اور اگلے ائیر پورٹ پر وصول کرنے والا کوئی محرم موجود ہی کیوں نہ ہو۔ دراصل مسئلہ یہ ہے کہ دوران سفر عورت کے ساتھ والی سیٹ پر کون بیٹھے گا؟ اور اگر جہاز کو کسی فنی خرابی کی وجہ سے کسی دوسرے ائیر پورٹ پر اترنا پڑ جائے یا پرواز میں تاخیر ہو جائے اور جہاز مقررہ وقت پر پرواز اور لینڈ نہ کر پائے تب ایسی صورت میں اس عورت کا پرسان حال کون ہوگا جبکہ اس قسم کے واقعات اکثر رونما ہوتے رہتے ہیں!

یہاں یہ بھی واضح رہے کہ صرف وہ شخص عورت کا محرم بن سکتا ہے جس میں چار شرطیں پائی جائیں: (۱) وہ مسلمان ہو (۲) بالغ ہو (۳) عاقل ہو (۴) مرد ہو۔

علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((أَبُوهَا أَوْ إِبْنُهَا أَوْ زَوْجُهَا أَوْ أَخُوهَا أَوْ ذُوْمَحْرَمٍ مِنْهَا)) [صحیح مسلم ٤/ ٩٧٧]

''عورت کا محرم اس کا باپ، بیٹا، یا شوہر یا بھائی اور ہر وہ شخص بن سکتا ہے جس کا اس عورت کے ساتھ نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہو۔''

عورتوں کا چھوٹے، باریک اور تنگ کپڑے پہننا

موجودہ زمانے میں ہمارے دشمنوں نے ہم پر ایک یلغار اس طرح بھی کی ہے کہ طرح طرح کے فیشن ایبل ملبوسات تیار کر کے ان کے ڈیزائن مسلمانوں میں رائج کر دیے ہیں، حالانکہ یہ چھوٹے، اور تنگ و باریک ہونے کی وجہ سے انسانی ستر کو بھی نہیں ڈھانپتے۔ بلکہ بعض فیشن ایبل لباس تو ایسے بھی ہیں کہ ایک حیادار عورت انہیں اپنے محرم رشتہ داروں یا دیگر عورتوں کے سامنے بھی نہیں پہن سکتی۔ آنحضرت ﷺ نے ہمارے لیے یہ پیشین گوئی کر دی تھی کہ قیامت کے قریب عورتیں غیر ساتر لباس پہنیں گی جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((صِنْفَانِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لَمْ اَرَهُمَا:قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَاَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيْلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُؤُسُهُنَّ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَايَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَايَجِدْنَ رِيْحَهَا وَاِنَّ رِيْحَهَا لَيُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ كَذَا وَكَذَا))[صحیح مسلم (ج۳/ص ۱۶۸۰)]

”جہنمیوں کی دو قسمیں ایسی ہیں جن کو میں نے (ابھی) نہیں دیکھا۔ ایک وہ لوگ ہیں جن کے پاس گائے کی دموں جیسے کوڑے ہوں گے اور ان سے وہ ظلماً لوگوں کو ماریں گے۔ دوسری قسم ان عورتوں کی ہے جو کپڑے پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی، سیدھی راہ سے بہکنے والی اور دوسروں کو بہکانے والی ہوں گی، ان کے سر بختی اونٹ کی کوہان کی طرح ہوں گے، ایسی عورتیں جنت میں داخل نہ ہوں گی بلکہ جنت کی خوشبو بھی ان کو نصیب نہ ہوگی حالانکہ جنت کی خوشبو تو بہت دور سے آتی ہوگی۔“

آج کل بعض مسلمان عورتیں ایسا لباس بھی پہنتی ہیں جس میں بطور ڈیزائن متعدد سوراخ ہوتے ہیں یا وہ نیچے سے لے کر اوپر تک لمبے کٹ کی صورت میں اتنا کھلا ہوتا ہے کہ عورت

جب بیٹھتی ہے تو اس کا ستر ننگا ہو جاتا ہے۔ ایسا لباس حرام بھی ہے اور اس میں کافروں کے ساتھ مشابہت بھی ہے اور ان کے ایجاد کردہ حیا سوز فیشنی ڈیزائنوں میں ان کی اندھی تقلید کا پہلو بھی اس میں نمایاں ہے جو بذات خود ایک گناہ ہے۔ اللہ ہماری مسلمان ماؤں بہنوں کو اس بے حیائی سے محفوظ رکھے۔ آمین!

ملبوسات کے سلسلہ میں ایک قبیح ترین صورت یہ بھی ہے کہ بعض کپڑوں پر اداکاروں، گلوکاروں، موسیقاروں، شراب کی بوتلوں، صلیبوں، گمراہ تحریکوں کے مونوگراموں پر مبنی بیجوں اور بعض جاندار چیزوں کی تصویریں بنی ہوتی ہیں حالانکہ یہ ساری صورتیں شرعاً حرام اور ناجائز ہیں۔ اسی طرح بعض ملبوسات پر حیاباختہ جملے پرنٹ ہوتے ہیں، ایسے تمام ملبوسات سے بچنا چاہیے۔

غیر محرم عورت کی طرف قصداً دیکھنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ﴾ [النور: ۳۰]

"(اے محمدؐ) مسلمان مردوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں (یعنی کسی غیر محرم کی طرف نہ دیکھیں) اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں (یعنی اس کا ناجائز استعمال نہ کریں) یہی ان کے لیے بہتر اور پاکیزہ ہے اور لوگ جو کچھ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب سے باخبر ہے۔"

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((فَزِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ))[صحيح بخاری مع فتح الباری (ج ۱۱ ص ۲۶)]

"غیر محرم کی طرف (بنظر شہوت) دیکھنا آنکھ کا زنا ہے۔"

لیکن کسی شرعی ضرورت کے پیش نظر غیر محرم عورت کو دیکھنے میں کوئی حرج نہیں جیسے نکاح کرنے کی نیت سے کسی عورت کو دیکھنا یا ڈاکٹر کا کسی بیمار عورت کو علاج کی خاطر دیکھنا وغیرہ۔ اسی طرح عورت کا غیر محرم مرد کو شہوت کی نگاہ سے دیکھنا بھی حرام ہے۔ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ ﴾ [النور ۳۱]

"(اے پیغمبرؐ!) آپ مسلمان عورتوں سے فرما دیجئے کہ وہ بھی اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔"

اسی طرح کسی بے ریش اور خوبصورت لڑکے کی طرف شہوت کی نگاہ سے دیکھنا بھی حرام ہے اور مرد کا کسی مرد کی شرمگاہ کو اور عورت کا کسی عورت کی شرمگاہ کو دیکھنا بھی حرام ہے۔اسی طرح ہر وہ شرمگاہ جس کو دیکھنا ناجائز ہے اس کو چھونا بھی ناجائز ہے چاہے وہ کپڑے کی آڑ میں ہی کیوں نہ ہو۔بعض لوگ اخبار، میگزین، ڈائجسٹ اور فلموں میں غیر محرموں کی تصویروں کی طرف دیکھنا اس دلیل کی بنیاد پر جائز سمجھتے ہیں کہ یہ تو محض تصویریں ہیں حقیقی مرد یا عورت تو نہیں۔حالانکہ اس طرح شیطان ان کی آنکھوں میں دھول جھونکتا ہے اور ان پر اپنا وار کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے کیونکہ ان فحش تصویروں اور بے حیائی پر مبنی فلموں کو دیکھ کر انسان کی جنسی خواہشات بھڑک اٹھتی ہیں اور فساد کے دروازے کھلتے ہیں۔

......☆......

اپنے گھر میں فحاشی برداشت کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَالْعَاقُّ وَالدَّيُّوثُ الَّذِیْ يُقِرُّ فِیْ اَهْلِهِ الْخَبَثَ)) [مسند احمد(ج٢ص٦٩)صحيح الجامع الصغير(ح٣٠٧٤)]

''تین آدمیوں پر اللہ تعالیٰ نے جنت کو حرام کر دیا ہے (۱) ہمیشہ شراب پینے والا (۲) ماں باپ کا نافرمان (۳) بے غیرت جو اپنے اہل خانہ میں فحاشی کو برداشت کرتا ہے۔''

گناہ کی یہ صورت مختلف شکلوں میں آج ہمارے زمانے میں بکثرت موجود ہے مثلاً گھر میں بیٹی یا بیوی کو کسی اجنبی مرد کے ساتھ ملتے جلتے یا عشقیہ گفتگو کرتے دیکھ کر چشم پوشی کرنا یا پنے گھر کی کسی عورت کو اجنبی مرد کے ساتھ تنہائی اور خلوت میں دیکھ کر خاموش رہنا، یا اسے کسی اجنبی مرد مثلاً ڈرائیور وغیرہ کے ساتھ اکیلے گاڑی میں سفر کرنے کی اجازت دینا یا اپنے گھر کی عورتوں کو بغیر شرعی پردے کے گھر سے باہر جانے کی اجازت دینا جس کے نتیجے میں ہر آنے جانے والا ، انہیں نظریں گاڑ کر دیکھتا ہو۔یاد رہے کہ فحاشی و بے حیائی اور فساد پھیلانے والے میگزین اور فلمیں لا کر گھر میں رکھنا بھی اسی گناہ کے حکم میں ہے۔

نسب تبدیل کرنا

کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے آپ کو حقیقی باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرے یا اپنا نسب نامہ کسی ایسی قوم سے ملائے جن میں سے وہ نہیں ہے۔ بعض لوگ اپنی مادی ضروریات کے حصول کے لیے سرکاری کاغذات میں اپنا جھوٹا نسب ظاہر کرتے ہیں۔بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ باپ اپنے بچوں کو ان کی چھوٹی عمر ہی میں چھوڑ دیتا ہے اور بچے بڑے ہو کر باپ سے ناراضگی کی وجہ سے بطور انتقام اپنا نسب نامہ کسی دوسرے شخص سے منسوب کر لیتے ہیں۔اپنے حقیقی نسب نامہ میں ردّ و بدل کرنے کی یہ ساری

صورتیں گناہ میں شمار ہوتی ہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْهِ وَهُوَ یَعْلَمُ فَالْجَنَّةُ عَلَیْهِ حَرَامٌ))[بخاری مع الفتح ۸/۴۵]

''جس نے جانتے بوجھتے اپنا نسب تبدیل کیا اس پر جنت حرام ہے۔''

اسلام ہر اس کام کو حرام قرار دیتا ہے جس میں انسان کا نسب نامہ تبدیل کیا جائے یا نسب نامے میں جھوٹ کی آمیزش کی گئی ہو۔ بعض لوگ اگر کسی معاملہ میں اپنی بیوی سے جھگڑ پڑیں تو ان پر بدکاری کا الزام لگا کر اپنے بچے سے دستبردار ہو جاتے ہیں حالانکہ وہ بچہ اسی کے بستر پر اسی کی بیوی سے پیدا ہوا ہے، اور اسی کا ہے۔ اسی طرح بسا اوقات بعض عورتیں بھی امانت میں خیانت کرتے ہوئے زنا سے حاملہ ہوتی ہیں اور پھر اپنے خاوند کے نسب میں ایسے بچے کو شامل کر دیتی ہیں جو اس کا حقیقی بچہ نہیں ہوتا۔ حالانکہ اسلام اس کے متعلق بہت سخت وعید بیان کرتا ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آیت ملاعنہ نازل ہوئی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا:

((اَیُّمَا امْرَأَةٍ اَدْخَلَتْ عَلٰی قَوْمٍ مَنْ لَیْسَ مِنْهُمْ فَلَیْسَتْ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ وَلَنْ یُّدْخِلَهَا اللّٰهُ جَنَّتَهُ وَاَیُّمَا رَجُلٍ جَحَدَ وَلَدَهُ وَهُوَ یَنْظُرُ اِلَیْهِ اِحْتَجَبَ اللّٰهُ مِنْهُ وَفَضَحَهُ عَلٰی رُءُوْسِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْنَ))[سنن ابو داؤد (ج۲ ص۶۹۵)]

''جس عورت نے کسی خاندان میں ایسے بچے کو شامل کیا جو اس خاندان کا نہیں (یعنی زنا کے بچے کو خاوند سے منسوب کیا) ایسی عورت کا اللہ کی نگاہ میں کوئی مقام نہیں اور نہ ہی اللہ اسے اپنی جنت میں داخل فرمائیں گے اور جس شخص نے دانستہ طور پر اپنے بیٹے کا انکار کیا ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ پردہ فرمالیں گے (یعنی نظر رحمت سے نہیں دیکھیں گے) اور حشر کے میدان میں اگلی پچھلی تمام امتوں کے روبرو اسے رسوا کر دیں گے۔''

......☆......

سود کھانا

سودی لین دین اتنا بڑا گناہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سود خوروں کے خلاف اعلان جنگ کیا ہے حالانکہ سود کے علاوہ کسی اور گناہ پر اللہ تعالیٰ نے اعلان جنگ نہیں کیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ﴾[البقرة:۲۷۸۔۲۷۹]

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے (اب) اس کو چھوڑ دو، اگر تم واقعی ایماندار ہو۔ اور اگر تم ایسا نہیں کرتے (یعنی سود نہیں چھوڑتے) تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں سود کتنا بڑا جرم ہے کہ اس گناہ پر اللہ تعالیٰ نے سود خوروں سے اعلان جنگ کیا ہے۔ سیاست اور عمرانیات سے واقفیت رکھنے والا ہر شخص بخوبی جانتا ہے کہ سودی لین دین نے دنیا میں کس خطرناک حد تک خرابی اور تباہی و بربادی پیدا کی ہے ۔ ملکوں کا معاشی طور پر دیوالیہ ہونا، تجارتی منڈیوں کا مندا ہونا، معیشت واقتصاد میں جمود آنا، قرضوں کی ادائیگی سے عاجز آنا، معاشی ترقی میں تعطل پیدا ہونا، بے روزگاری کی شرح میں اضافہ ہونا، تجارتی کمپنیوں اور فیکٹریوں کا بند ہونا، خون پسینے کی کمائی کا لمبے چوڑے سودی قرضوں کی ادائیگی میں صرف ہونا اور دولت کا بڑا حصہ صرف چند جاگیر داروں اور سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں محصور ہو جانے سے معاشرے میں طبقاتی نظام پیدا ہونا...... یہ سب سود ہی کی کارستانیاں ہیں اور شاید یہ اسی جنگ کی مختلف شکلیں ہیں جس کی قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے سودی لین دین کرنے والوں کو دھمکی دی ہے۔

سودی لین دین میں بالواسطہ یا بلاواسطہ شرکت کرنے والے فریقین، دلال اور معاون وغیرہ یہ تمام لوگ آنحضرت ﷺ کی زبانِ مقدس سے ملعون قرار دیئے گئے ہیں، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اٰکِلَ الرِّبَا وَمُوْکِلَهٗ وَکَاتِبَهٗ وَشَاهِدَیْهِ وَقَالَ هُمْ سَوَاءٌ))

[صحیح مسلم (۳/ ۱۲۱۹)]

''اللہ کے رسول ﷺ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، لکھنے والے، اور اس پر گواہ بننے والے پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا کہ گناہ میں یہ سب برابر کے شریک ہیں۔''

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ سودی کاروبار میں بطور ملازم کام کرنا یا سودی لین دین، اور اس کا حساب کتاب اور اندراج، سودی اداروں کی چوکیداری، حتی کہ سودی بینکوں میں رقم جمع کروانا یہ سب اس گناہ میں تعاون کی وجہ سے ناجائز ہے۔ خلاصہ یہ کہ سودی کاروبار میں کسی بھی طریقے سے شرکت حرام ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے سود جیسے گناہ کی قباحت کو واضح کرنے میں کسی بخل سے کام نہیں لیا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلرِّبَا ثَلَاثَةٌ وَسَبْعُوْنَ بَابًا اَیْسَرُهَا اَنْ یَّنْکِحَ الرَّجُلُ اُمَّهٗ وَاِنَّ اَرْبَی الرِّبَا عِرْضُ الرَّجُلِ الْمُسْلِمِ))[مستدرک حاکم(ج۲ ص۳۷)صحیح الجامع الصغیر(ح۳۵۳۳)]

''سود کے تہتر (۷۳) دروازے ہیں، ان میں سے سب سے ہلکے درجے کے سود کا بھی اتنا گناہ ہے جتنا کہ ماں کے ساتھ زنا کرنے کا ہے اور سود کا سب سے بڑا گناہ اتنا ہے جتنا کسی مسلمان کی بے عزتی کرنے کا ہے۔''

اسی طرح حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((دِرْهَمُ رِبًا یَاْکُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ یَعْلَمُ اَشَدُّ مِنْ سِتَّةٍ وَثَلَاثِیْنَ زَنْیَةً)) [مسند احمد (ج۵ ص۲۲۵)صحیح الجامع(ح۳۳۷۵)]

''کوئی آدمی جانتے بوجھتے سود کا ایک درہم کھالے تو یہ چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے بھی بدتر ہے۔''

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر سودی لین دین امیر اور فقیر کے درمیان ہو تب منع ہے اور اگر دو غریبوں کے درمیان ہو تو پھر جائز ہے حالانکہ سود کو علی العموم حرام قرار دیا گیا ہے، ہر شخص اور ہر حالت کے لیے سود حرام ہے۔ ہمارا معاشرہ اس بات کی واضح مثالیں پیش کرتا ہے کہ سود کی وجہ سے بے شمار مالدار اور بڑے بڑے تاجر کوڑی کوڑی کے محتاج بن گئے۔ پھر یہ بھی یاد رہے کہ سودی کاروبار کی وجہ سے بظاہر دولت چاہے کتنی ہی بڑھ جائے، اس میں برکت نہیں رہتی چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((اَلرِّبَا وَاِنْ كَثُرَ فَاِنَّ عَاقِبَتَهُ تَصِيْرُ اِلٰى قُلٍّ)) [حاکم (ج۲ ص۳۷) صحیح الجامع الصغیر (ح۳۵۴۲)]

''سود خواہ کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ملے، اس کا انجام کار بالآخر خسارہ ہے۔''

یہ بات بھی یاد رہے کہ سود کی حرمت کا تعلق اس کی شرح کے ساتھ منحصر نہیں کہ اگر سود کی شرح فیصد زیادہ ہو تو پھر یہ حرام اور کم ہو تو پھر جائز ہے، نہیں بلکہ شرح سود تھوڑی ہو یا زیادہ، بہر صورت یہ حرام ہے اور سودی شخص جب قیامت کے دن اپنی قبر سے اٹھایا جائے گا تو اس کی حالت اس شخص جیسی ہوگی جسے کسی جن، شیطان نے چھو کر پاگل اور دیوانہ کر دیا ہو اور وہ دورہ پڑنے کی وجہ سے کبھی دائیں اور کبھی بائیں گرتا پڑتا ہو۔ سود کے قبیح ترین جرم ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس سے توبہ کرنے کا دروازہ کھلا رکھا ہے اور توبہ کا طریقہ بھی بتلا دیا ہے، چنانچہ سود خوروں سے مخاطب ہو کر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴾ [البقرۃ: ۲۷۹]

''اگر تم توبہ کرنا چاہتے ہو تو راس المال (یعنی اپنا اصل مال بغیر سودی منافع کے) تمہارا ہی ہوگا۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔''

یعنی اگر تم اصل زر سے زیادہ وصول کرو گے تو یہ تمہاری طرف سے دوسرے پر ظلم ہوگا اور اگر تمہیں اصل زر بھی نہ دیا جائے تو پھر یہ تم پر ظلم ہوگا۔

ایک مسلمان شخص کو چاہیے کہ ہر حال میں سود جیسے کبیرہ گناہ سے دور بھاگے اور اس کی قباحت وشناعت کا پورا احساس دل میں پیدا کرے۔ جو لوگ چوری ہوجانے کے ڈر سے مجبوراً اپنی رقم سودی بینکوں میں رکھواتے ہیں، انہیں بھی چاہیے کہ وہ یہ سمجھیں کہ ہم نے اس اضطراری حالت جس میں مردار کھانا جائز ہوجاتا ہے، کی بنیاد پر اپنے آپ کو لاچار اور مجبور سمجھتے ہوئے اپنا پیسہ بینک میں رکھوایا ہے اور دلی طور پر ہم اس سے خوش نہیں ہیں۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے کے علاوہ سودی بینکوں کا متبادل کوئی دوسرا حل ایجاد کرنے کی بھی کوشش کرنی چاہیے۔

کسی مسلمان کے لیے قرض وغیرہ کی بنیاد پر ان بینکوں سے سود کا مطالبہ کرنا کسی صورت بھی جائز نہیں بلکہ اگر بینکوں کی طرف سے ان کے کھاتے میں از خود سود رکھ بھی دیا جائے تو وہ اس سودی رقم سے چھٹکارا حاصل کرنے کی نیت سے اسے کسی جائز کام میں خرچ کردے۔ البتہ صدقہ کی نیت سے اسے صرف نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور وہ صدقہ بھی پاک چیزوں ہی کا قبول کرتا ہے۔ اور اسے معلوم ہونا چاہیے کہ سودی پیسے سے کسی قسم کا ذاتی استفادہ جائز نہیں مثلاً کھانے پینے، کپڑے، رہائش، سواری، بیوی بچوں اور والدین کے اخراجات کے لیے، یا زکوۃ اور ٹیکس ادا کرنے، یا اپنے آپ کو کسی ظلم سے بچانے کے لیے اس سودی روپے پیسے کو استعمال میں نہیں لانا چاہیے بلکہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے ہر ممکنہ کوشش سے سود سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

سود کی معاشرتی خرابیاں

علامہ احمد بن حجر بوطامیؒ سود کی خرابیاں بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ

☆......پہلی خرابی تو یہ ہے کہ سودی کاروبار انسانی سماج کے لیے زبردست خطرہ

اورانتہائی کٹھن آزمائش ہے۔اس کے مضراثرات ایمان واخلاق اورزندگی کے نہ صرف تصورات پرمرتب ہوتے ہیں بلکہ یہ ناسور پوری معاشرتی زندگی اوراقتصادی وعملی سرگرمیوں میں بھی فاسدمواد پیدا کرتا ہے۔سود خوری وہ بدترین عمل ہے جس سے آدمیت،انسانی شرافت اوراس کے اخلاقیات سب کچھ پامال ہوجاتے ہیں۔اوپرملمع ساچڑھاہواضرورنظرآتا ہے لیکن اندر سے انسانی قدریں اوران کی ساخت و پرداخت سب کچھ سوخت ہوجاتی ہے اورنہیں کہاجاسکتا کہ ریت کے تودوں پر قائم ہونے والااورظاہری چمک دمک رکھنے والا یہ سودی نظام کب اورکہاں جاکرزمین بوس ہوجائے۔

☆......دوسری خرابی یہ ہے کہ سودی لین دین سے فرداور جماعت کاضمیراوراس کی روش سب کچھ مردہ ہوجاتا ہے۔اخلاق الگ بگڑتے ہیں اورمعاشرے میں بھائی سے بھائی کٹ کررہ جاتا ہے۔ باہمی تعاون اورحمایت کاجذبہ پامال ہوجاتا ہے،حرص،لالچ اورخودغرضی اس پرغالب آجاتی ہے جس سے معاشرے کی دیواریں ہل جاتی ہیں۔موجودہ ترقی یافتہ زمانے میں سرمایہ کاری کاپہلازورداراعیہ مالی نشوونمااورترقی کے بدترین روپ میں سامنے آتاہے کیونکہ سود کی شرح پرلیے گئے قرض سے ترقی اور بڑھوتری کی امیدیں باندھی جاتی ہیں لیکن ہوتایہ ہے کہ قرض لینے والے کوکچھ معمولی سانفع حاصل ہوتاہے پھرسود کی شرح میں مسلسل اضافہ ہوتاچلاجاتاہے۔پھران سودی قرضوں اوران سے حاصل ہونے والے منافع کی راہیں گندی فلموں،عریاں صحافت،رقص گاہوں،لہوولعب کے اڈوں،اور بھانت بھانت کے پیشوں اوراُن گندی راہوں سے ہوکرگزرتی ہیں جہاں حاصل کچھ نہیں ہوتالیکن اعلیٰ قدریں اورعظیم اخلاق سب کچھ پاش پاش ہوکررہ جاتے ہیں۔

☆......سودی شرح پرحاصل کیے گئے قرضوں سے بنیادی مقصود انسانی فلاح اور بہبود کے منصوبوں کی بحالی یاان کی بجاآوری ہرگزنہیں ہوتی۔ان قرضوں کامقصدصرف ایک ہوتاہےاوروہ یہ کہ خواہ کسی طرح ہو،نفع ملتارہے،چاہے اس کی خاطرکوئی گھٹیاناجائز پیشہ ہی

کیوں نہ اپنانا پڑے۔ آپ کہیں بھی چل پھر کر دیکھ لیں اس کا مشاہدہ آپ کو ہر جگہ ہوگا۔

☆.....سود کے سلسلہ میں ایک بڑی حقیقت جو اسلامی تعلیمات پر یقین رکھنے والے ہر شخص کے لیے نہایت اہم ہے، وہ یہ ہے کہ اس مسئلے کا ایک امکانی تصور یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی چیز حرام قرار دی ہے جس سے انسانی زندگی کو نہ کوئی سہارا ملتا ہے، نہ وہ کوئی پیش قدمی کرتی ہے جس سے یہ تصور بھی پیدا ہوتا ہے کہ یہاں کوئی بری چیز ہوگی مگر زندگی کی استواری اور اس کی ترقی کے لیے سردست اس کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پوری کائنات کا پروردگار ہے اور انسان کو اس نے اختیار دے کر دنیا میں بھیجا اور اس کی نشو ونما اور ترقی کا اس کو حکم دیا ہے، وہی اس کا فیصلہ کرتا ہے اور وہی اس کی توفیق دیتا ہے، لہٰذا ممکن ہے ایک مسلمان کے خیال میں یہ بات ہو کہ اللہ نے جس کو حرام قرار دیا ہے، اس سے انسانی زندگی کو کوئی سہارا نہیں ملتا، نہ اس سے کوئی ترقی حاصل ہو سکتی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی بری چیز ہو لیکن زندگی کی بقا اور اس کی ترقی کے لیے وہ ناگزیر ہو، تو اگر ایسا کوئی تصور ذہنوں میں پیدا ہوتا ہو تو اس میں شک نہیں کہ وہ بدترین تصور ہوگا اور نہایت مذموم، گمراہ کن اور غلط تصور ہوگا جس نے کئی نسلوں کو تباہ کیا اور وہ بدترین تصور یہی ہے کہ سودخوری سے معاشی ترقیاتی منصوبوں میں مدد ملتی ہے اور یہ دھوکا ہے کہ سودی لین دین ایک فطری نظام ہے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ اس فاسد اور پرفریب تصور کو عام رہن سہن اور انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں بڑی چالاکی سے پھیلایا گیا ہے۔

مغرب سے مشرق تک اس کی ہوا باندھنے کی کوشش کی گئی اور جدید دنیا اور نئی انسانی زندگی کو اسی کاروباری بنیادوں پر استوار کیا گیا اور سرمایہ کاری کے مراکز اور سودی لین دین کرنے والوں کے لیے اسے اچھی طرح استعمال کیا گیا اور دوسری اساس جس پر یہ فاسد تصور قائم ہوا وہ ایسی سنگین صورت حال ہے جو ایمان نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوئی جب کہ اس کی دوسری بنیاد ذہنی کجروی اور اس وہم کا شکار ہونے لیکن اس کا تدارک نہ کرنے کا نتیجہ

ہے، جس کو سودی کاروبار کرنے والے مختلف حیلوں بہانوں اور توجیہ وتاویل کے ذریعے کم عقلوں میں پھیلاتے رہتے ہیں چونکہ دنیا کی بڑی طاقتیں اور اس کے ذرائع ابلاغ پر وہ چھائے ہوئے ہیں، اس لیے اپنے ان نظریات کا خوب خوب پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔

☆...... یہ جو کہا جاتا ہے کہ آج کل کا زمانہ ایسا زمانہ ہے کہ سودی کاروباری نظام کے علاوہ کسی اور نظام پر عالمی معیشت کا ڈھانچہ کھڑا نہیں ہوسکتا، یہ بدترین جھوٹ ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر نیت درست ہو اور تمام انسانوں خصوصاً ملتِ اسلامیہ نے یہ طے کرلیا ہو کہ وہ سودی کاروبار کرنے والی دنیا کی بڑی بڑی کمپنیوں اور ان کے سرغنوں سے اپنی آزادی کو چھڑائیں گے، اپنے لیے نیکی، بھلائی، خیر وبرکت کے حصول اور اخلاقی صفائی اور سماجی پاکیزگی کے لیے کوشش کریں گے تو ان کے سامنے صحت مند اور صالح معاشرے کی راہیں کھلیں گی اور یہ وہی شاہراہ ہوگی جس کو اللہ نے تمام انسانوں کے لیے پسند فرمایا، جس کا قرار واقعی نفاذ ہوسکتا ہے، اس کے سائے میں کامیاب زندگی پروان چڑھ سکتی ہے اور اس نظام کی زیر سرپرستی اور اس کے زیر سایہ انسانی زندگی ترقی کے مدارج پر تیزی سے گامزن ہوسکتی ہے۔ کاش! انسان اس کو سمجھتا۔ [بحواله : تطهير المجتمعات......از ابن حجر بوطامیؒ]

......☆......

جوا کھیلنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ [المائدۃ ۔ ۹۰]

''اے ایمان والو! بے شک شراب، جوا، بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر گندی باتیں، شیطانی کام ہیں، ان سے بالکل الگ رہو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

دور جاہلیت میں اہل عرب مختلف طریقوں سے جوا کھیلتے تھے۔ان کے ہاں جوئے کی سب سے مشہور شکل یہ تھی کہ دس آدمی مل کر ایک اونٹ خریدتے پھر تیروں کے ذریعے قرعہ ڈال کر اس بات پر قسمت آزمائی کرتے کہ تین آدمی اس اونٹ میں سے اپنے حصے سے دستبردار ہو جائیں۔ یہ ان کے ہاں جوئے پر مبنی قرعہ اندازی کی ایک معروف شکل تھی جس کی بنیاد پر اس اونٹ میں سے سات آدمیوں کو تو مختلف حصے مل جاتے اور تین آدمیوں کو کچھ بھی نہ ملتا۔آج ہمارے دور میں بھی جوئے کی بے شمار شکلیں موجود ہیں بطور نمونہ چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

۱)......لاٹری:

جوئے کی ایک شکل لاٹری ہے اور اس لاٹری کی بھی مختلف شکلیں ہیں، سب سے معمولی قسم یہ ہے کہ پیسے خرچ کر کے نمبروں والے ٹکٹ خریدے جاتے ہیں پھر ان ٹکٹوں پر موجود نمبروں کی بنیاد پر لاٹری ڈالی جاتی ہے اور صرف ایک مخصوص تعداد کو اس لاٹری کی بنیاد پر مختلف انعامات سے نوازا جاتا ہے۔[اس طرح اس لاٹری میں جن کا نام نکلتا ہے وہ تو اپنی ٹکٹ کی اصل رقم سے بہت زیادہ رقم وصول کر لیتے ہیں جب کہ ٹکٹ خریدنے والے باقی

لوگ اپنی اس رقم سے محروم ہو جاتے ہیں جس سے انہوں نے ٹکٹ خریدے تھے]

لوگ اپنے خیال میں اس کا نام چاہے خدمت خلق ہی کیوں نہ رکھ لیں بہرحال یہ جوئے کی ایک قسم ہونے کی وجہ سے گناہ کا کام ہے اور اس میں شریک ہونا ایک مسلمان پر حرام ہے۔اسی طرح قسمت آزمانے کے لیے کوئی ایسا سامان خریدنا جو پیک ہو اور اس کے اندر کی چیز نامعلوم ہو یہ بھی لاٹری (جوا) ہے۔اسی طرح بعض کمپنیوں میں مخصوص شرائط پر کسی سامان کی خریداری کے وقت ہر گاہک کو ایک نمبر دیا جاتا ہے اور پھر ان نمبروں پر لاٹری ڈالی جاتی ہے یہ بھی جوا ہونے کی وجہ سے حرام اور کارِ گناہ ہے۔

۲)......انشورنس (بیمہ):

انشورنس (یعنی بیمہ پالیسی) بھی جوئے کی ایک شکل ہے۔لہذا اپنی زندگی، یا سواری، یا اثاثہ جات کا بیمہ کرانا، یا حادثات مثلاً آگ وغیرہ لگنے یا کسی دوسرے کی ایذا رسانی سے بچنے کے لیے بیمہ کرانا یا ایسی ہی کسی نیت سے اپنی ہر چیز کا بیمہ کرانا ایک غلط اور غیر اسلامی طریقہ ہے۔بیمہ کی مختلف شکلیں آج ہمارے معاشرے میں موجود ہیں حتی کہ اب تو بعض موسیقار اور گلوکار اپنی آوازوں کا بھی بیمہ کرواتے ہیں!

۳)......جوئے کی دیگر شکلیں:

مذکورہ بالا صورتوں کے علاوہ اور بھی بہت سی نت نئی صورتیں جوے میں شامل ہیں اور جوا ایسی چیز ہے جس سے قرآن مجید نے منع کیا ہے۔آج کل تو جوئے کے لیے خاص کلب بھی موجود ہیں جن میں جوئے جیسے کبیرہ گناہ کے ارتکاب کے لیے خاص قسم کے ٹیبل معروف ہیں۔اسی طرح کھیلوں وغیرہ پر لوگ مختلف قسم کی شرطیں اور بازیاں لگاتے ہیں یہ بھی جوئے ہی کی ایک قسم ہے۔اسی طرح بعض کھلونوں کی دکانوں، کلبوں، تفریح گاہوں اور سٹیڈیم وغیرہ میں مختلف قسم کے کھلونے اور گیمیں پائی جاتی ہیں جو جوئے پر مشتمل ہیں۔

مقابلے کے کھیل:

البتہ جہاں تک کھیلوں کے مقابلوں کا تعلق ہے، تو وہ تین طرح کے ہوتے ہیں:

۱)......ایسے مقابلے جو کسی دینی مقصد پر مبنی ہوں، وہ انعام کے ساتھ بھی جائز ہیں اور بغیر انعام کے بھی مثلاً میدان جہاد میں استعمال ہونے والے اونٹوں اور گھوڑوں کی دوڑ کے مقابلے، تیز اندازی اور نشانہ بازی کا مقابلہ اور راجح قول کے مطابق دینی علوم کی تحصیل کے مقابلے مثلاً قرآن مجید حفظ کرنے کا مقابلہ وغیرہ بھی اسی جائز قسم میں شمار ہوگا۔

۲)......ایسے مقابلے جو کسی دینی مقصد پر مبنی تو نہیں مگر وہ فی ذاتہ جائز ہیں مثلاً فٹ بال کھیل کے مقابلے، دوڑ کے مقابلے بشرطیکہ ایسے مقابلے نمازوں کو ضائع کرنے یا ستر کو عریاں کرنے جیسے گناہوں سے پاک ہوں۔ اس قسم کے مقابلے بغیر انعام کے جائز ہیں۔

۳)......ایسے مقابلے جو فی ذاتہ حرام ہیں یا حرام تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں جیسے عورتوں کا مقابلہ حسن، یا باکسنگ کا مقابلہ جس میں چہرے پر مارا جاتا ہے جبکہ چہرے پر مارنے سے شریعت میں منع کیا گیا ہے، یا سینگوں والے مینڈھوں کو لڑانا، یا مرغوں کی لڑائی کرانا۔ یہ اور ان سے ملتے جلتے غلط کاموں پر مشتمل تمام مقابلے حرام ہیں۔

جوئے کی حرمت کی حکمتیں

علامہ احمد بن حجرؒ اپنی کتاب: تَطْهِيْرُ الْمُجْتَمعَات میں جوئے کی حرمت کی حکمتیں بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ:

امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ تَعَالَ نُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ))[صحیح بخاری]

''جو کوئی اپنے ساتھی سے کہے آؤ ہم جوا کھیلیں اسے چاہیے کہ (اس گناہ کی وجہ سے بطور کفارہ) صدقہ کرے۔''

جب محض اتنا کہہ دینے سے کفارہ لازم آتا ہے اور صدقہ ادا کرنے کا حکم دیا جاتا ہے تو پھر یہ کام کر گزرنے کی سزا آخر کتنی ہوگی۔ الغرض جوا کھیلنا بہت سے نقصانات کی وجہ سے حرام ہے۔ اس کی چند مضرتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

۱: جوا شیطانی حرکت ہے جیسا کہ مذکورہ آیت میں پہلے گزرا۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ شیطان کے ہتھکنڈوں سے دور رہے کیونکہ شیطان معصیت کو سجا کر پیش کرتا ہے۔

۲: جوئے کی وجہ سے جوئے بازوں میں بغض وعداوت اور دشمنی پیدا ہوتی ہے۔

۳: جوئے میں جیتنے والے کی طرف سے ہارنے والے کے دل میں نفرت بیٹھ جاتی ہے کیونکہ ہارنے والے کا سارا یا کچھ مال بالکل چھن جاتا ہے اور متعدد مرتبہ جوا کھیلنے سے یا ایک ہی بار کھیلنے سے اس کا ہاتھ خالی ہو جاتا ہے اور یہ فطرت کے عین مطابق ہے کہ جس کا مال چھن جائے وہ چھیننے والے کے خلاف اپنے دل میں پوشیدہ دشمنی رکھتا ہے اور اس کو نقصان پہنچانے کے لیے خفیہ طریقے سے منصوبے بناتا اور مال واپس چھننے کی سازش کرتا ہے۔

۴: جوا غریبی لاتا ہے، اس بری حرکت کی بدولت کتنے گھر ویران ہوئے، کتنے دولت مندنانِ جویں کے محتاج ہوئے اور معاشرے میں ان کی حیثیت ختم ہوگئی اور کوئی قیمت ان کی نہ رہی۔

۵: اس کا وبال ہارے ہوئے جواری پر ہی نہیں ہوتا بلکہ اس کی بیوی بچے اور اس کا پورا کنبہ اس سے متاثر ہوتا ہے کیونکہ جواری ان کے اخراجات اور نگہداشت وغیرہ سے قاصر ہو جاتا ہے۔

۶: یہ لعنت ذکر الٰہی کی راہ میں بالعموم رکاوٹ بنتی ہے کیونکہ جواری کا قیمتی وقت جوئے کی نذر ہو جاتا ہے، اس کے ذہن میں اس کا شیطانی چکر چلتا رہتا ہے، اور وہ سدا اسی ادھیڑ بُن میں لگا رہتا ہے کہ اب کون سا داؤ کھیلا جائے، مال کہاں سے آئے گا، اسے کون سی

چال چلنی ہوگی تا کہ اسے مات نہ کھانی پڑے......وغیرہ وغیرہ۔ بھلا اس گورکھ دھندے میں اسے خدا کی یاد کا موقع کہاں ہاتھ آئے گا؟

۷: جوئے بازی ذکر الٰہی کی طرح بالخصوص نماز سے بھی روکتی ہے کیونکہ جس وقت وہ بازی جیتنے کی دھن میں ہوتا ہے نماز کا وقت آ کر گزر جاتا ہے اور اسے اس کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ شیخ محمد رشید رضا مصری کی تفسیر المنار میں ہے کہ شراب اور جوا جو اللہ کی یاد اور نماز سے روکتے ہیں تو یہ ان کی سب سے بڑی سماجی خرابی ہے کیونکہ شراب کا ہر نشہ اور جوئے کی ہر بازی شرابی اور کھلاڑی کے راستے کا روڑا ثابت ہوتی ہے، اور یہ رکاوٹ آدمی کو اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے حالانکہ اس کی یاد دین کی روح ہے۔

اسی طرح یہ دونوں چیزیں نماز سے روک دیتی ہیں جو دین کا ستون ہے۔ بھلا نشے میں بدمست اور مدہوش کو اتنی عقل کہاں ہوگی کہ وہ اللہ کی نعمتوں اور اس کی نشانیوں پر غور کرے، اس کے ناموں اور صفتوں سے اسے یاد رکھے اور اٹھ کر نماز پڑھے اور اس کی پابندی کرے، وہی نماز جو خدا کی یاد کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ ساتھ ہی مزید پابند ہو کر کچھ اور نیک کام انجام دے اور اگر بدمست اسی حالت میں اپنے رب کو یاد کرے اور نماز بھی پڑھنے کی کوشش کرے تو بھی درست نہیں ہوگا۔

رہا جوئے باز تو اس کا ذہن پورے ہوش کے ساتھ جوئے کی بازیوں میں محو ہوگا کہ بازی کیسے جیتے اور ہار سے کیسے بچے، اس لیے اس کے دل کے کسی گوشے میں ایسی کوئی جگہ کہاں ہوگی جہاں سے وہ اللہ کو یاد کرے گا، نماز کے اوقات کی فکر کرے گا اور اس کی پابندی کی کوشش کرے گا۔ نیز یہ بھی واقعہ ہے کہ جوا جتنا دل ودماغ پر چھایا ہوتا ہے اور ماسوا سے اس کو غافل رکھتا ہے، اس کے علاوہ کوئی دوسری چیز غافل نہیں رکھتی ہوگی، بلکہ یہاں تک دیکھا گیا ہے کہ جواری کے گھر میں آگ لگ گئی یا اس کے گھر والوں پر آفتیں آ گئیں، اس کے بیوی بچے چیختے چلاتے اور فریاد کرتے رہے لیکن یہ ان کی مدد

اور فریاد کو نہیں پہنچا، الٹا بازی کھیلنے میں لگا رہا، اور آگ سے فائر بریگیڈ کا عملہ نمٹتا رہا، مصیبت زدگان کی خبر گیری رفاہی اداروں اور ڈاکٹروں نے سنبھال لی اور اس کے کان پر جوں تک نہیں رینگی۔ گزشتہ زمانے اور دور حاضر کے جوئے بازوں کے ایسے قصے ہم آئے دن سنتے رہتے ہیں۔

۸: جوا کمائی کی تمام راہوں کو مسدود کر کے صرف ایک جوئے ہی کا راستہ کھلا رکھتا ہے۔ اگر جواری جوا جیتا تو کسی مشقت اور تھکن کے بغیر مال و دولت پا کر ہر چیز سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ پھر اسے کاشت کاری یا دکان داری کی حاجت نہیں ہوتی اور اگر ہار گیا تو وہ مفلس اور قلاش ہو جاتا ہے، اس کے پاس ایک روپیہ نہیں ہوتا اور رنج و غم سے اس کا سینہ چھلنی ہو جاتا ہے، ایسے میں بھلا کمانے اور کچھ حاصل کرنے کی اسے کہاں سے فکر لاحق ہوگی۔

۹: جواری شخص بالعموم قرض لینے اور اپنی جان بچانے پر مجبور ہوتا ہے، اور قرض خواہ اس سے نفع کا طالب ہوتا ہے، خواہ یہ نفع سود جیسے حرام طریقے سے کیوں نہ ہو۔ پھر جوئے باز سود کی لعنت میں بھی گرفتار ہو جاتا ہے اور اس سے آگے وہ چوری چکاری میں بھی گرفتار ہو جاتا ہے۔

۱۰: جوا عام طور پر ناگہانی غریبی لاتا ہے اور جواری کبھی مالدار بھی ہو جاتا ہے۔ کبھی اس لت میں مبتلا آدمی خودکشی بھی کر لیتا ہے اور دنیا اور آخرت میں ناکام و نامراد ہو جاتا ہے۔ کبھی جوئے باز اپنے سے جیتنے والے کو قتل کر بیٹھتا ہے اور کبھی خود پاگل اور دیوانہ ہو جاتا ہے۔

غرض عقل سلیم بھی شاہد ہے کہ شراب اور جوا حرام ہے کیونکہ دونوں کی مضرت بے حد و حساب ہے اور اگر شریعت سے ان کی حرمت ثابت نہ ہوتی تب بھی عقل کی رو سے ان کا حرام ہونا یقینی ہوتا!

......☆......

شراب اور نشہ آور چیزوں کی حرمت

شراب وغیرہ کی حرمت کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ [المائدۃ۔ ۹۰]

”اے ایمان والو! بے شک شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ تھلگ رہو تاکہ تم کامیاب ہوسکو۔“

شراب سے الگ رہنے کا یہ حکم شراب کے حرام ہونے کی سب سے مضبوط دلیل ہے۔ علاوہ ازیں شراب کا حکم کافروں کے جھوٹے معبودوں، بتوں اور مجسموں کے ساتھ بیان کرکے اس قباحت کو مزید واضح کردیا گیا ہے لہٰذا اب ان لوگوں کے پاس کوئی دلیل باقی نہیں رہ جاتی جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ شراب حرام ہے بلکہ یہ فرمایا کہ شراب "سے بچو۔ شراب کی حلت کو ثابت کرنے کے لیے ان کا یہ قول کوئی معنیٰ نہیں رکھتا۔

مزید برآں شراب پینے والے کے متعلق حدیث نبوی میں بہت سخت وعید آئی ہے چنانچہ صحیح مسلم [۳/۱۵۸۷] میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَهْدًا لِمَنْ يَشْرَبُ الْمُسْكِرَ أَنْ يُسْقِيَهُ مِنْ طِينَةِ الْخَبَالِ قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا طِينَةُ الْخَبَالِ؟ قَالَ: عِرْقُ أَهْلِ النَّارِ أَوْعُصَارَةُ أَهْلِ النَّارِ))

”اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے یہ عہد لے رکھا ہے کہ جس نے کوئی نشہ آور چیز نوش کی اسے طینۃ الخبال پلائیں گے! صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! طینۃ الخبال کیا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طینۃ الخبال جہنمیوں کا پسینہ یا ان کے جسم سے خارج ہونے والا فاسد مواد (یعنی ان کا گندا خون، پیپ وغیرہ) ہے۔“

شراب اوردیگرنشہ آوراشیاء کی حرمت ومضرت پرشیخ احمد بن حجرؒ نے بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔آئندہ سطور میں ان کی تحقیقات سے استفادہ پیش کیا جارہا ہے۔

نشہ آورچیزوں کا استعمال (قرآن کی روشنی میں)

شراب،گانجہ،افیون،کوکین،ہیرون،اوربھنگ وغیرہ یہ سب بدترین اورمہلک ترین نشہ آورچیزیں ہیں۔ان کے علاوہ وہ تمام چیزیں جن کے استعمال سے انسان اپنے ہوش وحواس کھوبیٹھتا ہے،نشہ آورچیزیں کہلاتی ہیں۔عربی زبان میں لفظ الــخــمــر ہرنشہ آورچیز پر بولا جاتا ہے۔اس لیے اس کے تحت مذکورہ بالاچیزیں بھی شامل ہیں اوروہ تمام چیزیں بھی جن کا ہم نے ذکرنہیں کیا۔اسی کی ضمن میں وہ نشہ بھی آتا ہے جوعہدنبوی اورعہدصحابہ میں پایاجاتا تھا،اوروہ چیزیں بھی اس میں داخل ہیں جن کی ایجادبعد میں ہوئی جیسے املی، گیہوں،سیب اورپیازوغیرہ کے عرق کی شراب،اوروہسکی،شیمپین اوربیئروغیرہ جوعہدجدیدکی ایجادکردہ ہیں۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ آج عالم اسلام میں شراب نوشی اورنشہ آورچیزوں کا استعمال بڑھتا جارہا ہے۔یہ وبا تمام تریورپین قوموں اورمشرقی ممالک کے دہریوں سے باہم اختلاط کا نتیجہ ہے۔مزید افسوس یہ کہ نام نہادمسلم حکام بھی انہیں شہ دیتے ہیں۔یہ حکام بندگان خداپرخداکے احکام نافذنہیں کرتے،شرعی حدود،زنا کی سزائیں اورکتاب وسنت کے قوانین کے اجراونفاذ کی طرف ان کی ہرگزتوجہ نہیں۔اس کی بجائے یہ مغربی ملکوں کے دستورکی تائیدکرتے ہیں جن سے نشہ آورچیزوں کے استعمال کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اورفحش کاری، جوئے بازی،سٹہ،سودخوری اورہرقسم کی بے حیائی کوفروغ ملتا ہے۔بلاشبہ حکومت واقتدارکا دبدبہ انسان کے لیے برائی سے رکاوٹ کا باعث بنتا ہے۔اگرایمان اورحکومت کی رکاوٹ انسان کے سامنے نہ رہے تووہ لامحالہ بے خوف ہوجائے گااورہلاکتوں میں جاپڑے گا،فحش کاری اوربے حیائی کاارتکاب کرے گا۔چنانچہ شراب اورنشے کوحرام سمجھناتودرکناررہاوہ

الثاان کے استعمال کے درپے ہوگا جبکہ یہ تمام چیزیں انسانی صحت، عقل وخرد، مال و دولت، عزت وآبرو، انسانی قدروں اور پورے سماج کے لیے ہلاکت کا سبب بنتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے پوری شدت سے ان کو حرام قرار دیا ہے اور مختلف مسلکی اور گروہی اختلافات کے باوجود تمام مسلمانوں کا اس کی حرمت پر اجماع ہے۔ ذیل میں ہم کتاب وسنت سے ایسی چند دلیلیں پیش کریں گے جن کی روشنی میں اس کی حرمت ومضرت واضح ہوگی۔ ممکن ہے یہ دلیلیں ان لوگوں کے لیے رکاوٹ کا باعث ہوں جو فریب نفس کا شکار ہو کر شراب کی نجاست میں غرق ہیں۔ اور نشہ کے عادی ہو کر جانوروں سے بدتر زندگی گزارتے ہیں اور شیطان بھی انہیں اس بدتر زندگی گزارنے کے لیے اُکساتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَـاأَيُّهَـاالَّـذِيْـنَ امَـنُـوْااِنَّـمَاالْخَمْرُوَالْمَيْسِرُوَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْـطَـانِ فَـاجْـتَـنِبُـوْهُ لَـعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ اِنَّمَايُرِيْدُالشَّيْطَانُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَـغْـضَـاءَ فِـى الْـخَـمْـرِوَالْـمَيْسِرِوَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِاللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ﴾[المائدة:٩١]

''مسلمانو! شراب خوری اور جوئے بازی، بت پرستی اور تیروں (سے قسمت معلوم کرنے کا طریقہ) پلیدی اور شیطانی کام ہیں لہٰذا تم ان سے بچتے رہو تاکہ تمہارا بھلا ہو۔ شیطان یہی چاہتا ہے کہ شراب خوری اور جوے کی وجہ سے تم میں باہمی عداوت اور بغض ڈالے اور یادِ الٰہی اور نماز سے تم کو غافل کردے، تو کیا (اس دشمن کے فریب سے اطلاع پاکر بھی) تم باز نہ آؤ گے؟!''

سورۂ مائدۃ کی یہ آیتیں شراب اور جوئے کی حرمت کا صاف اعلان کرتی ہیں اور کم وبیش چودہ طریقوں سے اسکی حرمت کو ثابت کرتی ہیں چند ایک کی وضاحت ذیل میں کی جاتی ہے:

۱: شراب اور جوئے کو اللہ نے رِجس قرار دیا ہے اور لفظ رِجس انتہا درجے کی خباثت اور

قباحت کو کہتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ بتوں کو رِجس کہا جاتا ہے اور بے شمار آیات سے یہ امر واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور خبیث چیزوں کو حرام قرار دیا ہے۔

۲: شراب اور جوا دونوں کا ذکر آیت کی ابتداء میں حصر اور استثناء کے اسلوب میں کیا گیا ہے اور اہل زبان جانتے ہیں کہ یہ مبالغہ کا انتہائی طریقہ ہے جس سے ان کی مذمت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔گویا آیت کا مقصود یہ ہے کہ شراب اور جوا اُس درجے کی رجس اور پلیدی ہے جس میں کسی خیر اور خوبی کا شائبہ تک نہیں پایا جا سکتا۔

۳: شراب اور جوے کا ذکر بت پرستی اور تیروں سے تقسیم کاری کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے جب کہ آخر الذکر دونوں کام کھلم کھلا بت پرستی اور شرک کے دائرے میں آتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ مفسرین نے اس کے ذیل میں اس روایت کو ذکر کیا ہے کہ

((مُدْمِنُ الْخَمْرِ كَعَابِدِ وَثَنٍ))[ابن ماجه،ضعيف]

"عادی شرابی، بت پرست کے حکم میں ہے۔"

۴: قرآن پاک نے اس کو شیطانی عمل قرار دیا ہے،اس لیے کہ شراب سے شر اور سرکشی کا ظہور ہوتا ہے اور یہ امر واضح ہے کہ شیطانی عمل کوئی بھی ہو،وہ غضب الٰہی کا باعث بنتا ہے۔

۵: شراب اور جوے کو چھوڑنے کے حکم کو اجتناب کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ یہ ممانعت کا بلیغ استعمال ہے کیونکہ یہ لفظ بتاتا ہے کہ ترک کے ساتھ بالکل یہ دوری اور پرہیز بھی اختیار کیا جائے۔اور یہ حقیقت ہے کہ قرآن پاک نے اجتناب کے لفظ کا استعمال شرک اور طاغوت پرستی سے بچنے کے مواقع پر کیا ہے۔نیز یہ لفظ شرک، بت پرستی، سرکشی کی تمام صورتوں، جملہ کبائر اور جھوٹی باتوں سے گریز کو شامل ہے مثلاً:

﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ﴾ [الحج: ۳۰]

"لہٰذا تم شرک کی ناپاکی سے بچو اور جھوٹی بات کہنے سے بالکل ہٹے رہو۔"

﴿وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾[النحل:٣٦]

''اور غیر اللہ (کی پرستش) سے بچو۔''

﴿وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا﴾[الزمر:١٧]

''اور جو لوگ غیر اللہ کی پوجا سے پرہیز کرتے ہیں۔''

﴿اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ﴾[النجم:٣٢]

''جو لوگ بڑے بڑے گناہ کے کاموں سے اور فحش امور سے بچتے رہتے ہیں، مگر چھوٹی چھوٹی لغزشیں ان سے ہو جاتی ہیں۔''

٦: شرابیوں میں ایک دوسرے کے ساتھ نفرت، عداوت اور بغض وحسد پیدا ہوتا ہے۔ کبھی معمولی چھیڑ چھاڑ سے بڑی لڑائی، مار کٹائی اور قتل وغارت گری کی نوبت آجاتی ہے۔

٧: شراب ذکرِ الٰہی اور نماز سے روکتی ہے کیونکہ شراب پی کر آدمی مدہوش ہو جاتا ہے، نماز کا وقت آ کر گزر جاتا ہے لیکن اسے احساس تک نہیں ہوتا اور اگر کچھ شدہ بدھ بھی ہوتی ہے تو نماز ادا کرنے کی اس کے اندر سکت نہیں ہوتی جبکہ مے خواروں کی مجلس میں مے نوشی کا شغل جاری ہو تو نماز کے احساس کا سوال ہی وہاں بے سود ہوتا ہے۔

سنتِ نبویؐ سے حرمت:

شراب اور نشہ کی حرمت کی روایات کثرت سے منقول ہیں اور تواتر کو پہنچتی ہیں۔ ان رواتیوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم کی روایتیں وہ ہیں جو شراب کے نشہ آور اور حرام ہونے کی صراحت کرتی ہیں۔ دوسری وہ ہیں جن میں شراب پینے والے پر وعید اور سخت ڈانٹ ڈپٹ بیان ہوئی ہے مثلاً یہ کہ ایسا شخص ملعون ہے، اس کا ایمان مسلوب یا معدوم ہے۔

قسمِ اول کی حدیثیں:

١)......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ خَمْرٍ حَرَامٌ))[احمد، ابو داؤد ترمذی مسلم حسن صحیح]

”ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر شراب حرام ہے۔“

۲)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ الْخَمْرَ وَثَمَنَهَا وَحَرَّمَ الْمَيْتَةَ وَحَرَّمَ الْخِنْزِيْرَ وَثَمَنَهُ))[ابو داؤد]

”اللہ تعالیٰ نے شراب اور اس کی قیمت کو، مردار اور اس کی قیمت اور خنزیر اور اس کی قیمت کو حرام قرار دیا ہے۔“

قسم دوم کی حدیثیں:

۳)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَزْنِي الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِيْنَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ))[بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی]

”کوئی شخص بحالت زنا، ایماندار نہیں ہوتا اور کوئی شخص بحالت شراب خوری ایماندار نہیں ہوتا۔“

۴)......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ الْخَمْرَ وَشَارِبَهَا وَسَاقِيَهَا وَمُبْتَاعَهَا وَبَائِعَهَا وَعَاصِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُوْلَةَ إِلَيْهِ))[ابو داؤد، ابن ماجه]

”اللہ تعالیٰ نے شراب پر، اس کے پینے والے، پلانے والے، بیچنے والے، خریدنے والے، اس کو نچوڑنے والے، نچوڑ کر (برتنوں میں) ڈالنے والے، اسے اٹھانے والے اور جس کے پاس اٹھا کر لے جایا جائے، ان سب پر لعنت فرمائی ہے۔“ محدث ابن ماجہ کی روایت میں یہ لفظ بھی ہیں: ((وَآكِلُ ثَمَنِهَا))

”اور اس کی قیمت کھانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔“

۵)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ زَنٰى أَوْ شَرِبَ الْخَمْرَ نَزَعَ اللّٰهُ مِنْهُ الْإِيْمَانَ كَمَا يَخْلَعُ الْإِنْسَانُ الْقَمِيْصَ مِنْ رَأْسِهِ))[مستدرك حاكم]

''جوکوئی زنا کرتا ہے یا شراب پیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اندر سے ایمان کو اس طرح نکال لیتا ہے جس طرح آدمی قمیص کو اپنے سر سے اتارتا ہے۔''

۶)......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَجْلِسُ عَلٰى مَائِدَةٍ يُشْرَبُ عَلَيْهَا الْخَمْرُ))[المعجم الكبير للطبراني]

''جوکوئی اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ شراب نہ پیئے اور جوکوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اس دسترخوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب پی جاتی ہے۔''

۷)......حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَقَاطِعُ الرَّحِمِ وَمُصَدِّقٌ بِالسِّحْرِ))[احمد، ابو یعلیٰ، ابن حبان وصححه الحاكم]

''تین آدمی جنت میں نہیں جائیں گے، عادی شرابی، قطع رحمی کرنے والا اور جادو کو سچ ماننے والا۔'' اور جوکوئی شرابی بن کر مرا، اللہ تعالیٰ اسے ''نہر غوطہ'' سے پلائے گا۔ کسی نے عرض کیا: نہر غوطہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: زانی عورتوں کی شرمگاہ سے یہ نہر نکلی ہوگی جس کی بدبو سے دوزخیوں کو بھی نفرت ہوگی، اور اس سے انہیں سخت اذیت پہنچے گی۔

یہ حدیثیں ہمارے پیارے نبی ﷺ سے مروی ہیں جنہیں اللہ نے سارے جہان والوں کے لیے پیکر رافت ورحمت اور شفقت کا نمونہ بنا کر بھیجا چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَحِيْمٌ﴾[التوبه:۱۲۸]

''تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آئے ہیں، ان پر تمہاری تکلیف گراں گزرتی ہے، تمہاری بھلائی کے وہ حریص ہیں اور ایمان والوں کے حال پر نہایت شفیق اور مہربان ہیں''

ان احادیث میں پوری صراحت اور بغیر کسی شک وشبہ کے بتادیا گیا ہے کہ ہر طرح کی شراب حرام ہے خواہ وہ انگور کی ہو، یا جو، جوار، شہد، کشمش، پیاز یا کسی بھی اور چیز کی۔ اس کا پینا، اس کا استعمال کرنا، اسے نچوڑنا، نچوڑ کر رکھنا، یہاں تک کہ شرابیوں کی ہم نشینی اختیار کرنا بھی حرام ہے اور یہ ایسا کبیرہ گناہ ہے جو سخت ہلاکت خیز ہے کیوں کہ کبیرہ گناہ وہ ہوتا ہے جس کے ارتکاب پر حد لازم آئے، یا کسی قسم کی لعنت، ملامت یا زبردست وعید ہو......اور اس میں شک نہیں کہ یہ تمام چیزیں شراب میں بیک وقت پائی جاتی ہیں۔

جہاں تک شرابی پر حد کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپؐ نے شراب پینے والے پر حد جاری کی۔ اسی طرح خلفائے راشدین نے بھی ان پر حد جاری کی ہے۔ رہی لعنت تو اس بارے میں بھی نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَعَنَ اللّٰهُ الْخَمْرَ وَشَارِبَهَا))

''شراب اور اس کے پینے والے پر اللہ کی لعنت ہو۔''

شرابی کے لیے وعید کے متعلق بھی ارشاد نبویؐ ہے:

((لَا يَزْنِي الزَّانِيْ حِيْنَ يَزْنِيْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِيْنَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ))

''کوئی شخص بحالت زنا، ایماندار نہیں رہتا اور کوئی شخص بحالت شراب خوری ایماندار نہیں ہوتا۔''

نیز آپ نے فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَقَاطِعُ الرَّحِمِ وَمُصَدِّقٌ بِالسِّحْرِ))

''تین آدمی جنت میں نہیں جائیں گے، عادی شرابی، قطع رحمی کرنے والا، اور جادو کو سچ ماننے والا۔''

شراب اور نشہ آور اشیاء کے حرام ہونے کی حکمت:

شراب انسانی جسم اور عقل وشعور کے لیے حد درجہ مضر ہے۔ اسی طرح دین ہو یا دنیا ہر جگہ اس کا نقصان عام ہے۔ ذیل میں ایسی چند مضرتیں پیش خدمت ہیں:

ا۔ وہ مضر اثرات جو جسمانی صحت پر مرتب ہوتے ہیں اور جس سے انسان کی صحت و تندرستی تباہ و برباد ہو کر رہ جاتی ہے ان میں یہ چیزیں شامل ہیں:

☆......معدہ اور اس کے زیر اثر اشتہاء برباد ہو جاتی ہے، جسمانی ساخت بگڑ جاتی ہے، زبان سے چکھنے کا احساس جاتا رہتا ہے اور حلق میں جلن اور سوزش ہو جاتی ہے۔ کبھی جگر بڑھ کر پھیل جاتا ہے اور جسم میں فاضل چربی زیادہ پیدا ہوتی ہے جس سے کارکردگی متاثر ہوتی ہے۔ خون میں آمیزش ہونے کی وجہ سے اس کا دوران مشکل ہو جاتا ہے۔ کبھی اچانک دورانِ خون رُک جاتا ہے۔ شریان میں انجماد پیدا ہو جاتا ہے اور شرابی ناگہانی موت سے بھی دوچار ہو جاتا ہے۔

☆......عملِ تنفس کا پورا نظام شراب سے بری طرح متاثر ہوتا ہے۔ نرخرہ سخت اور بعدہ ہو جاتا اور سانس کی نالی پھول جاتی ہے جس کے نتیجے میں ہچکی اور کھانسی کا عارضہ لاحق ہو جاتا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ پھیپھڑوں کی سوجن یعنی سل جیسا مہلک عارضہ جوانی ہی میں لاحق ہو جاتا ہے اور انسانی جوانی بیخ و بن سے اکھڑ جاتی ہے۔

☆......اعصابی نظام پر اس کے اثرات کے نتیجے میں جنون (پاگل پن) کا مرض لاحق ہو جاتا ہے اور نسل برباد ہو جاتی ہے۔

☆......انسانی عقل پر شراب کے اثرات کو ہر کوئی تسلیم کرتا ہے، شراب کا نشہ باقی رہنے کی حالت تک ہی شعور اور ادراک متاثر نہیں ہوتا بلکہ نشہ اتر جانے کے بعد بھی دماغ کی فکری صلاحیت متاثر ہوتی ہے اور بالآخر آدمی پاگل بھی ہو جاتا ہے۔

☆......مال و دولت پر شراب کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اس بری لت کی وجہ سے روپیہ پانی کی طرح بہہ جاتا ہے اور شرابی آگے چل کر پائی پائی کو ترس جاتا ہے۔

☆......سماجی زندگی پر شراب کا اثر یہ پڑتا ہے کہ اس کی وجہ سے آپس میں لڑائی جھگڑا پیدا ہوتا ہے، نشہ باز آپس میں ایک دوسرے سے الجھ پڑتے ہیں اور جو بھی ان کے ساتھ

اٹھتا بیٹھتا ہے، اس کے معمولی اُکسانے پر وہ مرنے مارنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔
یہ ہے شراب کے حرام ہونے کی وہ حکمت جسے سورۂ مائدۃ میں صراحت کے ساتھ اس طرح بیان کیا گیا ہے:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ﴾
[المائدۃ:۹۱]

''شیطان یہی چاہتا ہے کہ شراب خوری اور قمار بازی کی وجہ سے تم میں باہم عداوت اور بغض ڈالے۔''

☆......شراب کے نتیجے میں راز فاش ہو جاتا ہے اور شرابی انسان عام انسانوں کی نگاہوں میں کمینہ اور ذلیل ثابت ہوتا ہے، نیز شراب نوشی کے ایک جرم سے شرابی میں بے شمار دیگر جرائم بھی جڑ پکڑ جاتے ہیں اور شرابی ڈھیٹ ہو کر ان جرائم کا ارتکاب کرتا ہے۔ خصوصاً زنا کاری اور خون ریزی تو اس کے لیے معمولی کھیل بن جاتا ہے!

شراب، اس کی اقسام اور جملہ نشہ آور اشیاء کی بابت کتاب وسنت اور اطباء کے اقوال ذکر کیے جانے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تمباکو اور سگریٹ نوشی کا بھی کچھ ذکر ہو جائے۔ یہ وبا بھی مشرق ومغرب میں پوری شدت سے پھیل چکی ہے۔ علمِ طب کے ماہرین اور اس سے واقف افراد نے گزشتہ کئی برسوں سے اس مہلک وبا کی بابت بکثرت مواد تیار کیا ہے اور اس موضوع پر وہ مسلسل لکھتے آ رہے ہیں۔ شراب اور جملہ مسکرات پر لکھی گئی کتابوں کے مطالعہ سے درج ذیل حقائق معلوم ہوتے ہیں:

تمباکو نوشی کا مرض، ہجرت نبوی کے ٹھیک ایک ہزار سال کے بعد رونما ہوا ہے، ابتدا میں جب اس کا ظہور ہوا تو بہت سے اہل علم بھی اس حقیقت سے ناآشنا تھے کہ یہ نشہ آور ہے یا اس سے وقتی فتور پیدا ہوتا ہے؟ اور صحت اس سے بنتی ہے یا بگڑتی ہے؟ یہی وجہ ہے کہ علماء کے درمیان اب بھی اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ کوئی اس کو حرام ٹھہراتا ہے کوئی مکروہ

بتاتا ہے اور کوئی صرف مضر قرار دیتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ جسے اس کی وجہ سے ضرر پہنچتا ہو، اس کے لیے یہ حرام ہے اور جسے کوئی ضرر نہ پہنچے اس کے لیے حرام نہیں!

لیکن جو شخص غور وفکر سے کام لے گا، شرابیوں کے حالات پر گہری نگاہ ڈالے گا، اسلاف اور معاصر علماء کے اقوال کو مدنظر رکھے گا اور عہد حاضر کے اطباء اور معالجین کی تحقیقات بھی اس کے پیش نظر ہوں گی، اس کے لیے اس انتہائی خطرناک چیز کی حقیقت عیاں ہو جائے گی اور وہ بخوبی جان لے گا کہ اس کا استعمال ہر حال میں حرام ہے۔ خواہ اسے حقے کی صورت میں استعمال کیا جائے، خواہ سگریٹ میں پیا جائے، خواہ رگڑ کر اسے استعمال کیا جائے یا منہ میں رکھ کر اسے چبایا جائے اور تھوک دیا جائے۔ اور یہ اس لیے کہ کبھی اس کے اندر نشہ پیدا ہوتا ہے اور کبھی اس کی وجہ سے فتور اور اعضا شکنی کا عارضہ لاحق ہوتا ہے جس سے بدن کو مسرت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ بھی سگریٹ نوش مختلف قسم کی مضرتوں سے دوچار ہوتا ہے جیسا کہ آئندہ سطور میں اس کی تفصیل آئے گی۔ یہاں چند ایسی وجوہ ذکر کی جاتی ہیں جن میں سے ہر ایک کی رو سے تمباکو اور سگریٹ نوشی کی حرمت کا حکم اخذ کیا جا سکتا ہے۔

۱)...... طبع سلیم کے نزدیک اس کا شمار خبیث چیزوں میں ہوتا ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے وصف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾ (الاعراف:۱۵۷)

''اور (پیغمبر) پاکیزہ چیزیں ان کے لیے حلال قرار دیتے اور خبیث ترین چیزوں کو حرام ٹھہراتے ہیں۔''

لہٰذا تمباکو اپنے کڑوے، کسیلے اور بدبودار ذائقہ کی وجہ سے خبیث قرار پاتا ہے۔

۲)...... اس خبیث چیز کو خریدنے کے لیے روپیہ صرف کرنا تبذیر اور فضول خرچی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ

كَفُوْرًا﴾ [الاسراء:٢٦،٢٧]

''اور فضول خرچی مت کیا کرو، کچھ شک نہیں کہ فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے ساتھی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بالکل ناشکرا ہے۔''

بے جا اور فضول خرچ وہ ہوتا ہے جو اللہ کی اطاعت کے علاوہ ایسے کاموں میں خرچ ہو جس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، غور کرنا چاہیے کہ آیا تمباکو پر خرچ کرنے کی صورت میں کوئی منفعت پائی جاتی ہے اور اگر بالفرض اس میں کوئی نفع ہو تو پھر بھی اس کے نقصانات اس کے نفع سے کہیں زیادہ ہیں اور جس چیز کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ ہو وہ حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی تعریف متعدد اوصاف کے تحت کی ہے جن میں ایک وصف فضول خرچی نہ کرنا بھی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ إِذَآ أَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذَالِكَ قَوَامًا﴾ [الفرقان:٦٧]

''اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں بلکہ ان کی روش اس کے درمیان ہوتی ہے۔''

۳)...... جو شخص پہلی مرتبہ تمباکو استعمال کرتا ہے، یا ایک مدت تک استعمال کرنے کے بعد اسے چھوڑ دیتا ہے اور پھر دوبارہ اس کو پیتا ہے، اسے ضرور نشہ طاری ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کی حرمت کا یہی ثبوت کافی ہے۔ حرمت کے لیے یہ قطعی ضروری نہیں کہ ہر شخص کو اور خصوصاً عادی افراد کو اس سے نشہ ہو تو پھر یہ حرام ہو۔ تاہم اس کے باوجود تواترِ شہرت سے اس کا نشہ آور ہونا ثابت ہے کیونکہ اس کے عادی اکثر لوگ ہوش وحواس کھو بیٹھتے ہیں، کوئی آگ میں گر کر جل جاتا ہے، کوئی دریا برد ہو کر ہلاک ہوتا ہے، کوئی کنویں میں گر کر موت کے گھاٹ اترتا ہے اور یہ وہ حقائق ہیں جن کا انکار کوئی ناواقف ہی کرے گا۔

۴)...... علاوہ ازیں اس کی وجہ سے جسم میں فتور اور مستی آتی ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی

حدیث میں ہے:

((اَلنَّهْيُ عَنْ كُلِّ مُسْكِرٍ وَمُفَتِّرٍ))

''ہر نشہ لانے اور فتور پیدا کرنے والی چیز سے ممانعت کی گئی ہے۔''

۵)......اس کی بدبو سے ان لوگوں کو بے حد اذیت ہوتی ہے جو اس کو استعمال نہیں کرتے۔ مسجدوں اور عام مجمعوں میں بالخصوص اس اذیت کو محسوس کیا جا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں کراماً کاتبین اور برگزیدہ فرشتوں کو اس سے تکلیف پہنچتی ہے۔ چنانچہ امام بخاریؒ و مسلمؒ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بطریق مرفوع نقل کیا ہے کہ جس نے پیاز یا لہسن کھایا وہ ہم سے علیحدہ ہو جائے اور ہماری مسجد سے بھی دور ہو جائے۔ اور یہ تو ہر شخص جانتا ہے کہ تمباکو کی بدبو پیاز کی بدبو سے کم نہیں ہوتی۔

۶)......مستند اطباء اور ماہر معالجین کی تحقیق کی رو سے تمباکو نوشی صحت کے لیے بے حد مضر ہے اور جو چیز بھی اس قبیل کی ہوگی وہ بالاتفاق حرام ہوگی۔ تمباکو سے جسم کو لاحق ہونے والے بعض مضر اثرات حسب ذیل ہیں:

☆......اس کی وجہ سے فسادِ قلب کا عارضہ لاحق ہوتا ہے۔

☆......اعضاء میں ضعف اور اضمحلال طاری ہوتا ہے۔

☆......جلد کی رنگی بدل کر پیلی پڑ جاتی ہے، بالخصوص دانتوں پر اس کا گہرا اثر پڑتا ہے۔

☆......یہ بلغم اور کھانسی لاتا ہے۔

☆......سینے کی بیماریاں پیدا کرتا ہے جن سے شفا پانا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

☆......قوتِ باہ میں کمی پیدا ہوتی ہے۔

☆......پھیپھڑے کی سل، دل کے امراض اور مرضِ قلب کی وجہ سے اکثر موت کے حادثے پیش آتے ہیں۔

☆......زبان کی قوتِ ذائقہ متاثر ہوتی ہے۔ ہضم مشکل اور اشتہاء کم سے کم ہوتی جاتی ہے۔

☆......خون میں پائے جانے والے ذرے ختم ہوجاتے ہیں، دل متاثر ہوتا ہے اور اس کی دھڑکن کا نظام روز بروز خراب ہوتا جاتا ہے۔

قارئین کی مزید معلومات کے لیے اس کی مضرت کا اس سے بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ طب جدید سے واقف لوگوں نے لکھا ہے کہ پھیپھڑوں کا کینسر بھی تمباکونوشی کی وجہ سے رونما ہوتا ہے چنانچہ رسالہ ''سائنس کی دنیا'' میں لکھا ہے:

اب وہ وقت آچکا ہے کہ عوام کے لیے تمباکونوشی اور اس کے مضر اثرات سے واقفیت حاصل کرنا از حد ضروری ہوگیا ہے۔ عوام کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس ردی مادے سے موت واقع ہوجاتی ہے اور بڑے پیمانے پر دوسری تکالیف پیدا ہوجاتی ہیں، نیز اس بری لت کی مضرتوں کو زیادہ بڑے پیمانے پر عوام کے اندر مشتہر کرانے کی بھی سخت ضرورت ہے تاکہ بڑے مہذب اور ہوشیار بننے والے نوجوان اپنے بچاؤ کی تدبیر کرسکیں...... [جلد نمبر ا شمارہ نمبر ۹]

اس سلسلے کی تمام اطلاعات بہرحال حیرت انگیز ہیں، لیکن سب سے زیادہ تعجب خیز وہ حصہ ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ بے حد مہلک اور اذیت ناک امراض کا سبب تمباکو یا سگریٹ نوشی ہے۔ یہ قاتل امراض وہ ہیں جو سگریٹ نوشی کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بعض چوٹی کے امراض کی شکل میں رونما ہوتے ہیں جیسے دل کے امراض جو فقر الدم کے نتیجے میں رونما ہوتے ہیں اور کچھ وہ بیماریاں جو اسی لت کی وجہ سے خون کی شریانوں میں پیدا ہوتی ہیں اور پھیپھڑے کا کینسر تو بالخصوص سگریٹ نوشی کا لازمی نتیجہ ہے۔ پہلے تو یہ بیماری شاذ و نادر پائی جاتی تھی لیکن اس صدی کی آخری دہائی میں بڑی شدت سے یہ مرض پھیلا۔ پہلے مرد اور پھر بعد میں عورتیں اس میں مبتلا ہوئیں۔ اس صدی کے ابتدائی ساٹھ سالوں میں پھیپھڑے کے کینسر کے نتیجے میں بکثرت اموات واقع ہوئیں، جتنی اس سے پہلے کی دہائیوں میں نہیں ہوئیں۔ (تلخیصا)

قات:

شراب اور جوئے کے نقصانات کی طرح اس کے مضر اثرات بھی جسم پر قریب یکساں ہوتے ہیں مثلاً:

(۱) مال ضائع ہوتا ہے۔ (۲) وقت برباد ہوتا ہے (۳) اس کا استعمال صحت کے خلاف سنگین جرم ہے۔ (۴) نماز اور دیگر اہم فرائض سے غفلت رونما ہوتی ہے۔ (۵) اس کا عادی اولاد کو بھوکا چھوڑ کر قات کی خرید کو ترجیح دیتا ہے۔ (۶) نماز با جماعت میں حاضری میں سستی کرتا ہے۔ (۷) دانت اور داڑھیں کھوکھلی ہو کر گر جاتی ہے۔ (۸) بواسیر کا عارضہ لاحق ہو جاتا ہے۔ (۹) اشتہا کم ہو جاتی ہے۔ (۱۰) ودی خارج ہوتی ہے (۱۱) ریڑھ کی ہڈی تباہ ہو جاتی ہے (۱۲) منی کمزور ہو جاتی ہے (۱۳) دبلا پن اور لاغری آ جاتی ہے (۱۴) دائمی قبض کا مرض پیدا ہوتا ہے (۱۵) گردے کی بیماریاں گھیر لیتی ہیں۔

جو لوگ قات کا استعمال کرتے ہیں ان کی اولاد عموماً لاغر، پست قد، مختصر قامت، خون کی کمی اور مختلف امراض خبیثہ کا شکار رہا کرتی ہے۔ (تلخیص از: اصلاح المجتمع) اور اگر اس کے نتیجے میں اسراف، فضول خرچی اور صحت کی تباہی عمل میں آئے، تب بھی قات کی مذمت اور اس کی حرمت کے لیے اتنا ہی بہت ہے جبکہ ہم نے بے شمار لوگوں سے یہ بھی سنا ہے کہ اس کے استعمال سے اعضا شکنی ہوتی ہے اور اعصاب میں فتور آتا ہے اور اگر یہ صحیح ہے تو اس میں شک نہیں کہ اس کا استعمال حرام ہوگا۔ اس لیے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی سے مروی حدیث جو پیچھے گزری ہے، اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر نشہ آور اور فتور پیدا کرنے والی چیز سے منع فرمایا۔ علاوہ ازیں بعض علماء سے یہ بھی سنا جاتا ہے کہ بھنگ کے نتیجے میں جو مضرتیں لاحق ہوتی ہیں، بعینہ وہی سب مضرتیں قات سے بھی پیدا ہوتی ہیں ...... واللہ اعلم!

مذکورہ بالا تحریر کے علاوہ مناسب ہوگا کہ قات کے سلسلے میں ہم ڈاکٹر احمد حجر کی تحقیق اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کریں۔ ان کی تحقیق کا اقتباس درج ذیل ہے:

''قات کا شماران پودوں میں ہوتا ہے جن کا اثرا سے چبانے والے کے بدن اور عقل پر پوری شدت کے ساتھ پڑتا ہے اور بہت برے انداز سے پڑتا ہے۔خوش قسمتی سے قات چبانے کا رواج دنیا میں اتنا نہیں جتنا تمبا کو اور سگریٹ نوشی کا ہے۔پھر بھی تمبا کو نوشی کے نقصانات سے قات کا نقصان کسی صورت کم نہیں ہے،البتہ قات پر مکمل تحقیق نہ ہونے کی وجہ سے اس کے مضراثرات پوری طرح واضح نہیں ہوسکے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ انسانی بدن پر اس کی مضرتوں سے کم لوگ آگاہ ہیں،لیکن اتنا تو مشہور ہے کہ قات کے نتیجے میں:

☆......معدے میں سوزش ہوجاتی ہے۔

☆......اَلسر یعنی معدے میں زخم پیدا ہوجاتا ہے۔

☆......شدید قبض کا مرض ہوجاتا ہے۔

☆......جگر میں جلن ہونے لگتی ہے۔

☆......دل کی دھڑکن کا نظام درست نہیں رہتا۔

☆......خون کا دباؤ بڑھ جاتا ہے۔

☆......اشتہا یعنی بھوک کم یا ختم ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے جسم کمزور ہوجاتا ہے۔

☆......ذیابیطس یعنی پیشاب میں شکر آنے لگتی ہے یا اس کی مناسب مقدار میں خلل آجاتا ہے۔

☆......پیشاب رک جاتا ہے۔

☆......دودھ پلانے والی کا دودھ گھٹ جاتا ہے۔

☆......بے خوابی کی شکایت پیدا ہوجاتی ہے......جنون اور دیوانگی کا سا عارضہ لاحق ہوجاتا ہے۔[تحقیق از ڈاکٹر احمد حجر،بحوالہ:تطهير المجتمعات]

......☆......

ظلم و ستم

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((یَاعِبَادِیْ اِنِّیْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰی نَفْسِیْ وَجَعَلْتُهٗ بَیْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَاتَظَالَمُوْا))

[مسلم ،ترمذی،ابن ماجه]

''اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کیا ہے اور تمہارے لیے بھی ایک دوسرے کے ساتھ ظلم وزیادتی کو حرام کر رکھا ہے ،اس لیے (دیکھو) ایک دوسرے پر ہرگز ظلم نہ کرنا۔''

عدل وانصاف ، کسی چیز کو اس کی اصل جگہ پر رکھنے کا نام ہے جب کہ اس کے برعکس کسی چیز کو اس کی جگہ پر نہ رکھنا ظلم ہے۔ اس لیے سب سے زیادہ اور بنیادی عدل اللہ کو ایک ماننا اور قصد وارادے کے ساتھ صرف اسی کی بندگی کرنا ہے۔ اس کے بالمقابل بدترین ظلم خدائے عظیم کے ساتھ شریک ٹھہرانا ہے۔

ظلم وزیادتی کا گناہ ہر کسی سے سرزد ہوسکتا ہے۔ اس کا انحصار حاکم، بادشاہ یا امیر اور لیڈر پر موقوف نہیں، نہ اس کا دارومدار کسی صاحب عہدہ پر ہے جیسے قاضی اور منصف وغیرہ۔ رہا امیر اور سلطان کا ظلم تو وہ یہ ہے کہ وہ لوگوں میں حق وانصاف کے ساتھ فیصلہ نہ کرے۔ زمین پر دنیا والوں کا قانون نافذ کریں اور دنیا کو پیدا کرنے والے کے قانون کو ایک طرف ڈال دے، کمزور کو طاقت ور سے انصاف نہ دلائے، الٹا کمزوروں کو دبانے والوں سے رشتہ جوڑے، ان کی مدد کرے اور ان کی اولاد، ان کے ہم نشینوں اور عزیزوں سے قریب رہے۔

وزیر کا ظلم وستم یہ ہے کہ رعایا پر کیے ہوئے مظالم کی شکایت سلطان تک نہ پہنچائے اور جو امور اس کے سپرد کیے گئے ہیں حق وانصاف کے ساتھ ان کو ادا نہ کرے۔

قاضی کا ظلم یہ ہے کہ حق کے مطابق فیصلے نہ کرے یا حق داروں کی بجائے ظالموں کی مدد واعانت کرے یا فیصلے کے لیے رشوت طلب کرے یا کمزوروں کی بجائے طاقت وروں کی مدد کرے۔

شوہر کا اپنی بیوی پر ظلم یہ ہے کہ دستور کے مطابق اس کے ساتھ برتاؤ نہ کرے، اللہ نے جن حقوق کو اس پر واجب کیا ہے، ان کی رعایت نہ کرے مثلاً نان ونفقہ اور لباس پوشاک مہیا نہ کرے، ایک سے زائد بیویاں ہونے کی صورت میں ان کے درمیان انصاف نہ کرے۔

بیوی کا شوہر پر ظلم یہ ہے کہ وہ اس کے حقوق ادا نہ کرے، اور اس کے احکام سے سرتابی کرے۔

اولاد کا ماں باپ پر ظلم یہ ہے کہ وہ ان کی نافرمانی کریں، ان کا حق ادا نہ کریں، انہیں جھڑک دیں، ان کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آئیں اور اس وقت بھی ان کے ساتھ زیادتی کریں جب کہ وہ دونوں ان کے حقوق پورے کرنے والے ہوں۔

پڑوسی کا پڑوسی پر ظلم یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش نہ آئے، بلکہ گفتار یا کردار سے اس کو اذیت پہنچائے۔ صحیح حدیث میں ہے:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ))

''جو کوئی اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ اپنے پڑوسی کا اکرام کرے۔''

اس کے علاوہ ایک دوسرے پر ظلم وزیادتی کی شکلیں یہ ہیں:

ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی کو گالیاں دے، اسے اذیت اور تکلیف دے، اس کی زمین

چھین لے، اس کا مال چوری کرلے، اس کے بقایا روپے دینے سے انکار کرے، اس کے خلاف جھوٹی گواہی دے، اس کی غیبت کرے، چغلی کھائے، اس کا حق ادا نہ کرے، یا اس میں ٹال مٹول کرے۔

اگر ہم ہر ہر فرد کا ظلم الگ الگ گنوائیں تو ممکن ہے دفتر کے دفتر سیاہ ہو جائیں، اس لیے انہی چند مظالم پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ یہ مظالم وہ ہیں جو حکام، جج، میاں بیوی، اولاد اور دوسرے لوگوں سے سرزد ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ظلم و زیادتی تمام آسمانی اور انسانی قوانین کی رو سے حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس قدر پیغمبر مبعوث فرمائے اور جتنی کتابیں نازل کیں، ان سب کا مقصد لوگوں کے درمیان عدل و مساوات کا قیام ہے اور اس سے بھی بلند تر مقصد توحید باری تعالیٰ ہے اور ان لوگوں کی بیخ کنی ہے جو بندوں کے درمیان ظلم کرتے ہیں اور اپنے ماتحتوں کو غلام بنانا چاہتے ہیں۔ قرآن کریم میں متعدد ایسی آیات ہیں جو ظلم سے روکتی ہیں اور ظلم کرنے والوں کو دردناک عذاب کی وعید سناتی ہیں مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ وَسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ﴾

[ابراهيم:٤٢-٤٧]

"اور تو ظالموں کے اعمال سے خدا کو ہرگز غافل مت جان، وہ ان کو اس دن تک مہلت دیتا ہے جس میں آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی، وہ سر کو اوپر کی طرف اٹھائے ہوئے

بھاگے چلے جائیں گے، ان کی نظران کی طرف نہ پھرے گی اوران کے دل ہر طرف سے خالی ہوں گے ،لہذا تم لوگوں کواس دن سے ڈراؤ جس دن عذاب الٰہی ان پر آئے گا تو ظالم کہیں گے: اے اللہ! تو ہم کو تھوڑی سی مہلت دے تا کہ ہم تیری دعوت کو قبول کریں اور تیرے رسولوں کی پیروی کریں۔کیا تم پہلے قسمیں نہ کھا چکے تھے کہ تم کو دنیا چھوڑنا ہی نہیں اور جن لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیے تھے،تم ان کے مکانوں میں رہ چکے تھے اور جو کچھ ہم نے ان سے کیا تھا وہ بھی تمہیں معلوم ہو چکا تھا اور ہم نے تمہیں سمجھانے کے لیے کئی تمثیلات بھی بیان کی تھیں۔ یہ لوگ سب قسم کی چالیں چل چکے تھے اوران کی سب چالیں اللہ کی نظر میں تھیں۔ان کی چالیں ایسی نہ تھیں کہ پہاڑ ان سے ہل جاتے ،لہذا تم اللہ کو، اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرنے والا مت سمجھو۔اللہ تو بڑا زبردست بدلہ لینے والا ہے۔“

علاوہ ازیں ظلم وستم کی حرمت ومذمت پر بکثرت احادیث بھی مروی ہیں مثلاً:

۱)......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِتَّقُوا الظُّلْمَ فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَاِنَّ الشُّحَّ اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَمَلَهُمْ عَلٰى اَنْ سَفَكُوْا دِمَائَهُمْ وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَهُمْ))[مسلم]

”ظلم سے بچو، کیونکہ قیامت کے دن ظلم اندھیرے بن جائے گا۔اور بخیلی سے بچو کیونکہ بخیلی نے ان کو ہلاک کر دیا جو تم سے پہلے گزرے۔یہ وہی چیز تھی جس نے انہیں خوں ریزی اور ہتک حرمت پر آمادہ کیا۔“

۲)......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَاتَظْلِمُوْا فَتَدْعُوْا فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ وَتَسْتَسْقُوْا فَلَا تُسْقَوْا وَتَسْتَنْصِرُوْا فَلَا تُنْصَرُوْا)) [المعجم الکبیر،ازامام طبرانی]

”ظلم مت کرو(ورنہ تمہارا یہ حال ہوگا کہ)دعائیں کروگے لیکن تمہاری دعائیں قبول نہ ہوں گی، بارش کی دعائیں مانگو گے لیکن تم پر بارش نہیں برسے گی، مدد مانگو گے لیکن تمہاری

مدد نہ کی جائے گی۔"

۳)......امام طبرانیؒ ہی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

((صِنْفَانِ مِنْ اُمَّتِیْ لَنْ تَنَالُهُمَا شِفَاعَتِیْ اِمَامٌ ظَلُوْمٌ غَشُوْمٌ وَكُلُّ غَالٍ مَارِقٍ))

"میری امت کے دو قسم (کے لوگوں) کو میری سفارش نہ پہنچے گی، ظالم غاصب حکمران کو اور اس شخص کو جو غلو کرنے والا اور ملحد ہے۔"

۴)......حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ يُمْلِيْ لِلظَّالِمِ فَاِذَا اَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ ثُمَّ قَرَاَ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهُ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ))[بخاری،مسلم،ترمذی]

"اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے لیکن جب اسے گرفت میں لیتا ہے تو پھر چھوڑتا نہیں۔ پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ تیرے رب کی گرفت کا یہی حال ہے کہ جب وہ بستی والوں کو پکڑ لیتا ہے اور وہ ظالم ہوتے ہیں تو اس کی گرفت نہایت دردناک اور سخت ہوتی ہے۔"

۵)......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ مَظْلَمَةٌ لِاَخِيْهِ مِنْ عِرْضٍ اَوْ مِنْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْ مِنْهُ الْيَوْمَ مِنْ قَبْلِ اَنْ لَا يَكُوْنَ دِيْنَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ اِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهِ وَاِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ)) [بخاری،ترمذی]

"جس شخص نے اپنے بھائی کی آبرو یا اور کسی چیز کے متعلق ظلم کیا ہو، اس کو چاہیے کہ آج (دنیا ہی میں وہ) اس سے معاف کروا لے، قبل اس کے کہ دینار اور درہم (کچھ کام) نہ دیں گے کیونکہ (قیامت کے دن) اگر اس کا کوئی نیک عمل ہوگا تو وہ اس کے ظلم کے بقدر اس سے لے (کر مظلوم کو دے دیا) جائے گا۔ اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کی بدیاں لے کر اس پر لاد دی جائیں گی۔"

۶)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((أَتَدْرُوْنَ مَنِ الْمُفْلِسُ؟ قَالُوْا الْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَّا دِرْهَمَ لَهٗ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِيْ مَنْ يَّأْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ وَيَأْتِيْ وَقَدْ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَأَكَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ أَنْ يُّقْضٰى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ)) [مسلم، ترمذی]

”تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہاں! مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم و دینار ہو اور نہ کوئی سامان۔ آپؐ نے فرمایا: میری امت کا مفلس وہ ہوگا جو قیامت کے دن (بہت ساری) نمازیں، روزے اور زکوٰۃ (کا عمل) لے کر آئے گا۔ لیکن وہ اس حال میں آئے گا کہ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی کا ناحق مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو مارا پیٹا ہوگا، چنانچہ ان (ظلموں) کے نتیجے میں اس کی کچھ نیکیاں فلاں مظلوم کو اور کچھ نیکیاں فلاں کو دے دی جائیں گی۔ پھر بھی اگر اس کے ذمے کچھ دینا باقی رہ جائے گا اور اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو ان (مظلوم) لوگوں کے گناہ لے کر اس کے سر تھوپ دیے جائیں گے اور اس شخص کو دوزخ میں دھکیل دیا جائے گا۔“

۷)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمُ الصَّائِمُ حَتّٰى يُفْطِرَ وَالْإِمَامُ الْعَادِلُ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ فَوْقَ الْغَمَامِ وَيُفْتَحُ لَهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَيَقُوْلُ الرَّبُّ وَعِزَّتِيْ لَأَنْصُرَنَّكَ وَلَوْ بَعْدَ حِيْنٍ)) [احمد، ترمذی، ابن ماجہ، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان]

”تین (افراد) کی دعا رد نہیں کی جاتی۔ روزے دار کی دعا جب تک کہ وہ افطار نہ کرے، امام عادل کی، اور مظلوم کی دعا۔ اس دعا کو اللہ تعالیٰ بادلوں سے اوپر اٹھا لیتا ہے، اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور پروردگار عالم فرماتا ہے: میری عزت

کی قسم! میں تیری مدد ضرور کروں گا، خواہ کچھ وقت کے بعد ہی کیوں نہ کروں۔"

۸)...... حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((یَقُوْلُ اللّٰهُ اِشْتَدَّ غَضَبِیْ عَلٰی مَنْ ظَلَمَ مَنْ لَّا یَجِدُلَهٗ نَاصِرًا غَیْرِیْ)) [رواہ الطبرانی فی المعجم الصغیر والاوسط]

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اس شخص پر میرا غصہ بے حد تیز ہو جاتا ہے جو کسی ایسے شخص پر ظلم کرتا ہے جو میرے علاوہ کسی اور کو اپنا حامی اور مددگار نہیں پاتا۔"

۹)...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُهٗ وَلَا یَخْذُلُهٗ وَلَا یَحْقِرُهٗ اَلتَّقْوٰی هٰهُنَا اَلتَّقْوٰی هٰهُنَا وَیُشِیْرُ اِلٰی صَدْرِهٖ بِحَسْبِ امْرِءٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَعِرْضُهٗ وَمَالُهٗ)) [مسلم]

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، لہٰذا وہ اپنے بھائی پر ظلم نہ کرے، اس کو بے مدد نہ چھوڑے اور اس کو ذلیل نہ کرے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا): تقویٰ اس جگہ ہوتا ہے، پھر فرمایا: آدمی کے لیے یہی شر کافی ہے کہ وہ اپنے بھائی کو حقیر سمجھے۔ مسلمان کی ہر چیز خون، آبرو اور مال دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔"

علامہ ابن حجر ہیثمیؒ نے اپنی کتاب الزواجر میں لکھا ہے کہ "ایک شخص نے کہا میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کا ہاتھ کاندھے سے کٹا ہوا تھا اور وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا مجھے دیکھ کر عبرت حاصل کرو، اور کسی پر ہرگز ظلم نہ کرو۔ میں نے آگے بڑھ کر اس سے پوچھا میرے بھائی تیرا قصہ کیا ہے؟ اس شخص نے جواب دیا بھائی میرا قصہ عجیب و غریب ہے۔ دراصل میں ظلم کرنے والوں کا ساتھ دیا کرتا تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے میں نے ایک مچھیرے کو دیکھا جس نے کافی بڑی مچھلی پکڑ رکھی تھی۔ مچھلی مجھے پسند آئی۔ میں اس کے پاس پہنچا اور کہا مجھے یہ مچھلی دے دو، اس نے جواب دیا میں یہ مچھلی تمہیں نہیں دوں گا کیونکہ اسے فروخت کر کے اس

کی قیمت سے مجھے اپنے بچوں کا پیٹ پالنا ہے۔میں نے اسے مارا پیٹا اور اس سے زبردستی مچھلی چھین لی اور اپنی راہ لی۔جس وقت میں مچھلی کو اٹھائے جارہا تھا، اچانک مچھلی نے میرے انگوٹھے میں زور سے کاٹ لیا......میں مچھلی لے کر گھر آیا اور اسے ایک طرف ڈال دیا۔اب میرے انگوٹھے میں ٹیس اور درد اٹھی اور اتنی تکلیف ہونے لگی کہ اس کی شدت سے میری نیند اڑ گئی۔ پھر میرا پورا ہاتھ سوجھ گیا۔

جب صبح ہوئی تو میں طبیب کے پاس گیا اور اس سے درد کی شکایت کی۔طبیب نے کہا یہ انگوٹھا سڑنا شروع ہو گیا ہے، لہٰذا بہتر ہے کہ اس کو کٹوا دو، ورنہ پورا ہاتھ سڑ جائے گا۔میں نے انگوٹھا کاٹ کر نکلوا دیا لیکن اس کے بعد سڑاند ہاتھ میں شروع ہو گئی، اور درد کی شدت سے میں سخت بے چین ہو گیا اور سو نہ سکا۔لوگوں نے مجھ سے کہا کہ ہتھیلی کاٹ کر نکلوا دو۔میں نے ایسا ہی کیا، اب درد بڑھ کر پہنچوں تک پہنچ گیا۔میرا چین اور نیند سب اڑ گئی اور میں درد کی شدت سے رونے اور فریاد کرنے لگا۔ایک شخص نے مشورہ دیا کہ کہنی سے ہاتھ الگ کر دو۔میں نے ایسا ہی کیا لیکن اب درد کندھے تک پہنچ گیا۔لوگوں نے کہا کہ اب پورا ہاتھ کندھے سے کٹوانا ہو گا ورنہ تکلیف پورے بدن میں پھیل جائے گی۔اب لوگ مجھ سے پوچھنے لگے کہ آخر یہ تکلیف تمہیں شروع کیونکر ہوئی۔میں نے مچھلی کا قصہ انہیں سنایا۔ انہوں نے کہا اگر تم ابتدا میں مچھلی والے کے پاس جا کر اس سے معافی مانگتے، اسے کہہ سن کر راضی کر لیتے اور کسی صورت میں مچھلی کو اپنے لیے حلال کر لیتے تو تمہارا ہاتھ یوں کاٹا نہ جاتا، اس لیے اب بھی جاؤ اور اس شخص کو ڈھونڈھ کر اسے خوش کرو، ورنہ تکلیف پورے بدن میں پھیل جائے گی۔اس شخص نے کہا میں نے یہ سنا تو مچھلی والے کو پورے شہر میں ڈھونڈنے لگا۔آخر ایک جگہ اس کو پا لیا۔میں اس کے پاؤں پڑ گیا اور انہیں چومتے ہوئے رو رو کر کہنے لگا: میرے آقا تمہیں اللہ کا واسطہ مجھے معاف کر دو۔اس نے مجھ سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ میں نے بتایا کہ میں وہ شخص ہوں جس نے تم سے مچھلی چھینی تھی۔پھر میں نے اس سے اپنی

کہانی بیان کی،اور اسے اپنا ہاتھ دکھایا۔وہ دیکھ کر رو پڑا اور کہا میرے بھائی میں نے اس مچھلی کو تمہارے لیے حلال کیا،کیونکہ تمہارا حشر میں نے دیکھ لیا۔میں نے اس سے کہا میرے آقا خدا کا واسطہ دے کر میں تم سے پوچھتا ہوں کہ جب میں نے تمھاری مچھلی چھینی تو کیا تم نے مجھے کوئی بددعا دی تھی؟

اس شخص نے کہا میں نے اس وقت یہ دعا مانگی کہ اے اللہ!یہ اپنی قوت اور زور کے گھمنڈ میں مجھ پر غالب آیا اور تو نے جو رزق مجھے دیا اس نے مجھ سے وہ چھین لیا اور مجھ پر ظلم کیا،اس لیے تو میرے سامنے اس پر اپنے زور کا کرشمہ دکھا۔میں نے اس سے کہا میرے مالک اللہ نے اپنا زور تمہیں دکھا دیا۔اب میں اللہ کے حضور توبہ کرتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ نہ کبھی خود ظلم کروں گا،نہ کسی ظالم کی مدد کروں گا،اور نہ ان کے دروازے پر کبھی جاؤں گا اور ان شاء اللہ جب تک زندہ رہوں گا اپنے وعدے پر قائم رہوں گا۔"[تطهير المجتمعات......از:ابن حجر بوطامیؒ]

کسی کی زمین پر ناجائز قبضہ کرنا:

جب کسی شخص کے دل سے اللہ کا خوف ختم ہو جائے تو اس کی اپنی طاقت خود اس کے خلاف وبالِ جان بن جاتی ہے اور پھر وہ اپنی طاقت دوسروں کے مال ودولت او رزمینوں پر ناجائز قبضہ کرنے اور ظلم وستم کرنے میں استعمال کرتا ہے ۔کسی کی جائیداد کو ناحق غصب کرنے پر اسلام نے سخت ترین سزا سنائی ہے،چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ اَخَذَ مِنَ الْاَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهِ خُسِفَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَى سَبْعِ اَرْضِيْنَ))

"جس شخص نے کسی کی زمین پر ناحق قبضہ کیا اسے قیامت کے دن ساتوں زمینوں کے نیچے تک دھنسا دیا جائے گا۔"

حضرت یعلیٰ بن مرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((أَيُّمَا رَجُلٍ ظَلَمَ شِبْرًا مِنَ الْاَرْضِ كَلَّفَهُ اللّٰهُ أَنْ يَّحْفِرَهُ ـ وَفِي الطَّبْرَانِي :يَحْفِرُهُ ـ حَتّٰى اٰخِرَسَبْعِ أَرْضِيْنَ ثُمَّ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يَقْضِيَ بَيْنَ النَّاسِ))

''جس شخص نے ازراہِ ظلم کسی کی ایک بالشت بھر زمین بھی ہتھیا لی اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن یہ سزا دیں گے کہ وہ شخص اس حصے کو ساتوں زمینوں کے نیچے تک کھودے گا پھران ساتوں زمینوں کا طوق بنا کر اس کے گلے میں اس وقت تک کے لیے ڈال دیاجائے گا جب تک کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے فیصلے کر کے فارغ نہیں ہوجاتے۔''

کسی کی زمین پر ناجائز قبضہ کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ اپنی زمین کو وسیع کرتے ہوئے اس کی حدود میں ردو بدل کر کے ہمسائے کی زمین کا کچھ حصہ اپنی زمین میں ملالیاجائے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

((لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ غَيَّرَمَنَارَالْاَرْضِ))[صحيح مسلم مع شرح النووى (ج١٣ص١٤١)]

''جس نے زمین کی حدوں اورعلامتوں کو بدلا،اس پر اللہ کی لعنت ہو۔''

مزدور سے کام پورا لینااور اسے مزدوری پوری نہ دینا:

مزدو کی اجرت جلد از جلد ادا کرنے کی آنحضرت ﷺ نے بہت تاکید کی ہے ارشاد ہے:

((اَعْطُوا الْاَجِيْرَ اَجْرَهُ قَبْلَ اَنْ يَّجِفَّ عَرَقُهُ))

''مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی مزدوری (اجرت) دے دو۔''

ہمارے معاشروں میں ایک ظلم یہ بھی پایا جاتا ہے کہ بعض کارکنوں ،مزدوروں اور ملازموں کو ان کے حقوق پورے طور پرنہیں دیئے جاتے اوراس طرح ان پرظلم کیا جاتا ہے۔ مزدوروں پر ہونے والے ظلم وستم کی چند صورتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

۱)......مزدور پرظلم کی ایک صورت یہ ہے کہ اس کے حقِ اُجرت کا مکمل طور پرانکار کردیا جائے جبکہ مزدور کے پاس اپنے حق اجرت کی کوئی گواہی نہ ہو۔ایسی صورت میں اس بے چارے مزدور کاحق دنیا میں تو ضائع ہوگیا لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ

ہرگز ضائع نہ ہوگا۔ جب کہ اس روز مظلوم کا مال کھانے والے کو میدان حشر میں لایا جائے گا اور اس کی نیکیاں مظلوم کو دے دی جائیں گی۔ اگر ظالم کی نیکیاں ختم ہوگئیں اور مظلوم کے حقوق ابھی باقی ہوئے تو مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے اور پھر اس ظالم کو گھسیٹ کر جہنم میں پھینکا جائے گا۔

۲)......مزدور پر ظلم کی ایک صورت یہ ہے کہ اس کا حق پورا ادا نہ کیا جائے بلکہ بلاوجہ اس کی مزدوری اور تنخواہ میں کمی کر دی جائے۔ حالانکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ﴾ [المطففين- ۱]

''ناپ تول (وغیرہ) میں کمی کرنے والوں کے لیے ہلاکت اور بربادی ہے۔''

ظلم کی اس صورت کی ایک واضح مثال یہ ہے کہ بعض کفیل (مالک) ویزے بھیج کر مختلف ملکوں سے ملازم منگواتے ہیں اور ان ملازموں کے ساتھ انہوں نے عہدنامے کے ذریعے ایک مخصوص تنخواہ پر اتفاق کیا ہوتا ہے لیکن جب ملازم کفیل کی ماتحتی میں آ کر کام شروع کر دیتے ہیں تو کفیل اس عہدنامہ کے فارم میں ردو بدل کر کے تنخواہ کم کر دیتا ہے۔ اب مزدور بیچارے ناخوشی اسی کم تنخواہ پر ہی کام کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں عام طور پر وہ اپنا حق بھی ثابت نہیں کر سکتے، اس لیے چاروناچار اپنے معاملے کا شکوہ اللہ ہی کے سپرد کر دیتے ہیں۔ اور اگر مالک مسلمان ہو اور مزدور کافر پھر مسلمان مالک کی طرف سے اس کافر مزدور پر اس طرح کا ظلم اس کے قبول اسلام کی راہ میں رکاوٹ بن جاتا ہے اور اس طرح مالک اس مزدور کے اسلام نہ لانے کا گناہ بھی اپنے سر اٹھا لیتا ہے!

۳)......مزدور پر ظلم کی ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ اس پر طے شدہ کام سے بڑھ کر اضافی کام ڈال دیا جاتا ہے یا کام کی پہلے سے طے شدہ مدت کو بڑھا دیا جاتا ہے مگر ان دونوں صورتوں میں مزدور کو اضافی اجرت بھی نہیں دی جاتی۔

۴)......مزدور پر ظلم کی ایک صورت یہ ہے کہ اس کے حقوق ادا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لیا جاتا ہے ۔اندریں صورت مزدور کی طرف سے زبردست احتجاجی کوششوں، مسلسل عدالتی کارروائیوں کے بعد اسے تنخواہ وغیرہ مہیا کی جاتی ہے۔اس طرح ٹال مٹول کرنے سے مالک کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مزدور اکتا کر اپنے حق سے دستبردار ہو جائے اور تنخواہ کا مطالبہ ترک کر دے ۔یا مالک مزدوروں کی تنخواہیں روک کر ان پیسوں کو اپنے کاروبار میں لگانا چاہتا ہے اور بعض مالکان تو اپنے ماتحت ملازموں کی تنخواہیں آگے سودی قرضوں پر دے دیتے ہیں جبکہ بیچارے مسکین ملازم کے پاس گھر میں بیوی بچوں کا خرچہ بھیجنے اور خود اپنے لیے ایک دن کا راشن بھی نہیں ہوتا حالانکہ وہ بیوی بچوں کی خاطر ملک بدر ہو کر پردیس میں آیا تھا۔ ایسے ظالم مالک کے لیے تباہی اور بربادی ہو اور قیامت کے دن دردناک عذاب چکھنے کے لیے انہیں تیار رہنا چاہیے ،جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

((ثَلَاثَةٌ اَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ اَعْطٰى بِى ثُمَّ غَدَرَ وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا وَاَكَلَ ثَمَنَهُ وَرَجُلٌ اِسْتَاجَرَ اَجِيْرًا فَاسْتَوْفٰى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهٖ اَجْرَهُ)) [صحيح بخاری مع فتح الباری ج٤ ص٤٤٧]

”قیامت کے دن تین آدمیوں سے میں بذات خود جھگڑا کروں گا ایک وہ جس نے میرے نام پر کسی کو امان دی اور پھر اس سے عہد شکنی کی ۔دوسرا وہ جس نے کسی آزاد شخص کو بیچ کر اس کی قیمت کھائی اور تیسرا وہ جس نے کسی مزدور سے پورا کام لیا لیکن اس کو اس کی اجرت نہ دی ۔“

......☆......

واپس نہ کرنے کی نیت سے قرض لینا

حقوق العباد اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت اہمیت رکھتے ہیں،حقوق اللہ سے تو بندہ توبہ کے ذریعے بری ہوسکتا ہے لیکن حقوق العباد کی دائیگی سے اس وقت تک چھٹکارا ممکن نہیں جب تک قیامت کا وہ وقت نہیں آ جاتا کہ جب درہم ودیناراور روپیہ پیسہ کام نہیں آئیں گے بلکہ نیکیوں یا گناہوں کے ساتھ فیصلے ہوں گے،ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلَى اَهْلِهَا﴾ [النسآء: ۵۸]

''بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انہیں واپس لوٹادو۔''

قرض کے سلسلے میں غفلت برتنا ہمارے معاشرے میں عام سی بات ہوگئی ہے۔قرض لینے والے بعض لوگ اس لیے قرض نہیں لیتے کہ وہ سخت ضرورت مند ہیں بلکہ محض اپنی مادی عیش پرستی کو وسعت دینے اور دوسروں کی اندھی تقلید کرتے ہوئے نت نئی گاڑی ،اور گھر کا نیا سامان وغیرہ خریدنے کے لیے قرض کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور اکثر حالات میں ایسے لوگ قسطوں پر چیزیں خریدنے کی وجہ سے قسطوں کے چکر میں پھنسے رہتے ہیں جبکہ قسطوں والی خرید وفروخت کی بہت سی شکلیں تو حرمت سے خالی نہیں ہیں۔

بغیر شدید ضرورت کے قرض لینے میں جلد بازی کا نتیجہ بعد میں ادائیگی قرض میں ٹال مٹول یادوسروں کے مال ضائع کرنے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔قرض لے کر واپس نہ کرنے کے برے انجام سے ڈراتے ہوئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ اَدَاءَهَا اَدَّى اللّٰهُ عَنْهُ وَمَنْ اَخَذَ يُرِيْدُ اِتْلَافَهَا اَتْلَفَهُ اللّٰهُ))[صحيح بخاری مع فتح الباری (ج۵ص۵٤)]

"جس شخص نے لوگوں سے اس نیت سے قرض لیا کہ بعد میں ادا کروں گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف سے ادا کر دیتے ہیں (یعنی قرض کی ادائیگی میں اس کی مدد کرتے ہیں) اور جس نے ہڑپ اور ضائع کر جانے کی نیت سے قرض لیا تو اللہ تعالیٰ بھی اسے ضائع کر دیتے ہیں۔"

قرض کی واپسی میں تساہل وغفلت کی بیماری بہت عام ہو چکی ہے اور لوگوں کی نگاہ میں یہ بہت معمولی سی بات ہے حالانکہ قرض کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت اہمیت کا حامل ہے حتیٰ کہ شہید بھی اجر عظیم اور بلند مرتبے پر فائز ہونے کے باوجود قرض کی عدم ادائیگی کے برے انجام سے محفوظ نہیں رہ سکتا، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

((سُبْحَانَ اللّٰهِ مَاذَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ التَّشْدِيْدِ فِي الدَّيْنِ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَوْأَنَّ رَجُلًا قُتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ أُحْيِيَ ثُمَّ قُتِلَ ثُمَّ أُحْيِيَ ثُمَّ قُتِلَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ مَا دَخَلَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يُقْضٰى عَنْهُ دَيْنُهُ))[نسائی(ج۷ص۳۱٤)صحیح الجامع(ح۳۵۹٤)]

"سبحان اللہ! قرض کے معاملے میں اللہ تعالیٰ نے کس قدر سختی نازل فرمائی ہے۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر کوئی آدمی اللہ کے راستے میں شہید کر دیا جائے پھر وہ زندہ کیا جائے پھر شہید کر دیا جائے پھر زندہ کیا جائے پھر وہ شہید کیا جائے (تین مرتبہ شہادت کا مرتبہ پانے کے باوجود) اور وہ مقروض ہو تو جب تک اس کا قرض ادا نہ کیا جائے وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔"

حرام خوری اور اس کی مختلف شکلیں

جب خوفِ خدا ختم ہو جائے تو پھر انسان کو اس بات کی کوئی پروا نہیں رہتی کہ دولت کہاں سے کمائی اور کہاں خرچ کی جارہی ہے بلکہ اس کا مقصد تو یہ ہوتا ہے کہ جیسے بھی ممکن ہو اپنے سرمائے اور بینک بیلنس کو بڑھایا جائے ،خواہ چوری ،ڈکیتی ،رشوت ،جھوٹ ،حرام کاروبار اور سودی لین دین کے ذریعے ایسا کیا جائے ،خواہ یتیم کا مال کھانے ،نجومی کا پیشہ اپنانے ،گلوکار بننے ،عصمت فروشی کا دھندا اختیار کرنے ،مسلمانوں کے بیت المال اور اجتماعی اموال پر دست درازی کرنے ،چیڑا پن کر کے دوسروں کا مال چھیننے اور بغیر ضرورت کسی کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے ہی ایسا کیوں نہ کیا جائے۔ایسا شخص ان حرام اور ناجائز طریقوں سے دولت کما کر بڑے اطمینان سے کھاتا پیتا ،پہنتا ،سوار ہوتا ،گھر بناتا ،یا کرائے کا گھر لے کر اسے ہر قسم کے دنیاوی ساز وسامان سے آراستہ وپیراستہ کرتا اور اپنے پیٹ کو جہنم کی آگ سے بھرتا ہے۔نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

((كُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ فَالنَّارُ أَوْلَى بِهِ))[صحيح الجامع الصغير(ح٤٤٩٥)]

”ہر وہ گوشت(جسم) جس کی پرورش حرام سے ہوئی جہنم کی آگ ہی اس کے زیادہ لائق ہے۔“

قیامت کے دن یہ سوال بھی ہوگا کہ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ حرام کھانے والوں کی اس موقع پر صحیح تباہی اور بربادی ہوگی۔لہذا اب بھی اگر کسی شخص کے پاس حرام کا مال باقی ہو تو اسے جلد از جلد اس سے چھٹکارا حاصل کر لینا چاہیے۔اگر کسی کا حق غصب کیا ہو تو فوراً اس کا حق واپس لوٹا دینا چاہیے اور اس سے اس قیامت کے آنے سے پہلے

ہی معافی مانگ لینی چاہیے کہ جس دن ظالموں اور مظلوموں کے درمیان درہم و دینار کے ذریعے فیصلے نہ ہوں گے بلکہ نیکیوں اور برائیوں کے تبادلہ کے ذریعے فیصلے ہوں گے!

حرام مال کھانے کی حرمت ومذمت:

علامہ احمد بن حجر بوطامیؒ حرام مال کی حرمت ومذمت کے سلسلہ میں رقم طراز ہیں کہ:

''تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ حرام مال کھانا مہلک ترین گناہِ کبیرہ ہے۔حرام کھانے کا مطلب یہ ہے کہ غیر شرعی طریقے سے کسی کا مال ہڑپ کیا جائے،خواہ اس حرام خوری کی شکل کوئی بھی ہو،خواہ حرام کھایا جائے یا پہنا جائے یا کسی کو دیا جائے۔کتاب اللہ کی رو سے ایسا کرنا اس لیے حرام ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾[البقرة:۱۸۸]

''اور آپس میں ایک دوسرے کے مال ناجائز طریقے سے مت کھاؤ۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جھوٹی قسمیں کھا کر کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کا مال ہڑپ نہ کرے۔اسی طرح ابن حجر ہیثمی نے اپنی کتاب الزواجر میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

''کسی انسان سے بلاعوض کوئی چیز لینا باطل کہلاتا ہے۔''

ممکن ہے کہ ابن حجرؒ نے جو کچھ کہا وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی کوئی روایت ہو۔اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کا جو قول ہم نے پیش کیا وہ زیادہ وسعت اور عموم والا ہے کیونکہ ناحق کسی بھی چیز کا لینا باطل کھانے میں داخل ہے،نیز باطل کھانے کی دو قسمیں ہیں: پہلی قسم یہ کہ ظلم وتشدد کر کے کھایا جائے مثلاً غصب کر کے،امانت کے مال میں خیانت کر کے،حصہ دار کو دھوکا دے کر،خرید و فروخت میں فریب کاری کر کے،دغابازی اور دسیسہ کاری سے کام لے کر،ادھار لی ہوئی چیز کا انکار کر کے،رشوت اور سود کے ذریعے،زنا کی کمائی،چوری،نوحہ گری،جادو،علم نجوم،تصویر سازی،ٹیکس یا کسی آزاد کو بیچ کر مال لیا جائے۔اسی طرح جھوٹی گواہی کا معاوضہ لے کر اسے چٹ کرنا اور یتیم کا مال وغیرہ کھانا بھی اس میں داخل ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ دل لگی اور ازراہِ مذاق کسی کا مال ہتھیا لے چنانچہ جوئے بازی یا لہو ولعب میں رقمیں ہتھیانا اسی قبیل سے ہے۔

صحیح بخاری شریف میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ رِجَالًا یَتَخَوَّضُوْنَ مِنْ مَالِ اللّٰہِ بِغَیْرِ حَقٍّ فَلَھُمُ النَّارُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ))

"کچھ لوگ اللہ کے مال میں ناحق دخل اندازی کرتے ہیں، ایسے لوگ قیامت کے دن دوزخ میں ہوں گے۔"

صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی شخص کے بارے میں فرمایا:

((اَلرَّجُلُ یُطِیْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ یَمُدُّ یَدَہُ اِلَی السَّمَاءِ یَارَبِّ یَارَبِّ وَمَطْعَمُہُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُہُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُہُ حَرَامٌ وَغُذِیَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لَھَا؟))

"ایک شخص طویل سفر کر کے آتا ہے، پراگندہ بال اور غبار آلود حالت میں آسمان کی طرف اپنے ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے: اے پروردگار! اے پروردگار! حالانکہ اس کا کھانا حرام کا، اس کا پینا حرام کا، حرام ہی سے اس کی پرورش ہوئی، پھر بھلا اس کی دعا کیسے قبول ہوگی؟"

ایک صحیح حدیث میں ہے:

((اِنَّ دِمَاءَکُمْ وَاَمْوَالَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ عَلَیْکُمْ حَرَامٌ کَحُرْمَۃِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا فِیْ شَھْرِکُمْ ھٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا))

"تمھارا خون، تمھارا مال، تمھاری آبرو، تم پر حرام ہیں جیسے تمھارا یہ دن تمھارے اس مہینے (ذوالحجہ) اور تمھاری اس بستی (مکہ مکرمہ) میں حرمت والا ہے۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:

((اُدْعُ اللّٰہَ اَنْ یَّجْعَلَنِیْ مُسْتَجَابَ الدَّعْوَۃِ فَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَااَنَسُ اَطِبْ کَسْبَکَ تُجَبْ دَعْوَتُکَ فَاِنَّ الرَّجُلَ لَیَرْفَعُ اللُّقْمَۃَ مِنَ الْحَرَامِ اِلٰی فِیْہِ فَلَا یُسْتَجَابُ لَہٗ دَعْوَۃٌ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا))

"اللہ سے دعا کیجیے کہ میں مستجاب الدعا بن جاؤں۔آپؐ نے فرمایاانس !اپنی کمائی حلال رکھو،تمھاری دعائیں قبول ہوں گی جب کوئی آدمی حرام کا ایک لقمہ اٹھاتا ہے تو اس کی چالیس دن کی دعائیں قبول نہیں کی جاتی ہیں۔"

اس روایت کو امام منذریؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ذکر کیا،البتہ مستجاب الدعوات ہونے کی درخواست کرنے والے اس میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں،نیز امام طبرانیؒ نے بھی اس کو نقل کیا۔

اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے:

((سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنْ اَکْثَرِ مَا یُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ قَالَ اَلْفَمُ وَالْفَرْجُ وَسُئِلَ عَنْ اَکْثَرِ مَا یُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّۃَ قَالَ تَقْوَی اللّٰہِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ))

"رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا سب سے زیادہ کون سی چیز لوگوں کو جہنم میں داخل کرے گی؟ آپؐ نے فرمایا: منہ اور شرم گاہ۔پھر پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ جنت میں کون سی چیز داخل کرے گی؟ تو آپؐ نے فرمایا: خوفِ خدا اور نیک اخلاق۔"

نیز ترمذی اس کے راوی ہیں اور انھوں نے اس کی تصحیح کی کہ

((لَنْ تَزُوْلَ قَدَمَا عَبْدٍ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ حَتّٰی یُسْأَلَ عَنْ اَرْبَعٍ عَنْ عُمُرِہٖ فِیْمَا اَفْنَاہُ وَعَنْ شَبَابِہٖ فِیْمَا اَبْلَاہُ وَعَنْ مَالِہٖ مِنْ اَیْنَ اِکْتَسَبَہٗ وَفِیْمَا اَنْفَقَہٗ وَعَنْ عِلْمِہٖ مَاذَا عَمِلَ فِیْہِ))

"قیامت کے دن کسی بندے کے دونوں پاؤں اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں گے جب تک کہ وہ چار باتوں کا جواب نہ دے دے۔اپنی عمر کے بارے میں کہ کہاں اس کو برباد کیا؟ اپنی جوانی کی بابت کہ کہاں اس کو صرف کیا؟ اپنے مال سے متعلق کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اور اپنے علم کے بارے میں کہ اس پر کتنا عمل کیا؟"

ترمذی نے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ وَدَمٌ نَبَتَا عَلٰى سُحْتٍ فَالنَّارُ اَوْلٰى بِهٖ))
"وہ گوشت اور خون جنت میں نہیں جائیں گے جو حرام سے پلے بلکہ ان کا ٹھکانا دوزخ ہے"

حرام سے بچاؤ کے چند بہترین واقعات:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک غلام تھا۔ یہ غلام اپنے خراج کی رقم روزانہ ادا کرنے کے لیے آتا تھا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ روزانہ ہی اس سے پوچھتے کہ یہ رقم اس نے کہاں سے حاصل کی؟ اگر مناسب طریقے سے حاصل کی ہوتی تو آپ اسے کھالیتے ورنہ نہیں کھاتے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ ایک رات وہی غلام کچھ کھانا لے کر آیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس دن روزہ سے تھے۔ آپ اس سے پوچھنا بھول گئے اور ایک لقمہ لے کر کھالیا۔ جب یاد آیا تو اس سے پوچھا کہ یہ کھانا کہاں سے لایا ہے؟ اس نے کہا: زمانہ جاہلیت میں کچھ لوگوں کو میں نے یوں ہی کہانت کرتے ہوئے غیب کی اوٹ پٹانگ باتیں بتادی تھیں۔ دراصل میں نے انھیں دھوکا دیا، مگر انہوں نے اس کے بدلے مجھے یہ مال دیا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو فرمایا: افوہ! تو نے مجھے مار ڈالا۔ یہ کہہ کر اپنا ہاتھ اپنے منہ میں ڈالا اور قے کرنے کی پوری کوشش کی لیکن کچھ نہ نکلا۔ کسی نے کہا پانی پی لیں تو شاید نکل جائے۔ آپ نے پانی طلب کیا۔ اور پانی پی پی کر قے کرنے لگے، یہاں تک کہ جتنا پیٹ میں تھا سب قے کر دیا۔

ایک شخص نے عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے! ایک لقمے کی خاطر آپ نے کتنی تکلیف اٹھائی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اگر یہ لقمہ میری آخری سانس کے ساتھ باہر نکلتا تب بھی میں اس کو نکال کر ہی دم لیتا کیونکہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے:

((كُلُّ جَسَدٍ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ فَالنَّارُ اَوْلٰى بِهٖ))
"جو جسم حرام پر پرورش پاتا ہے دوزخ کی آگ ہی اس کے زیادہ لائق ہے۔"
اس لیے میں ڈرا کہ کہیں یہ حرام کا لقمہ میرا جزو بدن نہ بن جائے۔

اگر ہم صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ اور ائمہ کرامؒ کی سیرت پڑھیں تو ہمیں ان کے تقوے اور پرہیز گاری کے عجیب وغریب واقعات ملیں گے اور پتا چلے گا کہ یہ نفوس قدسیہ کتاب وسنت کے احکام کو پہلے اپنے آپ اور اپنے گھر والوں پر کتنی سختی سے نافذ کرتے تھے، پھر کہیں دوسروں پر ان کا نفاذ کرتے تھے۔ خلیفہ دوم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا واقعہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ جب شدت کا قحط تھا، تو آپ گوشت اور چربی کو ہاتھ تک نہیں لگاتے تھے اور رعایا اور اپنے درمیان کوئی فرق نہیں رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ جو حال عام رعایا کا ہوگا وہی عمر رضی اللہ عنہ کا ہوگا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ کی جلد اور چہرے پر سیاہی آ گئی تھی۔

اسی قسم کا ایک واقعہ امام ابوحنیفہؒ کا درج کیا جاتا ہے۔ اہل مناقب نے آپ کے تذکرے میں لکھا ہے کہ آپ کپڑے کا کاروبار کیا کرتے تھے۔ اتفاق سے کپڑے کے ایک تھان میں کہیں کہیں لائن پڑی ہوئی تھی۔ آپ نے اپنے شریک کار سے کہا کہ ان کپڑوں کو فروخت کرتے وقت خریدار کو بتا دینا کہ اس میں فلاں فلاں عیب ہے۔ اس کے بعد اتفاق سے امام صاحب کہیں چلے گئے اور دکان پر کوئی گاہک آیا۔ دوکان پر بیٹھنے والے نے اس کو دس ہزار درہم کا کپڑا فروخت کیا لیکن اس کا عیب گاہک کو نہ بتایا۔ جب امام صاحب آئے اور اس کی بابت پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے اتنے مالیت کا کپڑا فروخت کیا ہے۔ گاہک نے کپڑوں کو دیکھا لیکن میں نے اسے عیب کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ امام صاحب نے یہ سنا تو محض اس ڈر سے کہ حرام ان کے استعمال میں نہ آ جائے، انھوں نے وہ ساری رقم خدا کی راہ میں خیرات کر دی۔

امام نوویؒ کی عادت تھی کہ ملک شام کے میوے آپ کبھی نہیں کھاتے تھے اور اسے آپ کے زہد اور پرہیز گاری کی معراج کہنا چاہیے کیونکہ اس خطے کی زمین اور املاک اوقاف میں گڈمڈ ہو کر رہ گئی تھی اور ان کے مالک یا منتظمین نے ان کی بابت کوئی وضاحت نہیں کی تھی۔ پرہیز گاری اور تقوٰی اور خشیت اسی کا نام ہے، اور یہی وجہ تھی کہ یہ اسلاف صالحین

سرآمد روزگار ہوئے، انھیں عظمت ورفعت اور عزت وسعادت نصیب ہوئی۔ایک آج کا زمانہ دیکھیے کہ اب حلال وحرام کی تمیز اٹھ چکی ہے، عام ذہنیت یہ بن چکی ہے کہ کسی طرح سے مال ان کی مٹھی میں آ جائے، خواہ حلال طریقے سے آئے یا حرام طریقے سے!

بعض لوگوں نے تو دولت کی حرص اور مال جمع کرنے کی خاطر ''بازارِ گناہ'' کا رخ بھی کرلیا ہے۔وہ گانے بجانے اور ناچنے والیوں اور بازاری عورتوں کو بلاکر شہر شہر اسٹیج سجاتے ہیں اور اس طرح دونوں ہاتھوں سے دولت سمیٹنے کی ناپاک اور شرم ناک حرکت کرتے ہیں۔اس کے علاوہ سودی لین دین اور زکوٰۃ چوری ان کے یہاں عام ہے۔ایک طرف ان کی نکمی حرکتوں کو دیکھا جائے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر نظر رکھی جائے کہ

﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يَالَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا﴾

[الفرقان:۲۷]

''اس روز ظالم اپنا ہاتھ کاٹے گا (اور افسوس سے) کہے گا کہ کاش! میں رسول کے ساتھ (دین کا راستہ) اختیار کرتا۔''

ان لوگوں نے اللہ کے رسول ﷺ کا راستہ نہیں اپنایا، اس کے بجائے ذلیل شیطان کا راستہ اختیار کیا اور خواہشات نفس کے پیچھے اندھے ہوکر چل پڑے۔"[تطهير المجتمعات]

......☆......

سامان بیچتے وقت اس کا عیب چھپانا

ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ اناج کے ڈھیڑ کے پاس سے گزرے، آپؐ نے اپنا ہاتھ اس میں داخل کیا تو آپ کے ہاتھ کو تری محسوس ہوئی آپ ﷺ نے اس اناج کے مالک سے پوچھا کہ یہ تری کیسی ہے؟ اس نے کہا؟ اے اللہ کے رسول! بارش ہونے کی وجہ سے یہ اناج بھیگ گیا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پھر تو نے اس بھیگے ہوئے غلے کو ڈھیڑ کے اوپر کیوں نہیں رکھا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ اناج بھیگا ہوا ہے؟ پھر آپؐ نے فرمایا:

((مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا))[صحیح مسلم(ج۱ ص۹۹)]

''جس نے ملاوٹ اور خیانت کی وہ ہم میں سے نہیں۔''

مقام افسوس ہے کہ آج کل خوفِ خدا سے عاری اکثر و بیشتر تاجر اور دوکاندار اپنے سامانِ تجارت کے عیب چھپانے ہی کی کوشش کرتے ہیں اور اس کے لیے وہ عجیب و غریب طریقے استعمال کرتے ہیں مثلاً عیب والی جگہ پر پلاسٹر چپکا کر، یا خراب چیز کو نیچے چھپا کر یا مختلف کیمیکلز وغیرہ استعمال کر کے سامان کو ظاہری طور پر دلکش بنا کر دھوکا بازی سے کام لیتے ہیں۔ بعض دوکاندار تو ایکسپائرشدہ (زائد المیعاد) سامان کی بھی تاریخیں بدل کر انہیں بیچتے ہیں۔ بعض دوکاندار گاہک کو سامان کا معائنہ ہی نہیں کرواتے۔ اسی طرح گاڑیاں، موٹریں اور الیکٹرونکس کے مختلف آلات بیچنے والے بہت سے تاجر ان چیزوں کو فروخت کرتے وقت ان کے عیب لوگوں کو بتاتے ہی نہیں حالانکہ سامان کا عیب چھپا کر اسے بیچنا حرام ہے، کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ بَاعَ مِنْ اَخِيهِ بَيْعًا فِيهِ عَيْبٌ اِلَّا بَيَّنَهُ لَهُ))

[ابن ماجه (ج۲ ص۷۵٤)صحيح الجامع الصغير(ح٦٧٠٥)]

''مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں

کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے ہاتھ کوئی عیب والی چیز فروخت کرتے وقت اس کے عیب کو چھپائے بلکہ ضروری ہے کہ بوقت فروخت سامان کے عیب کو بیان کردے۔''

جو تجارت دھوکے اور خیانت پر مبنی ہو وہ برکت سے خالی ہوتی ہے۔حدیث نبویؐ ہے:

((اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَالَمْ يَتَفَرَّقَا فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِيْ بَيْعِهِمَا وَإِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا)) [صحیح بخاری مع فتح الباری(ج٤ص٣٢٨)]

''خرید وفروخت کرنے والے دو شخص جب تک مجلس میں موجود رہیں تب تک وہ اپنے درمیان ہونے والے خرید وفروخت کے معاہدے کو جاری رکھنے یا توڑ دینے کا پورا اختیار رکھتے ہیں اگر وہ سچ بولیں اور معاملے کو بالکل واضح رکھیں تو ان کی خرید وفروخت میں برکت ہوتی ہے اور اگر وہ جھوٹ بولیں اور (سامان تجارت کے عیب) چھپائیں تو ان کی خرید وفروخت سے برکت ختم ہوجاتی ہے۔''

دھوکہ دہی اور ملاوٹ

احمد بن حجرؒ اپنی کتاب: تطهير المجتمعات میں فرماتے ہیں کہ اس میں کسی کو شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مومن بندوں کے درمیان اخوت اور بھائی چارگی کو استوار کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوْا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾[سورة الحجرات۔١٠]

''بلاشبہ سب ایمان دار بھائی ہیں لہذا تم لوگ اپنے بھائیوں میں اصلاح کردیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

اخوت اور بھائی چارگی کا تقاضا یہ ہے کہ آپس میں اتحاد و اتفاق، تعاون، ہمدردی اور میل ملاقات پائی جائے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث میں ہے:

((مَثَلُ الْمُؤْمِنِ فِیْ تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ الْوَاحِدِ إِذَا اشْتَكىٰ مِنْهُ عُضْوٌ تُدَاعىٰ لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالْحُمّٰى وَالسَّهَرِ))[بخاری]

''ایمان والوں کا آپس میں میل ،محبت ،شفقت اور ہمدردی کے ساتھ رہنا ایسا ہے جیسے ایک جسم ہوتا ہے ۔اگر اس جسم کا ایک عضو بیمار ہوتا ہے تو پورے جسم کے لیے بخار اور شب بیداری کا باعث ہوجاتا ہے ۔''

غور کریں تو معلوم ہوگا کہ سابقہ آیت میں جس اسلامی بھائی چارے اور اخوت کا ذکر ہے یہ حدیث اس کی بہترین تفسیر ہے اور اس کی روشنی میں ایک مسلمان کا اپنے مسلمان بھائی پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اگر وہ خلاف شرع کوئی اقدام کرے یا اس کے اخلاق شریعت کے خلاف ہوں تو وہ اپنے بھائی کو ٹوکے اور مناسب طریقے سے اس کی تنبیہ کرے کیونکہ حضرت ابوتمیم داری رضی اللہ عنہ سے منقول ایک حدیث میں وارد ہے :

((اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ وَكَرَّرَهُ ثَلَاثًا قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ))[ترمذی]

''دین غم خواری اور ہمدردی کا نام ہے آپ نے یہ الفاظ تین مرتبہ فرمائے ۔ہم نے عرض کیا: غم خواری کس کے لیے؟ آپ ؐ نے فرمایا: اللہ کے لیے، اس کے رسول کے لیے، اس کی کتاب کے لیے ،ائمہ مسلمین کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے ۔''

جب ایمانی اخوت کا لازمی تقاضا ہے کہ دلوں میں میل ومحبت اور ہمدردی کے جذبات ہوں تو اب یہ حقیقت بھی آشکار ہوجاتی ہے کہ لین دین ،سودا سلف ،شادی بیاہ یا کسی بھی کام میں دھوکا دہی کبیرہ گناہوں میں سے ہے اس لیے کہ

۱)......کتاب وسنت کی رو سے اسلامی بھائی چارگی ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق ہے اور دھوکا باز اس گناہ کا مرتکب ہوکر کتاب وسنت کی صریح خلاف ورزی کرتا ہے ۔

۲)......مسلمان کو دھوکا دینا اور ان کا مال ناحق کھانا حرام ہے اور غیروں کا مال کسی شرعی جواز

کے بغیر ہتھیا لینا بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہے، یہاں تک کہ اگر کسی نے اپنے مسلمان بھائی کا مال حلال سمجھا یا ذمی یا معاہدہ کیے ہوئے غیر مسلم شخص کا مال لوٹنا درست سمجھا جبکہ از روئے اسلام اس کا کوئی جواز نہیں تو اس کا یہ عمل کفر ہوگا۔

۳)......دھوکا دہی ایک قسم کا ظلم ہے اور جملہ مذاہب میں ظلم کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ نیز تمام عقلاء اس کی قباحت کے قائل ہیں اور دنیا کا ہر قانون اسے حرام اور معیوب سمجھتا ہے۔ اگر اس سلسلے میں کوئی صریح دلیل موجود نہ ہوتو تب بھی مذکورہ سطور سے یہ حقیقت واشگاف ہوجاتی ہے کہ دھوکا دہی مہلک ترین کبیرہ گناہ ہے لیکن اس کے باوجود بکثرت صحیح، حسن، مرسل اور ضعیف روایتیں اس کی حرمت میں مروی ہیں۔ ذیل میں ہم چند احادیث اس لیے پیش کررہے ہیں تاکہ قارئین کے دلوں میں مزید علم اور یقین پیدا ہو، انہیں ایمانی طاقت نصیب ہو، اس گندی خصلت سے وہ اجتناب کریں اور اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کے لیے مینارۂ نور ثابت ہوں، بالخصوص تاجر، کاریگر، ملازم پیشہ اور دوسرے اہل حرفت کو بھی متنبہ رہنا چاہیے اور کاروباری بددیانتی سے احتراز کرتے ہوئے خرید وفروخت اور لین دین میں صفائی اختیار کرنی چاہیے:

[۱]......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا وَمَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا)) [مسلم]

''جس نے ہمارے خلاف ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں اور جس نے ہمیں دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں۔''

[۲]......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی منقول ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر اناج کے ایک ڈھیر پر ہوا۔ جب آپ نے ڈھیر کے اندر دست مبارک داخل کیا تو انگلیاں گیلی ہوگئیں۔ آپ نے اناج والے سے دریافت کیا یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا اے اللہ کے رسول! رات بارش ہوئی تھی جس سے یہ گیلا ہوگیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا تم نے اندر کے اس گیلے اناج کو اوپر کیوں نہ کردیا تاکہ لوگ دیکھ لیتے۔ (سنو!) جس

نے دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں۔" [مسلم، ابن ماجہ، ترمذی]

سنن ابوداؤد میں اس روایت کے یہ الفاظ نقل ہوئے ہیں:

((اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ بِرَجُلٍ يَبِيْعُ طَعَامًا فَسَاَلَهُ كَيْفَ يَبِيْعُ؟فَاَخْبَرَهُ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ اَنْ اَدْخِلْ يَدَكَ فِيْهِ فَاِذَاهُوَمَبْلُوْلٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْسَ مِنَّا مَنْ غَشَّ))

"رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک ایسے شخص پر ہوا جو اناج بیچ رہا تھا۔آپؐ نے اس سے پوچھا کیا کہ تم یہ کیسے فروخت کرتے ہو؟ دکان دار نے آپ کو بتایا، اسی دوران آپؐ پر من جانب اللہ وحی آئی کہ آپؐ اپنا ہاتھ اس اناج کے ڈھیر میں داخل کریں (جب آپؐ نے اندر ہاتھ ڈالا) تو معلوم ہوا کہ اندر سے اناج گیلا ہے۔تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے دھوکا دیا۔"

[۳]......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَرَاٰى طَعَامًا مُصْبَرًا فَاَدْخَلَ يَدَهُ فَاَخْرَجَ طَعَامًا رُطَبًاقَدْ اَصَابَتْهُ السَّمَآءُ فَقَالَ لِصَاحِبِهَا مَاحَمَلَكَ عَلٰى هٰذَا؟قَالَ وَالَّذِىْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ اِنَّهُ لَطَعَامٌ وَاحِدٌ قَالَ اَفَلَاعَزَلْتَ الرُّطَبَ عَلٰى حِدَتِهٖ وَالْيَابِسَ عَلٰى حِدَتِهٖ فَتَبَايَعُوْنَ مَاتَعْرِفُوْنَ۔ مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا)) [المعجم الاوسط للطبرانی]

"رسول اللہ ﷺ کا ہم پر گزر ہوا۔آپ نے خشک اناج کا ڈھیر لگا ہوا دیکھا، جب اس کے اندر ہاتھ ڈال کر باہر نکالا تو اندر سے بارش کے سبب اناج گیلا نکلا۔آپؐ نے غلہ بیچنے والے سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے عرض کیا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، یہ سارا غلہ ایک ہی ہے۔آپؐ نے فرمایا پھر تم نے گیلا اناج الگ اور خشک اناج الگ کیوں نہ کرلیا تا کہ دیکھ بھال کر لین دین ہو سکے (یاد رکھو) جس نے دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں۔"

[۴]......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا وَالْمَكْرُ وَالْخِدَاعُ فِى النَّارِ))

"جس نے دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں بلکہ مکاری اور دھوکا دہی کرنے والا دوزخ میں جائے گا۔"

اس روایت کو امام طبرانیؒ نے المعجم الکبیر اور المعجم الصغیر میں جید سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔ نیز ابن حبان نے اس کو اپنی صحیح میں درج کیا ہے۔ ابوداوٗدؒ نے اس کو اپنی مراسیل میں حضرت حسنؓ سے بالاختصار مرسل نقل کیا جس میں ہے:

((اَلْمَکْرُ وَالْخَدِیْعَةُ وَالْخِیَانَةُ فِی النَّارِ))

"مکاری، دھوکہ دہی اور خیانت آگ میں لے جانے والے کام ہیں۔"

[۵]......حضرت قیس بن ابی غرزہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

((مَرَّ النَّبِیُّ ﷺ بِرَجُلٍ یَبِیْعُ طَعَامًا فَقَالَ یَاصَاحِبَ الطَّعَامِ اَسْفَلُ هٰذَا اَعْلَاهُ؟ فَقَالَ نَعَمْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ غَشَّ الْمُسْلِمِیْنَ فَلَیْسَ مِنْهُمْ))[المعجم الکبیر للطبرانی، رواته ثقات]

"رسول اللہ ﷺ کا ایک شخص پر گزر ہوا، وہ اناج بیچ رہا تھا۔ آپؐ نے اس سے دریافت کیا۔ غلہ والے! کیا اندر اور باہر کا اناج ایک جیسا ہے؟ اس نے کہا ہاں اے اللہ کے رسولؐ! آپ نے ارشاد فرمایا جس نے مسلمانوں کو دھوکہ دیا وہ ان میں سے نہیں۔"

[۶]......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ غَشَّ فَلَیْسَ مِنَّا))[مسند بزار بسند جید]

"جس نے دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں۔"

[۷]......حضرت ابوسباع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے واثلہ بن اسقع کے ہاں سے ایک اونٹنی خریدی۔ جب میں اونٹنی کو لے کر نکلا تو وہ تہبند گھسیٹتے ہوئے میرے پیچھے پیچھے نکلے اور کہا اونٹنی تم نے خریدی ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ انہوں نے کہا کیا تمہیں بتایا گیا ہے کہ یہ کیسی ہے؟ میں نے کہا کیسی ہے؟ انہوں نے کہا: یہ ہے تو موٹی تازی اور بظاہر صحت مند بھی مگر تم بتاؤ کہ اس پر سفر کرو گے یا گوشت کی نیت سے اسے خریدا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے حج کے سفر کے لیے اس کو خریدا ہے۔ اونٹنی کے مالک نے

کہا کہ خدا تمہارا بھلا کرے پھر تم اسے واپس کر دو کیونکہ میں نے اس ارادے سے اس کو فروخت نہیں کیا ورنہ میرا معاملہ بگڑ جائے گا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا:

((لَایَحِلُّ لِاَحَدٍ یَبِیْعُ شَیْئًا اِلَّا بَیَّنَ مَافِیْهِ وَلَایَحِلُّ لِمَنْ عَلِمَ ذٰلِكَ اِلَّا بَیَّنَهُ))

"جو کوئی کچھ فروخت کرے اسے اس چیز کے بارے میں بتا دینا چاہیے کہ وہ کیسی ہے اور جسے علم ہو اس کے لیے (عیب چھپانا) حلال نہیں بلکہ اس کی صراحت کر دینی چاہیے۔"

اس روایت کو حاکم اور بیہقی نے نقل کیا۔ حاکم نے کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہے اور ابن ماجہ نے اس کو نقل کیا اور اس قصے کو ذکر کیا، البتہ انہوں نے اس روایت کو یوں بیان کیا:

((سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ مَنْ بَاعَ عَیْبًا لَمْ یُبَیِّنْهُ لَمْ یَزَلْ فِیْ مَقْتِ اللّٰهِ وَلَمْ تَزَلِ الْمَلَائِکَةُ تَلْعَنُهُ))

"میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جس نے کوئی عیب دار چیز بیچی اور اس کے عیب کو واضح نہیں کیا تو وہ مسلسل غضب الٰہی کی زد میں رہے گا اور فرشتے برابر اس پر لعنت کرتے رہیں گے۔"

[۸]...... حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَایَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اِذَابَاعَ مِنْ اَخِیْهِ بَیْعًا فِیْهِ عَیْبٌ لَایُبَیِّنُهُ))

"مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کے ہاتھ کوئی عیب دار چیز فروخت کرے اور اس کی وضاحت نہ کرے۔"

اس روایت کو امام احمد، ابن ماجہ اور امام طبرانی نے 'الکبیر' میں نقل کیا۔ نیز حاکم نے بھی اسے بیان کیا اور کہا کہ یہ بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ نیز امام بخاریؒ کے نزدیک یہ روایت حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے، انہوں نے اس کو مرفوع بیان نہیں کیا۔

اس مضمون کی روایتیں سن لینے کے بعد اب دھوکا دہی کی بعض شکلوں کو بھی دیکھتے چلیں

تا کہ ان سے بچا جا سکے۔ دھوکا بازی کی کئی شکلیں ہیں، بطورِ مثال ہم سب سے پہلے تاجر پیشہ لوگوں کی دسیسہ کاریوں کا ذکر کرتے ہیں:

بعض تاجر اچھے مال کے ساتھ ردی مال مخلوط کر کے فروخت کرتے ہیں مثلاً اچھے غلے کے ساتھ گھن لگا ہوا غلہ ملا دیتے ہیں، یا اچھے برے مال کو گڈ مڈ کر دیتے ہیں چنانچہ زعفران کے ساتھ ایسی بالیاں ملا دی جاتی ہیں جو زعفران کی طرح نظر آتی ہیں۔ خوشبودار عرقِ گلاب میں نقلی گلاب ملا دیا جاتا ہے۔ اسی طرح بعض عطار دھوکا دہی کرتے ہیں اور عود کے خالص روغن کیساتھ ملاوٹی روغن ملا دیتے ہیں یا کوئی سادہ تیل اس کے ساتھ مخلوط کر دیتے ہیں جس میں خوشبو نہیں ہوتی۔ تاجروں کی طرح سنیارے بھی اسی قسم کی حرکت کرتے ہیں اور سونے کے ساتھ تانبہ آمیز کر کے زیور ڈھال لیتے ہیں، یا چاندی کے ساتھ تانبہ یا کوئی اور دھات وغیرہ ملا دیتے ہیں اور رقم سونے کے حساب سے وصول کرتے ہیں۔

مختصر یہ کہ بہت سے تاجر، صرّاف، عطر فروش، کھالیں تیار کرنے والے، بڑھئی اور مختلف صنعت وحرفت سے وابستہ لوگوں میں ملاوٹ اور جعل سازی کا مرض ایک وبا کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ اس قسم کے ظلم وفریب کا ارتکاب کرنے والوں کو خدا سے ڈرنا چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ وہ مکر وفریب کے ان ہتھکنڈوں کے ذریعے کب تک غریب مسلمان بھائیوں کے خون پسینے کی کمائی کھاتے رہیں گے؟! انہیں یہ بھی جان لینا چاہیے کہ یہ گناہ کبیرہ اور حد درجہ گھناؤنی حرکت ہے۔ اس طرح وہ لوگوں کا مال ناحق طریقے سے کھاتے ہیں اور سوچتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے ایک ایک حال کی خبر ہے، وہ ان کی گھات میں ہے لیکن یہ ظالم اس کی گرفت اور اس کے عذاب سے نہیں ڈرتے، جب کہ اللہ تعالیٰ آنکھ کی چوری اور دلوں کے بھیدوں تک کو جانتا ہے، ڈھکی چھپی کوئی چیز اس کے سامنے اوجھل نہیں، جو پیدا کرنے والا ہے وہ سب جانتا ہے۔ اور اگر لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھانے والے دھوکا باز اور فریبی جان لیں کہ اس فعلِ بد کی سزا کتاب وسنت میں کیا بیان کی گئی ہے تو ممکن ہے وہ اپنی اس عادت سے باز آ جائیں اور یہی ایک سزا ان کے لیے کافی ہو جس میں رسول

اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بندہ حرام کا ایک لقمہ اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے تو اس کی بدولت چالیس سال کی مقبول عبادت سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اور جس کا بدن حرام مال سے پرورش پائے گا، دوزخ کی آگ ہی اس کی زیادہ حق دار ہوگی۔

اس مضمون کی ایک نہیں بلکہ بکثرت احادیث مروی ہیں چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے اندر امانت نہیں، اس کے اندر دین نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس چیز سے اعلیٰ وارفع ہے کہ کسی ایسے شخص کا کوئی عمل یا اس کی نماز قبول کرے جس کے تن کا کپڑا حرام کا ہو۔ جس نے کوئی کپڑا دس درہم کا خریدا اور اس میں سے ایک درہم حرام تھا تو تاحیات اللہ تعالیٰ اس کی کوئی نماز قبول نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ جسے چاہے دنیا اس کے حوالے کر دیتا ہے لیکن دین صرف اس کو عطا کرتا ہے جس کو وہ پسند کرتا ہے چنانچہ اس نے جس کو دین سے نوازا وہ اس کو محبوب ہوتا ہے، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کا پڑوسی اس کی ایذا رسانی سے محفوظ نہ رہے صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ اس کی ایذا رسانی کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا دھوکہ دینا اور ظلم وزیادتی کرنا۔ قیامت کے دن بندے کے دونوں پاؤں اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں گے جب تک کہ ان چار امور کی بابت اس سے جواب طلب نہ کر لیا جائے:

(۱) اس کی عمر کے بارے میں کہ کہاں اس کو استعمال کیا۔ (۲) اس کی جوانی کی بابت کہ کن چیزوں میں اس کو ضائع کیا۔ (۳) اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا اور کہاں اس کو خرچ کیا۔ (۴) اس کے علم کے بارے میں کہ اس پر کہاں تک عمل کیا۔ [تطھیر المجتمعات، از قلم: احمد بن حجر بوطامیؒ]

......☆......

ناپ، تول اور پیمائش میں کمی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾

[الاسراء:۳۵]

''اور جب تم ناپ تول کرنے لگو تو پورا دیا کرو اور (جب وزن کرکے دینے لگو تو) سیدھے ترازو سے وزن کیا کرو۔ یہ بہت خوب ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔''

﴿وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ اَلَّا تَطْغَوْا فِى الْمِيْزَانِ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ﴾ [الرحمن:۷تا۹]

''(اسی طرح) خدا نے آسمان کو بلند کیا اور میزان (انصاف کا ترازو) بنایا تاکہ انصاف کرنے میں تم بے اعتدالی نہ کرو۔ انصاف کے ساتھ وزن اور ناپ پورا کیا کرو اور ناپ تول کم نہ کیا کرو۔''

یہ حقیقت ہے کہ ایک دوسرے پر رحم دلی اور ہمدردی اسلامی اخوت کا فریضہ اور اس کا اہم تقاضا ہے اور اسلامی بھائی چارگی ہی نہیں، انسانی اخوت بھی اس کا تقاضا کرتی ہے اور جب سے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا فرمایا، ہر انسان کو دوسرے کے ساتھ مل کر رہنا، لین دین کرنا اور حسن سلوک کرنا ان کے لیے ضروری قرار دیا۔ ایک مومن ہی نہیں بلکہ شریف انسان کا بھی تقاضا ہے کہ لوگوں کے ساتھ برتاؤ میں مخلص رہے۔ ان کے ساتھ دھوکا فریب اور ان کے حقوق میں کمی نہ کرے اور ناپ تول اور پیمائش میں کمی نہ کرے، اس لیے کہ یہ ہلاک ترین کبیرہ گناہ ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی نسبت اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ان کی مشرک قوم اپنے شرک کے علاوہ لوگوں کے ساتھ ناپ تول میں کمی کی مرتکب بھی تھی

جس کا انجام یہ ہوا کہ اللہ نے انہیں تیز آواز کے عذاب میں مبتلا کیا اور انہیں زمین میں دھنسا دینے کی سزا دی۔ یہ اس لیے کہ یہ جرم تمام آسمانی مذاہب میں بدترین گناہ ہے اور انسانی قوانین بھی اس کے شدید مخالف ہیں۔خود عقل سلیم اور طبع مستقیم بھی اس کو پسند نہیں کرتی جس طرح توحید کا عقیدہ انسانوں کا فطری عقیدہ ہے اسی طرح ہر قسم کے ظلم وزیادتی سے گریز کرنا اور اس کو عیب جاننا بھی انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔[تطهير المجتمعات]

بھاؤ بڑھانے کے لیے بولی لگانا

کاروباری دنیا میں یہ فراڈ بھی ہوتا ہے کہ تاجروں کے چھوڑے ہوئے بعض کارندے بغیر ارادۂ خریداری کے محض سامان کا بھاؤ بڑھانے کے لیے دوسروں سے بڑھ چڑھ کر بولی لگاتے ہیں تاکہ وہ اصل گاہکوں کو دھوکا دیں اور انہیں وہ سامان اصل قیمت سے زیادہ قیمت پر خریدنے پر مجبور کریں۔اس نیت کے ساتھ لگائی جانے والی 'بولی' کاروبار کی ایک ممنوعہ شکل ہے کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((وَلَا تَنَاجَشُوا))[صحيح بخاری مع فتح الباری(۱۰ص۴۸۴)]

''بغیر ارادۂ خریداری کے سامان کی بولی نہ لگاؤ۔''

کیونکہ یہ دھوکے ہی کی ایک قسم ہے اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((اَلْمَكْرُ وَالْخَدِيعَةُ فِي النَّارِ))[سلسلة الاحاديث الصحيحة(ح۱۰۵۷)]

''دھوکہ اور فراڈ بازی کرنے والا جہنم کی آگ میں جائے گا۔''

مذکورہ بالا حدیث پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ تجارتی منڈیوں، نیلام گھروں اور گاڑیوں کی مارکیٹوں میں سودا کرنے والے بہت سے دلالوں کی کمائی صریح طور پر ناپاک اور حرام ہے کیونکہ وہ دھوکے کے لیے بولی لگوا کر سامان بیچتے ہیں اور مذکورہ بالا حدیث کی خلاف ورزی کا ارتکاب کرتے ہیں۔اللہ ہم سب کو دھوکا فراڈ کرنے سے بچائے۔آمین!

چوری اور ڈاکہ زنی

چوری کی حرمت کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾ [المائدة-۳۸]

''چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ ڈالو، یہ اللہ کی طرف سے بطور عبرت سزا ہے ان کی کرتوت کی اور اللہ تعالیٰ قوت اور حکمت والا ہے۔''

بیت اللہ کے حاجیوں کے سامان وغیرہ کی چوری کرنا چوری کے سلسلہ میں سب سے بڑا جرم ہے کیونکہ ایسا چور پوری روئے زمین میں سب سے افضل جگہ مکہ المکرمۃ میں اللہ کے پاک گھر کعبۂ شریف میں رہتے ہوئے بھی اللہ کی حدود کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ نبی کریم ﷺ نے نماز کسوف کے دوران اپنے مشاہدۂ جہنم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

((لَقَدْ جِيْءَ بِالنَّارِ وَذٰلِكَ حِيْنَ رَاَيْتُمُوْنِيْ تَاَخَّرْتُ مَخَافَةَ اَنْ يُّصِيْبَنِيْ مِنْ لَفْحِهَا وَحَتّٰى رَاَيْتُ فِيْهَا صَاحِبَ الْمِحْجَنِ يَجُرُّ قُصْبَهُ (اَمْعَاءَهُ) فِي النَّارِ كَانَ يَسْرِقُ الْحَاجَّ بِمِحْجَنِهِ فَاِنْ فُطِنَ لَهُ قَالَ اِنَّمَا تَعَلَّقَ بِمِحْجَنِيْ وَاِنْ غُفِلَ عَنْهُ ذَهَبَ بِهِ))

[صحيح مسلم (ح ٩٠٤)]

''میرے سامنے جہنم کی آگ کو لایا گیا جس وقت تم نے مجھے دیکھا کہ میں (دورانِ نماز) تھوڑا سا پیچھے ہٹا کہ کہیں اس کی جھلسا دینے والی آگ مجھے نقصان نہ پہنچائے حتی کہ میں نے اس میں ٹیڑھی لاٹھی والے کو بھی دیکھا جو اپنی آنتوں کو جہنم میں کھینچ رہا تھا، اس کا جرم یہ تھا کہ وہ ٹیڑھے سر والی لاٹھی کے ساتھ حاجیوں کا سامان چراتا تھا۔ اگر کسی حاجی کو پتہ چل جاتا تو اسے کہتا کہ تمہارا سامان بغیر چوری کے ارادہ کے

میری لاٹھی کے ساتھ اٹک گیا تھا اور اگر حاجی کو خبر نہ ہوتی تو وہ سامان لے کر چلا جاتا۔"

سرکاری خزانے سے چوری:

مسلمانوں کے اجتماعی مال (بیت المال) سے چوری بھی سنگین جرم ہے اور ایسی چوری کا ارتکاب کرنے والے لوگ اپنی اس حرکت کو جائز کرنے کے لیے دلیل یہ دیتے ہیں کہ یہ کام صرف ہم ہی نہیں کرتے بلکہ ساری دنیا ایسے ہی کر رہی ہے حالانکہ وہ یہ نہیں سوچتے کہ بیت المال سے چوری تمام مسلمانوں کی چوری شمار ہوتی ہے کیونکہ سرکاری مال تمام مسلمانوں کی مشترکہ ملکیت ہوتا ہے اور خوف خدا سے عاری دوسرے لوگوں کے عمل کو وجہ جواز بنا کر ان کی تقلید کرنا کسی طرح بھی درست نہیں۔[کیونکہ ہر شخص نے اپنی قبر میں جانا ہے!]

کافروں کے مال کی چوری:

بعض لوگ کافروں کا مال چرا لینے کو گناہ نہیں سمجھتے بلکہ الٹا یہ دلیل دیتے ہیں کہ چونکہ وہ کافر ہیں اور کافروں کا مال لوٹنا اور غنیمت بنانا چونکہ جائز ہے لہذا ان کا مال چوری کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں حالانکہ یہ دلیل بھی غلط ہے۔کیونکہ جن کافروں کا مال لوٹنا جائز ہے اس سے مراد صرف وہ حربی کافر ہیں جو مسلمانوں کے خلاف جنگی حالت میں ہوں۔دیگر کافر اور ان کی تجارتی کمپنیاں وغیرہ مراد نہیں ہیں۔

چوری کے خفیہ طریقے:

خفیہ طریقے سے دوسروں کی جیبوں پر ہاتھ صاف کرنا بھی چوری کا ایک ذریعہ ہے بعض لوگ دوسروں کے گھر مہمان بن کر جاتے ہیں اور میزبان کے گھر کا صفایا کر دیتے ہیں اور بعض میزبان بھی ایسے ہوتے ہیں جو اپنے مہمان کے بیگ پر ہاتھ صاف کرتے ہیں۔بعض لوگ مارکیٹوں اور دکانوں میں گھس کر اپنی جیبوں یا کپڑوں میں کچھ سامان چھپا لیتے ہیں۔ اسی طرح بعض عورتیں بھی دکانوں سے خفیہ طور پر سامان چرا کر اپنے کپڑوں میں چھپا لیتی ہیں۔اسی طرح بعض لوگ سستی یا چھوٹی موٹی چیزوں کی چوری کو بہت معمولی سمجھتے ہیں

حالانکہ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَعَنَ اللّٰهُ السَّارِقَ يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ وَيَسْرِقُ الْحَبْلَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ)) [صحيح بخاري مع فتح الباري (ج ١٢ ص ٨١)]

"ایسے چور پر اللہ کی لعنت ہو جو ایک انڈا چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ اور ایک رسی چرائے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔"

جس شخص نے کوئی چوری کی ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ کے سامنے سچی توبہ کرنے کے بعد چرائی ہوئی چیز کو خود یا کسی شخص کے واسطے سے اس کے اصل مالک کی طرف واپس لوٹا دے اور اگر پوری کوشش کے باوجود بھی اس چیز کا مالک یا وارث نہ ملے تو پھر مالک کی طرف سے ثواب کی نیت کر کے اس چیز کو اللہ کے راستے میں صدقہ کر دے۔

چوری کی حرمت کی حکمتیں

علامہ ابن حجرؒ چوری کی حرمت کی حکمتیں بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ:

"چور دوسروں پر ہی نہیں، سب سے پہلے اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے، وہ اس طرح کہ اس مصیبت میں وہ خود کو ہلاک کر ڈالتا ہے، کیونکہ وہ دوسرے کا مال ناحق چھینتا ہے۔ دوسرا ظلم وہ اپنے آپ پر یہ کرتا ہے کہ چوری کا عادی ہو کر کسی حلال روزی کا دروازہ نہیں کھٹکھٹاتا۔ دست کاری، یا کسی قسم کے اور کام سے وابستہ نہیں ہوتا، جب کہ دین اسلام کسب حلال کا حکم دیتا ہے، حرکت و عمل اور روزی کے حصول کے لیے تگ و دو کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور ہرگز یہ پسند نہیں کرتا کہ ہاتھ پاؤں ہلانے والا شخص بے کار بیٹھ رہے، دوسروں پر بوجھ بنا رہے اور اسی کی آس لگائے رکھے کہ کہیں سے کچھ ملتا رہے۔

چور دوسروں پر زیادتی یہ کرتا ہے کہ ان کا مال چھین لیتا ہے جس کے حصول میں انھوں نے مشقت اٹھائی، خشکی، تری میں بھاگے دوڑے اور رات دن ایک کیا، محض اس لیے اتنی ساری مشقت اٹھائی کہ ان کا اور ان کے اہل وعیال کا گزر بسر ہوتا رہے۔

لوگوں کے دلوں میں چور کی ہیبت بیٹھ جاتی ہے۔ صبح وشام مال و دولت کی حفاظت کی فکر انہیں لگی رہتی ہے اور اپنی جان کا کھٹکا الگ لاحق رہتا ہے کیونکہ چور کبھی طاقت استعمال کرتا ہے اور کبھی ہتھیار اٹھالیتا ہے، کبھی یہ دیکھ کر کہ مزاحمت ہوگی، سختی اور درشتی سے کام لیتا ہے جس کے نتیجے میں انارکی، بدامنی اور فتنہ وفساد کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ عوام اور حکومت کا الگ ناک میں دم ہوتا ہے اور انہیں چوکیداری اور پہریداری پر ساری توانائی صرف کرنی پڑتی ہے اور ہر کوئی جانتا ہے کہ اس سلسلے میں کتنی جان کاہی، جگرسوزی اور مال ودولت کی بربادی لازم آتی ہے۔

چور سماج کا عضو معطل بن جاتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جب کوئی عضو ناکارہ ہوجاتا ہے تو معالج اس کے آپریشن کا مشورہ دیتا ہے تاکہ زہر باقی حصہ بدن میں سرایت نہ کر جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چور کا ہاتھ کاٹ دینے کا فیصلہ صادر فرمایا کہ سماج کے اندر یہ زہر جڑ نہ پکڑ لے اور فتنہ پرور دغاباز، چوری کو پیشہ بنا کر غارت گری کا بازار نہ گرم کردیں۔ خلق خدا خوف ودہشت اور گھبراہٹ میں مبتلا نہ رہے اور ان کا مال لوٹ مار اور ڈکیتی کی نذر نہ ہوجائے۔

اس میں شک نہیں کہ اس جرم کی اللہ نے جو سزا دی وہ اس خطرناک مجرم کے لیے رہتی دنیا تک ایک داغ اور تاحیات اس کے گناہ کا چلتا پھرتا اشتہار ہے، تاکہ دوسرے لوگ اسے دیکھ کر عبرت حاصل کریں۔'' [تطهير المجتمعات]

رشوت دینا اور رشوت لینا

کسی صاحبِ حق کا حق غصب کرنے، سچ کو جھوٹ ثابت کرنے یا کسی باطل امر کو رائج کرنے کے لیے حاکم وقاضی وغیرہ کو رشوت دینا بہت بڑا جرم ہے کیونکہ یہ ایک مستحق کے ساتھ ظلم، فیصلے میں ناانصافی، اور زمین پر فتنہ وفساد پھیلانے کا ذریعہ ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿ وَلَاتَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَااِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرۃ۔ ۱۸۸]

''آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ اور ظلم وستم سے کسی کا کچھ مال ہتھیانے کے لیے حاکموں کو رشوت بھی نہ دیا کرو جبکہ تم (حقیقتِ حال کو) اچھی طرح جانتے بھی ہو۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ فِي الْحُكْمِ)) [مسند احمد(ج ۲ ص ۳۸۷)صحیح الجامع الصغیر(ح ۵۰۶۹)]

''(کسی کا حق مارنے کے لیے) رشوت دینے اور لینے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔''

البتہ اگر کوئی ایسی صورت بن جائے کہ اپنے جائز حق کا حصول یا ظلم کو روکنا بغیر رشوت دیے ممکن نہ ہو تو ایسی مجبوری کی حالت میں رشوت دینے والا شخص مذکورہ بالا وعید کا مستحق نہیں۔ آج کل رشوت بہت وسیع پیمانے پر پھیل چکی ہے حتی کہ بعض لوگ رشوت کے ذریعہ اپنی تنخواہوں سے زیادہ مال کما لیتے ہیں۔ بہت سی کمپنیوں کے بروشرز میں مختلف ناموں کے ساتھ رشوت کو ایک مستقل حیثیت کے ساتھ شامل کر لیا گیا ہے۔

بعض معاملات کی صورت ہی یہ بن گئی ہے کہ وہ رشوت سے شروع ہوتے اور رشوت ہی پر ختم ہوتے ہیں اور اس کا سب سے زیادہ نقصان غریب طبقے کو اٹھانا پڑتا ہے۔ رشوت کی وجہ سے سرکاری ملازمین خائن بن گئے ہیں چنانچہ جو شخص رشوت دے اس کا کام تو فوراً اور بہت اچھے طریقے سے کیا جاتا ہے اور جو رشوت ادا نہ کر سکے اس کا کام کرنے میں حد سے زیادہ لاپروائی برتی جاتی ہے حتی کہ اس کے بعد آنے والے رشوت دے کر اپنا کام کروا کر جا چکے ہوتے ہیں جبکہ یہ لائن میں کھڑا منہ تکتا رہ جاتا ہے۔ اس طرح رشوت نہ دینے والے کا کام ردی اور غیر معیاری کیا جاتا ہے۔ حلال تجارت کے عوض حاصل ہونے والا جو منافع کمپنی کے مالک کو پہنچنا تھا، رشوت کی وجہ سے وہ اس کے اپنے ہی مقرر کردہ ایجنٹوں کی جیبوں میں جا پہنچتا ہے۔

رشوت کی وجہ سے پیدا ہونے والے نقصانات اور خرابیوں کی فہرست بڑی طویل ہے۔ انہی اسباب اور خرابیوں کو اگر پیش نظر رکھ کر غور کیا جائے کہ رشوت کے جرم میں شریک تمام لوگوں کے خلاف نبی رحمت ﷺ نے جو یہ بددعا کی ہے کہ اللہ انہیں اپنی رحمت سے دور کر دے اور اپنی لعنت کا مستحق بنا دے، تو یہ کوئی قابل تعجب معلوم نہیں ہوگی۔

سفارش کرنے کے عوض تحائف قبول کرنا:

معاشرے میں اثر و رسوخ، بلند مرتبہ یا اعلیٰ منصب حاصل ہونا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے پر بہت بڑا انعام ہے بشرطیکہ بندہ اس نعمت کا شکر ادا کرے۔ شکر کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ایسا شخص اپنے مسلمان بھائیوں کو نفع پہنچانے کے لیے اپنے اثر و رسوخ اور جاہ و منصب کو استعمال میں لائے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يَّنْفَعَ اَخَاهُ فَلْيَفْعَلْ))[صحیح مسلم (ج٤/١٧٢٦)]

''تم میں سے جو اپنے کسی مسلمان بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو اسے ضرور نفع پہنچانا چاہیے۔''

اگر کسی صاحب اثر و رسوخ نے حرام کام کا ارتکاب کیے بغیر یا کسی کے حق پر زیادتی کیے

بغیر بالکل خالص نیت کے ساتھ اپنے کسی مسلمان بھائی سے ظلم کو دور کرنے یا اسے اس کا حق واپس دلانے کے لیے اپنے اثر روسوخ کا استعمال کیا تو وہ اللہ کے ہاں اس کا بہت بڑا اجر پائے گا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشادگرامی ہے:

((اِشْفَعُوْا تُؤجَرُوْا)) [ابوداؤد(ح۵۱۳۲)]

''(اپنے مسلمان بھائیوں کی)سفارش کرو،تم اللہ کے ہاں (اس کا)اجر پاؤ گے۔''

لیکن اس سلسلہ میں یہ بات یاد رہے کہ سفارش کرنے کے عوض تحفہ یا معاوضہ قبول کرنا جائز نہیں اوراس کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ شَفَعَ لِاَ حَدٍشَفَاعَةً فَاَهْدَى لَهُ هَدِيَّةً (عَلَيْهَا) فَقَبِلَهَا(مِنْهُ)فَقَدْ اَتٰى بَابًا عَظِيْمًا مِنْ اَبْوَابِ الرِّبَا)) [احمد(ج۵ص۲۶۱)صحیح الجامع(ح۶۲۹۲)]

''جس نے کسی کی کوئی سفارش کی اور اس سفارش کے عوض اسے تحفہ دیا گیا اور اس نے وہ تحفہ قبول کرلیاتو اس نے سود کی ایک بہت بڑی قسم کا ارتکاب کیا۔''

بعض لوگ کسی شخص کو ملازمت دلوانے ،کسی ملازم کی حسب خواہش ٹرانسفر کروانے ،کسی مریض کو مفت علاج کی سہولت مہیا کرنے یا اس جیسے دیگر کام کروانے کے لیے خود ہی یہ مشروط پیشکش کرتے ہیں کہ اگر تم ہمیں اتنی رقم دے دوتو ہم اپنی سفارش اوراثر ورسوخ کو استعمال کرکے تمہارا کام کروادیں گے جبکہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ گزشتہ حدیث کو اگر سامنے رکھا جائے تو صحیح بات یہ ہے کہ سفارش کا معاوضہ وصول کرنا حرام ہے بلکہ معاوضے وغیرہ کی شرط لگائے بغیر بھی اگر کسی کی سفارش کے نتیجہ میں معاوضہ مل رہاہو تب بھی اس حدیث کے ظاہری الفاظ سے وہ ناجائز ہی قرار پاتا ہے۔

دنیامیں جائز سفارش ایک نیکی کا کام ہے اورکسی کے ساتھ نیکی کرنے والے کو اپنی نگاہ ہمیشہ اس اجر وثواب کی طرف رکھنی چاہیے جو اسے اللہ کے ہاں قیامت کے دن نصیب

ہوگا۔ ایک آدمی کو اپنا کوئی کام کروانے کے لیے کسی کی سفارش کی ضرورت تھی چنانچہ وہ حسن بن سہل کے پاس سفارش کا طلب گار بن کر آیا۔ حسن بن سہل نے سفارش کر کے اس کا کام کروادیا تو وہ آدمی حسن بن سہل کا شکریہ ادا کرنے لگا۔ حسن بن سہل نے کہا: تم کس چیز پر ہمارا شکریہ ادا کر رہے ہو جبکہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح مال کی زکوۃ ادا کی جاتی ہے اسی طرح جاہ ومنصب اوراثر ورسوخ کی بھی زکوۃ ہوتی ہے۔ تمہارا یہ کام کر کے درحقیقت میں نے اپنے جاہ ومنصب کی زکوۃ نکالی ہے!

یہاں یہ بات یادرہے کہ اپنے کسی معاملے کی نگرانی کروانے یا اپنی کوئی کاروائی مکمل کروانے کے لیے اگر کسی صاحب اثر ورسوخ شخص کو اجرت پر رکھ لیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ مزدوری ہی کی ایک قسم ہے جو شرعی شروط کے ساتھ جائز ہے۔

بغیر ضرورت بھیک مانگنا [گداگری]

حضرت سہل بن حنظلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ سَأَلَ وَعِنْدَهُ مَا يُغْنِيهِ فَإِنَّمَا يَسْتَكْثِرُ مِنْ جَمْرِ جَهَنَّمَ قَالُوا: وَمَا الْغِنَى الَّذِي لَا يَنْبَغِي مَعَهُ الْمَسْأَلَةُ ؟ قَالَ : قَدْرُ مَا يُغَدِّيهِ وَيُعَشِّيهِ))[صحيح الجامع(ح٦٢٨٠)]

''جو شخص مال موجود ہونے کے باوجود گداگر بن کر کسی کے سامنے دست سوال دراز کرتا ہے، وہ جہنم کے انگارے جمع کرتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اس مالداری کی حد کیا ہے کہ جس کے ہوتے ہوئے سوال کرنا منع ہے ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس دوپہر اور شام کا کھانا موجود ہو اس کے لیے سوال کرنا درست نہیں۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ سَأَلَ وَلَهُ مَا يُغْنِيهِ جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خُدُوشًا أَوْ كُدُوشًا فِي وَجْهِهِ))

[مسنداحمد(ج ۱ ص ۳۸۸)صحیح الجامع الصغیر(ح ٦٢٥٥)]

''جو غنی ہوتے ہوئے بھی لوگوں سے بھیک مانگے وہ بھیک قیامت کے دن اس کے چہرے میں زخم بن کر ظاہر ہوگی۔''

بعض جھوٹے گداگر مسجدوں میں لوگوں کے سامنے کھڑے ہوکر اپنی شکایات سناتے اور نمازیوں کے ذکر واذکار اور عبادت کو خراب کرتے ہیں۔ بعض جھوٹے کاغذات بنا کر اور من گھڑت قصے سنا کر بھیک مانگتے ہیں اور بعض پیشہ ور سوالی تو اپنے خاندان کے افراد کو مختلف مسجدوں میں تقسیم کردیتے ہیں کہ فلاں نے فلاں مسجد میں بھیک مانگنی ہے اور فلاں نے فلاں مسجد میں اور اس طرح وہ مختلف مسجدوں میں اپنی جگہ بھی بدلتے رہتے ہیں۔ پھر شام کو سب اکھٹے ہوکر حساب کرتے ہیں کہ آج کتنا منافع ہوا حالانکہ وہ اس قدر غنی ہوتے ہیں کہ ماسوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا اور جب وہ مرتے ہیں تب جا کر ان کی جائیداد اور مال لوگوں کے سامنے ظاہر ہوتے ہیں۔

ان کے برعکس کچھ لوگ ایسے حقیقی محتاج اور فقیر بھی ہیں کہ وہ شرم اور عفت کے مارے لوگوں کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے اور نہ ہی اصرار کے ساتھ لوگوں سے بھیک مانگتے ہیں اور ان کی اس ظاہری بے نیازی کو دیکھ کر ان کی اصل حقیقت حال سے ناواقف انسان یہ سمجھتا ہے کہ وہ غنی ہیں۔ اسی لیے ان پر صدقہ خیرات کرنے کی طرف کسی کا دھیان نہیں جاتا، حالانکہ اصل مستحق وہی ہوتے ہیں!

......☆......

جھوٹی گواہی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ﴾

[الحج: ۳۱-۳۲]

''بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹی بات سے بھی پرہیز کرو، یک طرفہ ہو کر خالص اللہ کے بندے بنو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔''

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھے تھے، آپ ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے تین مرتبہ فرمایا:

((اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِاَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟))

''کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں میں سے بھی سب سے بڑے کبیرہ گناہ کے متعلق نہ بتاؤں؟'' پھر آپؐ نے خود ہی فرمایا:

((اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَجَلَسَ وَكَانَ مُتَّكِئًا۔ فَقَالَ: اَلَا وَقَوْلَ الزُّوْرِ۔ قَالَ: فَمَازَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا: لَيْتَهٗ سَكَتَ))[بخاری مع الفتح(ج ۵ ص ۲۶۱)]

''سب سے بڑے کبیرہ گناہ یہ ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا (۲) والدین کی نافرمانی کرنا۔ [رسول اللہ ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے (کہ اگلی بات بتانے کے لیے) سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا:]

(۳) اور جھوٹی گواہی دینا۔

پھر آپ ﷺ نے اس آخری جملے کو بار بار دہرایا حتی کہ ہم تمنا کرنے لگے کہ کاش آپؐ خاموش ہو جائیں۔''

جھوٹی گواہی دینے میں لوگ بڑے بے باک ہو گئے ہیں کیونکہ جھوٹی گواہی پر آمادہ کرنے

والے مختلف اسباب مثلاً دشمنی، اور حسد وکینہ وغیرہ ہمارے معاشرے میں بکثرت پائے جاتے ہیں جبکہ جھوٹی گواہی کی بنیاد پر معاشرے میں بہت سی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں مثلاً: جھوٹی گواہی کی وجہ سے بے شمار لوگوں کی حق تلفی ہوتی ہے، ان گنت معصوم و بے گناہ لوگوں پر ظلم ہوتا ہے، بعض لوگ جھوٹی گواہی کی بنیاد پر وہ چیزیں حاصل کر لیتے ہیں جن کے وہ حقدار نہیں ہوتے، جھوٹی گواہی کی وجہ سے بعض لوگوں کے ساتھ ایسا نسب نامہ منتقی کر دیا جاتا ہے جو ان کا حقیقی نسب نامہ نہیں ہوتا۔ انہی اسباب و وجوہات کی بنا پر حضور نبی کریم ﷺ نے جھوٹی گواہی کے برے انجام سے ڈراتے ہوئے اس کے کبیرہ گناہ ہونے کے جملے کو بار بار دہرایا تھا۔

جھوٹی گواہی میں تساہل وغفلت برتنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ عدالت میں اگر کسی شخص کو گواہی کی ضرورت پڑ جائے تو وہ عدالت کے احاطے میں موجود کسی بھی ناواقف شخص کو مل کر کہتا ہے تم میرے حق میں گواہی دے دو اور میں تمہارے حق میں گواہی دے دوں گا چنانچہ وہ اس کی زمین یا گھر کی ملکیت یا کسی اور تنازع میں اس کے بے گناہ ہونے کی گواہی دے دیتا ہے حالانکہ اس گواہی کے لیے ضروری تھا کہ وہ اس مسئلہ کی اصل حقیقت حال سے واقف ہوتا یا جائے وقوعہ کا عینی شاہد ہوتا لیکن جس کے حق میں وہ گواہی دے رہا ہے اس سے تو اس کی پہلی ملاقات ہی عدالت کے دروازے پر ہوئی ہے اور وہ اس کو جانتا تک نہیں۔ اس لیے ایسی گواہی سراسر جھوٹ اور بہتان ہے۔ گواہی اس طرح ہونی چاہیے جس طرح قرآن پاک میں بیان کیا گیا ہے یعنی:

﴿ وَمَاشَهِدْنَا اِلَّا بِمَاعَلِمْنَا ﴾ [سورۃ یوسف۔آیت: ۸۱]

''اور ہم نے صرف وہی گواہی دی تھی جو ہم اچھی طرح جانتے تھے۔''

جھوٹی قسم کھانے کی سزا:

علامہ ابن حجر ہیتمیؒ فرماتے ہیں کہ: ''جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا ایک مہلک ترین گناہِ کبیرہ ہے۔ اس کے لیے عربی میں لفظ غموس بولا گیا ہے [یہ غمس (بمعنی غوطہ) سے

ہے]اس لیے کہ یہ قسم اپنے کھانے والے کو جہنم میں غوطے کھلائے گی اور ایسا کیوں نہ ہو جب جھوٹا شخص اس خدائے بزرگ و برتر کے سامنے مجرمانہ جسارت کرتا ہے جس کے حضور میں اکڑی ہوئی گردنیں خم ہو جاتی ہیں، پوری کائنات جس کے در پر سجدہ ریز ہوتی ہے، جہاں سرکش اپنی سرکشی فراموش کر جاتے ہیں لیکن اس جھوٹے کا برا ہو جو جھوٹی قسم کھا کر نوع انسانی کے ایک فرد یا اپنے مسلمان بھائی کی رقم اینٹھ لیتا ہے، اس کا یہی قصور کیا کم ہے کہ اس نے اللہ رب العزت کی عظمت اور کبریائی کی کوئی پروا نہیں کی۔ دوسرے کا مال ناحق چھین کر خود اپنے آپ پر ظلم کیا۔ پھر جس کا مال چھینا اس پر بھی ظلم کیا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کو یمین غموس فرمایا۔

جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانے کی بابت بہت سی احادیث بیان ہوئی ہیں۔ ذیل میں ایسی چند احادیث درج کی جاتی ہیں:

۱)......حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلْكَبَائِرُ اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ))[بخاری (۲۶۱/۵)]

''یہ کبیرہ گناہ ہیں: اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا۔'' ایک روایت میں اس طرح ہے کہ

((اِنَّ اَعْرَابِيًّا جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ (ﷺ) مَاالْكَبَائِرُ؟ قَالَ اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ قَالَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ اَلْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ قُلْتُ وَمَاالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ؟ قَالَ الَّذِيْ يَقْتَطِعُ مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ يَعْنِي بِيَمِيْنٍ هُوَفِيْهَا كَاذِبٌ))[بخاری، ترمذی، نسائی]

''ایک دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا۔ اس نے کہا پھر کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: جان بوجھ کر

جھوٹی قسم کھانا۔ اس نے عرض کیا جھوٹی قسم کون سی ہے؟ فرمایا جس کے ذریعے کسی مسلمان کا مال ہتھیا لیا جائے یعنی جھوٹی قسم کھا کر مال ہڑپ کرلیا جائے۔"

۲)......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ حَلَفَ عَلٰی مَالِ امْرِیءٍ مُسْلِمٍ بِغَیْرِ حَقٍّ لَقِیَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَیْهِ غَضْبَانٌ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ ثُمَّ قَرَأَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِصْدَاقَهٗ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِاللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا......))

"کسی مسلمان کا مال ناحق (ہڑپ کرنے) کے لیے جس کسی نے جھوٹی قسم کھائی اللہ سے اس کا سامنا اس حال میں ہوگا کہ باری تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا۔" حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کی تصدیق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرمائی: "جو لوگ اللہ تعالیٰ کے قول و قرار اور قسموں کو بیچ کر حقیر سی چیز خریدتے ہیں، ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں......"

اس کے ہم معنی ایک دوسری روایت میں اضافی طور پر یہ بات بھی منقول ہے کہ پھر اشعث بن قیس کندی نے ہمارے پاس آ کر کہا: ابوعبدالرحمٰن نے تم سے کون سی حدیث بیان کی ہے؟ ہم نے عرض کیا فلاں فلاں حدیث۔ انہوں نے کہا: ابوعبدالرحمٰن نے سچ کہا ہے۔ دراصل میرے اور ایک دوسرے شخص (یہودی) کے درمیان ایک کنویں کا جھگڑا تھا۔ ہم نے اپنا مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کیا تیرے پاس کوئی گواہ ہے؟ میں نے عرض کیا: جی نہیں! آپؐ نے (یہودی سے) فرمایا تو قسم کھالے۔ میں نے عرض کیا آپؐ اسے قسم کھانے کے لیے فرمائیں گے تو یہ جھوٹی قسم کھالے گا اور کوئی پروا نہیں کرے گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِاللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَلَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَلَا یُزَكِّیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴾

(آل عمران: ۷۷) [بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ]

''جو لوگ اللہ تعالیٰ کے قول وقرار اور قسموں کو بیچ کر حقیری قیمت خریدتے ہیں ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں، نہ اللہ تعالیٰ ان سے بات کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر کرے گا نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔''

آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ دنیا کی حقیری رقم اور معمولی سی قیمت پر جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور اللہ کے قول وقرار اور قسموں کو بیچ کر یہ حقیری قیمت وصول کرتے ہیں، ان کے لیے آخرت کی نعمتوں اور وہاں کے اجر میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ نہ اللہ تعالیٰ ان سے خوشنودی کے ساتھ ہم کلام ہوگا۔ نہ قیامت کے دن ان پر شفقت کی نظر ڈالے گا، نہ ان کے دلوں کو پاک وصاف رکھے گا، نہ ان پر خیر وبرکت نازل فرمائے گا اور نہ ان کی تعریف اور ستائش کرے گا بلکہ انہیں سخت ترین عذاب میں مبتلا فرمائے گا۔

۳)......حضرت حارث بن برصاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے حج کے موقع پر دونوں جمروں کے درمیان کھڑے یہ ارشاد فرمایا:

((مَنِ اقْتَطَعَ مَالَ اَخِيْهِ بِيَمِيْنٍ فَاجِرَةٍ فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ لِيُبَلِّغْ شَاهِدُكُمْ غَائِبَكُمْ۔ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا)) [مسند احمد، حاکم]

''جس نے جھوٹی قسم کھا کر کسی (مومن) بھائی کا مال ہڑپ کرلیا، وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔ تم میں جو موجود ہیں وہ یہ ان لوگوں کو بتادیں جو موجود نہیں۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین مرتبہ فرمایا۔''

۴)......حضرت ابوامامہ ایاس بن ثعلبہ حارثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِيَمِيْنِهِ فَقَدْ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ قَالُوْا وَاِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيْرًا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ وَاِنْ كَانَ قَضِيْبًا مِنْ اَرَاكٍ)) [مسلم، نسائی، ابن ماجہ]

''جس نے اپنی قسم کے ذریعے کسی مسلمان کا حق مار لیا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے دوزخ

واجب فرمادے گا اور جنت اس پر حرام کردے گا۔ لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! اگر چہ وہ کوئی معمولی چیز ہو؟ آپ نے فرمایا: (ہاں) اگر چہ وہ پیلو کی کوئی شاخ ہی کیوں نہ ہو۔"

گزشتہ احادیث میں سے پہلی حدیث سے ثابت ہوا کہ جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا ایک کبیرہ گناہ ہے۔ دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس نے اللہ کا نام لے کر جھوٹی قسم کھائی خدا کے سامنے وہ اس حال میں آئے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا۔ تیسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا شخص اپنا ٹھکانا دوزخ میں بناتا ہے۔ اور چوتھی حدیث اس بات کی صراحت کرتی ہے کہ اللہ نے اس شخص کے لیے دوزخ واجب فرمائی ہے اور جنت کو اس پر حرام قرار دیا ہے۔

ان لوگوں کی خدمت میں بڑے ادب سے عرض ہے کہ وہ اپنی اصلاح کرلیں جن کے ایمان میں کمزوری اور دین داری میں نقص آگیا، جنہوں نے اپنی دنیا کی معمولی پونجی کے عوض آخرت کو بیچ ڈالا اور حلال وحرام کی تمیز کے بغیر دنیا کے ٹکڑوں پر پل پڑے، اللہ اور اس کے رسول کے حقوق کا کوئی پاس ولحاظ نہیں رکھا، نہ مسلمانوں کے مال ودولت کا کوئی خیال کیا اور اس دن کو فراموش کر گئے اور اس کے عذاب پر بھی غور وفکر نہیں کیا جس کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَىٰ مِنكُمْ خَافِيَةٌ فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَيَقُولُ هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ إِنِّي ظَنَنتُ أَنِّي مُلَاقٍ حِسَابِيَهْ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَهْ وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ يَا لَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيَهْ هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَهْ خُذُوهُ فَغُلُّوهُ ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ﴾ [الحاقة: ۱۸-۳۲]

''اس روز کو تم سب پیش کیے جاؤ گے تمہاری کوئی حرکت چھپی نہیں رہے گی۔ پھر جس کو اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا وہ کہے گا: میرے ساتھیو آؤ! میرا اعمال نامہ پڑھو، میں پہلے ہی اپنے حق میں اچھا گمان کرتا تھا کہ مجھے میرے (اچھے) کاموں کا حساب ملے گا، چنانچہ یہ پسندیدہ عیش میں رہے گا، بڑی عالی شان بہشت میں رہے گا جس کے پھل نیچے کو جھکے ہوئے ہوں گے، ان کو اجازت ہوگی خوب خوشی سے کھاؤ پیو یہ بدلہ ہے اس کا جو تم نے پہلے زمانے میں اچھے اعمال کر کے یہاں بھیجے (ان کی یہ نسبت) جس کو اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں ملے گا وہ کہے گا ہائے افسوس! مجھے یہ اعمال نامہ نہ ملا ہوتا اور میں اپنا حساب نہ جانتا۔ اے کاش! پہلے موت میرا فیصلہ کر دیتی میرے مال نے مجھے کچھ فائدہ نہ دیا، میرا زور بھی سب جاتا رہا (فرشتوں کو) حکم ہوگا کہ اس کو پکڑو اور گلے میں طوق ڈالو، پھر اس کو جہنم میں داخل کرو پھر ستر ہاتھ کی زنجیر میں اس کو جکڑ کر دوزخ میں ڈالو، کیونکہ یہ اللہ عظیم پر ایمان نہ رکھتا تھا۔''

غافل اور گنہگار انسانوں کی خدمت میں ہم یہ آیات اور احادیث پیش کرتے ہیں جن سے پہاڑوں کا دل دہل جائے اور لوہے کا جگر پانی ہو جائے۔ پھر بھلا ان لوگوں کا دل کیوں نہ پگھلے گا جو صاحب ایمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور جنہیں اللہ کے وعدوں اور اس کی وعیدوں پر کامل یقین ہے۔ کاش ہمارے یہ بھائی اپنی حرکتوں سے باز آئیں اور معمولی ٹکڑوں کی خاطر جھوٹی قسمیں نہ کھائیں جن سے چند روزہ دنیا کی اس زندگی میں یہ فائدہ تو اٹھائیں گے مگر پھر اسے چھوڑ کر اگلے جہان پہنچ جائیں گے اور ان کے بعد ان کے وارث موج کریں گے، لیکن اللہ کے سامنے جواب دہی خود انہیں کرنی ہوگی اور یہ وہ دن ہوگا جب مال اور اولاد کام نہیں آئیں گے۔ ہاں اسی شخص کو نفع ہوگا جو خدا تعالیٰ کے حضور میں سلامتی والا دل لائے گا۔ اس روز ظالم سے کہا جائے گا کھڑا رہ، تجھ پر فیصلے کا نفاذ ہوگا اور مظلوم سے کہا جائے گا کہ ٹھہر جا اور اپنی سزا کا حصہ وصول کر۔

اے شوخ چشم! کیا تو اللہ کے سامنے دیدہ دلیری کرتا ہے؟ کیا تو جانتا بھی ہے کہ کس کے سامنے جھوٹی قسمیں کھاتا ہے؟! تو اس اللہ کے نام کی قسمیں کھاتا ہے جس نے گندے قطرے سے تجھے پیدا کیا۔ پھر ایک محفوظ مقام پر اسے رکھا۔ کیا اس کے نام کو تو جھوٹ کے لیے استعمال کرتا ہے جس نے تجھے عدم سے وجود بخشا، تجھے کان، آنکھ اور دل دیا۔ صحت، دولت، علم، مرتبہ اور اولاد سے نوازا۔ کیا تو اس پر خوش ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں کو ایک طرف ڈالے اور اس کے بجائے اس کے عظیم نام کی جھوٹی قسمیں کھائے اور گناہ مول لے!

قرآن مجید کی ان آیتوں اور حضورؐ کی ان حدیثوں پر غور کر! شاید تیری آنکھیں کھل جائیں اور تو گناہوں سے باز آجائے اور عدالتوں میں اپنے دشمن کے سامنے خاندان کے اندھے مفاد کی خاطر جھوٹی قسمیں کھانا چھوڑ دے۔

زبردست وعید اور سخت پھٹکار پر مبنی یہ آیتیں اور حدیثیں جن کی رو سے قسم کھانے والے پر جنت حرام اور جہنم حلال ہوجاتی ہے انہیں سن کر کیا کسی اسلام کا دم بھرنے والے کو یہ جسارت ہوگی کی کسی قسم کا حیلہ بہانہ تراش کر جھوٹی قسمیں کھانے کی کوشش کرے اور عدالتوں میں ججوں کے سامنے جھوٹ کہہ کر اور غلط سلط دعوٰی کر کے اپنے مسلمان بھائی کا مال حرام طریقے سے ہڑپ کرنے کی کوشش کرے، ہرگز نہیں! بلکہ مذکورہ آیات اور روایات پڑھ اور سن کر ہر مومن کانپ اٹھتا ہے اور اس کا دل نرم پڑ جاتا ہے۔

تنبیہ:

جھوٹی قسم کھا کر جس طرح کسی مومن مسلمان یا غیر مسلم کا مال ہڑپ کرنا ناجائز ہے۔ اسی طرح اپنی بات یا اپنے دعوے کو سچا ثابت کرنے کے لیے جھوٹی قسم کھانے والا بھی گنہگار ہے خواہ کسی کا مال وہ ہڑپ کرنا نہ چاہتا ہو۔ یہ اس لیے کہ زیادہ قسمیں کھانا بھی گنہگار اور ناقابل اعتبار ہونے کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ﴾[القلم:۱۰]

''بہت قسمیں کھانے والے ہر ذلیل کی بات مت مانو۔''

زیادہ قسمیں وہی کھاتا ہے جس کی نظروں میں دین وایمان کی کوئی قیمت نہیں، جسے اللہ رب العزت کی عظمت اوراس کی کبریائی کا کوئی احساس نہیں ہوتا،وہ زیادہ سے زیادہ قسمیں کھا کر مخاطب کو قائل کرنے کی فکر میں رہتا ہے حالانکہ قسم اسی صورت میں جائز ہے جب کسی بات کے ثبوت کی ضرورت ہواور بات بھی سچ ہو،جھوٹ نہ ہو۔پھر تصدیق کے لیے بھی ایک بار قسم کھانا کافی ہے۔یہ نہیں کہ بار بار قسمیں کھائی جائیں،ورنہ دیکھا جاتا ہے کہ اکثر دروغ گو اور جھوٹا آدمی ہی زیادہ قسمیں کھاتا ہے کیونکہ وہ خود کو تو جھوٹا سمجھتا ہی ہے اس لیے چاہتا ہے کہ جتنی زیادہ قسمیں کھائے گا اتنا ہی لوگ اسے سچا سمجھیں گے لیکن وہ جھوٹی قسموں کا انجام نہیں دیکھتا کہ اس کا عذاب کتنا دردناک ہے۔قسم کی تین قسمیں ہیں:

(۱)......یمین لغو:

گفتگو کے دوران کسی قصدوارادے کے بغیر بے ساختہ قسم کھانا یمین لغو کہلاتا ہے جیسے بات بات پر کہنا: خدا کی قسم! میں نے ایسا کہا۔اللہ کی قسم! تم اسے پی لو۔بخدا! ایسا نہیں ہوا وغیرہ وغیرہ۔یہ قسم غیر اختیاری ہوتی ہے،اس لیے اس قسم پر گناہ یا کفارہ نہیں ہے۔اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ أَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾[البقرة:۲۲۵]

''بلا مقصد قسمیں کھانے پر خدا تم کو نہیں پکڑے گا۔ہاں دل سے جو قسمیں تم نے کھائی ہیں ان پر وہ گرفت کرے گا اور خدا بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔''

(۲) یمین غموس:

یمین غموس یعنی جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا۔اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

(۳) یمین معلقہ:

یہ وہ قسم ہے جس کا تعلق مستقبل میں کسی کام سے ہو جیسے اللہ کی قسم! میں زید سے بات چیت نہیں کروں گا، اللہ کی قسم! فلاں کے گھر نہیں جاؤں گا، یا اپنی بیوی سے کہے: بخدا! تو زید یا عمر کے گھر مت جانا، وغیرہ۔ ایسی قسمیں کھانے والے کو چاہیے کہ وہ غور کرے، اگر قسم برقرار رہنے کے بجائے اسے توڑ دینا بہتر محسوس ہو تو قسم توڑ دے اور قسم کا کفارہ ادا کر دے مثلاً اگر کسی نے یہ قسم کھائی تھی کہ وہ اپنے فلاں بھائی یا اپنے باپ سے بات نہیں کرے گا یا فلاں دو جھگڑا کرنے والوں کے درمیان مصالحت نہیں کرائے گا تو اس کو چاہیے کہ قسم توڑ کر اس کا کفارہ ادا کرے اور قسم والی حالت کو برقرار نہ رکھے، صحیح حدیث میں ہے:

((مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَرَاٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهُ فَلْيَاْتِ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ وَيُكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِهٖ))

”جس نے کوئی قسم کھائی، پھر اس سے بہتر کوئی چیز دیکھی تو اسے چاہیے کہ اس بہتر کام کو کر لے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے۔“

اور بعض روایتوں میں ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے ہی کفارہ ادا کر دے، بنابریں ہر دو صورتیں جائز ہیں۔ خواہ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کرے یا بعد میں کفارہ دے۔ قسم کا کفارہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق یہ ہے:

﴿فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ﴾ [المائدة:٨٩]

”پس اس (قسم) کے کفارے میں دس مسکینوں کو متوسط درجے کا کھانا جو عموماً اپنے عیال کو کھلاتے ہو، کھلا دو یا ان کو لباس پہنا دو یا غلام آزاد کرو اور جس کو یہ کچھ میسر نہ ہو تو وہ تین روزے رکھے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھا کر اس کے خلاف کرو اور اپنی قسموں کی خوب حفاظت کرو۔“

نیز اس بات پر تنبیہ بھی ضروری ہے کہ بعض شوہر اپنی بیویوں کے بارے میں بات بات پر طلاق کی قسم کھا لیتے ہیں۔ یہ قسم کھانا اسلام کی نگاہ میں بدعت ہے کیونکہ شریعت کی رو سے اللہ کی قسم کھانی چاہیے یا اس کے کسی اسم، کسی وصف یا اس کے قرآن کی قسم کھانی چاہیے۔ ان کے علاوہ کسی اور چیز کی قسم نہیں کھانی چاہیے، نہ ایسی کوئی قسم منعقد ہوگی۔

علماء کا اس بارے میں بھی اختلاف ہے۔ اکثر کی رائے یہ ہے کہ طلاق کی قسم کی صورت میں اگر اس کی قسم ٹوٹ جائے تو طلاق واقع ہوگی مثلاً اگر کسی نے اپنی بیوی سے یہ کہا تھا کہ ''اللہ کی قسم! اگر تو میرے گھر سے نکل کر اپنے گھر والوں کے ہاں گئی تو تجھے طلاق۔''

اس صورت میں اگر وہ گھر سے نکلے گی تو ان کے نزدیک اس پر طلاق واقع ہو جائے گی۔ البتہ سہواً یا جبر و اکراہ کی صورت میں طلاق نہیں ہوگی۔ بعض علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ اسے اپنی قسم کا کفارہ دینا ہوگا۔ پھر ایک مسلمان کی یہ شان نہیں ہونی چاہیے کہ ایسی عورت سے صحبت کرے جو حرمت و اباحت کے بین بین ہو، جب کہ اکثر علماء تحریم کے قائل ہیں کیونکہ ان کی رائے میں اس قسم کا اقدام وہی کرے گا جسے اپنے دین کی کوئی پروا نہیں ہوگی، ورنہ آخر اللہ کی قسم چھوڑ کر طلاق کی قسم کھانے کی کون سے مجبوری اسے درپیش تھی۔'' [تطهير المجتمعات]

رقص و موسیقی اور گانا بجانا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ [لقمان : ٦]

''اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو فضول باتوں کو خریدتے ہیں تاکہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے بہکائیں۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اللہ کی قسم کھا کر فرمایا کرتے تھے کہ اس آیت سے مراد

گانے بجانے کا دھندہ ہے۔ اسی طرح حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ اور ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَ وَالْحَرِيرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ......))

[بخاری(ح ۵۵۹۰)]

"میری امت میں کچھ ایسے بدبخت پیدا ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور گانے بجانے کے آلات کو حلال قرار دے لیں گے۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَيَكُونَنَّ فِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ خَسْفٌ وَقَذْفٌ وَمَسْخٌ وَذٰلِكَ إِذَا شَرِبُوا الْخُمُورَ وَاتَّخَذُوا الْقَيْنَاتِ وَضَرَبُوا بِالْمَعَازِفِ))[السلسلة الصحيحة(ح ۲۲۰۳)]

"اس امت پر یہ عذاب آئیں گے: (۱) زمین میں دھنس جانا، (۲) پتھروں کی بارش ہونا (۳) اور شکل وصورت کا مسخ ہو جانا۔ یہ عذاب تب آئیں گے جب لوگ شرابیں پئیں گے، گانے والی لونڈیاں رکھیں گے اور آلاتِ موسیقی بجائیں گے۔"

میرے بھائی! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈھول بجانے سے بھی منع فرمایا ہے اور بانسری، بین وغیرہ کے متعلق بھی یہ فرمایا ہے کہ یہ فاجرانہ اور احمقانہ آوازیں ہیں۔ علماءِ سلف میں سے امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ گانے بجانے کے تمام آلات مثلاً سارنگی، طبلہ، طنبور، بانسری، باجہ وغیرہ حرام ہیں۔ [ماسوائے دف کے]

یہ بات بھی واضح رہنی چاہیے کہ جس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گانے بجانے کے آلات سے روکا ہے وہ حدیث اپنے عموم کے اعتبار سے موسیقی کے تمام جدید آلات سارنگی، تاروں والے باجے (Zither) اورج، پیانو (Piano) گٹار (Gutar) وغیرہ کو بھی شامل ہے۔ لہٰذا ان کے ممنوع ہونے میں کسی کو شک نہیں ہونا چاہیے بلکہ گانے بجانے کے

پرانے آلات کی بہ نسبت موسیقی کے جدید آلات انسان کو مست کر دینے میں زیادہ مؤثر کردار ادا کرتے ہیں۔اور موسیقی کا نشہ تو شراب کے نشے سے بھی زیادہ قوی ہے جیسا کہ بعض اہل علم مثلاً ابن قیم وغیرہ نے اس حوالے سے روشنی ڈالی ہے۔

اور اگر موسیقی کے ساتھ کسی گلوکارہ اور مغنیہ کا گانا بھی شامل ہو جس کی پرفتنہ آواز لوگوں کو مست کر رہی ہوں تب تو اس کی حرمت اور بھی شدید اور گناہ اور بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے اور اگر گانے کے بول عشق و محبت پر مبنی ہوں اور عورتوں کے حسن و جمال کی عکاسی کرتے ہوں تب تو یہ مصیبت اور بھی سنگین ہو جاتی ہے۔اسی لیے بعض اہل علم نے کہا ہے کہ 'گانے' زنا کے ایلچی ہیں جو دل میں نفاق کا بیج بوتے ہیں۔

دورِ حاضر میں گانا بجانا اور رقص و موسیقی سب سے بڑا فتنہ بن گیا ہے اور مزید برآں مصیبت یہ ہے کہ اب تو موسیقی بہت سی چیزوں مثلاً گھڑیوں، گھنٹیوں، بچوں کے کھلونوں، کمپیوٹروں اور بعض ٹیلیفون سیٹوں وغیرہ میں بھی گھس آئی ہے۔اس سے بچنا اور دور رہنا اب بہت حوصلہ طلب کام بن گیا ہے، ایمان میں مضبوط شخص ہی اس سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ اللہ ہمیں اس گناہ سے بھی محفوظ رکھے۔آمین!

غیبت

کسی مسلمان کی غیبت کرنا اور اس کی عزت سے کھیلنا ہماری محفلوں کی زینت اور ہماری خوش طبعی کا ایک ذریعہ بن گیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کام سے اپنے بندوں کو روکتے اور نفرت دلاتے ہوئے اسے ایک ناپسندیدہ اور بھیانک صورت کے ساتھ تشبیہ دی ہے چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ﴾

[سورة الحجرات۔١٢]

''اور تم میں سے کوئی شخص کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ یقیناً تم کو اس سے نفرت آئے گی۔''

حضور نبی کریم ﷺ نے غیبت کا مفہوم سمجھانے کے لیے اپنے صحابہ کرامؓ سے کہا:

((أَتَدْرُوْنَ مَاالْغِيْبَةُ ؟قَالُوْا:اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ اقَالَ:ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَايَكْرَهُ قِيْلَ: اَفَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ فِيْ اَخِي مَااَقُوْلُ؟قَالَ:اِنْ كَانَ فِيْهِ مَاتَقُوْلُ فَقَدْ اِغْتَبْتَهُ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْهِ فَقَدْ بَهَتَّهُ))[صحيح مسلم (٤/١ ٢٠٠)]

''جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں! نبی کریم ﷺ نے فرمایا: غیبت یہ ہے کہ تم اپنے مسلمان بھائی کی ان باتوں کو بیان کرو جنہیں وہ ناپسند کرتا ہے۔ کسی پوچھنے والے نے پوچھا: اے اللہ کے رسولؐ! اپنے بھائی کی جن ناپسندیدہ باتوں کو میں بیان کروں اگر وہ باتیں واقعی اس میں موجود ہوں تب بھی یہ غیبت شمار ہوگی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ ناپسندیدہ باتیں اس میں موجود ہوں تو پھر یقیناً تم نے اس کی غیبت کی، اور اگر وہ باتیں اس میں موجود ہی نہیں ہیں، تب تو تم نے اس پر بہتان طرازی کی ہے۔''

معلوم ہوا کہ اپنے کسی بھائی کی ان باتوں یا عیوب کو لوگوں کے سامنے بیان کرنا جن کو وہ ناپسند کرتا ہو' غیبت' کہلاتا ہے، چاہے وہ عیوب اس کے جسم، دین، دنیا یا اس کی شخصیت، خلقت اور اخلاق وغیرہ سے متعلق ہوں۔ غیبت کی متعدد شکلیں ہیں مثلاً اپنے کسی مسلمان بھائی کے عیوب لوگوں کے سامنے بیان کرنا، یا بطورِ مذاق اس کی کسی حرکت کی نقل اتارنا۔

غیبت کے بدترین گناہ اور قبیح ترین جرم ہونے کے باوجود لوگ اس میں بہت ہی بے احتیاطی کر رہے ہیں حالانکہ نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((اَلرِّبَا اِثْنَانِ وَسَبْعُوْنَ بَابًا اَدْنَاهَا مِثْلُ اِتْيَانِ الرَّجُلِ اُمَّهُ ،وَاِنَّ اَرْبَى الرِّبَا اِسْتِطَالَةُ الرَّجُلِ فِيْ عِرْضِ اَخِيْهِ))[سلسلة الاحاديث الصحيحة(ح ١٨٧١)]

”سود کے بہتر (۷۲) دروازے ہیں ان میں سب سے ہلکے درجے کا سود ماں کے ساتھ زنا کرنے کے برابر ہے اور سب سے بڑا سود اپنے کسی مسلمان بھائی کی عزت پر زبان درازی کرنا ہے۔“

اگر کوئی شخص کسی ایسی محفل میں موجود ہو جہاں کسی کی غیبت کی جارہی ہو تو غیبت کو روکنا اور جس کی غیبت کی جارہی ہو، اس مسلمان بھائی کی عزت کا دفاع کرنا اس پر واجب ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ اس عمل کی رغبت دلاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

((مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ اَخِيْهِ رَدَّاللّٰهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) [مسند احمد(ج٦ص٤٥٠)صحيح الجامع الصغير(ح٦٢٣٨)]

”جس نے اپنے کسی مسلمان بھائی کی عزت کا دفاع کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جہنم کی آگ کو اس کے چہرے سے دور فرمائیں گے۔“

ٹوہ لگانا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَاتَجَسَّسُوْا﴾[سورة الحجرات ـ ١٢]

”اور تم جاسوسی مت کرو۔“

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنِ اسْتَمَعَ اِلَى حَدِيْثِ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُوْنَ صُبَّ فِي اُذُنَيْهِ الْآنُكُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) [المعجم الكبير(ج١١ص٢٤٨)صحيح الجامع الصغير(ح٦٠٠٤)]

”جس نے کسی قوم کی ناپسندیدگی کے باوجود کان لگا کر چپکے سے ان کی باتوں کو سننے کی کوشش کی، قیامت کے دن اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔“

اور اگر کوئی شخص اس قوم کو نقصان پہنچانے کے لیے ان کی لاعلمی میں یہ باتیں آگے

دوسروں تک بھی پہنچاتا ہے تو وہ جاسوسی کے ساتھ ساتھ چغل خوری کا بھی ارتکاب کرتا ہے اور یہ بذات خود ایک دوسرا گناہ ہے جس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ))[صحیح بخاری مع فتح الباری(ج۱۰ ص۴۷۲)]

''چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔''

چغلی

چغلی یہ ہے کہ فساد پھیلانے کی نیت سے ایک کی باتیں دوسرے تک پہنچائی جائیں تاکہ لوگوں کے باہمی تعلقات بگاڑے جائیں۔چغلی کا عمل حسد، بغض، کینہ اور دشمنی کی آگ بھڑکانے کا سب سے بڑا ہتھیار ہے اور ایسی حرکت کرنے والے کی اللہ تعالیٰ نے سخت مذمت فرمائی ہے۔چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ﴾[سورۃالقلم : ۱۰۔۱۱]

''(اے محمدؐ!) آپ ہر اس شخص کا کہنا نہ مانیں جو زیادہ قسمیں کھانے والا بے وقار، کمینہ، عیب گو اور چغل خور ہو۔''

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ)) [صحیح بخاری مع فتح الباری(ج۱۰ ص۴۷۲)]

''چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ کے ایک باغ میں سے گزرے آپ نے دومردوں کی آوازیں سنیں جنہیں قبر میں عذاب ہورہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((يُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ ثُمَّ قَالَ ـ بَلَى (وَفِي رِوَايَةٍ: وَإِنَّهُ لَكَبِيرٌ) كَانَ أَحَدُهُمَا لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ وَكَانَ الْآخَرُ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ))[بخاری ایضا (۲۱۷/۱)]

"ان دو قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور ان کو کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا۔ پھر فرمایا: کیوں نہیں! یقیناً وہ گناہ بہت بڑا ہے جس کی وجہ سے ان کو عذاب ہو رہا ہے۔ ان میں سے ایک تو اپنے پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا۔"

چغلی کی ایک بدترین شکل یہ ہے کہ میاں بیوی میں آپس کے تعلقات کو بگاڑنے کے لیے شوہر کو بیوی کے خلاف اور بیوی کو شوہر کے خلاف اُکسایا جائے۔ اسی طرح بعض ملازموں کا اپنے کسی دوسرے ملازم ساتھی کو نقصان پہنچانے کے لیے اس کی باتیں مینیجر تک پہنچانا بھی چغلی کی ہی ایک قسم ہے اور یہ سب گناہ کے کام ہیں۔

علامہ احمد بن حجر بوطامیؒ فرماتے ہیں کہ

"مشہور ہے کہ ایک غلام یہ کہہ کر نیلام کیا جا رہا تھا کہ اس میں اور تو کوئی عیب نہیں بس ایک چغلی کا مرض ہے۔ ایک شخص نے چغل خوری کو کوئی بڑا عیب نہ سمجھا اور اس کو خرید لیا۔ کچھ ہی دن گزرے تھے کہ غلام نے مالک کی بیوی سے چغلی کھاتے ہوئے کہا کہ تمہارا میاں دوسری شادی کرنا چاہتا ہے یا درپردہ دوسری عورتوں کی طرف مائل ہے، اور اسے یہ پٹی پڑھائی کہ وہ استرا لے کر اس کے گلے کے پاس کے کچھ بال مونڈ لائے تا کہ اس پر وہ جادو کرا دے۔ عورت نے اس کی بات کو سچ سمجھ لیا اور تہیہ کر لیا کہ آج رات وہ یہ کام ضرور کرے گی۔ ادھر یہ غلام مالک کے پاس آیا اور چغلی کھائی کہ تمہاری بیوی نے آشنا رکھ چھوڑا ہے اور اس سے اس کو محبت ہے اور آج رات وہ تمہیں قتل کر ڈالنے کے ارادے سے آئے گی۔ یقین نہ ہو تو سونے کا ڈھونگ رچانا، تمہیں آپ معلوم ہو جائے گا۔ مالک نے اس کی بات کو صحیح سمجھ لیا اور رات بظاہر سوتا بنا، تھوڑی دیر کے بعد اس کی بیوی آئی اور چپکے سے اس کے حلق کے بال مونڈھنا چاہے۔ مالک پہلے ہی بیدار تھا اس نے سوچا نوکر صحیح کہہ رہا تھا اس نے جھٹ بیوی کے ہاتھ سے استرا

لیا اور اس کو ذبح کر ڈالا۔ دوسرے دن چرچا ہوا، میکے والوں نے جو دیکھا کہ ان کی لڑکی کو کاٹ ڈالا گیا ہے تو انہوں نے میاں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا اور محض اس چغل خوری کی بدولت دونوں خاندانوں میں ٹھن گئی اور سخت خون خرابہ ہوا۔"

علامہ ابن حجرؒ نے چغل خور کے شر سے بچاؤ کے لیے کچھ مفید تدابیر بھی ذکر کی ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ جس کسی کے خلاف چغلی کھائی جائے اور اس سے کہا جائے کہ فلاں آدمی تمہارے بارے میں یوں کہتا ہے یا تمہارے خلاف یہ کر رہا ہے، یا فلاں سازش کر رہا ہے یا تمہارے دشمنوں کا ساتھ دے رہا ہے، یا تمہارے ساتھ برائی کا ارادہ رکھتا ہے یا اسی قسم کی چکنی چپڑی باتیں کہے تو اس شخص کو ان چھ باتوں کا خیال رکھنا چاہیے:

۱۔ ہرگز اس کی تصدیق نہ کرے کیونکہ چغل خور فاسق ہے اور اس کی گواہی مردود ہے:

﴿يَاأَيُّهَاالَّذِيْنَ آمَنُوْا إِنْ جَاءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوْا أَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَافَعَلْتُمْ نَادِمِيْنَ﴾[الحجرات:٦]

"اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تم اس کی بات کی تحقیق کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں تم کسی قوم سے الجھ پڑو، پھر خود ہی اپنے کیے پر شرمندہ ہو جاؤ۔"

۲۔ چغل خور کو اس کی عادت بد سے روکے اور ہمدردی کے لہجے میں اس کی خرابی اس کے سامنے ظاہر کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾[لقمان: ١٧]

"معروف کا حکم دو اور منکر سے روکتے رہو۔"

۳۔ اللہ کے لیے چغلخور سے نفرت رکھو کیونکہ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض اور ناپسندیدہ ہے اور جس سے اللہ تعالیٰ بغض رکھے، اس سے ہمیں بھی بغض رکھنا چاہیے۔

۴۔ اپنے دوستوں اور عزیزوں کے بارے میں بدگمانی نہ رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ ﴾[الحجرات:١٢]

''اے ایمان والو! زیادہ بدگمانی سے بچو کیونکہ بعض بدگمانی گناہ ہے۔''

۵۔ چغل خور جو کچھ کہہ دے اس کی بات میں آ کر بے جا تجسس اور کھود کرید نہ کرو کیونکہ یہ بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَجَسَّسُوْا ﴾[الحجرات:١٢]

''اور تجسس مت کرو۔''

٦۔ چغل خور کو جس بات سے تم خود منع کرنے جا رہے ہو خود اس کے مرتکب نہ بنو، نہ اس کی چغلی کرتے ہوئے دوسروں سے کہتے پھرو کہ فلاں ایسا ایسا کہتا تھا، ورنہ تم بھی چغل خور یا غیبت کرنے والوں کے زمرے میں داخل ہو جاؤ گے، یا جس سے تم نے دوسروں کو منع کیا خود اس کے مرتکب بنو گے۔ مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس کوئی شخص آیا اور کسی دوسرے شخص کے بارے میں اس نے کوئی بات کہی۔ آپ نے فوراً اس سے کہا: تم چاہو تو ہم تمہارے بارے میں تحقیق کریں گے۔ اگر تم نے جھوٹ کہا تو تمہارا شمار ان لوگوں میں ہوگا جن کا ذکر اس آیت میں ہے:

﴿ اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا ﴾[سورۃ الحجرات:٦]

''اگر تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لو'' [یعنی پھر تم پر فسق کا حکم لاگو ہوگا]

اور اگر تم نے سچ کہا تو تمہارا شمار ان لوگوں میں ہوگا جن کا ذکر اس آیت میں ہے:

﴿ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيْمٍ ﴾[سورۃ القلم]

''اُکسانے والے اور ادھر ادھر لگانے (چغلی کھانے) والے۔'' [یعنی پھر تم پر چغل خوری کا حکم لاگو ہوگا]

اور چاہو تو ہم تمہیں معاف کر دیں۔ اس نے کہا امیرالمومنین میں معافی چاہتا ہوں۔ آئندہ ایسی حرکت نہیں کروں گا!

سونے اور چاندی کے برتنوں کا استعمال

گھریلو استعمال کی چیزیں فروخت کرنے والی بے شمار دکانوں میں آج کل خالص سونے چاندی کے یا سونے چاندی کے پانی سے روغن کیے ہوئے برتن بیچے جا رہے ہیں۔اسی طرح امیروں کے گھروں اور عالی شان ہوٹلوں میں بھی اس قسم کے برتن دیکھنے میں آئیں گے بلکہ اب تو مختلف تقریبات میں لوگ سونے چاندی کے برتن ایک دوسرے کو بطور تحائف بھی پیش کرنے لگے ہیں۔بعض لوگ اپنے گھروں میں تو سونے چاندی کے برتن نہیں رکھتے مگر دوسروں کے ہاں جا کر یا شادی بیاہ کی تقریبات میں وہ بھی ان برتنوں کا آزادانہ استعمال کرتے ہیں۔اسلام کی نگاہ میں ایسا کرنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے کیونکہ ان برتنوں کے استعمال کے متعلق نبی کریم ﷺ نے بہت سخت وعید سنائی ہے،چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الَّذِي يَأْكُلُ أَوْيَشْرَبُ فِي آنِيَةِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ إِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِي بَطْنِهِ نَارَ جَهَنَّمَ))[صحيح مسلم (١٦٣٤/٣)]

"جو شخص سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھاتا پیتا ہے درحقیقت وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ کے گھونٹ بھرتا ہے۔"

سونے چاندی کے برتنوں کے استعمال کی حرمت کا یہ حکم ان کے برتنوں اور کھانے پینے میں استعمال ہونے والے تمام قسم کے چمچوں، چھریوں ،کانٹوں ،ڈشوں ،پلیٹوں اور شادی بیاہوں میں پیش کیے جانے والے سونے چاندی کے مٹھائی ڈبوں سب کو شامل ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم سونے چاندی کے برتن استعمال تو نہیں کرتے لیکن محض ڈیکوریشن کے لیے انہیں شوکیس میں سجا کر رکھتے ہیں حالانکہ اس کبیرہ گناہ کا مکمل سد باب کرنے اور بطور پیشگی احتیاط کے انہیں ڈیکوریشن کے لیے رکھنا بھی جائز نہیں۔

مردوں کے لیے سونا پہننا

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أُحِلَّ لِإِنَاثِ أُمَّتِي الْحَرِيرُ وَالذَّهَبُ وَحُرِّمَ عَلَى ذُكُورِهَا)) [مسند احمد(ج٤ص٣٩٣)صحيح الجامع الصغير(ح٢٠٧)]

''میری امت کی عورتوں کے لیے ریشم اور سونا جائز قرار دیا گیا اور مردوں پر اسے حرام کیا گیا ہے۔''

نہایت افسوس کی بات ہے کہ آج کل بازار میں مردوں کے لیے بھی سونے کی مصنوعات مثلاً گھڑیاں ،عینکیں ،بٹن ،قلمیں ،زنجیریں ،کی رنگ وغیرہ بکثرت موجود ہیں۔ مردوں کے لیے یہ چیزیں خالص سونے سے یا سونے کے پانی سے پالش کر کے تیار کی جاتی اور فروخت کی جاتی ہیں۔اسی طرح مردوں کے لیے سونے کے استعمال کے حوالے سے ایک برائی یہ بھی ہے کہ بعض انعامی مقابلوں میں جیتنے والوں کے لیے سونے کی مردانہ گھڑیاں تقسیم کی جاتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو اسے اتروا کر پھینک دیا اور فرمایا:

((يَعْمِدُ اَحَدُكُمْ اِلَى جَمْرَةٍ مِّنْ نَّارٍ فَيَجْعَلُهَا فِي يَدِهِ؟)) [صحيح مسلم ١٦٥٥/٣]

''تم میں سے کوئی شخص دیدہ ودانستہ آگ کا انگارہ اپنے ہاتھ میں کیوں پہنتا ہے؟!''

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے تو لوگوں نے اس آدمی سے کہا کہ اپنی انگوٹھی اٹھالو اور اس سے کوئی جائز فائدہ اٹھالینا۔مگر اس آدمی نے کہا: جس انگوٹھی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتار کر پھینک دیا ہے اب اللہ کی قسم میں اسے ہرگز نہ اٹھاؤں گا۔''

صنفِ مخالف کی مشابہت کرنا

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے لیے یہ فطری اصول مقرر کیا ہے کہ مرد اپنی اس مردانگی کو برقرار رکھے جس پر اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا اور عورت اپنے اس زنانہ پن کی حفاظت کرے جس پر اس کی تخلیق ہوئی ہے اور یہ وہ قانون فطرت ہے کہ جس پر عمل پیرا ہوئے بغیر لوگوں کا نظام زندگی درست طور پر نہیں چل سکتا۔ لہٰذا مردوں کا عورتوں اور عورتوں کا مردوں کے ساتھ مشابہت کرنا اس انسانی فطرت کے اصول کی صریح خلاف ورزی ہے۔ اس سے فساد کے دروازے کھلتے، اور معاشرے میں جنسی بے راہ روی کو فروغ ملتا ہے۔

صنف مخالف کی مشابہت کرنا قرآن وسنت کی تعلیمات کی رو سے ایک حرام کام ہے کیونکہ قرآن وسنت میں اگر کسی کام کو موجب لعنت قرار دیا گیا ہو تو یہ اس کام کے حرام اور کبیرہ گناہ ہونے کی واضح دلیل ہے اور صنف مخالف کی مشابہت اختیار کرنے کو لعنتی کام قرار دیا گیا ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ))[بخاری مع الفتح(ج١٠ ص٣٣٢)]

”رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کے ساتھ مشابہت کرنے والے مردوں اور مردوں کے ساتھ مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔“

علاوہ ازیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ایک روایت میں ہے:

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمُتَخَنِّثِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ))[ایضا]

”عورتیں بننے کی کوشش کرنے والے مردوں اور رچال ڈھال میں مرد بننے کی کوشش کرنے والی عورتوں پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔“

صنفِ مخالف کی مشابہت کے سلسلہ میں یہ یاد رہے کہ کبھی تو یہ مشابہت حرکات وسکنات

"اللہ کی قسم ! (عورتوں سے بیعت لیتے وقت بھی) رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ نے کسی غیر محرم عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا بلکہ آپ ﷺ صرف زبانی کلامی ہی عورتوں سے بیعت لیا کرتے تھے۔" [مسند احمد (ج ٣ص ١٤٨٩)]

بعض بد بخت شوہر ایسے بھی ہیں کہ ان کی پاکباز بیویاں ان کے بھائیوں یعنی اپنے دیوروں، جیٹھوں سے ہاتھ نہ ملائیں تو وہ انہیں طلاق کی دھمکیاں دیتے ہیں۔ ایسے شوہروں کو اللہ سے ڈر جانا چاہیے۔ یہاں اس بات کی وضاحت کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ پر کپڑا وغیرہ رکھ کر بھی عورت سے مصافحہ کرنا جائز نہیں۔

عورت کا خوشبو لگا کر مردوں کے پاس سے گزرنا

کسی عورت کا خوشبو لگا کر گھر سے نکلنا اور اسی حالت میں مردوں کے پاس سے گزرنا حرام ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس فعل سے جس قدر سختی کے ساتھ ہمیں روکا اور منع کیا ہے اسی قدر یہ چیز آج ہمارے زمانے میں عام ہو چکی ہے۔ حدیث نبویؐ ہے:

((أَيُّمَا امْرَأَةٍ إِسْتَعْطَرَتْ ثُمَّ مَرَّتْ عَلَى الْقَوْمِ لِيَجِدُوْا رِيْحَهَا فَهِيَ زَانِيَةٌ)) [احمد (ج ٤ص ٤١٨)صحيح الجامع الصغير(ح ١٠٥)]

"جو عورت خوشبو لگا کر کسی قوم کے پاس سے گزری تا کہ لوگ اس کی خوشبو محسوس کریں، ایسی عورت بدکارہ اور زانیہ ہے۔"

اس مسئلہ میں بعض عورتیں اس قدر غفلت سے کام لیتی ہیں کہ خوشبو لگا کر اپنی گاڑی کے ڈرائیور، دکاندار، یا سکول کے گیٹ کیپر کے پاس سے گزرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتیں جبکہ اسلام نے اس مسئلہ میں اس قدر سختی برتی ہے کہ خوشبو استعمال کرنے والی عورت اگر کسی کام کے لیے گھر سے باہر جانا چاہے خواہ مسجد میں جانے کا ہی ارادہ کیوں نہ ہو، مگر جب تک وہ غسل جنابت کی طرح مکمل غسل نہ کر لے تب تک گھر سے باہر قدم نہیں رکھ

بڑھاپے کی وجہ سے نمایاں ہونے والے سفید بالوں کو سیاہ خضاب سے رنگنے کا عمل لوگوں میں عام رواج پاچکا ہے حالانکہ اس میں بہت سی خرابیاں ہیں مثلاً اپنے آپ کو جوان ظاہر کرکے لوگوں کو دھوکا وفریب دینا اور اپنی اصل حقیقت کو چھپا کر جھوٹی صورت سے دل بہلانا۔ بے شک یہ طرزِ عمل انسان کی عادات پر بہت برا اثر ڈالتا ہے، اس سے انسان ایک قسم کی خود فریبی اور دھوکے میں مبتلا رہتا ہے۔

بالوں کے رنگنے کے سلسلہ میں یاد رہے کہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے سفید بالوں کو زرد یا سرخ یا براؤن رنگ کی مہندی وغیرہ سے رنگتے تھے اور جب فتح مکہ کے دن (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد) ابو قحافہ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو اس وقت ان کے سر اور داڑھی کے بال انتہائی سفید ہونے کی وجہ سے یوں محسوس ہوتے تھے جیسے سفید پھولوں والا کوئی پودا ہو۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((غَيِّرُوا هٰذَا بِشَيْءٍ وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ))[صحیح مسلم (ج۳ص ۱۶۶۳)]

''ان کے سفید بالوں کو کسی چیز (سے رنگ کر) بدل دو اور سیاہی سے بچو۔''

[یعنی سیاہ خضاب کے علاوہ کوئی اور رنگ استعمال کرو] صحیح قول کے مطابق اس مسئلے میں عورت کا حکم بھی مرد کی طرح ہی ہے یعنی عورت کے لیے بھی اپنے سفید بالوں کو سیاہ خضاب سے رنگنا درست نہیں۔

جھوٹا خواب بیان کرنا

معاشرے میں سستی شہرت، غلبہ، مالی مفاد، یا دشمنوں کو ڈرانے دھمکانے کے لیے بعض لوگ جھوٹے خواب بیان کرتے ہیں اور بہت سے جاہل عوام بھی ایسے جھوٹے خوابوں کی سچائی پر بڑا اعتقاد رکھتے ہیں جس کی وجہ سے انہیں جھوٹے خواب سنا کر خوب دھوکا دیا جاتا ہے حالانکہ جھوٹے خواب سنانے والوں کے متعلق بہت سخت وعید آئی ہے چنانچہ نبی

اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الْفِرَى أَنْ يَدَّعِيَ الرَّجُلُ إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ أَوْ يُرِيَ عَيْنَهُ مَالَمْ تَرَ وَيَقُولُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مَالَمْ يَقُلْ))[صحيح بخاری مع الفتح(ج٦ ص٥٤٠)]

"سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ کوئی اپنے آپ کو غیر باپ کی طرف منسوب کرے یا ایسا خواب دیکھنے کا دعوٰی کرے جو اس نے نہ دیکھا ہو اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف ایسی بات منسوب کرے جو آپ ﷺ نے نہیں فرمائی۔"

اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ تَحَلَّمَ بِحُلْمٍ لَمْ يَرَهُ كُلِّفَ أَنْ يَعْقِدَ بَيْنَ شَعِيرَتَيْنِ وَلَنْ يَفْعَلَ)) [بخاری ایضا(ج١٢ ص٤٢٧)]

"جس نے کوئی جھوٹا خواب بیان کیا جو اس نے نہیں دیکھا تو اسے قیامت کے دن یہ مشکل کام سونپا جائے گا کہ وہ جو کے دو دانوں کے درمیان گرہ لگائے اور وہ ہرگز ایسا نہ کر سکے گا۔"

پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنا

ہمارے دین اسلام کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس نے ہر اس کام کا حکم دیا ہے جو انسان کی حالت کو بہتر سے بہتر بنائے مثلاً گندگی اور ناپاکی ختم کرنے کا حکم دیا اور اسی لیے قضائے حاجت سے فارغ ہونے کے بعد مٹی کے ڈھیلے استعمال کرنے یا پانی سے استنجا کرنے کو ضروری قرار دیا گیا، اسی طرح استنجا کرنے کا وہ طریقہ بھی بتا دیا جس سے خوب صفائی اور طہارت حاصل ہوتی ہے۔

بعض لوگ نجاست کے سلسلہ میں بہت سستی برتتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے بدن اور کپڑے نجاست سے لبریز رہتے ہیں۔ اور ایسی حالت میں پڑھی جانے والی ان کی نماز بھی قبول نہیں ہوتی۔ نجاست سے بچاؤ کے سلسلہ میں آنحضرت ﷺ نے ہمیں بتایا ہے کہ

پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنا عذابِ قبر کا سبب ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ایک باغ سے گزرے تو آپ نے دو مُردوں کی چیخ وپکار سنی جنہیں قبر میں عذاب ہو رہا تھا نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انہیں قبر میں عذاب ہو رہا ہے اور انہیں کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا۔ پھر فرمایا: کیوں نہیں! وہ واقعی بڑا گناہ ہے۔ ان میں سے ایک اپنے پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا۔ [بخاری مع الفتح (ج ۱ ص ۳۱۷)]

اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے:

((أَكْثَرُ عَذَابَ الْقَبْرِ فِي الْبَوْلِ)) [احمد (ج ۲ ص ۳۲٦) صحيح الجامع (ح ۱۲۱۳)]

”زیادہ تر پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے قبر کا عذاب ہوتا ہے۔“

پیشاب کے چھینٹوں سے عدم پرہیز کی صورت یہ بھی ہے کہ قضائے حاجت کے دوران پیشاب ختم ہونے سے پہلے ہی آدمی جلدی سے اٹھ کھڑا ہو یا جان بوجھ کر ایسی حالت میں یا ایسی جگہ پر پیشاب کرے جہاں سے پیشاب کے چھینٹے اس کے جسم اور کپڑوں پر لوٹ کر انہیں ناپاک کرتے ہوں یا آدمی پیشاب سے فارغ ہو کر مٹی کے ڈھیلے استعمال نہ کرے یا پانی سے استنجا ہی چھوڑ دے یا کسی بھی چیز سے استنجا کیے بغیر ہی اٹھ کھڑا ہو۔

آج کل مسلمانوں کی کافروں کے ساتھ مشابہت اور نقالی اس درجے تک پہنچ گئی ہے کہ اب کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کے لیے دیواروں میں نصب مخصوص پیالہ نما لیٹرینیں بنائی گئی ہیں، جہاں پردے کا اہتمام بھی نہیں ہوتا اور ہر آنے جانے والے کے سامنے بغیر کسی شرم وحیاء کے پیشاب کیا جاتا ہے پھر پیشاب سے فارغ ہو کر استنجا کیے بغیر ہی گندگی کی حالت میں کپڑا اوپر کر لیا جاتا ہے۔ اس طرح بیک وقت دو حرام کاموں کا ارتکاب کیا جاتا ہے ایک تو لوگوں کی نگاہوں سے اپنی شرمگاہ کی پردہ پوشی نہ کرنے کا اور دوسرا پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنے کا۔ اللہ ہمیں اس سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

پڑوسی سے بُرا سلوک

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا﴾ [النسآء:٣٦]

'اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں سے اور رشتہ دار ہمسایہ سے اور اجنبی ہمسایہ سے اور رفیقِ سفر سے اور مسافر سے اور ان سے جو تمہارے ماتحت ہیں، ان سب سے اچھا سلوک کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں اور شیخی خوروں کو پسند نہیں فرماتا۔''

حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ، قِيْلَ وَمَنْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ :اَلَّذِيْ لَا يَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ)) [بخاری مع الفتح(ج١٠ ص٤٤٣)]

''اللہ کی قسم !وہ شخص ایماندار نہیں ہوسکتا،اللہ کی قسم !وہ شخص ایماندار نہیں ہوسکتا،اللہ کی قسم !وہ شخص ایماندار نہیں ہوسکتا۔ پوچھا گیا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم !کون سا شخص؟ آپ نے فرمایا: وہ شخص جس کے پڑوسی اس کی شر سے محفوظ نہ ہوں۔''

یاد رہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کی اچھائی یا برائی جاننے کے لیے اس کے پڑوسی کو ایک پیمانہ قرار دیا ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک

آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا،اے اللہ کے رسول ! مجھے اپنی اچھائی یابرائی کا کیسے پتہ چل سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا سَمِعْتَ جِيْرَانَكَ يَقُوْلُوْنَ :قَدْ اَحْسَنْتَ فَقَدْ اَحْسَنْتَ وَإِذَا سَمِعْتَهُمْ يَقُوْلُوْنَ: قَدْ اَسَأْتَ فَقَدْ اَسَأْتَ))[احمد(ج١ص٤٠٢)صحيح الجامع(ح٦٢٣)]

''اگر تم اپنے پڑوسیوں کو یہ کہتا سنو کہ تم نے اچھا کیا تو سمجھ لو کہ تم اچھے ہو اور اگر تمہارے پڑوسی یہ کہیں کہ تم نے برا کیا تو پھر جان لو کہ تم برے ہو۔''

پڑوسی کو تکلیف پہنچانے کی کئی ایک صورتیں ہیں مثلاً

☆......اپنے اور پڑوسی کے درمیان مشترکہ دیوار میں پڑوسی کو شہتیر،گاڈر وغیرہ رکھنے سے روکنا۔

☆......پڑوسی کی اجازت کے بغیر اپنی عمارت کو اتنا بلند کرنا کہ پڑوسی سورج کی شعاعوں اور ہوا سے محروم ہو جائے۔

☆......اپنے گھر کے روشن دانوں کا رخ پڑوسی کے گھر کی طرف کرنا اور پھر ان کھڑکیوں سے اپنے پڑوسی کے گھر جھانکنا۔

☆......دروازے کھٹکھٹانے اور چیخ وپکار کی پریشان کن آوازوں سے پڑوسی کو تکلیف دینا، بالخصوص نیند اور راحت کے اوقات میں۔

☆......پڑوسی کی اولاد کو مارنا پیٹنا،یا پڑوسی کے دروازے پر کوڑا کرکٹ پھینکنا۔

اگر مذکورہ بالا کام بالکل ساتھ والے پڑوسی کے ساتھ کیے جائیں تو پھر گناہ اور بھی بڑھ جاتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَاَنْ يَّزْنِيَ الرَّجُلُ بِعَشْرِ نِسْوَةٍ اَيْسَرُ عَلَيْهِ مِنْ اَنْ يَّزْنِيَ بِامْرَأَةِ جَارِهِ......لَاَنْ يَّسْرِقَ الرَّجُلُ مِنْ عَشْرَةِ اَبْيَاتٍ اَيْسَرُ عَلَيْهِ مِنْ اَنْ يَّسْرِقَ مِنْ بَيْتِ جَارِهِ))[الادب المفرد، از:امام بخاری(١٠٣)]

''کسی آدمی کا پڑوسی کی عورت کے ساتھ زنا کرنا، دس عورتوں کے ساتھ زنا کر لینے سے زیادہ بڑا گناہ ہے ......اور کسی آدمی کا پڑوسی کے گھر سے چوری کرنا، دس گھروں سے چوری کر لینے کی بہ نسبت زیادہ بڑا گناہ ہے۔''

بعض بدبخت ایسے بھی ہیں کہ جب ان کا پڑوسی رات کی ڈیوٹی پر ہوتو وہ اس کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کے گھر میں گھس کر اس کی عزت سے کھیلتے ہیں۔ ایسے بدبخت غداروں کے لیے قیامت کے دن دردناک عذاب، ہلاکت اور تباہی ہوگی۔

پڑوسی سے حسن سلوک کے سلسلہ میں شیخ احمد بن حجر نے مزید درج ذیل روایات ذکر کی ہیں:

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یُحِبَّ لِجَارِهٖ اَوْ قَالَ لِاَخِیْهِ مَا یُحِبُّهٗ لِنَفْسِهٖ))[مسلم]

''اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایمان والا نہیں ہوگا، جب تک کہ وہ اپنے پڑوسی یا اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند نہ کرے جو وہ خود اپنے لیے کرتا ہے۔''

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ سے عرض کیا:

((یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فُلَانَةَ تُذْکَرُ مِنْ کَثْرَةِ صَلَاتِهَا وَصَدَقَتِهَا وَصِیَامِهَا غَیْرَ اَنَّهَا تُؤْذِیْ جِیْرَانَهَا بِلِسَانِهَا قَالَ هِیَ فِی النَّارِ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنَّ فُلَانَةَ تُذْکَرُ مِنْ قِلَّةِ صِیَامِهَا وَصَلَاتِهَا وَاِنَّهَا تَتَصَدَّقُ بِالْاَثْوَارِ مِنَ الْاِقِطِ وَلَا تُؤْذِیْ جِیْرَانَهَا قَالَ هِیَ فِی الْجَنَّةِ))[احمد، بزار، ابن حبان، حاکم وصححه]

''یارسول اللہ! فلاں عورت اپنی نفلی نماز، خیرات اور روزوں کی کثرت کی وجہ سے بڑی مشہور ہے البتہ ساتھ ہی وہ اپنی پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ستاتی ہے، تو آپ نے فرمایا:

''وہ جہنم میں جائے گی۔'' پھر عرض کیا گیا یارسول اللہ! فلاں عورت اپنی کم نماز اور کم روزوں کی وجہ سے مشہور ہے اور بس پنیر کا بڑا ٹکڑا خیرات کرتی ہے لیکن پڑوسیوں کو ستاتی نہیں ہے۔آپؐ نے فرمایا ''وہ جنت میں جائے گی۔''

☆......حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

((مَازَالَ جِبْرَئِیْلُ یُوْصِیْنِیْ بِالْجَارِ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَیُوَرِّثُهٗ))[مسلم]

''حضرت جبرئیل مجھے پڑوسی کی بابت اس قدر تاکید کرتے رہے کہ میں سمجھنے لگا کہ اسے وراثت بھی دی جائے گی۔''

اس مقام پر رک کر ایک مسلمان کو سوچنا چاہیے کہ آخر پڑوسی کا مرتبہ کتنا بلند ہے کہ حضرت جبریل بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑوسی کے حق میں وصیت کرتے ہیں اور پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی اس قدر تاکید فرماتے ہیں کہ آپؐ نے خیال فرمایا کہیں اللہ تعالیٰ ایک پڑوسی کے مرنے پر دوسرے پڑوسی کو اس کا وارث نہ ٹھہرادے۔

معلوم ہوا کہ مسلمان کو اپنے پڑوسی کا اکرام کرنا چاہیے اور پڑوسی کو ستانا سخت گناہ کبیرہ ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قدر تاکید کے باوجود ہم عام مسلمانوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ پڑوسی کے حقوق کی رعایت نہیں کرتے بلکہ انہیں کبھی زبان سے اور کبھی ہاتھ پاؤں سے ستاتے ہیں کبھی بالواسطہ انہیں تنگ کرتے ہیں مثلاً اپنے گھر کی چھت اتنی اونچی رکھتے ہیں کہ ہمسایہ کی عورتوں پر نظر پڑتی ہے، یا گھر کا بیت الخلا کچھ ایسا بناتے ہیں کہ اس کی بدبو سے پڑوسی کو تکلیف پہنچتی ہے وغیرہ وغیرہ ۔ایک طرف ان ایذاء رسانیوں کو دیکھیے اور دوسری طرف قرآن پاک کی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو دیکھیے جن میں بدسلوکی اور ایذاء رسانی کی سخت ممانعت کی گئی ہے ۔درحقیقت جہالت اور ایمانی کمزوری کی وجہ سے انسان عقل، شرع، رسم ورواج اور اخلاق وکردار کی پوری خلاف ورزی کرتا ہے اور مروت وشرافت ،غیرت اور کسی قسم کی ممانعت کو خاطر نہیں لاتا جب کہ زمانہ جاہلیت میں عرب بھی

پڑوسی کے حقوق کی رعایت کرنے پر فخر کرتے تھے اور ایسا کرنے والے کو معزز ترین انسان سمجھتے تھے۔ سموں شاعر کہتا ہے۔

تعیرنا انا قلیل عدیدنا فقلت لھان الکرام قلیل

"وہ ہمیں عار دلاتی ہے کہ ہماری تعداد کم ہے، میں نے اس سے کہا کہ حقیقت میں اشراف (معزز) کم ہی ہوتے ہیں۔"

وماضرنا انا قلیل وجارنا عزیز وجارا لاکثرین ذلیل

"یہ کوئی تکلیف دہ بات نہیں کہ ہم کم ہیں اور ہمارے پڑوسی تو ہمیں عزیز ہیں جب کہ اکثر لوگوں کے پڑوسی ذلیل ہوتے ہیں۔"

جب یہ معلوم ہوا کہ زمانہ جاہلیت کا نہایت اکھڑ معاشرہ بھی پڑوسیوں کے حقوق کی رعایت کرتا تھا اور کافر و مشرک ہونے کے باوجود ان کے ساتھ عزت سے پیش آتا تھا تو غور فرمایئے کہ مسلمانوں کو ان کا کتنا لحاظ رکھنا چاہیے، جنہیں کتاب وسنت سے اس کی تعلیم ملتی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول انہیں حقوق کی ادائیگی کا حکم دیتے اور طرح طرح سے اس کی تاکید کرتے ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کو پڑوسیوں کے حقوق کی رعایت بطور خاص کرنی چاہیے، خواہ پڑوسی کتنے ہی برے کیوں نہ ہوں۔ ابن وردی پر خدا رحم کرے انہوں نے کیا خوب کہا ہے:

دارجار السوء لو جار وان لم تجد صبرا فما احلی النقل

"برا پڑوسی اگر ظلم کرے تو تم اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور اگر صبر نہ کر سکو تو کہیں اور منتقل ہو جاؤ کہ کہیں اور منتقل ہو جانا پڑوسی سے لڑنے کے مقابلہ میں کتنا پر لطف ہے۔"

پڑوس کی کیا حد ہے؟

اس بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جہاں تک پکار سنائی دے وہاں تک پڑوس ہے۔ حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ ہر طرف سے چالیس گھروں

تک پڑوس پڑتا ہے۔اسی کے مطابق الادب المفرد میں حضرت حسن سے منقول ہے کہ حسن سلوک میں جو زیادہ قریب ہو اس کی رعایت زیادہ کی جائے گی،چنانچہ قریب دروازے والے پڑوسی کے ضمن میں امام بخاریؒ نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:"میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا،اے اللہ کے رسول ﷺ میرے دو پڑوسی ہیں ان میں سے کس کے پاس میں تحفہ بھیجوں؟ آپ نے فرمایا جس پڑوسی کا دروازہ زیادہ قریب ہو۔"

پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی ضمن میں یہ بھی مطلوب ہے کہ مسلمان اپنے پڑوسی کے ساتھ حسب توفیق تحفہ تحائف کا تبادلہ کرے۔جب اس کا سامنا ہو سلام کلام میں پیش قدمی کرے،خوش دلی سے ملاقات کرے،اس کی خیر خیریت پوچھے،اگر اسے کوئی ضرورت پیش ہو تو اس کی مناسب مدد کرے،اعانت چاہے تو اس کی اعانت کرے،قرض مانگے تو قرض دے،نادار ہو تو اسے بے نیاز کردے،بیمار ہو تو عیادت کرے،اس کو کوئی مسرت پہنچے تو مبارک باد دے،مصیبت پہنچے تو اس کی تعزیت کرے،مرجائے تو اس کی جنازے میں شریک ہو،اپنے گھر کی دیواریں اتنی اونچی نہ اٹھائے کہ اسے تازہ ہوا نہ مل سکے لیکن اگر وہ راضی ہو تو مضائقہ نہیں۔اپنی ہانڈی کی خوشبو سے پڑوسی کو تکلیف نہیں دینی چاہیے بلکہ تھوڑا بہت اس کے ہاں بھی پہنچا دینا چاہیے۔کوئی میوہ خریدے تو اس کے گھر بھی بھیجے اور اگر یہ سب نہ کر سکے تو کم از کم اسے میل جول اور بات چیت سے خوش رکھے اور اپنے بچے کے ہاتھ میں کوئی میوہ دے کر اسے باہر نہ جانے دے کہ پڑوسی کے بچوں کو اس سے تکلیف پہنچے گی۔

پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ بدسلوکی کی بھی تمام قسموں سے پرہیز کرنا چاہیے۔ خواہ یہ بدسلوکی ظاہری ہو یا باطنی،اور نیک اور بد پڑوسی کے لحاظ سے بدسلوکی کی نوعیت بھی بدلتی ہے مختصر یہ کہ پڑوسی کے ساتھ خیر و خوبی کا برتاؤ کرے اور اس کی بھلائی اور نیک ہدایت

کا طالب ہو، حتی الوسع اسے اذیت نہ پہنچائے البتہ اگر زبانی یا عملی طور پر نصیحت کے لیے اسے کچھ کہنا پڑ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔اگر پڑوسی غیر صالح ہو تو اس کے ساتھ حسن سلوک یہ ہے کہ جو برائی وہ کرے اس سے اسے باز رکھنے کی کوشش کرے اور اس کے رتبے کے مطابق اسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے،یعنی پڑوسی کا جو مقام ہے اور جس انداز سے سمجھانا اس کے لیے مناسب ہو اس طریقے کو اختیار کرے۔ کافر پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک یہ ہے کہ مناسب طریقے سے اس کے سامنے اسلام پیش کرے ،اسلام کے محاسن سے اس کو متعارف کرائے ،اور نرمی کے ساتھ اس کو ترغیب دے۔

فاسق پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی صورت یہ ہے کہ اس کے حسب حال نرمی سے اس کے ساتھ پیش آئے۔ دوسروں کے سامنے اس کی لغزشوں کو ڈھانکے۔ان باتوں کا کوئی خاطر خواہ فائدہ نظر آئے تو ٹھیک ہے ورنہ اس کے حال پر اسے چھوڑ دے اور اسے بتا دے کہ سرزنش اور تنبیہ کی خاطر اسے اس کے حال پر چھوڑ رہا ہوں۔

ایسے شخص پر لعنت بھیجنا جو لعنت کا مستحق نہ ہو

بہت سے لوگ غصے کے وقت اپنی زبان پر قابو نہیں پاتے اور جلد بازی میں انسانوں، جانوروں ،پتھروں، پودوں، دنوں ،گھنٹوں اور بسا اوقات خود اپنے آپ اور اپنی اولاد کو بھی لعن طعن کرنے لگتے ہیں ۔شوہر بیوی کو اور بیوی شوہر کو لعن طعن کرتی ہے حالانکہ اس طرح لعن طعن کرنا خطرناک حد تک برا ہے۔حضرت ابو زید ثابت بن ضحاک انصاری رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَمَنْ لَعَنَ مُؤْمِنًا فَهُوَ كَقَتْلِهِ))[بخاری مع الفتح(ج ۱۰ ص ٤٦٥)]

’’کسی مومن پر لعنت بھیجنا اسے قتل کرنے کے برابر ہے۔‘‘

عام طور پر لعن طعن کا استعمال زیادہ تر عورتوں کی طرف سے ہوتا ہے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ عورتیں بکثرت جہنم میں اس لیے جائیں گی کیونکہ وہ لعن طعن بہت کرتی ہیں۔ ایک حدیث کے مطابق کثرت سے لعنت کرنے والے قیامت کے دن کسی کی سفارش نہیں کرسکیں گے۔سب سے بڑھ کرخطرہ یہ ہے کہ اگر ناجائزطور پر کسی غیر مستحق شخص پر لعنت بھیجی جائے تو وہ لعنت خود لعنت بھیجنے والے پر پلٹ آتی ہے اور یوں وہ خود اپنے خلاف ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری کی بددعا کرتا ہے!

نوحہ کرنا

عام طور پر بعض عورتیں کسی قریبی عزیز کی موت پر بلند آواز سے چیخ وپکار کرتیں ،رو رو کرمیت کی خوبیاں بیان کرتیں ،اپنے چہروں پر طمانچے مارتیں ،گریبان چاک کرتیں، کپڑے پھاڑتیں ،بال منڈواتیں ،یابین کرتے ہوئے بال کھینچتی اور جسم نوچتی ہیں ۔اس حالت کواحادیث میں نوحہ کہا گیاہے اوراس طرح نوحہ کرنااللہ تعالیٰ کے فیصلے پر ناپسندیدگی اور مصیبت پر بے صبری کی علامت ہوتاہے جبکہ نبی اکرم ﷺ نے ایسا کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے،چنانچہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

((إنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَعَنَ الْخَامِشَةَ وَجْهَهَا وَالشَّاقَّةَ جَيْبَهَا وَالدَّاعِيَةَ بِالْوَيْلِ وَالثُّبُوْرِ))[ابن ماجه(ج١ص٥٠٥)صحيح الجامع(ح٥٠٦٨)]

”میت پر نوحہ کرتے ہوئے اپنے چہرے کو نوچنے والی ،گریبان چاک کرنے والی ،اور اپنے خلاف مصیبت ،ہلاکت اور بربادی کی بددعا کرنے والی عورت پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔“

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ ،وَدَعَابِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ))[بخاری مع الفتح(ج٣ص١٦٣)]

''جس کسی نے میت پر نوحہ کرتے ہوئے اپنے رخساروں کو پیٹا، گریبان چاک کیا اور جاہلیت والے بول پکارے وہ ہم میں سے نہیں۔''

علاوہ ازیں نبی کریم ﷺ نے نوحہ کرنے والی عورت کے بارے میں فرمایا:

((اَلنَّائِحَةُ اِذَالَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ وَدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ)) [صحيح مسلم (ح٩٣٤)]

''نوحہ کرنے والی عورت نے اگر موت سے پہلے توبہ نہ کی تو اسے قیامت کے دن اس حال میں کھڑا کیا جائے گا کہ اس پر تارکول کی قمیص اور خارش والا کرتہ ہوگا۔''

تین دن سے زیادہ تک بول چال ختم کرنا

شیطان کی ایک زبردست چال یہ ہے کہ مسلمانوں کے باہمی تعلقات کو خراب کیا جائے چنانچہ شیطان کی اس سازش کا نشانہ بننے والے بہت سے لوگ اپنے مسلمان بھائیوں سے تعلقات توڑ لیتے ہیں۔اس کی وجہ اور سبب کوئی شرعی عذر نہیں ہوتا بلکہ اس کی بنیاد یا تو مال ودولت یا مادی مفاد یا کوئی اور نامعقول اور بیہودہ رویہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ ایک لمبے عرصے تک اپنے تعلقات بگاڑ لیتے ہیں بلکہ بعض تو قسم کھا لیتے ہیں کہ میں فلاں سے بات ہی نہیں کروں گا، یا نذر مان لیتے ہیں کہ میں فلاں کے گھر ہی نہیں جاؤں گا اور اگر اتفاقاً راستے میں اس پر نظر پڑ جائے تو منہ دوسری طرف پھیر لیتے ہیں یا اگر کسی محفل میں اس سے ملاقات ہو جائے تو اس کو چھوڑ کر باقی سب سے مصافحہ کرتے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں میں یہ قطع تعلقی اسلامی معاشرے کی اجتماعیت کو کمزور کرنے کا سبب بنتی ہے،اس لیے قطع تعلقی کرنے والوں کو اسلام نے دوٹوک اور سخت سزا سنائی ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((لَايَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ)) [ابوداؤد(ج٥ص٢١٥)صحيح الجامع(ح٧٦٣٥)]

”کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ تعلقات ختم کرے اور جس نے تین دن سے زیادہ تک اپنے کسی مسلمان بھائی کو چھوڑے رکھا اور اسی حالت میں (بغیر توبہ کیے) مر گیا وہ جہنم کی آگ میں داخل ہوگا۔“

اسی طرح حضرت ابوخراش اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ هَجَرَ اَخَاهُ سَنَةً فَهُوَ كَسَفْكِ دَمِهِ)) [الادب المفرد(ح٤٠٦)صحيح الجامع الصغير(ح٦٥٥٧)]

”جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی سے ایک سال تک تعلق توڑے رکھا تو یہ اس کا خون بہانے (یعنی اسے قتل کرنے) کے برابر ہے۔“

قطع تعلقی کے دیگر نقصانات کے مقابلہ میں اگر اس کے صرف اسی ایک نقصان پر ہی غور کر لیا جائے تو یہ بھی کچھ کم خطرناک نہیں کہ قطع تعلقی کرنے والا ہر شخص مغفرت الٰہی سے محروم ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((تُعْرَضُ اَعْمَالُ النَّاسِ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّتَيْنِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ اِلَّا عَبْدًا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اَخِيْهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ اُتْرُكُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَفِيْئَا)) [صحيح مسلم (١٩٨٨/٤)]

”ہر ہفتے میں سوموار اور جمعرات کو لوگوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں پیش کیے جاتے ہیں اور ہر مومن بندے کو بخش دیا جاتا ہے سوائے اس بندے کے جس کے دل میں اپنے کسی مسلمان بھائی کے متعلق عداوت، اور بغض و کینہ ہو۔ اللہ تعالیٰ (اپنے فرشتوں سے) فرماتے ہیں کہ ان دو لڑے ہوئے مسلمانوں کو چھوڑ دو، انہیں لیٹ کر دو جب تک کہ یہ ناراضگی ختم نہیں کر لیتے۔“

یعنی جب تک وہ دونوں صلح نہیں کر لیتے ان کی مغفرت روک لی جاتی ہے۔ دو لڑے ہوئے بھائیوں میں سے جو سچی توبہ کرنا چاہے اسے چاہیے کہ اپنے ناراض مسلمان بھائی سے

ملے اور اسے سلام کرے۔ اگر ناراض بھائی سلام کا جواب نہ دے اور صلح پر راضی نہ ہو تو اس کا انجام وہ خود بھگتے گا البتہ یہ سلام اور صلح کرنے والا اس گناہ سے بریٔ الذمہ ہو جائے گا۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا یَحِلُّ لِرَجُلٍ اَنْ یَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَیَالٍ یَلْتَقِیَانِ فَیُعْرِضُ هٰذَا وَیُعْرِضُ هٰذَا وَخَیْرُهُمَا الَّذِیْ یَبْدَأُ بِالسَّلَامِ))[بخاری مع الفتح(ج ۱۰ ص ۴۹۲)]

''کسی آدمی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ تک (اس طرح) قطع تعلق کرے کہ جب دونوں ملیں تو یہ ادھر کو منہ پھیر لے اور وہ ادھر کو۔ اور ان دونوں میں سے بہتر وہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔''

البتہ اگر کسی شرعی سبب کی وجہ سے کسی سے تعلقات ختم کیے جائیں تب کوئی گناہ نہیں مثلاً ایک شخص نماز نہیں پڑھتا یا کسی بے حیائی کے کام پر اڑا ہوا ہے، اس سے تعلقات ختم کرنے میں اگر کوئی مصلحت نظر آئے مثلاً یہ امید ہو کہ ہماری قطع تعلقی کا اس پر گہرا اثر پڑے گا اور وہ گناہ سے باز آ جائے گا یا ہماری قطع تعلقی سے اسے اپنی غلطی کا احساس ہوگا تو ایسی صورت میں اس سے تعلقات ختم کرنا واجب ہے تاکہ وہ گناہوں سے باز آ جائے اور اگر یہ امید ہو کہ ہماری قطع تعلقی کا اس پر الٹا اثر پڑے گا اور یہ گناہ، نافرمانی اور سرکشی و بغاوت میں مزید بڑھتا چلا جائے گا تب اس سے قطع تعلقی درست نہیں کیونکہ اس صورت میں کوئی شرعی مصلحت نظر نہیں آتی بلکہ فساد میں اضافہ ہوتا ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں بہتر یہ ہوگا کہ اس گنہگار شخص کے ساتھ حسن سلوک اور خیر خواہی کو جاری رکھا جائے تاکہ وہ گناہ میں مزید آگے نہ بڑھے۔

جان دار کی تصویر بنانا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا﴾[الاحزاب:۵۷]

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں، اللہ نے دنیا اور آخرت میں ان پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے ذلیل کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

حضرت عکرمہؒ کہتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو تصویر بناتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ جان داروں کی تصویر بنانا کبیرہ اور مہلک ترین گناہ ہے، کیونکہ تصویر بنانے والا اللہ کی صفت تخلیق اور اس کی قوت خالقیت کا مقابلہ کرنے کے درپے ہوتا ہے، جب کہ کہاں ایک ذرہ بے مقدار، قطرہ ناپاک اور کہاں خالقِ کل کائنات جو بڑی طاقت اور قوت والا ہے اور جو محض کن سے پوری کائنات کو عدم سے وجود میں لاتا ہے۔ اس کا ارشاد ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾[الشوریٰ:۱۱]

''اس جیسی کوئی چیز نہیں (نہ ذات میں اور نہ صفات میں) اور وہ سنتا ہے اور دیکھتا ہے۔''

﴿اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ﴾[زمر:۶۲]

''اللہ ہی ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے۔''

جو لوگ عقل مند ہیں انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ بات کسی طرح بھی درست نہیں کہ لوگ کسی قول یا فعل کے ذریعے پروردگارِ عالم کی مشابہت اختیار کریں یا بندوں کے لیے از خود کسی دستور سازی کی کوشش کریں۔ لیکن چونکہ اکثر انسانوں میں سرکشی عام ہو چکی ہے، اللہ کی ربوبیت، اس کی شان الوہیت اور اس کے حقوق سے عام طور پر ناواقفیت پائی جاتی ہے، اس لیے انہوں نے صراط مستقیم سے انحراف کر رکھا ہے۔ بعض نے تو اس کی ربوبیت سے

انکار کر دیا ہے اور بعض نے ربوبیت کا دعویٰ نہیں کیا لیکن از خود انہوں نے انسانوں کے لیے دستور وضع کرنا شروع کر دیے ہیں۔ بعض نے صنعت و حرفت اور ساخت و پرداخت میں اللہ کی ہمسری کرنا چاہی اور جس طرح اللہ نے چیزوں کو پیدا کیا انہوں نے بھی اشیا کی تخلیق کا دعویٰ کیا، اور تصویریں بنانا شروع کر دیں حالانکہ جاندار کی تصویر بنانا کبیرہ گناہ ہے۔ ذیل میں بطور ثبوت چند احادیث پیش خدمت ہیں:

(۱) ((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ یَخْلُقُ کَخَلْقِیْ فَیَخْلُقُوْا ذَرَّةً وَلْیَخْلُقُوْا شَعِیْرَةً)) [بخاری]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو میری طرح تخلیق کی کوشش کرنے چلے۔ اگر انہیں تخلیق کا دعویٰ ہے تو وہ ذرا 'جوار' یا 'جو' کا ایک دانہ ہی پیدا کر کے دکھا دیں۔''

۲)...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ الَّذِیْنَ یَصْنَعُوْنَ هٰذِهِ الصُّوَرَ یُعَذَّبُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَیُقَالُ لَهُمْ اَحْیُوْا مَا خَلَقْتُمْ))

''جو لوگ ان تصویروں کو بناتے ہیں انہیں قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: تم نے جن کی تصویریں بنائیں، انہیں ذرا زندہ تو کرو!'' [بخاری ومسلم]

۳)...... حضرت سعید بن ابی الحسنؒ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا:

((اِنِّیْ رَجُلٌ اُصَوِّرُ هٰذِهِ الصُّوَرَ فَاَفْتِنِیْ فِیْهَا فَقَالَ لَهُ اُدْنُ مِنِّیْ فَدَنَا ثُمَّ قَالَ اُدْنُ مِنِّیْ فَدَنَا حَتّٰی وَضَعَ یَدَهُ عَلٰی رَاْسِهِ وَقَالَ اُنَبِّئُكَ بِمَا سَمِعْتُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ كُلُّ مُصَوِّرٍ فِی النَّارِ یَجْعَلُ لَهُ بِكُلِّ صُوْرَةٍ صَوَّرَهَا نَفْسُهَا فَیُعَذِّبُهُ فِیْ جَهَنَّمَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاِنْ كُنْتَ لَابُدَّ فَاعِلًا فَاصْنَعِ الشَّجَرَ وَمَا لَا نَفْسَ لَهُ)) [بخاری ومسلم]

''میں تصویریں بناتا ہوں۔اس بارے میں مجھے شرعی حکم بتایئے؟ آپ نے فرمایا پاس آجاؤ۔وہ شخص قریب آ گیا۔پھر کہا: اور قریب آ جاؤ، وہ اتنا قریب ہوا کہ آپ نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھا اور فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں جو سنا ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص دنیا میں کوئی تصویر بناتا ہے وہ قیامت کے دن اس کے سامنے لائی جائے گی اور اس کو مجبور کیا جائے گا کہ اس کے اندر روح پھونکے مگر وہ روح نہ پھونک سکے گا۔اگر تم تصویر سازی پر مجبور ہو تو درخت اور بے جان چیزوں کی تصویریں بنالیا کرو۔''

۴)......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُصَوِّرُوْنَ))[بخاری ومسلم]

'قیامت کے دن سخت ترین عذاب تصویریں بنانے والوں کو ہوگا۔''

مذکورہ بالا احادیث میں سے پہلی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جو اس امر کی وضاحت کرتی ہے کہ جو لوگ امرِ تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی ہمسری کا دعویٰ کرتے ہیں ان سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں ہوسکتا چنانچہ ظالموں کا انجام اس آیت سے بخوبی واضح ہوتا ہے:

﴿وَمَا لِلظَّالِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَلَا شَفِيْعٍ يُطَاعُ﴾ [حم سجدہ:۱۸]

''اس روز ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا اور نہ کوئی سفارشی ہوگا جو ان کی تکلیف کو دور کر سکے۔''

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْأَبْصَارُ﴾[ابراھیم:۴۲]

''اور تم ظالموں کے اعمال سے خدا کو ہرگز غافل مت جانو، وہ ان کو اس دن تک مہلت دیتا ہے جس میں ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔''

﴿وَلَا تَرْكَنُوْا إِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾[ھود:۱۱۳]

''ان لوگوں کی طرف مائل مت ہو جنہوں نے ظلم کیا ورنہ تمہیں (جہنم کی) آگ جلا ڈالے گی!''

دوسری حدیث جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ تصویر بنانے والوں کو اللہ تعالیٰ اپنے اس ارشاد سے عاجز اور خاموش کردے گا کہ

''جنہیں تم نے بنایا ہے انہیں زندہ تو کر کے دکھاؤ!''

اور یہ ممکن نہیں ہوگا کہ وہ انہیں زندہ کرسکیں چنانچہ انہیں عاجز ہونا پڑے گا اور پھر انہیں دردناک عذاب ہو کر رہے گا۔

تیسری حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ ہر تصویر بنانے والا دوزخ میں ہوگا اور اس کی بنائی ہوئی تصویر کے بدلے ایک صورت ہوگی جو اسے دوزخ میں عذاب دے گی۔

چوتھی روایت جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس امر کی پوری وضاحت کرتی ہے کہ قیامت کے دن سب سے سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔ ان روایات میں اتنی سخت وعیدیں بیان ہوئی ہیں کہ جس سے ایمان والوں کا بدن لرز اٹھتا ہے۔

یہ تو مصور کا حکم تھا، رہا گھروں، نمائش گاہوں اور دکانوں وغیرہ میں تصویریں رکھنا تو اس کی ممانعت کے بارے میں حسب ذیل روایتیں پیش خدمت ہیں:

۱)......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ سَفَرٍ وَقَدْ سَتَرْتُ سَهْوَةً لِّيْ بِقِرَامٍ فِيْهِ تَمَاثِيْلُ فَلَمَّا رَآهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَلَوَّنَ وَجْهُهُ وَقَالَ يَاعَائِشَةُ اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَاللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَلَّذِيْنَ يُضَاهُوْنَ بِخَلْقِ اللّٰهِ قَالَتْ فَقَطَعْنَاهُ فَجَعَلْنَامِنْهُ وِسَادَةً اَوْوِسَادَتَيْنِ وَفِيْ رَوَايَةٍ قَالَتْ دَخَلَتْ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَفِي الْبَيْتِ قِرَامٌ فِيْهِ صُوَرٌ فَتَلَوَّنَ وَجْهُهُ ثُمَّ تَنَاوَلَ السِّتْرَ فَهَتَكَهُ وَقَالَ اِنَّ مِنْ اَشَدِّ النَّاسِ عَذَاباً يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِيْنَ يُصَوِّرُوْنَ

هٰذِهِ الصُّوَرَ))

''رسول اللہ ﷺ ایک سفر سے واپس آئے، میں نے ایک منقش باریک پردہ طاقچہ پر لٹکایا تھا۔ آپؐ اندر آئے تو چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا آپ نے فرمایا عائشہ! قیامت کے دن سخت عذاب والے لوگوں میں سے وہ لوگ ہوں گے جو مخلوق خدا کی (یعنی جاندار چیزوں کی) شکلیں بناتے ہیں۔ یہ سن کر ہم نے اس پردے کو کاٹ کر ایک دو تکیے بنا ڈالے۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ آپؓ نے فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ میرے یہاں تشریف لائے میں نے اپنے طاقچہ پر باریک پردہ لٹکایا تھا جس میں تصویریں تھیں۔ اللہ کے رسول ﷺ اندر تشریف لائے اور اس کو دیکھا تو پردہ لے کر اسے پھاڑ ڈالا اور آپؐ کا چہرہ انور بدل گیا آپؐ نے فرمایا: عائشہ! سب سے زیادہ سخت ترین عذاب والے قیامت کے دن وہ لوگ ہوں گے جو خداداد بناوٹ سے مشابہت کرتے ہیں یعنی جانداروں کی تصویریں بناتے ہیں۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ

۱۔ قیامت کے دن تصویر بنانے والے کو سخت ترین عذاب ہوگا اور اس کی وجہ یہ ہوگی کہ یہ خلق وتکوین میں اللہ کی ہمسری کرنا چاہتے ہیں۔

۲۔ تصویریں رکھنا اور ان کا اہتمام کرنا حرام ہے۔ یہاں یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ پردے، غلاف یا تکیے کی تصویروں کا سایہ نہیں ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر طرح کی تصویریں حرام ہیں خواہ ان کا عکس یا سایہ پڑے یا نہ پڑے۔

۳۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَایَدْخُلُ الْمَلَآئِکَةُ بَیْتًا فِیْهِ کَلْبٌ وَصُوْرَةٌ))[بخاری ومسلم]

''فرشتے کسی ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کوئی کتا یا تصویر ہو۔''

اس سے بھی زیادہ بلیغ اور واضح روایت وہ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ تصویروں کو مٹادیں اور اونچی قبروں کو ہموار کردیں۔ چنانچہ حیان بن حصینؒ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: کیا میں تمہیں اس کام کے لیے نہ بھیجوں جس کے لیے رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھیجا تھا (وہ یہ کہ) تم جس تصویر کو دیکھو اسے مٹادو، اور جو اونچی قبر دیکھو اسے ہموار کردو۔'' [مسلم، ابوداؤد، ترمذی]

علامہ ابن حجر ہیثمیؒ اپنی کتاب الزواجر میں چند احادیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:
''تصویریں بنانا گناہِ کبیرہ ہے [پھر شرح مسلم کی ایک عبارت نقل کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ] جان داروں کی تصویر بنانا حرام اور کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے، اس کی بابت سخت وعید آئی ہے اور یہ کہ تصویریں اہانت کے لیے بنائے یا کسی اور طرح سے بہر حال یہ حرام ہیں کیونکہ بنانے والے خدا کی بناوٹ سے مشابہت کرنا چاہتے ہیں پھر ہر قسم کی تصویریں حرام ہوں گی خواہ چادر، کپڑے، درہم ودینار، روپیہ پیسہ، برتن، دیوار تکیہ یا کسی چیز پر ہوں۔ لیکن شجر وحجر اور اس جیسی دیگر تصویریں حرام نہیں ہوں گی اور جن تصویروں کی اہانت کی جائے جیسے فرش فروش اور دریاں جنہیں روندا جاتا ہے تکیہ اور گادی وغیرہ تو وہ حرام نہیں ہوں گی لیکن آیا ان تصویروں کی وجہ سے بھی رحمت کے فرشتے گھروں میں داخل نہیں ہوں گے؟ اس کا نمایاں جواب یہ ہے کہ نہیں ہوں گے کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد عام ہے کہ فرشتے ایسے گھروں میں داخل نہیں ہوتے جن میں کوئی کتا یا کوئی تصویر ہو، نیز اس میں یہ فرق بھی یکسر ملحوظ نہیں کہ ان تصویروں کا سایہ ہو یا نہ ہو۔ یہی عام علماء صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا مسلک ہے۔ ان کے بعد کے ائمہ بھی اسی کے قائل ہیں جیسے امام شافعی، امام مالک، حضرت سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ وغیرہ کا یہی مسلک ہے۔ نیز علماء کا بھی اس بات پر اجماع ہے کہ جو تصویریں سایہ دار ہوں انہیں بدل دیا جائے گا۔ قاضی عیاض اسی کے قائل ہیں۔ البتہ کمسن بچیوں

کی گڑیوں کے لیے قدرے رعایت ہے ۔لیکن امام مالکؒ نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے کہ آدمی اپنی لڑکیوں کے لیے ایسی گڑیاں خریدے ۔بعض علما نے یہ دعوٰی کیا ہے کہ مذکورہ روایتوں سے گڑیوں کی اباحت منسوخ ہو چکی ہے اور اب ان کی اجازت باقی نہیں رہی ہے ۔'' [کتاب الزواجر]

نہایت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ تصویریں بنانے اور تصویریں رکھنے کی سخت مذمت والی ان روایتوں اور احادیث کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر مسلمان اپنے پیغمبرؐ کی تعلیمات کی اس طرح خلاف ورزی کرتے ہیں جیسے شریعت کے دیگر اوامر کی خلاف ورزی پہلے سے ان کی فطرت ثانیہ بنی ہوئی ہے ......اور جہاں تک ہم سمجھتے ہیں اس قسم کا تاثر بے دین اور یورپین اقوام اور مشرق کے ملحدین کی صحبت کا نتیجہ ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج تجارت گاہوں ،منڈیوں اور دکانوں پر تصویروں کا سیلاب امڈ آیا ہے۔عورتوں مردوں اور بچوں کے مجسموں کی ریل پیل دکھائی دیتی ہے کوئی گھر تصویروں سے خالی نہیں بلکہ اب تو بندروں ،شیروں ،کتوں کی تصویریں اور مجسمے بھی عام ہو چکے ہیں اور لوگ اس کے اس حد تک عادی ہو گئے ہیں جیسے اللہ اور اس کے رسول نے کبھی انہیں حرام قرار دیا ہی نہیں اور نہ تصویر بنانے والوں پر لعنت و ملامت کی ہے!

ایک مسلمان اگر اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کو اس طرح پس پشت ڈال دے تو بھلا وہ کیونکر مسلمان کہلائے گا۔نیز موجودہ زمانے کے مسلمانوں کی یہ حرکت بھی نہایت مضحکہ خیز اور عجیب ہے کہ وہ کھلے عام اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں ،برملا اس کی نافرمانی کرتے ہیں اور اسلام کا نام لے کر دشمنانِ اسلام کا کلمہ پڑھتے ہیں ۔

مسلمانوں کا فرض منصبی یہ ہے کہ اگر وہ سچے و پکے مسلمان ہیں تو انہیں کتاب و سنت کے سانچے میں خود کو ڈھالنا ہوگا اور اللہ اور اس کے رسول نے جن چیزوں سے منع کیا ہے ان سے باز آنا ہوگا،ورنہ ان کا اسلام ناقص اور ادھورا ہوگا۔یہاں ایک بات یہ بھی نوٹ کر لینی

چاہیے جو بڑی اہم ہے کہ تصویر سے مراد خاص طور پر وہ تصویریں ہیں جو مجسمے اور بت کی شکل میں ہوں جنہیں ہاتھوں سے نقش ونگار کر کے بنایا جائے ،لوہے ،کانسی ،سونے ، چاندی یا ربڑ وغیرہ سے ڈھالا جائے ۔اگر کسی شخص نے ان چیزوں یا ان جیسی تصویروں کو حرام سمجھنے کے باوجود انہیں برتا ہوگا یا استعمال کیا ہوگا تو وہ فاسق ہوگا اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا لیکن اگر حلال سمجھا ہوگا تو وہ شخص کافر و مرتد ہوگا۔ آج یہ نکتہ ہمارے ان بھائیوں کی نظروں سے پوشیدہ ہوتا جارہا ہے جو نام کے مسلمان ہیں اور خود کو اسلام کی طرف منسوب کررہے ہیں۔ افسوس کہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان چیزوں میں کوئی مضائقہ نہیں،ان کی خرید وفروخت یا ان کا استعمال محض آرائش وزیبائش کے لیے ہے،،ہم ان کی پرستش تھوڑے ہی کرتے ہیں ...... وغیرہ، وغیرہ۔

ظاہر ہے کہ اس قسم کی لغو باتوں سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ یہ نادان اسے جائز سمجھتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کے لیے کمر بستہ ہیں ،حالانکہ یہ سراسر کفر اور ضلالت ہے۔

یہاں ایک نکتہ یہ بھی واضح ہوجاتا ہے جو بکثرت اہل نظر پر مخفی رہا ہے اور ان لوگوں سے بھی اوجھل رہا ہے جو اس کے حرام ہونے کے قائل ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ جن تصویروں کو اہانت اور تذلیل کے لیے رکھا گیا ہو جیسے فرش پوش پر کوئی تصویر، یہ بھی حرام ہوگی حالانکہ شارحین حدیث کی تفصیلات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ انہیں ذلیل کرنے کے لیے رکھ چھوڑا گیا ہے اس لیے یہ حرام نہیں ہوں گی اور یہ وہی تصویریں ہوں گی جن کا کوئی عکس یا سایہ نہ پڑتا ہو جیسے کپڑے ،درہم یا قالین پر بنی ہوئی تصویر۔

بہرحال تصویر کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جن کے اندر جان نہیں ہوتی جیسے درخت وغیرہ کی تصویریں ۔ان کا حکم یہ ہے کہ یہ بالاتفاق حلال ہیں۔ان کے بالمقابل دوسری قسم میں جانداروں کی تصویریں شامل ہیں جو حرام ہیں لیکن اگر انہیں اہانت اور تذلیل کے لیے رکھا گیا تو وہ حرام نہیں ہوں گی۔ یہ حکم ان تصویروں کا تھا جن کا عکس یا سایہ ہوا کرتا ہے۔رہی موجودہ

زمانے کی کیمرہ کی تصویریں تو ان کی بابت علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء ان تصویروں کو بالعموم اور علی الاطلاق حرام سمجھتے ہیں، خواہ انہیں آلہ تصویر سے کیوں نہ کھینچا گیا ہو اور بعض علماء مطلقا اس کے جواز کے قائل ہیں اور بعض علماء کہتے ہیں کہ ایسی تصویریں اگر کسی مجبوری اور ضرورت کی وجہ سے کھینچی جائیں جیسے مجرموں اور چوروں کو پکڑنے کے لیے یا پاسپورٹ، اسناد اور ویزے وغیرہ پر چسپاں کرنے کے لیے تو ان صورتوں میں ان کا استعمال مباح اور جائز ہوگا اور ہم بھی اسی کے قائل ہیں۔

منافقت اور منافقانہ عادتیں

اصل نفاق یہ ہے کہ آدمی ایک دروازے سے گھس کر دوسرے سے فورا نکل جائے۔ شرعی اصطلاح میں نفاق یہ ہے کہ اندر سے کفر کو پوشیدہ رکھا جائے اور بظاہر اسلام کا اظہار کیا جائے۔ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے اور اوس وخزرج کے قبیلوں نے اسلام قبول کیا تو اس وقت مدینہ کے بعض باشندوں نے منافقت کی۔ انہوں نے اسلام کا اعلان کیا اور درپردہ کافر رہے۔ اس گروہ کا سرغنہ عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔ اسی طرح بعض یہودیوں نے بھی منافقت کی روش اپنائی۔ اللہ تعالیٰ نے منافقین پر سخت لعنت ملامت فرمائی، ان کی مذمت کی اور انہیں جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہونے والے دردناک عذاب کی خوش خبری سنائی۔ نفاق کی دو قسمیں ہیں:

ا۔ اعتقادی نفاق:

اس نفاق کی تشریح ہم نے اوپر کی ہے یہ نفاق بدترین کفر ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اسلام کے حق میں منافقین زبردست خطرہ ہیں اور ان کے شر سے حفاظت ممکن نہیں۔ چنانچہ عالم اسلام میں قتل وخون ریزی اور خونی انقلاب انہی منافقین کی ریشہ دوانیوں کا شاخسانہ ہے۔ اکثر باطل مذاہب اور گمراہ فرقے انہی کی دین ہیں۔ اگر زندیقوں اور بے دینوں کی

تاریخ ملاحظہ کی جائے تو معلوم ہوگا کہ جن لوگوں نے نفاق کا طریقہ اپنایا اور ان کی لپیٹ میں آئے، انہوں نے اپنے کفر کو مخفی رکھا اور زبان سے اسلام کا کلمہ پڑھا۔ ان کی ذات اسلام اور مسلمانوں کے حق میں زبردست خطرہ بنی اور مسلمانوں کے عقائد کو بگاڑنے کے لیے ان بدباطنوں نے پورا حصہ لیا۔

۲۔ عملی نفاق:

نفاق کی دوسری قسم کو عملی نفاق کہا جاتا ہے۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی منافقین اور ان کی دکھتی رگوں سے واقف تھی، آپؐ جانتے تھے کہ یہ گروہ کہاں جا کر ڈنک مارے گا اور امت مسلمہ ان کی دسیسہ کاریوں اور شرانگیزیوں سے کہاں تک نقصان اٹھائے گی نیز ان منافقین نے بظاہر دین داری اور زبانی ہمدردی کا جھوٹا لبادہ اوڑھ رکھا تھا، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان کی مخصوص علامتوں اور نمایاں خصوصیات کو طشت ازبام کر دیا تھا۔ اور ان کی ایسی پہچان کرادی تھی کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی صاف نمایاں ہو جاتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا، اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَاِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ))[بخاری و مسلم]

''چار خصلتیں ایسی ہیں جن کا مرتکب پکا منافق ہوگا اور جس کے اندر ان میں سے کوئی خصلت ہوگی، اس میں گویا نفاق کی ایک عادت ہوگی، تاوقتیکہ وہ اس سے دست بردار نہ ہو جائے اور وہ منافقانہ خصلتیں یہ ہیں: جب اسے امانت دی جائے تو اس میں خیانت کرے۔ جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے اور جب جھگڑا کرے تو گالی گلوچ پر اتر آئے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((آیَۃُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ اِذَاحَدَّثَ کَذَبَ وَاِذَا وَعَدَاَخْلَفَ وَاِذَااؤْتُمِنَ خَانَ)) [بخاری ومسلم]

"منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے، اور جب اس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو اس میں خیانت کرتا ہے۔"

ان میں سے ہر نشانی اور خصلت دراصل گناہ کبیرہ ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا شمار اخلاقی اعتبار سے تباہ کن جرائم میں ہوتا ہے۔ کوئی شخص پکا ایمان رکھتے ہوئے ان حرکتوں کا ہرگز مرتکب نہیں ہوسکتا۔ ان خصلتوں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

امانت میں خیانت

یہ خیانت ہر اس چیز میں متصور ہوگی جسے ایک انسان دوسرے انسان کے پاس رکھے، خواہ وہ کوئی مال و دولت ہو، یا عزت و آبرو، یا کسی کی بہن بیٹی ہو، نیز جملہ شرعی فرائض اور واجبات بھی اس میں داخل ہیں جیسے جنابت کا غسل، وضو، روزے، زکوۃ، حج، ناپ تول اور ادھار لی گئی چیز، وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿یَاأَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْالَاتَخُوْنُوااللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْااَمَانَاتِکُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ [الانفال:۲۷]

"مسلمانو! اللہ اور رسول کی خیانت نہ کرو اور آپس میں بھی ایک دوسرے کی دانستہ خیانت کبھی نہ کرو۔"

علامہ ذہبیؒ نے امام واحدیؒ سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں بنوقریظہ کے پاس بھیجا۔ ان دنوں آپ ﷺ نے بنوقریظہ کا محاصرہ کر رکھا تھا اور ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے بال بچے بنوقریظہ کے محلے میں رہتے تھے۔

انہوں نے ابولبابہ کو اپنا خیر خواہ سمجھ کر ان سے مشورہ لیا کیونکہ آپ نے کہہ دیا تھا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو حکم کریں اسی کے مطابق فیصلہ ہوگا۔ ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سعد تمھارے قتل کا حکم دیں گے یہ کہہ کر انھوں نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ ان کا فیصلہ منظور نہ کرنا۔ چونکہ ان کی یہ حرکت اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت تھی۔ اس لیے انھوں نے کہا کہ اس کے بعد میرے قدم اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹے، جب تک میں نے اچھی طرح نہ جان لیا کہ میں نے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیانت کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امانتوں سے مراد وہ اعمال ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بطور امانت کے اپنے بندوں کے ذمہ سونپا ہے۔ یعنی فرائض وغیرہ اور فرمایا کہ ان میں کمی اور کوتاہی مت کرو۔ کلبی کہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کی خیانت سے مراد ان کی نافرمانی ہے اور امانت میں خیانت سے مراد ہر اس چیز کی خیانت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بندوں پر فرض فرمایا ہے۔ (الکبائر للذھبی)

حقوق اللہ میں خیانت:

حقوق اللہ میں خیانت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرائض میں کوتاہی کی جائے، یا اللہ کی کسی ممنوع کردہ چیز کا ارتکاب کیا جائے۔ فرائض میں کوتاہی یہ ہے مثلاً انسان غسل جنابت نہ کرے، یا غسل تو کرے لیکن پورے بدن کو ٹھیک طرح سے نہ دھوئے، یا نمازیں نہ پڑھے، یا نماز پڑھے مگر پوری طرح سے نہ پڑھے مثلاً رکوع اور سجدہ وغیرہ سکون اور اطمینان سے نہ کرے، کسی رکن کو چھوڑ بیٹھے یا نماز کی کسی شرط کو پورا نہ کرے۔ اسی پر باقی تمام شرعی فرائض اور ذمہ داریوں کو قیاس کر لیا جائے۔

حقوق النفس میں خیانت:

حقوق النفس میں خیانت کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کے تعلق سے جس قدر [illegible] اوامر ہیں ان سے روگردانی کر بیٹھے یا جس قدر ممانعتیں وارد ہیں ان کا ارتکاب کر

بیٹھے۔مثلاً انسان کے اپنے اعضاء خدا کی امانت ہیں جیسے زبان،ایک امانت ہے۔اب اگر اس نے کوئی بات جھوٹ کہہ دی،جھوٹی گواہی دے دی،کسی فسق یا فجور کی قسم کھالی،یا کسی کی غیبت وغیرہ کرلی،یا زبان سے کوئی حرام یا بیہودہ بات کہہ دی،تو یہ زبان کی خیانت ہوگی۔آنکھ کی خیانت یہ ہوگی کہ حرام چیزیں دیکھتا پھرے جنہیں دیکھنے کی اللہ تعالیٰ نے ممانعت فرمائی ہے جیسے اجنبی عورتیں،یا کم سن اَمرد لڑکے وغیرہ۔ہاتھ کی خیانت انہیں چھونا اور پکڑنا ہے۔دونوں پاؤں کی خیانت ان کی طرف چلنا اور لپکنا ہے جیسے زنا کاری کے لیے چلنا پھرنا،شراب پینے،چوری اور ڈکیتی کے لیے جانا۔کان کی خیانت یہ ہے کہ حرام باتوں کی طرف کان لگائے جیسے غیبت،چغلی اور بے حیائی کے گیت سنے۔شرم گاہ کی خیانت زنا کاری اور لواطت ہے۔بیوی کی خیانت یہ ہے کہ اپنے شوہر کے بستر کو داغ دار کرے اس کی نافرمانی اور اس کے حکموں کی سرتابی کرے۔شوہر کی خیانت یہ ہے کہ بازاری عورتوں سے اختلاط رکھے،اہلیہ پر ظلم توڑے اور اس کے حقوق میں بخل اور کوتاہی سے کام لے۔

حقوق العباد میں خیانت:

حقوق العباد میں کوتاہی یہ ہے کہ مالی امانتوں،رہن رکھی ہوئی چیزوں یا اجرت پر لی گئی اشیاء میں خیانت کا مرتکب ہو۔خیانت مال میں بھی ہوسکتی ہے اور اعمال میں بھی۔اعمال یعنی ڈیوٹی اور فرض منصبی کی خیانت کی مثلاً ایک ملازم اپنے فرائض کو کماحقہ ادا نہ کرے،خواہ یہ فرائض اس پر حکومت کی طرف سے عائد ہوں یا کسی پرائیویٹ کمپنی کی طرف سے۔اگر اس شخص نے اپنے فرض منصبی میں کوتاہی کی اور کماحقہ اس کو ادا نہیں کیا تو اس نے گویا اپنی ذمہ داری میں خیانت کی۔

امانت کا خیال رکھنے کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے متعدد آیتیں نازل فرمائی ہیں مثلاً

﴿اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا﴾[النساء:٥٨]

’’اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے مالکوں کے پاس پہنچادیا کرو۔‘‘

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ﴾ [یوسف:۵۲]
”یقیناً اللہ تعالیٰ خائنوں کی تدبیریں بارآور نہیں کرتا۔“

یعنی جو لوگ امانت میں خیانت کے لیے مکاری کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے ہتھکنڈوں کو کامیاب نہیں ہونے دے گا اور آخرت میں پوری دنیا کے سامنے انہیں ذلیل و خوار کرے گا۔ بلاشبہ خیانت خواہ کسی چیز میں ہو یہ ایک بدترین خصلت ہے اور بعض خیانتیں تو بہت ہی زیادہ شرم ناک اور گندی ہیں۔ روپے پیسے کی خیانت اور اہلیہ اور بچوں کے ساتھ خیانت کا فرق ہر کوئی بخوبی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے امانت کو بڑی اہمیت دی ہے اور اس کی بار بار تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا﴾ [الاحزاب:۷۲]

”ہم نے امانت کو (یعنی اوامر و نواہی کی شکل کے ان احکام کو جنہیں اللہ نے بندوں پر لاگو کیا) آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈرتے رہے جبکہ انسان نے اس کا بار اٹھا لیا۔ اور وہ بڑا ظالم اور بڑا جاہل ہے۔“

آج کل مسلم معاشروں میں خیانت اپنی بے شمار قسموں کے ساتھ بری طرح پھیل چکی ہے۔ ایک خیانت وہ ہے جو احکامِ خداوندی اور فرائضِ الٰہی میں نمایاں ہے، اور یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ اللہ نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ان کی خلاف ورزی کی جاتی ہے۔ اور یہ ایک طوفانی لہر ہے جس نے بھاری اکثریت کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ بندوں کے مالی اور عملی حقوق میں خیانت بھی سرِعام ہوتی ہے۔ امانت رکھنے والے امانت میں خیانت کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ملازمین، کاریگر اور مزدور اپنے فرائض کی بجا آوری میں کوتاہی کرتے ہیں، اپنے کاموں میں اخلاص اور سچائی سے پہلوتہی کرتے ہیں۔ مزدوری اپنی مرضی کے مطابق وصول کرتے

ہیں لیکن ان کاموں میں نہایت سستی کرتے ہیں جو شرعی، اخلاقی اور سماجی طور پر ان کے ذمہ لازم ہیں۔ عجیب بات تو یہ ہے کہ اس قسم کی خیانت کو آج کل چالاکی اور ہوشیاری سمجھا جا رہا ہے!

حقوق الٰہی میں خیانت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرائض واحکام کو چھوڑ دیا جائے، شرعی پابندیوں سے منہ موڑ لیا جائے اور اس کو روشن خیالی اور آزادی سمجھا جائے۔ دوسری طرف شریعت پر عمل درآمد کو رجعت پسندی اور زمانے سے بچھڑ جانا خیال کیا جائے اور یہ سمجھا جائے کہ۔

اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انہیں کچھ نہ کہو

کاش کوئی آدمی ہماری طرف سے ان لوگوں کے سامنے مذکورہ آیتیں تلاوت کر دے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان فرمودات کو پڑھ دے جن میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والوں کی خیانت کا ذکر ہے اور اگر اس سلسلے میں کوئی اور آیت نازل نہ ہوتی تب بھی تنبیہ اور سرزنش کے لیے یہ ایک آیت ہی کافی ہوتی:

﴿يَـاأَيُّهَـاالَّـذِيْـنَ اٰمَـنُوْالَاتَخُوْنُوااللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْااَمَانَاتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ [الانفال:۲۷]

''مسلمانو! خدا اور رسول کی خیانت اور آپس میں ایک دوسرے کی دانستہ خیانت کبھی نہ کرو۔''

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَايَهْدِيْ كَيْدَالْخَائِنِيْنَ﴾ [یوسف:۵۲]

''یقیناً اللہ تعالیٰ خائنوں کی تدبیریں کامیاب نہیں کرتا۔''

رہیں احادیث تو ان میں سے دو کو ہم نے پیچھے نقل کیا ہے، ان دونوں روایتوں میں یہ وارد ہے کہ خیانت نفاق کی خصلتوں میں سے ایک خصلت ہے اور یہ حقیقت ہے کہ خیانت کے نتیجے میں بندہ دنیا میں ننگ وعار اور ذلت ورسوائی اٹھاتا ہے اور آخرت میں اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ خیانت سے تنبیہ کے بارے میں ایک روایت امام احمد، ابن حبان، حاکم اور بیہقی سے

منقول ہے جس میں ہے کہ

((اِضْمَنُوْالِیْ سِتًّااَضْمَنْ لَکُمُ الْجَنَّۃَ اَصْدِقُوْااِذَاحَدَّثْتُمْ وَاَوْفُوْااِذَاوَاعَدْتُّمْ اَدُّوالْاَمَانَۃَ اِذَااُؤْتُمِنْتُمْ وَغُضُّوْااَبْصَارَکُمْ وَاحْفَظُوْافُرُوْجَکُمْ وَکُفُّوْااَیْدِیَکُمْ))

''تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو، میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ جب گفتگو کرو تو سچ کہو، وعدہ کرو تو پورا کرو، تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو اس کو پورا پورا ادا کرو، اپنی نگاہوں کو نیچے رکھو، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو، اور اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو۔''

امام احمد، بزار اور طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَاخَطَبَنَارَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِلَّاقَالَ لَااِیْمَانَ لِمَنْ لَّااَمَانَۃَ لَہٗ وَلَادِیْنَ لِمَنْ لَّاعَھْدَلَہٗ))

''رسول اللہ ﷺ جب بھی ہمیں خطبہ دیتے تو فرماتے، اس شخص کے اندر ایمان نہیں جس کے اندر امانت نہیں، اور اس کے اندر دین داری نہیں جس کے اندر عہد کا پاس نہیں۔''

امام ابوداؤد اور حاکم نے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((اَنَاثَالِثُ الشَّرِیْکَیْنِ مَالَمْ یَخُنْ اَحَدُھُمَاصَاحِبَہٗ))

''میں دو شرکت (کے ساتھ کاروبار) کرنے والوں میں تیسرا ہوتا ہوں جب تک وہ ایک دوسرے کے ساتھ خیانت نہ کریں۔''

امام بخاری اور مسلم نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((خَیْرُکُمْ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ یَکُوْنُ بَعْدَھُمْ قَوْمٌ یَشْھَدُوْنَ وَلَایُسْتَشْھَدُوْنَ یَخُوْنُوْنَ وَلَایُؤْتَمَنُوْنَ یَنْذُرُوْنَ وَلَایُوْفُوْنَ وَیَظْھَرُفِیْھِمُ السِّمَنُ))

''تم میں سب سے زیادہ بہتر زمانہ میرا (زمانہ) ہے۔ پھر وہ بہتر ہوں گے جو ان کے بعد ہوں گے۔ پھر وہ بہتر ہوں گے جو ان کے بعد ہوں گے۔ پھر ان کے بعد وہ لوگ رہ جائیں گے جو بغیر مطالبہ کیے گواہی دیں گے، امانت کا خیال نہیں کریں گے، خیانت کریں

گے، نذریں پوری نہیں کریں گے لیکن نذریں مانیں گے۔ان میں موٹاپا نمایاں ہوگا۔"
ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُوْعِ فَاِنَّهٗ بِئْسَ الضَّجِيْعُ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخِيَانَةِ فَاِنَّهَا بِئْسَتِ الْبِطَانَةُ))

"یااللہ! میں بھوک سے تیری پناہ مانگتا ہوں کیونکہ بھوک بدترین شوروہنگامے (کا سبب) ہے اور میں خیانت سے تیری پناہ چاہتا ہوں کیونکہ وہ بدترین چھپا ہوا بھید ہے۔"

بات چیت میں جھوٹ بولنا

جھوٹ سخت ہلاکت خیز گناہ ہے۔جھوٹا آدمی بدباطن، پست ہمت اور بے وزن ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کوئی قدر نہیں ہوتی۔عام آدمی بھی اسے منہ نہیں لگاتا۔جھوٹا شخص ہمیشہ شر اور فساد کی طرف مائل ہوتا ہے، فتنہ پھیلاتا اور مصیبتیں کھڑی کرتا ہے، آسمانوں اور زمین میں ایسے آدمی کو سخت ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

تجربہ شاہد ہے کہ جھوٹ کی بدولت کتنے ہی آدمی ابتلا اور آزمائش سے گزرے، بالخصوص جب حکام اور بڑے لوگوں کے یہاں جھوٹ بولا جاتا ہے تو اس کی وجہ سے بڑی سطح پر بے چینی، قلق واضطراب اور جنگ اور فساد پھوٹ پڑتا ہے۔باطل اور حرام طریقے سے مال ہڑپ کیے جاتے ہیں، ناحق جھوٹ اور فسق وفریب کی بدولت خون کی ندیاں بہائی جاتی ہیں اور لوگوں پر شر اور فساد کی آندھیاں امنڈ آتی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹوں پر لعنت فرمائی، ان کے لیے جہنم کو تیار کیا جو بدترین ٹھکانا ہے۔

دروغ گو اور جھوٹ بولنے والا آخرت میں بے نصیب ہوتا ہے۔ہمیشہ غضب الٰہی کی زد میں ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے سخت عذاب اور دردناک انجام سے ڈرایا ہے۔چنانچہ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ أَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ﴾[الزمر:٦٠]

''قیامت کے دن تم دیکھو گے کہ جن لوگوں نے خدا کی نسبت جھوٹ باندھا ہوگا ان کے منہ کالے ہوں گے کیا (انھوں نے سمجھ رکھا تھا کہ) متکبروں کا ٹھکانا جہنم میں نہ ہوگا!''

﴿إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِآيَاتِ اللّٰهِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْكَاذِبُوْنَ﴾ [النحل:١٠٥]

''جھوٹ کا افترا وہی لوگ کیا کرتے ہیں جو اللہ کے حکموں پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی جھوٹے ہیں۔''

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ﴾[المومن:٢٨]

''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو راہ نہیں دکھاتا جو اسراف کرنے والے اور جھوٹے ہیں۔''

جھوٹ کے نتائج چونکہ سخت مہلک اور خطرناک ہیں اور جھوٹ بولنے والے کے ساتھ اغیار بھی ان کے شر سے محفوظ نہیں ہوتے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے جھوٹ سے سخت ڈرایا ہے۔ اس سلسلہ میں چند احادیث ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱)......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِيْ إِلَى الْبِرِّ وَالْبِرُّ يَهْدِيْ إِلَى الْجَنَّةِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيْقًا وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِيْ إِلَى الْفُجُوْرِ وَالْفُجُوْرُ يَهْدِيْ إِلَى النَّارِ وَمَا يَزَالُ الْعَبْدُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا))[بخاري ومسلم]

''سچ کو لازم پکڑو، کیونکہ سچ نیکی کی راہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی ہمیشہ سچ کہتا ہے اور سچائی کی جستجو میں رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں

اس کا نام سچوں میں لکھ دیا جاتا ہے، اور جھوٹ سے بچتے رہو اس لیے کہ جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ دوزخ کی راہ بتاتا ہے اور آدمی مسلسل جھوٹ کہتا اور اسی کی جستجو میں رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا شمار جھوٹوں میں کر دیا جاتا ہے۔"

۲)..... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَإِنَّهُ مَعَ الْبِرِّ وَهُمَا فِي الْجَنَّةِ وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ فَإِنَّهُ مَعَ الْفُجُوْرِ وَهُمَا فِي النَّارِ))

"سچ کو تھامے رہو، کیونکہ سچ نیکی کا ساتھی ہوتا ہے اور یہ دونوں جنت میں ہوں گے اور جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ اور گناہ کا باہم ساتھ ہے اور یہ دونوں چیزیں دوزخ میں ہوں گی۔"

۳)..... حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((يُطْبَعُ الْمُؤْمِنُ عَلٰى كُلِّ خُلَّةٍ غَيْرَ الْخِيَانَةِ وَالْكِذْبِ))[مسند بزار، مسند ابو یعلیٰ]

"مومن ہر عادت پر خود کو ڈھال سکتا ہے لیکن خیانت اور جھوٹ کی عادت پر خود کو نہیں ڈھال سکتا۔"

۴)..... حضرت صفوان بن سلیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا:

((يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَيَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ جَبَانًا فَقَالَ نَعَمْ؟ قِيْلَ لَهُ أَيَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ كَذَّابًا قَالَ لَا))[رواہ مالك فی الموطا، مرسلا]

"اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا مومن بزدل ہوسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ عرض کیا گیا کیا مومن بخیل ہوسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ عرض کیا گیا: کیا مومن جھوٹا ہوسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔"

۵)..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا كَذَبَ الْعَبْدُ تَبَاعَدَ الْمَلَكُ عَنْهُ مِيْلاً مِنْ نَتْنِ مَا جَاءَ بِهِ))[ترمذی ۔ کتاب الصمت ازابن ابی الدنیا۔ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے]

"بندہ جب جھوٹ کہتا ہے تو اس کے کہے ہوئے جھوٹ کی بدبو سے فرشتہ ایک میل دور چلا جاتا ہے۔"

۶)......حضرتِ سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فَأَتَيْنَا عَلَى رَجُلٍ مُضْطَجِعٍ لِقَفَاهُ وَآخَرُ قَائِمٌ عَلَيْهِ بِكَلُّوْبٍ مِنْ حَدِيْدٍ يُشَرْشِرُ شِدْقَيْهِ إِلَى قَفَاهُ وَعَيْنَاهُ إِلَى قَفَاهُ ثُمَّ يَذْهَبُ إِلَى الْجَانِبِ الآخَرِ فَيَفْعَلُ بِهِ مِثْلُ مَا فَعِلَ فِى الْجَانِبِ الْأَوَّلِ فَمَا يَرْجِعُ إِلَيْهِ حَتَّى يَصِحَّ مِثْلَ مَا كَانَ فَيُفْعَلُ بِهِ كَذَلِكَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَقُلْتُ لَهُمَا مَنْ هٰذَا فَقَالَا إِنَّهُ كَانَ يَغْدُوْ مِنْ بَيْتِهِ فَيَكْذِبُ الْكِذْبَةَ تَبْلُغُ الْآفَاقَ))[صحیح بخاری]

"(میں نے اپنے مشاہدۂ جہنم میں دیکھا کہ) پھر ہم ایک شخص کے پاس پہنچے، وہ چت لیٹا ہوا تھا اور ایک اور شخص لوہے کا آنکڑا لے کر کھڑا تھا اور اس آنکڑے سے اس کی ایک باچھ کو گدی تک (اور ایک نتھنے کو گدی تک) اور ایک آنکھ کو گدی تک چیر ڈالتا تھا۔ پھر وہ ایک جانب سے چیر کر دوسری جانب کو چیرتا تھا اور ابھی وہ دوسری جانب کے چیرنے سے فارغ نہیں ہوتا تھا کہ پہلی جانب اچھی ہو جاتی تھی۔ پھر وہ اس کو چیرتا تھا۔ غرضیکہ اسی طرح قیامت تک کرتا رہے گا۔ میں نے (اپنے ساتھ والے) دونوں (فرشتوں) سے کہا: یہ شخص کون ہے؟ انہوں نے کہا یہ وہ شخص ہے جو اپنے گھر سے صبح ہی کو نکل کر ایسے ایسے جھوٹ بولتا تھا جو ساری دنیا میں پھیل جاتے تھے۔"

۷)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ شَيْخٌ زَانٍ وَمَلِكٌ كَذَّابٌ وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ))[مسلم]

''قیامت کے دن تین آدمیوں کی طرف اللہ تعالیٰ نظر (شفقت) نہیں کرے گا، نہ انہیں پاک کرے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا اور انہیں دردناک عذاب دے گا: (۱) بوڑھا زانی (۲) جھوٹا حکمران (۳) اور اکڑ باز غریب۔''

۸)...... صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہتے ہیں کہ

((اِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مَايَتَبَيَّنُ فِيهَا اَىْ مَايُفَكِّرُفِيهَا بِاَنَّهَا حَرَامٌ يُذَلُّ بِهَافِى النَّارِبُعْدَمَابَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ))

''آدمی کوئی بات کہتا ہے اور سرسری کہہ دیتا ہے غور نہیں کرتا کہ وہ حرام ہے اور اس کی وجہ سے وہ لگاتار جہنم میں اتنی دور جا گرتا ہے، جتنی دوری مشرق ومغرب کے درمیان ہے۔''

مذکورہ بالا آیات اور احادیث سے جھوٹ کی حرمت ومذمت کے بارے میں آگاہی ہوتی ہے۔اس کے علاوہ بھی اس سلسلہ میں بہت سی احادیث کا ثبوت ملتا ہے جنہیں ہم نے ذکر نہیں کیا۔ان احادیث سے جھوٹ کی خطرناک مضرتوں کا پتہ چلتا ہے اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹ بولنا مسلمان کے اخلاق کے منافی ہے۔مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ جھوٹ نہ بولے تاکہ دوسرے مسلمان اس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے محفوظ رہیں۔یہ نہیں کہ وہ جھوٹ کہے اور اپنے ساتھ دوسروں کو بھی مصیبت اور آزمائش میں مبتلا کر رکھے۔

جھوٹ منافقوں کی خصلت ہے۔جھوٹا آدمی پروردگار عالم کی طرف سے لعنت کا مستحق ہے۔جھوٹ اور سچ کبھی بھی ایک پکے مسلمان کے دل میں یکجا نہیں ہو سکتے۔جھوٹا روسیاہ ہوتا ہے، قیامت کے دن اس کا منہ کالا ہوگا، خدا کے سامنے جب اس کی پیشی ہوگی تو اللہ تعالیٰ اس سے بات نہیں کرے گا اور اس کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔بندوں کے نزدیک بھی جھوٹوں کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔جھوٹے کی گواہی مردود ہوتی ہے، ساری مخلوق میں وہ رسوا اور ذلیل ہوتا ہے، اس لیے مسلمان کا فرض ہے کہ وہ جھوٹ سے اپنی زبان کو محفوظ رکھے اور جھوٹ ہی نہیں بلکہ ایسی کوئی بھی بات نہ کہے جس کا دین یا دنیا میں کوئی فائدہ نہ ہو کیونکہ

اس کے مقابلے میں خاموشی ہی میں سلامتی ہے۔ایک صحیح حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْلِيَصْمُتْ))

''جوکوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتا ہے اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے ورنہ چپ رہے۔''

جاننا چاہیے کہ جھوٹ کی کئی قسمیں ہیں:

پہلی قسم: جھوٹ کی یہ قسم سراسر کفر ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ یا اس کے رسول پر جھوٹ باندھا جائے جیسے یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کہا، یا اللہ نے فلاں چیز فرض قرار دی، یا فلاں چیز کو حرام ٹھہرایا حالانکہ فی الحقیقت اللہ نے اس چیز کو نہ فرض قرار دیا اور نہ حرام ٹھہرایا، نہ وہ بات کہی جو وہ جھوٹا کہتا ہے۔یا وہ شخص یوں کہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہا ہے جب کہ حقیقت میں آپ نے ایسا نہیں کہا البتہ وہ محض اپنی بات کا چرچا کرنے کے لیے یا اپنے طریقے اور نظریے کو رواج دینے کے لیے اس طرح کہتا ہے، یا اپنی کھوٹی پونجی کو چلانا چاہتا ہے، یا اس قسم کی کسی اور کمینی حرکت کے درپے ہوتا ہے، لہٰذا اس کی یہ حرکت کفر کے علاوہ اور کیا ہوگی؟! اس نے اللہ اور اس کے رسول پر بہتان باندھا اور جھوٹی بات کہی۔قیامت کے دن اس کا کیا حال ہوگا جب اللہ تعالیٰ اس سے باز پرس کریں گے، اللہ کے رسول اس سے سوال کریں گے......ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهٗ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِيْنَ﴾ [العنكبوت:٦٨]

''اور جوکوئی اللہ پر جھوٹ باندھے یا اللہ کی طرف سے آئی ہوئی حق بات کو جبکہ وہ اس کے پاس پہنچے تو اس کو جھٹلائے، تو اس سے بھی بڑا ظالم کون ہوگا؟ کیا ایسے بے ایمان کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہے......؟''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ایک صحیح حدیث میں ہے:

((مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ))[بخاری و مسلم]

''جس نے جان بوجھ کر میرے خلاف جھوٹ گھڑا وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔''

امام مسلم نے بھی اسی مفہوم کی روایت نقل کی ہے کہ

((مَنْ رَوَى عَنِّي حَدِيثًا وَهُوَ يَرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِينَ))

''جس نے جان بوجھ کر میری طرف کوئی جھوٹی حدیث منسوب کی، تو وہ جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہوگا۔''

دوسری قسم کا جھوٹ: یہ جھوٹ گناہ کبیرہ ہے۔اس جھوٹ کی نوعیت یہ ہے کہ اس میں دوسرے کو ضرر اور اذیت پہنچائی جاتی ہے خواہ وہ کوئی مسلمان ہو یا ذمی اور تکلیف خواہ اسے جسمانی ہو یا اس کی عزت و آبرو کو ٹھیس پہنچے، مثلاً اس کے خلاف حاکم کے سامنے جھوٹا بیان دے، کسی مقتدر شخص کے سامنے ایسی کوئی بات کہہ دے جس کی وجہ سے اسے قید، جرمانہ یا مار پیٹ وغیرہ کا سامنا کرنا پڑے، یا سامان کے بارے میں کوئی قسم کھائے کہ اس نے اتنے اتنے کا خریدا ہے حالانکہ اس نے جھوٹ کہا ہے اور اس کا مقصد یہ تھا کہ خرید و فروخت ثابت کر کے مہنگی قیمت وصول کرے، یا گھٹیا چیز دوسرے کو لینا پڑ جائے، یا یوں ہی جھوٹی قسم کھا کر یہ باور کرانے کی کوشش کرے کہ خریدی گئی چیز بے عیب ہے۔

تیسری قسم کا جھوٹ: یہ قسم بھی گناہ کبیرہ میں شمار ہوگی۔ یہ وہ جھوٹ ہے جس کی بات بات میں عادت پڑ جائے لیکن اس سے کسی کو ضرر نہ پہنچے اور اگر کوئی اس جھوٹ پر مصر رہا اسی طرح جھوٹ کہتا رہا تو اس کے اصرار کرنے اور لگاتار کہتے رہنے کی وجہ سے یہ جھوٹ گناہ کبیرہ شمار ہوگا۔

اس کے بالمقابل جو شخص سچ بولتا ہے متعدد آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اس کی تعریف فرمائی ہے۔ مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾[التوبہ:۱۱۹]

''مسلمانو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کا ساتھ دیا کرو۔''

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا لِيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَاءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾[الاحزاب:۲۳۔۲۴]

''انہی ایمان داروں میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ خدا کے ساتھ جو انہوں نے وعدے کیے تھے اس میں وہ پورے نکلے ان میں سے بعض نے اپنی کامیابی حاصل کر لی اور بعض ابھی انتظار میں ہیں اور انہوں نے اس (وعدے) میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ سچوں کو ان کے سچ کا بدلہ دے گا اور منافقوں کو چاہے گا تو عذاب دے گا یا ان پر رحم کرے گا، خدا بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔''

غداری اور وعدہ خلافی

غداری، وعدہ خلافی اور بے وفائی منافقوں کی اہم نشانیوں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی متعدد آیات میں عہد پورا کرنے کا حکم دیا ہے مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ﴾[المائدہ:۱]

''مسلمانو! احکامِ الٰہی کی تعمیل کرتے رہو۔''

﴿وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا﴾[الاسراء:۳۴]

''اور وعدے پورا کیا کرو، کچھ شک نہیں کہ وعدے کے متعلق سوال ہوگا۔''

حافظ ابن کثیر کے حوالے سے حضرت ابن عباسؓ اور مجاہدؒ کا قول منقول ہے کہ 'عہد' میں وہ چیزیں داخل ہیں جنہیں اللہ نے حلال یا حرام قرار دیا، یا جنہیں فرض ٹھہرایا اور قرآن پاک میں جن کے حدود مقرر کیے اور اللہ نے حکم دیا کہ غداری نہ کی جائے، نہ وعدہ خلافی کی

جائے۔ پھر مزید اصرار کے ساتھ فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهِ وَيَقْطَعُوْنَ مَا اَمَرَاللّٰهُ بِهِ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْءُ الدَّارِ﴾[رعد:۲۵]

''اور جو لوگ خدا کے ساتھ مضبوط عہد کرنے کے بعد اس کے خلاف کرتے ہیں اور جن تعلقات کو خدا نے جوڑنے کا حکم دیا ہے ان کو توڑتے ہیں اور ملک میں فساد کرتے ہیں، ایسے ہی لوگوں پر لعنت ہے اور ان کا انجام بہت برا ہے۔''

اس عہد میں عقود اور معاملات بھی داخل ہیں جیسے اللہ کا عہدِ میثاق، قسم کے وعدے، شرکت کی بات چیت، لین دین کے الفاظ، نکاح اور قسموں کے کلمات وغیرہ۔

بسا اوقات دیکھا جاتا ہے کہ حکام آپس میں اور قبائل ایک دوسرے کے ساتھ نقضِ عہد کا ارتکاب کرتے ہیں چنانچہ ایک حاکم دوسرے حاکم سے کوئی معاہدہ کرتا ہے، ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کے ساتھ عہد و پیمان کرتا ہے لیکن کچھ سوچے سمجھے بغیر اسے توڑ دیا جاتا ہے جس کے نتیجے میں فتنہ وفساد برپا ہوتا اور خون کی ندیاں بہہ جاتی ہیں، بے گناہ مارے جاتے ہیں، مال و دولت لوٹا جاتا ہے، عزت و آبرو پر ڈاکے ڈالے جاتے ہیں، دلوں میں دشمنی گھر کر جاتی ہے، مسلمانوں کا ایک دوسرے سے تعلق ٹوٹ جاتا ہے، وحدتِ کلمہ کی بنیادوں میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں اور یہ سب محض اس لیے ہوتا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں اور کیے ہوئے معاہدوں کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔

عہد شکنی کا ارتکاب ان لوگوں میں بھی ہوتا ہے جو خرید وفروخت کر لیتے ہیں، پھر جب وہ دیکھتے ہیں کہ فلاں خریدار زیادہ قیمت دیتا ہے یا خریدار دیکھتا ہے کہ فلاں بیوپاری کم قیمت میں بیچنے پر راضی ہے، تو ان میں سے ہر کوئی پچھلے سودے کو توڑ دیتا ہے اور نیا سودا کرنے کے لیے طرح طرح کے حیلے بہانے تراشتا ہے مثلاً یہ عذر تراشا جاتا ہے کہ میں نے تو فلاں کے لیے اس کو خریدا تھا، میں نے بغیر دیکھے اس کو لے لیا تھا، اس میں تو فلاں عیب تھا اور میں

جانتا تھا یا ایجنٹ نے وہ چیز مجھے اس قیمت کی نہیں دی وغیرہ وغیرہ۔اور کبھی سودے میں کسی طرح سود کو شامل کیا جاتا ہے تاکہ کمی اور خسارہ پورا کیا جا سکے اور کبھی جھوٹی باتیں کہہ کر نقصان کی کوشش کی جاتی ہے۔

اس قسم کے واقعات کا شکار عام لوگ بھی ہوا کرتے ہیں مثلاً ایک آدمی دوسرے کو کوئی چیز دینے کا وعدہ کرتا ہے یا کہتا ہے کہ تمہارا کام کردوں گا وہ اس وعدے پر خیالوں کے بے شمار محل تیار کرتا ہے اور بڑی بڑی آرزوئیں باندھتا ہے لیکن جب وقت آتا ہے تو وعدہ کرنے والا طرح طرح کے عذر تراشتا ہے اور تارِ عنکبوت جیسے بہانے پیش کرتا ہے اور وعدہ کر کے صاف مکر جاتا ہے حالانکہ اس وعدہ خلافی سے سب سے زیادہ نقصان اس شخص کو پہنچتا ہے جس کے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا مثلاً وعدہ کرنے والے نے اسے مال دینے کی امید دلائی تھی اور اس نے شادی کا منصوبہ بنایا تھا، لیکن جب وقت موعود آتا ہے اور وہ روپیہ مانگتا ہے تو وعدہ کرنے والا مکر جاتا ہے چنانچہ جس سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ مصیبت میں پڑ جاتا ہے۔اس کی آرزوؤں پر پانی پھر جاتا ہے اور اس کی نسبت نکاح ٹوٹ جاتی ہے یا کسی چیز کی خرید وفروخت کی بات ٹوٹ جاتی ہے اور وعدہ خلافی یا عدمِ ادائیگی کی وجہ سے سودا اس کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور وہ جھوٹا، بے وفا یا دغاباز مشہور ہو جاتا ہے۔

ان تمام لوگوں کے سامنے جو وعدہ خلافی کے خوگر ہیں ہم قرآن مجید کی چند آیتیں اور بعض روایتیں پیش کریں گے تاکہ انہیں عبرت اور نصیحت ہو اور جس نفسِ اَمّارہ کے دباؤ میں آ کر وہ اس قسم کی حرکت کرتے ہیں، اس کا زور کم ہو۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِىْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ [التوبة :۱۱۱]

''اور اللہ سے بڑھ کر وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟لہٰذا تم اپنے سودے سے جو تم نے خدا کے ساتھ کیا ہے خوش ہو جاؤ اور یہی بڑی کامیابی ہے۔''

﴿وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا﴾[الاسراء:]

''اور وعدہ پورا کرو، کچھ شک نہیں کہ وعدے کے بارے میں پوچھا جائے گا۔''

﴿وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ﴾[البقرة:

''اور میرا وعدہ پورا کرو میں تم سے کیا وعدہ پورا کروں گا اور مجھ سے ڈرتے رہو۔''

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ﴾[التوبة:٧٥،٧٧]

''اور بعض ان میں سے ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر اللہ ہم کو مال دے گا تو ہم ضرور خیرات کریں گے اور نیکوکاروں سے ہوں گے۔ پھر جب خدا نے اپنے فضل سے ان کو دیا تو وہ بخل کر بیٹھے اور منہ موڑ کر ہٹ گئے تو خدا نے ان کی موت کے دن تک ان کے دلوں میں نفاق کی مہر لگا دی کیونکہ اللہ سے انہوں نے وعدہ خلافی کی ہے اور جھوٹ بولتے رہے ہیں۔''

﴿وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾

[البقرة:٢٦،٢٧]

''اور وہ (اللہ) سوائے ان فاسقوں کے کسی کو گمراہ نہیں کرتا جو اللہ تعالیٰ کے عہد کو مضبوط کرنے کے بعد بھی توڑ ڈالتے ہیں اور انسانی تعلق جس کے ملانے کا اللہ نے حکم دیا ہے، اس کو توڑتے ہیں، اور ملک میں فساد مچاتے ہیں۔ یہی لوگ گھاٹے میں ہیں۔''

اسی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف کی ہے، جو وعدہ کرکے اس کو پورا کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ

اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ اُولٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ﴾

[المومنون:١تا١٦]

''کامیاب وہ ایمان دار ہیں جو اپنی نمازوں میں عاجزی کرتے ہیں، ایسے کہ گویا خدا کے سامنے دست بستہ کھڑے ہیں، جو بے فائدہ باتوں سے گریز کرتے ہیں اور جو لوگ اپنے مالوں کی زکوۃ ادا کرنے والے ہیں اور جو اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرتے ہیں کہ اپنی عورتوں اور باندیوں کے سوا کسی سے قربت نہیں کرتے، ان پر کوئی ملامت نہیں۔ ہاں جو لوگ اس کے سوا اور طریقے اختیار کرتے ہیں وہی حدود سے بڑھنے والے ہیں۔ اور وہ لوگ نجات یاب ہیں جو اپنی امانتوں اور وعدوں کا پاس کرتے ہیں، اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ وارث ہیں جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے۔''

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِسْمَاعِيْلَ اِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا﴾

[مریم:٥٤]

''اور کتاب میں اسماعیل کو یاد کرو بے شک وہ وعدے کا سچا رسول اور نبی تھا۔''

علاوہ ازیں وہ احادیث جن میں غداری، دھوکا بازی اور بے وفائی سے ڈرایا گیا ہے، ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ذیل میں ایسی چند حدیثیں پیش کی جاتی ہیں:

☆......((لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُقَالُ هٰذِهِ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ))[مسلم]

''قیامت کے دن ہر دھوکے باز کا ایک جھنڈا ہوگا (اس کی بابت) کہا جائے گا کہ اس نے فلاں بن فلاں کے ساتھ دھوکا کیا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

☆......((ثَلَاثَةٌ اَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ اُعْطِيَ بِيْ ثُمَّ غَدَرَ وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَكَلَ ثَمَنَهُ وَرَجُلٌ اِسْتَاْجَرَ اَجِيْرًا فَاسْتَوْفٰى مِنْهُ الْعَمَلَ وَلَمْ يُعْطِهِ اَجْرَهُ))[بخاری]

''تین آدمیوں کا قیامت کے دن میں مدمقابل ہوں گا۔ایک وہ آدمی جس نے مجھے (وعدہ) دیا پھر غدر کیا اور ایک وہ شخص جس نے کسی آزاد کو بیچ ڈالا اور اس کی قیمت کھالی اور ایک وہ آدمی جس نے کسی مزدور سے پوری پوری مزدوری لے لی لیکن اس کی اجرت نہیں دی۔''

☆......((مَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا حُجَّةَ لَهُ وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِيْ عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً))[مسلم]

''جس نے اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی،اور جو اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں کوئی بیعت نہ رہی وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔''

آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

☆......((مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُزَحْزَحَ عَنِ النَّارِ وَيُدْخَلَ الْجَنَّةَ فَلْتَاْتِهِ مَنِيَّتُهُ وَهُوَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَاْتِ اِلَى النَّاسِ الَّذِيْ يُحِبُّ اَنْ يُؤْتٰى اِلَيْهِ وَمَنْ بَايَعَ اِمَامًا فَاَعْطَاهُ صَفْقَةَ يَدِهِ وَثَمَرَةَ قَلْبِهِ فَلْيُطِعْهُ اِنِ اسْتَطَاعَ فَاِنْ جَاءَ اٰخَرُ يُنَازِعُهُ فَاضْرِبُوْا عُنُقَ الْآخَرِ))[مسلم]

''جو چاہتا ہے کہ دوزخ سے دور رکھا جائے اور جنت میں داخل کیا جائے تو لازم ہے کہ اس کا انتقال ایسی حالت میں ہو کہ خدا اور قیامت کے دن پر اس کا ایمان ہو اور جو سلوک اپنے ساتھ ہونا پسند کرتا ہو وہی لوگوں کے ساتھ کرے۔اگر کسی نے امام کی بیعت کی اور اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیا اور اپنے دل کا ثمرہ اس کے ہاتھ میں رکھ دیا تو بقدر استطاعت اس کی فرمانبرداری کرے،اور اگر کوئی دوسرا شخص امام کا مقابل پیدا ہو جائے تو اس کی گردن ماردو۔''

کافروں کی پیروی اور نقالی کرنا

بصیرت کی نگارہ رکھنے والا اور اسلام سے واقف کوئی شخص اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ آج مسلمانوں کی اکثریت نے ہر چیز میں غیروں کی اندھی پیروی شروع کر رکھی ہے۔ سیرت واَطوار، خوراک پوشاک اور گفتار وکردار غرضیکہ چھوٹی بڑی ہر چیز میں ہم نے مشرق کے ملحدین اور مغرب کے بے دینوں کی اندھی تقلید کو اپنالیا۔ پیغمبرِ اسلام حضرت محمد ﷺ نے آج سے بہت پہلے اس کی اطلاع دی تھی کہ یہ امت پچھلی امتوں کی عادات کو اپنائے گی یہاں تک کہ جیسے پچھلی قوموں نے بت پرستی کی یہ امت بھی بت پرستی کی مرتکب ہوگی۔ اس مضمون کی ایک حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شِبْرًا شِبْرًا وَذِرَاعًا ذِرَاعًا حَتّٰی لَوْ دَخَلُوا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوْهُمْ قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اَلْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى قَالَ فَمَنْ ؟))[بخاری ومسلم]

''تم اپنے سے پہلے قوموں کی ایک ایک بالشت اور ایک ایک ہاتھ پیروی کروگے، یہاں تک کہ اگر وہ کسی گوہ کے سوراخ میں گھسیں گے تو تم بھی ان کے پیچھے چل پڑو گے۔ ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا یہود ونصاریٰ کی پیروی مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! وہ نہیں تو اور کون ہو سکتے ہیں؟''

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَأْخُذَ أُمَّتِيْ بِأَخْذِ الْقُرُوْنِ قَبْلَهَا شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ فَقِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! كَفَارِسَ وَالرُّوْمِ فَقَالَ: وَمَنِ النَّاسُ إِلَّا أُولٰئِكَ !))

”اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ میری امت گزشتہ قوموں کی ایک ایک بالشت اور ایک ایک ہاتھ پوری طرح پیروی نہ کرے گی ۔عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ ! کیا گزشتہ قوموں سے مراد ایرانی اور رومی ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: یہ نہیں تو اور کون سی گزشتہ قومیں ہیں؟!“

یہ دونوں حدیثیں اس امر کی صراحت کرتی ہیں کہ ملت اسلامیہ پچھلی قوموں کی پیروی کرے گی اور یہود ونصاریٰ اور مشرکین نے جو روش اپنائی ہے، یہ امت بھی ہو بہو ان کی پیروی کرے گی ۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی اور آپ کا ایک معجزہ ہے اور یہ حقیقت ہے کہ آپ کی پیشین گوئی آج ہو بہو صادق آ رہی ہے اور مسلمان دشمنانِ اسلام کو دیکھ دیکھ کر ان کی پیروی کر رہے ہیں ۔رہی پچھلی قوموں کی طرح بت پرستی تو اس میں شک نہیں کہ آج مسلمانوں میں بھی مختلف قسم کی بت پرستی نے سر اٹھا رکھا ہے اور جاہل مسلمانوں نے بھی نبیوں ،رسولوں ،پیروں او راماموں کو وہ مقام دے رکھا ہے جیسے دوسری قوموں نے اپنے پیشواؤں کو دیا اور شرک اکبر میں مبتلا ہو گئے حالانکہ قدیم آسمانی کتابوں نے ابتدا ہی سے شرک کی جڑیں کاٹنا اپنا نصب العین بنایا اور لوگوں کو شرک کی گندگی سے پاک رکھنا اپنا اولین مقصد ٹھہرایا ہے ۔[تطهير المجتمعات]

والدین کی نافرمانی

قرآن وحدیث میں والدین کی اطاعت وفرمانبرداری پر بہت زور دیا گیا ہے اور ان کی نافرمانی کو کبیرہ گناہ قرار دیا گیا۔افسوس کہ آج کی نئی نسل والدین کی اطاعت وفرمانبرداری کو اپنے لیے بوجھ سمجھتی ہے، حالانکہ یہ والدین ہی تھے جنہوں نے پوری جانفشانی سے اولاد کو پالا پوسا اور ان کی نگہداشت میں کوئی کمی نہیں کی ۔اور بڑھاپے میں وہ یہ حق رکھتے ہیں کہ اب ان کی اولاد ان کی خدمت کرے۔اس لیے والدین کی نافرمانی کو کبیرہ گناہ

قرار دیا گیا۔اس سلسلہ میں مروی بعض احادیث درج ذیل ہیں:

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ سے تین مرتبہ فرمایا:

((أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟))

''کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں میں سے بھی سب سے بڑے کبیرہ گناہ کے متعلق نہ بتاؤں؟'' پھر آپؐ نے خود ہی فرمایا:

((أَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ ......))[بخاری: کتاب الادب:باب حقوق الوالدین (ج۲ص۸۸٤)فتح الباری(ج۵ص۲٦۱)]

''سب سے بڑے کبیرہ گناہ یہ ہیں:(۱)اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا(۲)والدین کی نافرمانی کرنا......''

((عن ابی ھریرۃؓ عن النبی ﷺ قال رَغِمَ اَنْفُ ثُمَّ رَغِمَ اَنْفُ مَنْ اَدْرَكَ اَبَوَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ اَحَدَهُمَا اَوْ كِلَيْهِمَا فَلَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ))[صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل صلة اصدقاء الاب والام ونحوهما(ج۲ص۳۱٤)]

''حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خاک آلود ہوناک اس کی، پھر فرمایا: خاک آلود ہوناک اس کی، جو اپنے ماں باپ، دونوں کو یا ان میں سے ایک کو بڑھاپے میں پائے پھر (ان کی خدمت نہ کرنے کی وجہ سے) جنت سے محروم رہ جائے۔''

......☆......

باب ۱۲:

گناہوں سے توبہ کرنے کا بیان

[توبہ کا طریق کار، شرائط اور بعض شبہات کا ازالہ]

کتاب ھذا کا یہ باب سعودی عرب کے مشھور عالم دین جناب: محمد بن صالح المنجد، حفظہ اللہ کی معروف ومشھور کتاب: أُرِيْدُ أَنْ أَتُوْبَ وَلٰكِنْ......! کے اھم مباحث پر مشتمل ھے۔ اس باب میں یہ واضح کیا گیا ھے کہ گناھوں سے توبہ کرنے اور اللہ سے معافی مانگنے کی ضرورت واھمیت کیا ھے؟ نیز یہ کہ مقبول توبہ کا طریق کار کیا ھے؟

گناھوں سے توبہ کے سلسلہ میں ان سطور میں بیان ھونے والی باتیں بڑی اھم ھیں لھذا ان کا مطالعہ پوری توجہ سے کیجیے۔ اللہ ھم سب کو گناھوں سے سچی توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

......[مؤلف]

توبہ کا حکم، طریقۂ کار اور شرائط

توبہ کا حکم:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے توبہ کرنے اور گناہوں سے معافی مانگنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ ﴾ [سورہ ھود:۳]

''اور یہ کہ تم اپنے پروردگار سے (اپنے گناہوں کی) معافی طلب کرو پھر اسی کی طرف متوجہ رہو۔ (یعنی توبہ کرو)''

توبہ کا یہ معنی نہیں کہ زبان سے توبہ توبہ بھی کرتے رہو اور ساتھ گناہ بھی کرتے رہو۔ افسوس کہ اکثر لوگ اسی غلط فہمی میں مبتلا ہیں، حالانکہ ایسی توبہ درحقیقت توبہ جیسے عظیم عمل کے ساتھ مزاح واستہزاء ہے۔ توبہ واستغفار کے سلسلہ میں اہل علم نے قرآن وحدیث کے دلائل کو سامنے رکھ کر سچی توبہ کی جو شرائط بیان کی ہیں وہ کچھ یوں ہیں:

توبہ کا طریقہ اور شرائط:

توبہ کرنے والے کو چاہیے کہ

۱)......اپنے گناہ کو فوراً ترک کردے۔

۲)......گزشتہ کیے ہوئے گناہ پر نادم اور شرمندہ ہو۔

۳)......پختہ عہد کرلے کہ آئندہ وہ گناہ کا کام نہیں کرے گا۔

۴)......اگر اس نے ظلم کرتے ہوئے کسی کا حق چھینا ہے تو وہ حق مظلوم کو واپس کرے یا اس سے معاف کروالے۔

بعض اہل علم نے سچی توبہ کی شرائط اور حدود وقیود میں کچھ مزید تفصیلات بھی بیان کی ہیں جنہیں ہم بعض مثالوں کی روشنی میں یہاں درج کرتے ہیں:

۱۔ صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے گناہ ترک کیا جائے ،گناہ ترک کرنے کی وجہ کوئی اور نہ ہو،مثلاً ایک آدمی اگراس لیے کسی گناہ کو چھوڑتا ہے کہ وہ اس گناہ کو کرنے کی قدرت ہی نہیں رکھتا یااس لیے چھوڑتا ہے کہ لوگ اس کے خلاف باتیں کریں گے، یااس لیے چھوڑتا ہے کہ اس گناہ کی وجہ سے لوگ اس کے دشمن بن جائیں گے،تو ان باتوں کے خوف سے چھوڑے جانے والے گناہ پر نہ کوئی ثواب ہے اور نہ ہی اسے توبہ کہا جائے گا، کیونکہ اس میں اللہ کی رضا شامل نہ تھی۔

۲۔اسی طرح اس شخص کو دینی اصطلاح میں 'تائب' نہیں کہا جا سکتا جو اس نیت سے گناہ چھوڑے کہ اس گناہ کے ارتکاب سے اس کی حیثیت،شہرت اور نیک نامی متاثر ہوگی یااس گناہ کی وجہ سے اسے ملازمت سے نکال دیا جائے گا۔

۳۔اسی طرح ہم اس شخص کو بھی تائب نہیں کہہ سکتے جو اپنی صحت وتوانائی کے زائل ہوجانے کے خوف سے گناہ چھوڑتا ہے مثلاً کوئی شخص خطرناک متعدی امراض (ایڈز وغیرہ) سے ڈر کر زناکاری چھوڑ دے یااس لیے بدکاری چھوڑے کہ اس سے اس کا جسم اور قوت حافظہ کمزور ہوجائیں گے،ظاہر ہے اس پر اسے کوئی ثواب نہیں ملے گااور نہ ہی اس طرح اس کا وہ گناہ اللہ کے ہاں معاف ہوگا۔

۴۔ہم اس شخص کو بھی تائب نہیں کہہ سکتے جس نے چوری اس لیے چھوڑی کہ اسے گھر میں داخل ہونے کا کوئی راستہ نہیں ملا۔یاوہ تجوری (مال رکھے جانے کی الماری) نہیں کھول سکا۔یاوہ چوکیدار کے خوف سے واپس ہوگیا۔

۵۔اسی طرح اسے بھی تائب نہیں کہا جا سکتا جس نے محکمہ انسدادِ رشوت کے خوف سے رشوت نہ لی۔

۶۔اسی طرح وہ شخص بھی تائب نہیں کہلا سکتا جو غربت کی وجہ سے شراب اور نشہ آور چیزیں ترک کردے۔

۷۔اسی طرح اس شخص کو بھی تائب نہیں کہا جا سکتا جو خارجی عوامل کی وجہ سے اپنے گنہگارانہ ارادے کو پورا کرنے سے عاجز آجائے مثلاً ایک شخص جھوٹ بولنے کا ارادہ رکھتا ہے مگر زبان یا کوئی اور عضو شل ہو جانے کی وجہ سے وہ بول ہی نہ سکے اسی طرح وہ زانی جس کو جماع کرنے کی طاقت ہی نہ رہی ہو یا وہ چور جس کے ہاتھ پاؤں کسی حادثہ کی وجہ سے کام کرنا چھوڑ دیں، بلکہ ہم تائب اسے کہیں گے جو نافرمانی کی خواہش کو اللہ کی رضا کے لیے کلیتاً ترک کردے اور اپنے گزشتہ گناہوں پر اللہ کے حضور نادم ہو کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ))[1]

"گناہ پر ندامت و شرمندگی ہی توبہ ہے۔"

اس لیے توبہ کرنے والے کو چاہیے کہ وہ گناہ کی قباحت اور نقصان کو اچھی طرح سے سمجھے اور جب گزشتہ گناہوں کو یاد کرے تو ان کے ساتھ لذت و سرور کا شعور بیدار نہ کرے اور نہ ہی آئندہ اس کام کو دوبارہ کرنے کی خواہش کرے۔

توبہ میں اچھی اور بری نیت کا کردار

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد گرامی ہے:

((اِنَّمَا الدُّنْيَا لِأَرْبَعَةِ نَفَرٍ عَبْدٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالاً وَعِلْمًا فَهُوَ يَتَّقِيْ رَبَّهُ فِيْهِ وَيَصِلُ بِهِ رَحِمَهُ وَيَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيْهِ حَقًّا فَهٰذَا بِأَفْضَلِ الْمَنَازِلِ وَعَبْدٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ عِلْمًا وَلَمْ يَرْزُقْهُ مَالاً فَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ يَقُوْلُ: لَوْ أَنَّ لِيْ مَالاً لَعَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ بِنِيَّتِهِ فَأَجْرُهُمَا سَوَاءٌ وَعَبْدٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالاً وَلَمْ يَرْزُقْهُ عِلْمًا يَخْبِطُ فِيْ مَالِهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا يَتَّقِيْ فِيْهِ رَبَّهُ

(۱) [مستدرك حاكم: كتاب التوبة (ج٤ ص٢٤٣ - ح٧٦١٢، ٧٦١٣) سنن ابن ماجه،]

وَلَا یَصِلُ فِیْهِ رَحِمَهُ وَلَا یَعْلَمُ لِلّٰهِ فِیْهِ حَقًّا فَهٰذَا بِأَخْبَثِ الْمَنَازِلِ وَعَبْدٌ لَمْ یَرْزُقْهُ اللّٰهُ مَالًا وَلَا عِلْمًا فَهُوَ یَقُوْلُ:لَوْ أَنَّ لِیْ مَالًا لَعَمِلْتُ فِیْهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ بِنِیَّتِهِ فَوِزْرُهُمَا سَوَاءٌ))(۱)

"دنیا میں چار طرح کے لوگ ہوتے ہیں:

۱)......ایک وہ شخص جسے اللہ نے مال اور علم دونوں چیزیں دے رکھی ہوں اور وہ ان کے بارے میں اپنے پروردگار سے ڈرتا ہو اور صلہ رحمی کرتا ہو اور اس میں اللہ تعالیٰ کا جو حق ہے اسے پہچانتا ہو، تو یہ آدمی انجام کے لحاظ سے سب سے اعلیٰ مرتبہ پر ہے۔

۲)......دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے علم تو دیا ہے لیکن مال نہیں دیا، البتہ وہ نیت کا سچا ہے اور کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں آدمی جیسے اچھے کام کرتا۔ ایسے شخص کو بھی اس کی نیت کے مطابق اجر ملے گا اور یہ دونوں (یعنی پہلا اور دوسرا) اجر میں برابر ہیں۔

۳)......تیسرا وہ شخص ہے جسے اللہ نے مال تو دیا ہے لیکن علم نہیں دیا۔ وہ سوچے سمجھے بغیر اپنے مال میں تصرف کرتا ہے اور اس مال کے بارے میں وہ نہ اللہ سے ڈرتا ہے، نہ صلہ رحمی کرتا ہے اور نہ ہی اس میں اللہ کا کوئی حق سمجھتا ہے۔ اس شخص کا مرتبہ سب سے بدتر ہے۔

۴)......چوتھا شخص وہ ہے جسے اللہ نے نہ مال دیا اور نہ علم، البتہ وہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں آدمی جیسے (برے) کام کرتا۔ ایسے شخص کے ساتھ اس کی (اس بُری) نیت کے مطابق سلوک ہوگا اور گناہ کے بوجھ میں (یہ اور جس کی مثال یہ سامنے رکھتا ہے) دونوں برابر ہیں۔"

علامہ ابن قیمؒ نے اپنی [کتا]ب "اَلدَّاءُ وَالدَّوَاءُ" اور دوسری کتاب "اَلْفَوَائِد" میں

(۱) [ترمذی: کتاب الزهد، باب ما جاء مثل الدنیا مثل اربعة نفر (ح ۲۳۲۵)]

گناہوں کے کئی نقصانات بیان کئے ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

علم سے محروم ہونا، دل کا بے چین ہونا، کاموں کا بوجھ ہونا، بدن کا کمزور پڑنا، اطاعت سے محروم رہنا، برکت کا اٹھ جانا، توفیق کی کمی ہونا، سینہ میں گھٹن ہونا، برائیوں کا پیدا ہونا، گناہوں کا عادی ہونا، گناہ گار کا اللہ تعالیٰ کے ہاں اور لوگوں کے ہاں بے وقعت ہو جانا، تمام ذی روح اشیاء کی لعنت کا مستحق بننا، اور ملعون ہو جانا، ذلیل ہو جانا، دل پر مہر لگ جانا، دعا کا قبول نہ ہونا، بحر و بر میں فساد پھیل جانا، غیرت سے محروم ہو جانا، شرم کا اٹھ جانا، نعمتوں کا زوال ہونا، مشکلات کا نزول ہونا، دل پر رعب بیٹھ جانا، شیطان کے شکنجے میں گرفتار ہو جانا، دنیا میں برا انجام ہونا اور آخرت میں دردناک عذاب ہونا۔

گناہوں کے اسباب:

اگر کسی انسان کو یہ معلوم ہو جائے کہ گناہوں کے کیا کیا نقصانات ہیں تو آپ یقین جانیے کہ پھر وہ گناہوں سے ضرور دور بھاگے گا۔ لیکن افسوس ہے ان لوگوں پر جو ایک گناہ چھوڑتے ہیں تو کوئی دوسرا گناہ اختیار کر لیتے ہیں، دوسرا چھوڑتے ہیں تو کوئی تیسرا شروع کر دیتے ہیں۔ انسان ایسا کیوں کرتا ہے؟ اس کے چند اسباب ہیں مثلاً:

۱۔ انسان یہ سمجھتا ہے کہ جس گناہ کو اس نے اب اختیار کیا ہے وہ پہلے گناہ سے ہلکا ہے۔

۲۔ یا دوسرے گناہ کی طرف انسان کی خواہشِ نفس کا جھکاؤ زیادہ ہوتا ہے اور وہ پہلے کو چھوڑ کر اسے اختیار کر لیتا ہے۔

۳۔ یا پھر دیگر گناہوں کی نسبت اس گناہ کے لیے معاشرتی اَحوال وظروف زیادہ سازگار ہوتے ہیں، بخلاف اس گناہ کے جس کے لیے کسی ایسے سامان اور وسائل کی ضرورت ہو جو بقدر ضرورت موجود نہیں ہوتے۔

۴۔ یا اس کے دوستوں اور ملنے جلنے والوں میں بھی وہ گناہ ہوتے ہیں، اس لیے اسے چھوڑنا

انسان کے لیے دشوار ہو جاتا ہے۔

۵۔ یا کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ وہ مخصوص گناہ اس کے دوستوں میں اس کا ایک خاص مقام و مرتبہ پیدا کر دیتا ہے اور یہ نہیں چاہتا کہ اس کا وہ مقام و مرتبہ ختم ہو چنانچہ وہ گناہ کو گناہ سمجھنے کے باوجود اسے چھوڑنے کے لیے آمادہ نہیں ہوتا اور بلا خوف و خطر گناہ کا کام کیے جاتا ہے۔ ایسا رویہ عام طور پر فاسق جماعتوں کے لیڈروں میں دیکھنے کو ملتا ہے اور یہی رویہ ایک فحش گو شاعر ابونواس کا تھا، جب ایک متقی واعظ ابو العتاہیہ (شاعر) نے اسے سمجھانے کی کوشش کی اور گناہوں کا ارتکاب کر کے دین کی بے حرمتی کرنے پر اس کی ملامت کی تو اس ابونواس نے بجائے 'توبہ' کے یہ شعر پڑھے:

أَتَـــرَانِـــي يَـــا عَتَـــاهِـــي   تَـــارِكًـــا تِلْكَ الْمَلَاهِـــي؟

أَتَـــرَانِـــي مُـفْسِـدًا بِـالـنُّسُكِ   عِـنْـدَ الْـقَـوْمِ جَـاهِـيَـــي؟

''عتاہی! کیا تو سمجھتا ہے کہ میں لہو ولعب کو چھوڑ دوں! کیا تو سمجھتا ہے کہ مجھے (ان گناہوں سے) جو مقام و مرتبہ لوگوں میں حاصل ہے، میں درویشی اختیار کر کے اسے ضائع کر دوں!''

توبہ کرنے والے کے لیے چند مفید نصیحتیں:

☆...... توبہ کرنے والے کو چاہیے کہ جلد از جلد توبہ کی طرف متوجہ ہو کیونکہ توبہ کرنے میں تاخیر کرنا بذات خود ایک گناہ ہے اور اس سے بھی توبہ کی ضرورت ہے۔

☆...... توبہ کرنے والے کو چاہیے کہ توبہ میں کوتاہی سے ڈرتا رہے اور توبہ کرنے کے بعد یہ نہ سمجھ لے کہ اس کی توبہ یقیناً قبول ہو چکی ہے، ورنہ اس طرح وہ اپنے آپ پر اعتماد کر کے کہیں اللہ کی تدبیر سے بے خوف نہ ہو جائے۔

☆...... گناہوں کی وجہ سے جو حقوق اللہ فوت ہو چکے ہیں، اگر ممکن ہو تو انہیں ادا کرے مثلاً اگر وہ زکوۃ ادا نہیں کرتا تھا تو توبہ کرنے کے بعد فوراً زکاۃ ادا کرے۔

☆......اگر اسے یہ خطرہ ہو کہ گناہوں والی جگہ پر رہائش رکھنے سے وہ دوبارہ انہی گناہوں میں مبتلا ہو جائے گا تو اسے چاہیے کہ وہ اس جگہ کو چھوڑ دے۔

☆......اگر اس کا کوئی دوست گناہ کے کاموں میں کسی بھی طرح اس کی مدد کرتا ہو یا گناہوں پر اسے آمادہ کرتا ہو تو اسے چاہیے کہ اسے بھی چھوڑ دے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿ اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ ﴾[الزخرف۔٦٧]

''اس (قیامت کے) دن سب دوست ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے ماسوائے ان کے جو پرہیزگار ہیں۔''

لہٰذا اے توبہ کرنے والے! اگر تم اپنے دوستوں کو تبلیغ کر کے نیک بنا لینے سے عاجز آ جاؤ تو تمہارے لئے ضروری ہے کہ ان سے جدا ہو جاؤ اور انہیں چھوڑ دو۔ اور دیکھنا کہیں شیطان تم پر غالب نہ آ جائے۔ اور وہ لوگ تمہیں دوبارہ گناہوں کی دلدل کی طرف نہ لے جائیں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان ان کی طرف لوٹنے کے کام کو تمہیں مزین کر کے دکھائے اور تم یہ سمجھنے لگو کہ میں تو کمزور ہوں اور ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا!

لہٰذا تمہارے لیے انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے اور ایسے واقعات بکثرت پیش آ چکے ہیں کہ ماضی کے بُرے دوستوں سے تعلقات قائم رکھنے کی وجہ سے کئی لوگ دوبارہ اسی معصیت و گمراہی میں جا پڑے، جس سے انہیں کبھی توبہ کی توفیق ملی تھی!

☆......اگر توبہ کرنے والے انسان کے پاس حرام اور ممنوع اشیاء موجود ہوں تو اسے چاہیے کہ انہیں ضائع کر دے مثلاً اگر اس کے پاس نشہ آور اشیاء، آلاتِ موسیقی یا جانداروں کی تصویریں، یا فحش فلمیں، افسانے اور ڈرامے وغیرہ ہوں تو ایسی تمام چیزوں کو توڑنا، اور ضائع کر دینا چاہیے۔ توبہ کو قائم رکھنے کے لیے تائب کو چاہیے کہ تمام ممنوعہ لوازمات سے جان چھڑا لے ورنہ توبہ کا فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں کہ توبہ کرنے والوں نے حرام اشیاء اپنے پاس باقی رکھیں اور وہی اشیاء پھر ان کی توبہ کو ناکام

کر دینے اور ہدایت کے بعد دوبارہ گمراہی میں لے جانے کا سبب بن گئیں۔ہم اللہ سے توبہ کرنے کرنے والے کی ثابت قدمی کی دعا کرتے ہیں۔

☆......توبہ کرنے والے کو چاہیے کہ برے دوستوں کی بجائے نیک دوستوں کو منتخب کرے جو اس توبہ کو قائم رکھنے میں اس کے مددگار ثابت ہوں۔اسی طرح توبہ کرنے والے کو چاہیے کہ وہ دینی وعلمی مجالس میں شریک ہو اور ایسے کاموں میں وقت صرف کرے جو اس کے لیے مزید نیک بننے میں مفید ہوں اور اس طرح نیکی میں مصروف ہو جانے سے شیطان اسے اس کا سیاہ اور تاریک ماضی یاد نہ دلا سکے گا۔

☆......اسی طرح توبہ کرنے والے کو چاہیے کہ اپنا وہ جسم جسے اس نے حرام کی کمائی سے پالا پوسا ہے، اس کی طاقت اور صلاحیتوں کو اللہ کی راہ میں صرف کر دے اور حلال کمائی کے ذرائع اختیار کرے تاکہ آئندہ یہ جسم پاکیزہ رزق پر پرورش پائے۔

☆......توبہ کرنے والے انسان کو چاہیے کہ اپنی سانس اُکھڑنے سے پہلے اور سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے پہلے پہلے توبہ کرلے۔یعنی قیامت صغریٰ (موت) اور قیامت کبریٰ سے پہلے پہلے توبہ کر لینی چاہیے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((مَنْ تَابَ اِلَی اللّٰهِ قَبْلَ اَنْ يُّغَرْغِرَقَبِلَ اللّٰهُ مِنْهُ))(۱)

”جو شخص سانس اکھڑنے (یعنی جان کنی) سے پہلے پہلے اللہ کے حضور توبہ کرلے، اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔“ اسی طرح ایک حدیث میں ہے:

((مَنْ تَابَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ))(۲)

”جو شخص مغرب کی طرف سے سورج طلوع ہونے سے پہلے توبہ کرلے، اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرمالیں گے۔“

---

(۱) [حاکم: کتاب التوبة والانابة (ج۴ص۲۵۸۔ح۷۶۶۱) کنز العمال (ح۱۰۱۹۹)]

(۲) [مسلم: کتاب الذکر والدعاء (ح ۲۷۰۳)]

توبہ کے چند عظیم نمونے......!

پہلا نمونہ:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

''حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے :اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم!میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے ،میں زنا کر بیٹھا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے پاک کردیں ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں واپس لوٹا دیا۔دوسرے دن وہ پھر آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے:اے اللہ کے رسولؐ!میں نے زنا کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر انہیں واپس لوٹا دیا۔پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قوم کے پاس ایک آدمی بھیجا اور ان سے پوچھا: کیا ماعز کے ہوش وحواس درست ہیں؟اور اس میں کوئی ایسی بات تو نہیں جسے تم ناپسند کرتے ہو؟''

وہ کہنے لگے: ہم تو یہی جانتے ہیں کہ اس کے ہوش وحواس درست ہیں،اور ہمارے دیکھنے میں تو وہ تندرست آدمیوں میں سے ہے۔ پھر ماعز تیسری بار اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ان کی قوم کی طرف ایک آدمی بھیجا اور ان سے ماعز کی بابت پوچھا تو انہوں نے پھر یہی بتلایا کہ ماعز میں کوئی نقص نہیں اور نہ ہی اس کی عقل میں کوئی فتور ہے ۔پھر جب چوتھی بار ماعز آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے ایک گڑھا کھدوایا۔ پھر لوگوں کو رجم کا حکم دیا چنانچہ حضرت ماعز کو رجم کر دیا گیا۔''

دوسرا نمونہ:

ایک روایت میں ہے کہ' غامدیہ' نامی ایک عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی: اے اللہ کے رسول !میں نے زنا کا ارتکاب کیا ہے مجھے پاک فرمائیں ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اسے واپس لوٹا دیا۔دوسرے دن وہ پھر آ کر کہنے لگی :اے اللہ کے رسولؐ! آپ مجھے کیوں واپس لوٹاتے ہیں شاید آپؐ مجھے اسی طرح واپس لوٹا رہے ہیں جیسے ماعز کو واپس لوٹا دیا تھا۔اللہ کی قسم! میں تو حاملہ ہو چکی ہوں۔آپؐ نے فرمایا:

''پھر ابھی تم پر سزا نافذ نہیں ہو سکتی،جاؤ ولادت کے بعد آنا۔''

جب اس عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا تو وہ اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر لائی اور کہنے لگی: یہ رہا بچہ جو میں نے جنا ہے۔اب آپ مجھے پاک فرمائیے۔آپ ﷺ نے فرمایا:

''جاؤ اس بچے کو دودھ پلاؤ اور اس وقت آنا جب اس کا دودھ چھڑا دو۔''

پھر جب اس نے بچے کا دودھ چھڑا دیا تو اس بچے کو لے کر وہ حاضر ہوئی اور اس بچے کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا تھا،وہ کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! میں نے اس کا دودھ چھڑا دیا ہے اور اب یہ کھانا کھانے لگا ہے۔آپ نے اس بچے کو ایک شخص کے حوالے کیا پھر اس (عورت) کے رجم کا حکم دیا،چنانچہ اس عورت کے سینے تک گڑھا کھودا گیا۔ آپ کے حکم سے لوگوں نے اسے رجم کر دیا۔رجم کے وقت جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور ان کے سر پر پتھر مارا تو خون ان کے چہرے پر خون کے چھینٹے آ پڑے جس پر انہوں نے اس عورت کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ادھر رسول اللہ ﷺ نے یہ سن لیا۔آپ ﷺ نے خالد رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر فرمایا:

((مَهْلًا يَا خَالِدُ! فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا صَاحِبُ مَكْسٍ لَغُفِرَ لَهُ))(1)

''خالد! رک جاؤ جلدی نہ کرو،اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس عورت نے ایسی (سچی) توبہ کی ہے کہ اگر ناجائز ٹیکس وصول کرنے والا بھی اس عورت جیسی توبہ کرے تو اسے بھی اللہ کے حکم سے معاف کر دیا جائے!''

(1) [مسلم: کتاب الحدود (۱۶۹۵)]

ایک روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ اس عورت کا نماز جنازہ پڑھانے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! آپ نے اس عورت کو رجم کیا پھر اس پر نماز جنازہ کیوں پڑھتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:

((لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْقُسِمَتْ بَيْنَ سَبْعِيْنَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ لَوَسِعَتْهُمْ وَهَلْ وَجَدْتَ تَوْبَةً أَفْضَلَ مِنْ أَنْ جَادَتْ بِنَفْسِهَا لِلّٰهِ تَعَالىٰ))[۱]

"اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر مدینہ کے ستر (۷۰) آدمیوں پر اس کی توبہ کو تقسیم کیا جائے تو یہ ان سب کو کافی ہوجائے! کیا تم نے اس سے بھی افضل کوئی توبہ دیکھی ہے کہ اس نے (توبہ کرتے ہوئے) اللہ کے لیے اپنی جان قربان کردی ہے!"

(۱) [صحیح مسلم، کتاب الحدود، ح ۱۶۹۶]

توبہ کرنے والوں کے مسائل وشبہات

(۱)......کیا توبہ سابقہ تمام گناہوں کو مٹادیتی ہے؟

توبہ کرنے والا کبھی یوں کہتا ہے کہ" میں توبہ تو کرنا چاہتا ہوں لیکن اس بات کی آخر کیا ضمانت ہے کہ اگر میں توبہ کروں تو اللہ مجھے معاف کردے گا......؟!"

" میں ثابت قدمی کی راہ پر چلنے کی رغبت رکھتا ہوں لیکن میرے یہی خیالات مجھے تردد میں ڈال دیتے ہیں۔اگر مجھے یقینی طور پر علم ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ضرور معاف فرمادے گا تو میں ضرور توبہ کرلوں ......!"

ایسے شخص کا جواب یہ ہے کہ خیالاتِ نفس کی مداخلت کا جو احساس آپ کو ہوتا ہے یہ آپ سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے بھی بعض کو ہوا تھا۔اگر آپ درج ذیل دو احادیث پر یقینِ محکم کے ساتھ غور کریں گے تو آپ کے دل میں اس طرح کے جو خیالات واوہام ہیں سب دور ہوجائیں گے۔ان شاء اللہ!

۱)......حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اپنا قبولِ اسلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

((فَلَمَّا جَعَلَ اللّٰهُ الْإِسْلَامَ فِي قَلْبِي أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ :اُبْسُطْ يَمِينَكَ فَلِأُبَايِعَكَ فَبَسَطَ يَمِينَهُ ،قَالَ:فَقَبَضْتُ يَدِي قَالَ:مَالَكَ يَاعَمْرُو؟قَالَ قُلْتُ:أَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِطَ، قَالَ:تَشْتَرِطُ بِمَاذَا؟قُلْتُ أَنْ يُغْفَرَلِيْ قَالَ أَمَا عَلِمْتَ يَاعَمْرُو! أَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَاكَانَ قَبْلَهُ وَأَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَاكَانَ قَبْلَهَا، وَأَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَاكَانَ قَبْلَهُ))[1]

(۱) [مسلم: کتاب الایمان:باب کون الاسلام یهدم ماقبله ...... (ح ۱۲۱)]

"جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا کر دی تو میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور آ کر عرض کیا: اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھائیں تاکہ میں آپ کی بیعت کر کے حلقہ بگوش اسلام ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے ہاتھ آگے بڑھایا، لیکن میں نے اپنا ہاتھ واپس کھینچ لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمرو! کیا ہوا؟ میں نے کہا: بیعت کو ایک شرط سے مشروط کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے پوچھا: کس بات سے مشروط کرنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ اسلام سابقہ تمام گناہوں کو ختم کر دیتا ہے اور ہجرت بھی سابقہ تمام گناہوں کو ختم کر دیتی ہے اور حج بھی سابقہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے!"

۲)......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((أَنَّ نَاسًا مِنْ أَهْلِ الشِّرْكِ كَانُوا قَدْ قَتَلُوا وَأَكْثَرُوا، وَزَنَوْا وَأَكْثَرُوا فَأَتَوْا مُحَمَّدًا ﷺ فَقَالُوا: إِنَّ الَّذِي تَقُولُ وَتَدْعُو إِلَيْهِ لَحَسَنٌ لَوْ تُخْبِرُنَا أَنَّ لِمَا عَمِلْنَا كَفَّارَةً))(۱)

"مشرکین میں سے کچھ لوگوں نے بڑے (ناحق) قتل کیے تھے اور بدکاری کا ارتکاب بھی کثرت سے کیا تھا، پھر وہ آنحضرت ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگے: آپ جو بات فرماتے ہیں اور جس چیز کی دعوت دیتے ہیں وہ اچھی ہے بس آپ ہمیں یہ بتا دیں کہ ہم نے آج تک جو (برے) اعمال کیے ہیں، ان کا کفارہ کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا﴾ [الفرقان ۲۵/۶۸]

"اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے نہ ہی وہ کسی ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں جسے قتل کرنا اللہ نے حرام کیا ہے سوائے حق کے، اور نہ ہی وہ زنا کرتے

(۱) [صحیح بخاری: کتاب التفسیر(ح ۴۸۱۰)]

ہیں۔اور جو شخص یہ کام کرے گا وہ سخت وبال لائے گا۔" نیز یہ آیت بھی اسی سلسلہ میں نازل ہوئی:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوْا عَلٰى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ﴾ [الزمر ۵۳]

"(اے نبیؐ! میری طرف سے) آپ یہ فرمادیں :اے میرے بندو! جو اپنی جانوں پر (گناہ کرکے) زیادتی کر چکے ہو، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔"

(۲)......کیا اللہ تعالیٰ مجھے معاف کردے گا؟

ممکن ہے کبھی توبہ کرنے والا یوں کہے کہ

"میں توبہ تو کرنا چاہتا ہوں لیکن میرے گناہ اتنے زیادہ ہیں کہ شاید ہی کوئی گناہ ہوگا جس کا میں نے ارتکاب نہ کیا ہو، ورنہ ہر وہ گناہ جو تخیل میں آ سکتا ہے یا جو نہیں آ سکتا، میں نے ان سب کا ارتکاب کیا ہے اور اب میں سمجھتا ہوں کہ ایک لمبا عرصہ میں نے گناہ کیے ہیں اور شاید اب اللہ تعالیٰ مجھ جیسے گنہگار کو معاف نہ کرے؟!"

ایسے شخص سے میں کہوں گا: اے میرے قابل احترام بھائی! یہ مشکل صرف آپ ہی کو پیش نہیں بلکہ جو لوگ بھی توبہ کرنا چاہتے ہیں ان میں سے اکثر لوگوں کو یہ مشکل پیش آتی ہے۔اس سلسلہ میں آپ کی تشفی کے لیے ایک نوجوان کا واقعہ میں پیش کرتا ہوں جس نے اپنا ماجرا یوں بیان کیا کہ:

"میں بچپن ہی سے اللہ کی نافرمانیوں اور گناہوں کے کاموں میں پڑ گیا تھا، میری عمر صرف سترہ سال ہے جب کہ میرے چھوٹے بڑے گناہوں کی فہرست بڑی طویل ہے۔میں نے بے شمار چھوٹے بڑے لوگوں کے ساتھ گناہوں کا ارتکاب کیا حتیٰ کہ میں نے ایک معصوم لڑکی پر بھی زیادتی کی۔کئی بار چوری بھی کر چکا ہوں۔پھر وہ کہنے لگا، اب میں نے اللہ عزوجل کے حضور اپنے ان تمام گناہوں سے توبہ کر لی ہے، رات کو تہجد پڑھتا ہوں اور سنتِ رسول کی پیروی میں ہر سوموار اور جمعرات کو روزہ بھی رکھتا ہوں

اور صبح کی نماز کے بعد قرآن کریم کی تلاوت بھی کرتا ہوں۔ کیا میری توبہ کی قبولیت کی امید ہے؟“

دراصل ہر مسلمان کا طرزِ عمل یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے مسائل کے حل کے لیے کتاب وسنت کی طرف رجوع کرتا ہے لہٰذا اگر ہم اس مسئلہ میں اللہ کی کتاب قرآن مجید کی طرف رجوع کریں تو اللہ تعالیٰ کا درج ذیل یہ ارشاد ہماری رہنمائی کرتا ہے:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ﴾

[الزمر:٥٣، ٥٤]

”آپ فرمادیں، اے میرے بندو! جو (گناہ کر کے) اپنی جانوں پر زیادتی کر چکے ہو، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔ بلاشبہ اللہ تو سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ یقیناً وہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ لہٰذا تم اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو اور اس کے فرمانبردار بن جاؤ۔“

اس آیت میں یہ بتا دیا گیا ہے کہ توبہ کرنے والے ہر شخص کی مذکورہ بالا مشکل کا ٹھیک حل یہی ہے کہ وہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو اور یہ بات اتنی واضح ہے کہ اس کی مزید تشریح کی ضرورت نہیں۔ رہا یہ سوال کہ یہ احساس کیوں پیدا ہوتا ہے کہ ”میرے تو گناہ اس قدر زیادہ ہیں کہ شائد ہی اللہ انہیں معاف فرمائے“...... تو اس احساس کے پیدا ہونے کی چار وجوہات ہیں:

۱)...... انسان کو اپنے پروردگار کی رحمت کی وسعتوں پر یقین نہیں آتا۔

۲)...... یا اللہ تعالیٰ کی قدرت وطاقت کے حوالے سے اس کے ایمان میں یہ نقص اور کمزوری ہوتی ہے کہ وہ سمجھ ہی نہیں پاتا کہ واقعی اللہ تعالیٰ اس کے سارے کے سارے گناہ بخش سکتا ہے؟

۳)......دل سے تعلق رکھنے والے اعمال میں سے ایک اہم ترین عمل اللہ تعالیٰ سے اچھی امید رکھنا بھی ہے جبکہ گنہگار انسان کی اس امید میں ضعف ہوتا ہے۔

۴)......گنہگار انسان کو اس حقیقت کا صحیح اندازہ ہی نہیں ہوتا کہ ''توبہ سے سارے گناہ معاف ہوجاتے ہیں!''

یہ ساری الجھنیں ایمان کی کمی و کمزوری کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں اور ان الجھنوں کو حل بھی کیا جاسکتا ہے مثلاً پہلی الجھن کے حل کے لیے آپ یہ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کس قدر وسیع ہے؟ اس کی وضاحت کے لیے قرآن مجید کی یہ آیت ہی کافی ہے:

﴿وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ [الاعراف:١٥٦]

''میری رحمت ہر چیز کو محیط ہے۔''

دوسری الجھن کے حل کے لیے درج ذیل حدیث قدسی کافی ہے:

((مَنْ عَلِمَ أَنِّي ذُوْ قُدْرَةٍ عَلَى مَغْفِرَةِ الذُّنُوْبِ غَفَرْتُ لَهُ وَلَا أُبَالِيْ مَالَمْ يُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا))

[اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں]: ''جس نے یقین کرلیا کہ میں گناہ معاف کرنے پر قادر ہوں تو میں اس کے گناہ معاف کردیتا ہوں اور مجھے قطعاً پروا نہیں بشرطیکہ اس نے میرے ساتھ شرک نہ کیا ہو۔''

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((وَذٰلِكَ إِذَا لَقِيَ الْعَبْدُ رَبَّهُ فِي الْآخِرَةِ))[1]

''یہ بات (روزِ قیامت) اس وقت کہی جائے گی جب بندہ اپنے پروردگار سے ملاقات کرے گا۔''

تیسری الجھن کا حل درج ذیل حدیث قدسی میں موجود ہے:

((يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِيْ وَرَجَوْتَنِيْ غَفَرْتُ لَكَ عَلَى مَا كَانَ فِيْكَ وَلَا أُبَالِيْ،

---

(۱) [تفسیر الدر المنثور (ج۲ ص۱۷۰)]

يَاابْنَ آدَمَ لَوْبَلَغَتْ ذُنُوبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ وَلَا أُبَالِي يَاابْنَ آدَمَ إِنَّكَ لَوْ أَتَيْتَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيْتَنِي لَا تُشْرِكُ بِي شَيْئًا لَأَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً))(۱)

[نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں]: ''اے ابن آدم! تو جب بھی مجھ سے دعا کرے اور مجھ سے (گناہ معاف کرنے کی) امید رکھے تو تیرے جتنے بھی گناہ ہوں گے میں بخش دوں گا اور مجھے اس کی کوئی پروا نہیں۔ اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندی کو پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں تجھے بخش دوں گا اور مجھے اس کی کوئی پروا نہیں۔ اے ابن آدم! اگر تو زمین بھر کے گناہ لے آئے مگر مجھے اس حال میں ملے کہ تو نے میرے ساتھ شرک نہ کیا ہو تو میں زمین بھر کے بخشش سے تجھے نواز دوں گا۔''

چوتھی الجھن کا حل اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ارشاد میں اس طرح فرمادیا:

((اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ))(۲)

''گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔''

لیکن اگر کسی شخص کو ابھی بھی یہ خیال ہو کہ اس کے گناہ تو اس قدر زیادہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف نہیں کرے گا تو اس کی تسلی، اطمینان اور ذہنی سکون کے لیے ہم ایک اور اہم حدیث بیان کئے دیتے ہیں:

سو بندوں کے قاتل کی توبہ

حضرت ابوسعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے فرمایا:

((كَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ إِنْسَانًا، ثُمَّ خَرَجَ يَسْأَلُ، فَأَتَى

(۱) [ترمذی: کتاب الدعوات (ح ۳٥٤٠)]

(۲) [ابن ماجه : کتاب الزهد: باب ذکر التوبة (ح ٤٢٥٠)]

رَاهِبًا فَسَأَلَهُ فَقَالَ لَهُ: هَلْ مِنْ تَوْبَةٍ؟ قَالَ: لَا فَقَتَلَهُ، فَجَعَلَ يَسْأَلُ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: اِئْتِ قَرْيَةَ كَذَا وَكَذَا؟ فَأَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَمَالَ بِصَدْرِهِ نَحْوَهَا، فَاخْتَصَمَتْ فِيهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَى هٰذِهِ أَنْ تَقَرَّبِي وَأَوْحَى إِلَى هٰذِهِ أَنْ تَبَاعَدِي وَقَالَ: قِيسُوا مَا بَيْنَهُمَا، فَوُجِدَ إِلَى هٰذِهِ أَقْرَبَ بِشِبْرٍ، فَغُفِرَ لَهُ))(۱)

"بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے انسانوں کو قتل کیا تھا پھر وہ (نادم ہوکر) مسئلہ پوچھنے نکلا اور ایک راہب (اہل کتاب کے عالم وزاہد) شخص کے پاس آیا، اس راہب سے اس نے پوچھا: کیا میرے اس گناہ سے توبہ قبول ہونے کی کوئی صورت ہے؟ اس راہب نے جواب دیا: نہیں۔ یہ جواب سن کر اس نے اس راہب کو بھی قتل کردیا۔ (اور یوں اس نے سو خون پورے کردیے) پھر وہ دوسرے لوگوں سے یہ مسئلہ پوچھنے لگا۔ آخر کار ایک اور راہب نے اسے بتایا کہ وہ فلاں بستی میں چلا جائے (وہاں اس کی توبہ کی کوئی صورت نکل آئے گی کیونکہ وہاں ایک اور بڑا عالم رہتا ہے)

جب اس شخص نے اس بستی کی طرف قدم اٹھایا تو اس کی موت واقع ہوگئی۔ مرتے وقت یہ اپنا رخ اس بستی کی طرف کر چکا تھا۔ رحمت اور عذاب کے فرشتوں کے درمیان جھگڑا ہوگیا (کہ کون اس کی روح لے کر جائے، کیونکہ ایک لحاظ سے یہ گنہگار تھا اور ایک لحاظ سے اس نے سچی توبہ کے لیے قدم اٹھا دیا تھا) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس بستی کو (جہاں یہ توبہ کے لیے جا رہا تھا) حکم دیا کہ اس کی نعش سے قریب ہوجا۔ اور دوسری بستی (جہاں سے یہ نکلا تھا) کو حکم دیا کہ اس کی نعش سے دور ہوجا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ تم دونوں بستیوں کا فاصلہ ماپ لو، چنانچہ انہوں نے (جب دونوں بستیوں کا فاصلہ ماپا تو) اس بستی کو (جہاں وہ توبہ کے لیے جا رہا تھا) دوسری بستی سے ایک ہاتھ نزدیک پایا۔ اس لیے اس شخص کو بخش دیا گیا۔"

(۱) [صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء (باب ٥٤ ـ حدیث ٣٤٧٠)]

(۳)......اگر مجھ سے گناہ ہو جائے تو میں کیا کروں؟

کبھی آپ یوں کہتے ہیں کہ اگر مجھ سے گناہ ہو جائے تو پھر میں توبہ کیسے کروں؟ اور اس گناہ کے بعد وہ کون سا کام ہے جو مجھے فوراً بجالانا چاہیے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ گناہ چھوڑنے کے فوراً بعد دو کام کرنے چاہئیں :

۱)......پہلا کام دل سے متعلق ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنے کئے پر انسان پشیمان ہو اور پختہ ارادہ کرلے کہ آئندہ کبھی وہ گناہ نہیں کرے گا۔ اور یہ دونوں باتیں اللہ کے ڈر اور اس کی رضا کے حصول کے لیے ہونی چاہئیں ۔

۲)......دوسرا کام اعضاء سے متعلق ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان مختلف نیکیوں کے کام کرے، ان میں سے ایک نمازِ توبہ بھی ہے جس کی دلیل یہ ہے:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((مَامِنْ رَجُلٍ يُذْنِبُ ذَنْبًا ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَتَطَهَّرُ ثُمَّ يُصَلِّي ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ))(۱)

"جب کسی انسان سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے پھر وہ اٹھ کھڑا ہو اور وضو کرے، پھر وہ دو رکعت نماز ادا کرے اور پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور معاف کردیتے ہیں۔"

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾[آل عمران :۱۳۵]

"اور (پرہیزگار متقی) لوگ جب کوئی برا کام کر بیٹھیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو

(۱) [ترمذی: کتاب التفسیر: باب ومن سورۃ آل عمران (ح ۳۰۰٦)]

فوراً اللہ کو یاد کرتے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا اور کون ہے جو گناہ معاف کر سکتا ہو؟ اور وہ جان بوجھ کر اپنے کیے پر ڈٹے نہیں رہتے۔"

کچھ اور صحیح روایات میں ان گناہوں کو دور کرنے والی دو رکعت نماز کی مزید تفصیلات بھی مذکور ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ:

۱۔ گنہگار انسان اچھی طرح وضو کرے [اس لیے کہ جس پانی سے وضو کے اعضاء کو دھویا جاتا ہے، اس سے ان اعضاء سے کیے گئے گناہ بھی اللہ کے حکم سے دُھل جاتے ہیں] اور اچھی طرح وضو کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ وضو کرنے سے پہلے انسان بسم اللہ پڑھے اور وضو مکمل کرنے کے بعد مندرجہ ذیل دعائیں بھی پڑھے:

((اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ))(۱)

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ (برحق) نہیں، وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں"

((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ))(۲)

"اے میرے اللہ! مجھے (بار بار) توبہ کرنے والوں اور بہت پاک صاف رہنے والوں میں سے بنا دے۔" (آمین)

((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَااِلٰهَ اِلَّااَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ))(۳)

"اے میرے اللہ! تو پاک ہے اور تیری تعریف کے ساتھ (میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں) تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور تیرے حضور ہی توبہ کرتا (معافی مانگتا) ہوں۔"

---

(۱) [صحیح مسلم: کتاب الطهارة: باب الذکر المستحب عقب الوضوء (ح ٢٣٤)]
(۲) [جامع ترمذی: کتاب الطهارة: باب مایقال بعد الوضوء (ح ٥٥)]
(۳) [عمل الیوم واللیلة (ح ٨١) مستدرك حاكم (ج ١ ص ٥٦٤)]

۲۔ وضو اور دعاؤں کے بعد توبہ کرنے والا اللہ کے سامنے کھڑا ہو اور دو رکعت نماز ادا کرے۔
۳۔ توبہ کرنے والے کو چاہیے کہ توجہ سے نماز ادا کرے، اور ادھر ادھر کے خیالات دل میں نہ لائے۔
۴۔ اس دو رکعت نماز میں اپنے آپ کو بھول چوک سے بچائے۔
۵۔ دل میں دنیاداری کی بھی کوئی بات نہ کرے۔
۶۔ خشوع و خضوع کا پورا لحاظ رکھے۔
۷۔ پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک تو اس کے سابقہ تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ اور دوسرا یہ کہ وہ جنت کا مستحق بن جائے گا۔ ان شاء اللہ!

اس کے بعد اسے نیکی اور اللہ کی اطاعت کے کام بکثرت کرتے رہنا چاہیے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مسئلہ پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بحث کی پھر جب انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا تو وہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے کئی اچھے اچھے کام کئے تاکہ میری اس غلطی کی تلافی ہو سکے۔

اسی طرح گناہ سے توبہ کرنے والے کو چاہیے کہ اس صحیح حدیث پر بھی غور کرے جس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ مَثَلَ الَّذِیْ یَعْمَلُ السَّیِّئَاتِ ثُمَّ یَعْمَلُ الْحَسَنَاتِ کَمَثَلِ رَجُلٍ کَانَتْ عَلَیْهِ دِرْعٌ ضَیِّقَةٌ قَدْ خَنِقَتْهُ ثُمَّ عَمِلَ حَسَنَةً فَانْفَکَّتْ حَلَقَةٌ ثُمَّ عَمِلَ اُخْرٰی فَانْفَکَّتِ الْاُخْرٰی حَتّٰی یَخْرُجَ اِلَی الْاَرْضِ))[1]

”وہ انسان جو گناہ کے کام کرتا ہے، پھر (وہ تائب ہوکر) نیکی کے کام کرتا ہے، اس کی مثال اس انسان کی سی ہے جس نے ایسی تنگ زرہ (لوہے کا لباس جسے تیر و تلوار کے دور میں جنگ کرنے والا پہنتا تھا) پہنی ہو جس نے اس کا گلا گھونٹ رکھا ہو پھر وہ ایک

(۱) [مسند احمد (ج۴ ص ۱۴۵) شرح السنة (ج۱۴ ص ۳۳۹)]

نیکی کرتا ہے تو اس (زرہ) کا ایک حلقہ کھل جاتا ہے۔ پھر وہ دوسری نیکی کرتا ہے تو دوسرا حلقہ کھل جاتا ہے حتیٰ کہ (اسی طرح نیکیاں کرتے کرتے وہ ساری زرہ اتر جاتی ہے اور) وہ آزاد پھرنے لگتا ہے۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیکی کے کام ایک گناہ گار انسان کو معصیت کی قید سے آزاد کر کے اسے اطاعت کے کھلے میدان کی طرف لے جاتے ہیں۔

اب میں اپنے توبہ کرنے والے بھائی کو ایک سبق آموز قصہ سناتا ہوں۔ وہ قصہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

((جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ إِنِّي أَخَذْتُ امْرَأَةً فِي الْبُسْتَانِ فَفَعَلْتُ بِهَا كُلَّ شَيْءٍ غَيْرَ أَنِّي لَمْ أُجَامِعْهَا قَبَّلْتُهَا وَلَزِمْتُهَا وَلَمْ أَفْعَلْ غَيْرَ ذٰلِكَ فَافْعَلْ بِيْ مَا شِئْتَ فَلَمْ يَقُلْ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ شَيْئًا فَذَهَبَ الرَّجُلُ فَقَالَ عُمَرُ لَقَدْ سَتَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ لَوْ سَتَرَ عَلَى نَفْسِهِ قَالَ فَأَتْبَعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَصَرَهُ فَقَالَ: رُدُّوْهُ عَلَيَّ فَرَدُّوْهُ عَلَيْهِ فَقَرَءَ عَلَيْهِ))(۱)

''ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور آ کر کہنے لگا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے فلاں باغ میں ایک عورت مل گئی میں نے اس کے ساتھ جماع کے سوا جو کچھ ہو سکتا تھا کیا ہے، میں نے اس کا بوسہ بھی لیا، اس سے بغل گیر بھی ہوا اور اس کے علاوہ میں نے کچھ نہیں کیا، اب میرے ساتھ آپ جو چاہیں سلوک کریں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اسے کچھ نہ کہا، جب وہ شخص جانے لگا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اللہ نے اس کے اس گناہ پر پردہ ڈال دیا تھا، اسے چاہیے تھا کہ یہ خود بھی اپنا پردہ قائم رکھتا۔'' اللہ کے رسول ﷺ اس واپس جانے والے شخص کی طرف دیکھ رہے تھے چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص کو میرے پاس بلاؤ۔''

---

(۱) [مسند احمد (ج۱ص۴۴۹)]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسے بلا لائے تو آپ نے اسے یہ آیت پڑھ کر سنائی:

﴿ وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴾ [هود:١١٤]

''اور دن کے دونوں سروں (یعنی صبح وشام) اور رات کی چند گھڑیوں میں نماز ادا کیا کرو بلاشبہ (یہ) نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں۔ یہ ان کے لیے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرتے ہیں۔''

[یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص سے یہ کہنا چاہتے تھے کہ نماز پڑھنے سے تمہارا یہ گناہ معاف ہو جائے گا، اور بعض روایتوں میں ہے کہ اس شخص نے آ کر پہلے آنحضرت ؐ کے ساتھ نماز پڑھی تھی پھر اپنے اس گناہ کو پیش کیا تھا اس لیے آپ ؐ نے یہ آیت اس کے سامنے تلاوت کی]

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! کیا یہ (گناہ کی معافی کا طریقہ) صرف اسی شخص کے ساتھ خاص ہے یا سب لوگوں کے لیے ہے؟ آپ ؐ نے فرمایا:

((بَلْ لِلنَّاسِ كَآفَّةً)) ''بلکہ یہ سب لوگوں کے لیے ہے۔''

(۴)...... برے ساتھی مجھ پر دباؤ ڈالتے ہیں!

کبھی توبہ کرنے والا یہ کہتا ہے کہ...... ''میں توبہ تو کرنا چاہتا ہوں لیکن میرے برے ساتھی ہر طرف سے مجھے گھیرے ہوئے ہیں اور اگر انہیں میری توبہ کا علم ہو گیا تو وہ ہر طرح سے مجھے برائی پر اُکسائیں گے اور میں اپنی اس کمزوری کو خوب جانتا ہوں کہ میں ان کے کہے میں آ جاؤں گا۔ ایسی صورت میں پھر میں کیا کروں؟''

اے میرے توبہ کرنے والے بھائی! تیرے اس سوال کے جواب میں، میں یہی کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مخلص بندوں کو اسی طرح آزمایا کرتے ہیں تاکہ یہ ظاہر کیا جا سکے کہ ان میں سے سچا کون ہے اور جھوٹا کون؟ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ، پاک کو ناپاک سے ممتاز

کرتا ہے۔اب جب آپ نیکی کی اس راہ پر چل نکلے ہیں تو پھر ثابت قدم رہیے۔ جنوں اورانسانوں میں ایسے شیطان صفت لوگ ضرور ہوتے ہیں جو ایک دوسرے کو گناہوں پراُکساتے رہتے ہیں، یقیناً یہ آپ کو دوبارہ گناہوں پر اکسائیں گے تا کہ پھر سے آپ کو گناہوں کی دلدل میں کھینچ لائیں، لہٰذا آپ ان کی بات نہ مانیے۔

شروع میں یہ لوگ آپ سے طرح طرح کی باتیں کریں گے، پھبتیاں کسیں گے، طنز کریں گے، اور یہ بھی کہیں گے کہ:

''جناب والا! یہ مذہبی جوش ہے، چند روز میں ٹھنڈا ہو جائے گا!''

ہوسکتا ہے کہ ان میں سے کوئی بد بخت توبہ کرنے والے سے یوں بھی کہہ دے کہ

''اس کا توبہ کرنا خود اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس سے بڑا گناہ اور کوئی ہو نہیں سکتا......!''

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ توبہ کرنے والے کی کوئی سابقہ گرل فرینڈ اسے فون کرے اور اسے پھر سے دعوتِ گناہ دے۔لیکن توبہ کرنے والے کو چاہیے کہ وہ اسے واشگاف لفظوں میں یہ سنا دے کہ میں اللہ کے حضور توبہ کر چکا ہوں اور اب مزید گناہوں میں ملوث نہیں ہونا چاہتا۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ گرل فرینڈ کچھ عرصہ بعد اسے پھر ملے اور یوں کہے کہ

''میرے پیارے! اب تو تمہارے توبہ شوبہ کے سارے وسوسے زائل ہو چکے ہوں گے، اب تو میرے حسن کا نظارہ کرلو......!''

ایسے ہی لوگوں کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے سورۃ الناس بطور دعا نازل فرمائی ہے، توبہ کرنے والے کو ایسے موقع پر یہ سورت بطور خاص پڑھنی چاہیے:

﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ اِلٰهِ النَّاسِ مِنْ شَرِّالْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِالنَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴾ [الناس: ١تا٦]

''(اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجئے کہ میں لوگوں کے پروردگار، لوگوں کے حقیقی بادشاہ (اور) لوگوں کے سچے معبود کی پناہ مانگتا ہوں، اس وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو پیچھے ہٹ

جاتا ہے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے (خواہ) وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔"

لہٰذا ایسے خطرناک موقع پر آپ یہ دیکھیے کہ آیا آپ کا پروردگار اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کا حکم مانا جائے یا یہ بدکردار عورت؟!

اے میرے توبہ کرنے والے بھائی! آپ کو اچھی طرح معلوم ہونا چاہیے کہ توبہ کرنے کے بعد یہ برے ساتھی ہر جگہ سے آپ پر حملہ آور ہوں گے اور آپ کو گناہ کی وادی کی طرف واپس لے جانے کے لیے ہر ممکن حربہ استعمال کریں گے۔

مجھے ایک آدمی نے توبہ کرنے کے بعد بتلایا کہ میری ایک بری دوست تھی، توبہ کرنے کے بعد یہ مرحلہ بھی آیا کہ ایک مرتبہ میں مسجد کو جا رہا تھا اور وہ گاڑی لیے میرے پاس آ پہنچی۔ میں نے اس کی طرف توجہ نہ کی، تو اس نے اپنے ڈرائیور کو حکم دیا کہ گاڑی کو میرے ساتھ ساتھ چلائے۔ پھر وہ گاڑی کے دروازے سے مجھ سے باتیں کرنے لگی اور مجھے دوبارہ گنہگار بننے کی دعوت دیتی رہی، لیکن اللہ نے مجھے اس کے وسوسے اور حملے سے بچا لیا۔

اس شخص سے میں نے کہا کہ یہی وہ مرتبہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾ [ابراهيم:٢٧]

"جو لوگ ایمان لے آتے ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ مضبوط قول کے ساتھ دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی ثابت قدم رکھتے ہیں۔"

اے میرے توبہ کرنے والے بھائی! آپ یاد رکھیے کہ یہ بُرے لوگ آپ کو ماضی کی یاد تازہ کروائیں گے اور گناہوں کو ہر طرح سے مزین کر کے دکھلائیں گے مثلاً یاد دہانی کے ذریعے، تصویروں کے ذریعے، خط وکتابت کے ذریعے، غرض یہ ہر ذریعہ استمال کریں گے مگر آپ ان کی کوئی ایسی بات نہ ماننا جس میں گناہ کا خطرہ ہو اور اس بات سے بڑا احتاط رہنا کہ وہ آپ کو دوبارہ آزمائش میں نہ ڈال دیں۔

حضرت کعب بن مالکؓ کی توبہ:

اب ہم آپ کے سامنے ایک جلیل القدر صحابی حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرامؓ کو ان سے اس وقت تک کے لیے بائیکاٹ کا حکم دے دیا جب تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں کوئی حکم نازل نہ فرمادے۔ انہی دنوں غسان کے کافر بادشاہ نے ان کے نام ایک خط بھیجا جس میں لکھا تھا:

''ہمیں خبر ملی ہے کہ آپ کے لیڈر نے آپ پر زیادتی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ذلت کے ساتھ رہنے اور ضائع ہونے کے لیے پیدا نہیں کیا۔ لہذا ہمارا فرض ہے کہ ہم آپ کو مال ودولت سے نوازیں۔''

گویا اس کافر نے آپ کو مال ودولت دینے کا ارادہ کیا تاکہ آپ مدینہ سے نکل جائیں اور کافر بن کر بقیہ زندگی کفر کے علاقہ میں بسر کریں۔ اب اس جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کا طرز عمل دیکھیے، انہوں نے وہ خط پڑھ کر فرمایا:

''یہ بھی ایک آزمائش ہے چنانچہ انہوں نے وہ خط پڑھا اور اسے تنور (بھٹی) میں ڈال کر جلا ڈالا۔''(۱)

لہذا اے میرے توبہ کرنے والے بھائی! جب بھی تمہیں کوئی بُرا دوست ایسا خط بھیجے تو تم بھی اسے اسی طرح جلا کر راکھ بنا دینا تاکہ تم اسے دنیا کی آگ میں جلا کر خود آخرت کی آگ میں جلنے سے محفوظ رہو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ خط تمہیں دوبارہ گنہگار بنا کر جہنم کی آگ کی طرف لے جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان یاد رکھو:

﴿ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴾ [الروم: ٦٠]

''اور صبر کیجئے بلاشبہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور جو لوگ (آخرت کا) یقین نہیں رکھتے، کہیں وہ آپ کو کمزور نہ بنا دیں۔''

(۱) [بخاري: كتاب المغازي: باب حديث كعب بن مالك (ح ٤٤١٨)]

(۵)......وہ مجھے دھمکیاں دیتے ہیں!

ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ گنہگار انسان یہ کہے کہ......"میں توبہ تو کرنا چاہتا ہوں لیکن میرے پرانے دوست مجھے یہ دھمکیاں دیتے ہیں کہ وہ لوگوں میں مجھے رسوا کریں گے اور معزز لوگوں پر میرے راز افشاں کردیں گے کیونکہ ان کے پاس میرے گناہوں کی شہادت دینے والی تصویریں اور دیگر دستاویزی ثبوت موجود ہیں اور میں لوگوں میں اپنی رسوائی کی باتیں سننے سے ڈرتا ہوں۔لہٰذا میں توبہ کی طرف کیسے آسکتا ہوں!"

اے میرے بھائی! ہم آپ سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ شیطان کے ان ساتھیوں سے بھرپور جہاد کیجئے اور یہ یاد رکھیے کہ شیطانی تدبیر ہمیشہ کمزور ہوتی ہے، یہ سب کچھ شیطان کے ساتھیوں کی سازش ہے جو آپ کے خلاف اکھٹے ہوئے ہیں مگر یاد رکھئے کہ مومن کے صبر واثبات کے سامنے ایسی چالیں اور تدبیریں ٹھہرنہیں سکتیں بلکہ ایسی ساری تدبیریں پارہ پارہ ہوکر ختم ہوجاتی ہیں۔اور آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اگر آپ نے ان کا تھوڑا سا بھی ساتھ دے دیا یا ان کا کسی قسم کا دباؤ قبول کرلیا تو پھر یہ لوگ آپ کو مزید بلیک میل کریں گے اور آپ کو ناکام ونامراد بنا کر دوبارہ گناہوں کی دنیا میں لے جائیں گے۔لہٰذا آپ کسی صورت بھی ان کی بات نہ ماننا بلکہ ان سے مقابلہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنا اور بوقت خوف یہ دعا پڑھنا:

((حَسْبِیَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ))

"مجھے اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔"

احادیث میں ہے کہ جب اللہ کے رسول ﷺ کو کسی قوم سے خطرہ محسوس ہوتا تو آپ یہ دعا فرماتے:

((اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ))(۱)

(۱) [سنن ابو داؤد: کتاب الوتر: باب مایقول اذاخاف قوما(ح۱۵۳۷)]

''اے اللہ! ہم ان (دشمنوں) کے مقابلے میں تجھے لاتے ہیں اور ان کی شرارتوں سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔''

یہ درست ہے کہ ان پرانے دوستوں کی طرف سے رسوا کر دینے کی دھمکیاں بڑی مشکلات پیدا کر دیتی ہیں اور اس وقت تو یہ مشکل مزید بڑھ جاتی ہے جب کسی توبہ کرنے والی بے چاری لڑکی کو اس کا براساتھی ملتا ہے تو دھمکی آمیز لہجے میں اسے کہتا ہے:

''میں نے تیری عشق ومحبت کی ساری باتیں ریکارڈ کر رکھی ہیں اور تیرے سارے قابل اعتراض فوٹو بھی میرے پاس ہیں، اگر تو میرے ساتھ جانے سے انکار کرے گی تو میں تیرے گھر والوں میں تجھے رسوا کردوں گا۔''

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایسا مقام ہے جہاں ہر شخص پریشان ہو جاتا ہے۔ پھر ان شیطانی چیلوں کی محاذ آرائی کا ایک یہ طریقہ بھی ملاحظہ کیجئے کہ اگر کوئی گلوکار، یا گلوکارہ، یا ایکٹر، یا ایکٹریس توبہ کر لے تو یہ ان کے سابقہ فحش ترین گانے اور فلمیں مارکیٹ میں لے آتے ہیں تا کہ ان پر نفسیاتی دباؤ ڈالا جا سکے لیکن اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں اور توبہ کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے اور وہی مومنوں کا حامی وناصر ہے۔ انہیں مشکل کے وقت تنہا نہیں چھوڑتا اور جس بندے نے بھی اللہ کی پناہ لی وہ کبھی ناکام ونامراد نہیں ہوا۔

یاد رکھو! سختی کے ساتھ آسانی بھی آتی ہے اور تنگی کے بعد فراخی بھی ہوتی ہے۔ اے میرے توبہ کرنے والے بھائی! ہم آپ کو ایک نہایت نصیحت آموز قصہ سناتے ہیں جو نہایت مؤثر بھی ہے اور ہمارے دعوے کی بہترین دلیل بھی۔ یہ قصہ جلیل القدر صحابی حضرت مرثد بن ابی مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ کا ہے جو مکہ کے کمزور مسلمانوں کو خفیہ طور پر مدینہ لے جایا کرتے تھے۔

مرثد بن ابی مرثد کو معشوقہ کی دھمکی

مرثد بن ابی مرثد نامی ایک آدمی تھا جو مسلمان قیدیوں کو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ

پہنچایا کرتا تھا۔مکہ میں ایک فاحشہ عورت تھی جس کا نام 'عناق' تھا۔دور جاہلیت میں یہ مرثد کی دوست تھی۔مرثد کہتے ہیں کہ میں نے مکہ کے قیدیوں میں سے ایک شخص سے وعدہ کر رکھا تھا کہ اسے کفار مکہ کی قید سے چھڑا کر لے جاؤں گا چنانچہ میں مکہ آیا اور ایک چاندنی رات میں مکہ کی حویلیوں میں سے ایک حویلی کی دیوار کے سائے تک پہنچ گیا۔اتنے میں عناق وہاں آ نکلی،اس نے دیوار کی جانب میرا سایہ دیکھا تو ادھر کو آئی۔ جب وہ میرے نزدیک آئی تو اس نے مجھے پہچان لیا،کہنے لگی:مرثد ہے؟!میں نے کہا:ہاں مرثد ہوں۔وہ کہنے لگی خوش آمدید!آؤ آج ہمارے ہاں شب بسری کرو۔میں نے کہا:عناق!اللہ نے زنا کو حرام قرار دیا ہے،اس لیے میں تمہاری یہ دعوت قبول نہیں کرسکتا۔اس پر اس نے غصے میں آ کر چیخ وپکار شروع کردی کہ اے خیمہ والو!یہ رہا وہ شخص جو تمہارے قیدی اٹھا کر لے جاتا ہے۔

مرثد کہتے ہیں کہ اس کی چیخ وپکار سن کر آٹھ آدمی میرے پیچھے لگ گئے۔میں 'خندمہ' (مکہ کی ایک گزر گاہ میں واقع معروف پہاڑ) کی راہ سے ایک غار تک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا اور فوراً اس میں چھپ گیا۔وہ لوگ یہاں تک بھی پہنچ گئے حتی کہ وہ میرے سر پر کھڑے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں مجھے دیکھنے سے اندھا کردیا تھا چنانچہ وہ وہاں سے واپس چلے گئے۔پھر میں بھی وہاں سے نکل کر اپنے قیدی ساتھی کے پاس پہنچا اور اسے اٹھالیا۔وہ بھاری بھرکم آدمی تھا لیکن میں اسے اٹھا کر بھاگا یہاں تک کہ میں نے محفوظ جگہ پہنچ کر اس کی زنجیریں کھول دیں حتی کہ ہم مدینہ منورہ پہنچ گئے۔پھر میں اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا:اے اللہ کے رسول ﷺ!کیا میں 'عناق' (فاحشہ عورت) سے نکاح کرلوں؟آپ ﷺ خاموش رہے میں نے دوبارہ یہ بات پوچھی لیکن آپ ﷺ پھر بھی خاموش رہے اور مجھے کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ آپ پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿اَلزَّانِی لَایَنْکِحُ اِلَّازَانِیَۃً اَوْمُشْرِکَۃً وَالزَّانِیَۃُ لَایَنْکِحُھَا اِلَّازَانٍ اَوْمُشْرِکٌ﴾[النور:۳]

''زانی آدمی یا تو زانیہ سے نکاح کرے گا یا مشرکہ سے، اسی طرح زانی عورت کو زانی مرد یا مشرک کے سوا کوئی نکاح میں نہیں لائے گا۔''

پھر نبی کریم ﷺ نے مرثد ؓ سے فرمایا:

((یَامَرْثَدُ! اَلزَّانِی لَایَنْکِحُ اِلَّازَانِیَۃً اَوْمُشْرِکَۃً وَالزَّانِیَۃُ لَایَنْکِحُھَا اِلَّازَانٍ اَوْمُشْرِکٌ))(۱)

''اے مرثد! زانی مرد ہی زانی عورت، یا مشرکہ سے نکاح کرتا ہے اور زانی عورت کو بھی زانی مرد یا مشرک کے علاوہ کوئی نکاح میں نہیں لاتا۔ لہٰذا تم عناق سے نکاح نہ کرو۔''

اے میرے توبہ کرنے والے بھائی! دیکھا آپ نے کہ اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں کی کیسے مدد کرتا ہے اور کس طرح نیک لوگوں کا ساتھ دیتا ہے ۔لہٰذا آپ ہمیشہ اللہ وحدہ لاشریک پر بھروسہ کریں اور اگر بالفرض حالات سخت ناساز ہوجائیں اور وہی کچھ پیش آجائے جس کا آپ کو خدشہ ہے یا آپ کی بعض کمزور باتیں کھل جائیں اور معاملہ کی صفائی کی ضرورت پڑ جائے تو دوسروں پر اپنا موقف واضح کردیجئے اور صاف صاف بتادیجئے کہ ہاں میں واقعی گناہ گار تھا لیکن میں اللہ کے حضور سچی توبہ کرچکا ہوں، اب تم بتلاؤ کہ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟

اپنا موقف واضح کرنے کے علاوہ آپ ان سب گنہگاروں کو بھی نصیحت کیجیے کہ حقیقی رسوائی تو وہ ہے جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے ہوگی اور وہی رسوائی سب سے بڑی رسوائی ہوگی اور وہ چند سو، یا چند ہزار آدمیوں کے سامنے نہیں ہو بلکہ وہ رسوائی گواہیوں کی بنیاد پر تمام مخلوقات (فرشتوں ،جنوں اور انسانوں) کے سامنے ہوگی اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ان کی اولاد کے آخری آدمی تک سبھی وہاں موجود ہوں گے۔لہٰذا حضرت

(۱) [جامع ترمذی: کتاب التفسیر: باب ومن سورۃ النور(ح۳۱۷۷)]

ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا پر ذرا غور کریں جس میں انہوں نے اللہ کے حضور یہ کہا تھا:

﴿ وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ يَوْمَ لَايَنْفَعُ مَالٌ وَّلَابَنُوْنَ اِلَّامَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴾

[الشعراء:۸۷،۸۹]

''(یااللہ!) مجھے قیامت کے دن رسوانہ کرنا،جس دن مال کوئی فائدہ نہ دے گا نہ اولاد مگر وہ شخص جو قلب سلیم لے کر حاضر ہوا۔''

اے میرے توبہ کرنے والے بھائی!اس کے علاوہ آپ اپنے مشکل حالات میں حضور نبی اکرم ﷺ کی مندرجہ ذیل دعاؤں کا ورد کیا کریں،اس طرح آپ اپنی حفاظت کرسکیں گے۔

((اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَّوْعَاتِنَا))(۱)

''اے اللہ !ہمارے عیبوں کی پردہ پوشی فرما اور ہمیں تمام قسم کی پریشانیوں سے امن وسکون میں رکھ۔''(آمین)

((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ ثَأْرَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا))(۲)

''اے اللہ !جو ہم پر ظلم کرے،ہماری جگہ تو اس سے ہمارا بدلہ لے۔''

((اَللّٰهُمَّ لَاتُشْمِتْ بِنَا الْاَعْدَاءَ وَلَا الْحَاسِدِيْنَ))(۳)

''اے اللہ !ہمارے دشمنوں اور حاسدوں کو ہم پر خوش ہونے کا کوئی موقع نہ دے۔''

(۶)......احساسِ گناہ سے زندگی اجیرن ہے!

اے میرے توبہ کرنے والے بھائی !کبھی آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ''میں نے ڈھیروں گناہ کئے تھے اور اب اگر چہ میں نے اللہ کے حضور توبہ کرلی ہے لیکن میرے سابقہ گناہ مجھے پریشان کرتے رہتے ہیں ۔ان گناہوں کی یاد سے میری زندگی بے چین،نیند حرام ،راتیں پریشان اور ہردم بے سکونی رہتی ہے۔مجھے بتائیے کہ مجھے سکون کیسے حاصل ہوسکتا ہے؟''

(۱) [مسند احمد(ج ۳ ص ۳)]

(۲) [ترمذی:کتاب الدعوات:باب دعاء اللهم اقسم لنا من خشيتك ......(ح ۳۵۰۲)]

(۳) [مستدرك حاكم(ج۱ ص ۵۲۵)

اے میرے توبہ کرنے والے بھائی! میں آپ سے یہ کہوں گا کہ آپ کے یہ خیالات اورندامت وشرمندگی کے یہ احساسات ہی اس بات کی دلیل ہیں کہ آپ کی توبہ سچی ہے۔لہذا جو کچھ گزر چکا ہے اسے اس امید کی آنکھ سے دیکھئے کہ اللہ آپ کو معاف فرمادے گا اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَمَن يَقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهِ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ﴾ [الحجر:٥٦]

''اور اللہ کی رحمت سے تو صرف وہی مایوس ہوتے ہیں جو گمراہ ہیں۔''

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

((اَكْبَرُ الْكَبَائِرِ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَالْاَمْنُ مِنْ مَّكْرِ اللّٰهِ وَالْقُنُوْطُ مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ وَالْيَأْسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ))(۱)

''بڑے بڑے گناہ یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، اللہ کی تدبیر سے نڈر ہو جانا، اللہ کی رحمت سے امید ختم کر بیٹھنا اور اس کی رحمت سے مایوس ہو جانا۔''

یاد رہے کہ ایک مومن شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوف اور امید کے مابین رہتا ہے اور بعض اوقات کبھی ایک چیز ضرورت کے تحت دوسری پر غالب آجاتی ہے۔مثلاً جب وہ نافرمانی کرتا ہے تو خوف کا پہلو غالب آجاتا ہے تاکہ وہ توبہ کر لے اور جب وہ توبہ کرتا ہے تو امید کا پہلو اسے یہ تسلی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادے گا۔ان شاء اللہ!

(۷)......کیا قاضی کے سامنے جا کر اعترافِ گناہ ضروری ہے؟

کبھی ایسے بھی ہوتا ہے کہ توبہ کرنے والا بڑی غمناک آواز کے ساتھ پوچھتا ہے کہ:

''میں توبہ کرنا چاہتا ہوں لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ میں اپنے سب گناہوں کا اعتراف اور اظہار بھی کروں؟ کیا توبہ کی قبولیت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ میں قاضی کے پاس جا کر اپنے ہر گناہ کا اقرار کروں اور اپنے آپ پر حد قائم کرنے کا مطالبہ بھی

(۱) [مجمع الزوائد: کتاب الایمان: باب فی الکبائر (ج۱ ص۱۰۴)]

کروں؟ اس سے پہلے جو آپ نے ماعز اسلمی اور غامدیہ نامی عورت اور اس شخص کا قصہ بیان کیا ہے جس نے باغ میں ایک عورت کا بوسہ لیا تھا، ان سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ میرے لیے ایسا کرنا بھی ضروری ہے؟''

اے میرے توبہ کرنے والے بھائی! میں اس کے جواب میں یہ کہوں گا کہ توحید کی سب سے بڑی خوبی ہی یہ ہے کہ بندہ بغیر کسی واسطے وسیلے کے اپنے پروردگار تک پہنچتا ہے اور یہ ایسی بات ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ﴾ [البقرة:١٨٦]

''اور جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق پوچھیں، تو آپ انہیں بتلا دیجئے کہ میں قریب ہوں، پکارنے والا جب بھی مجھے پکارتا ہے، میں اس کی پکار (دعا) سنتا اور اسے قبول کرتا ہوں۔''

اے میرے بھائی! جب ہم یہ ایمان رکھتے ہیں کہ توبہ اللہ ہی کے لیے ہے تو اعتراف گناہ بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے ہی ہوگا اور ایک حدیث میں یہ الفاظ موجود ہیں:

((أَبُوءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَأَبُوءُ بِذَنْبِي))(١)

''اے اللہ! تو نے جو نعمتیں مجھے عطا کی ہیں میں ان کا اعتراف کرتا ہوں اور میں اپنے گناہوں کا بھی (تیرے سامنے) اعتراف کرتا ہوں۔''

یعنی اے اللہ! میں تیرے حضور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں اور اللہ کا شکر ہے کہ ہم عیسائیوں کی طرح نہیں کہ گرجے میں جا کر راہبوں کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے گناہوں کا اعتراف کریں اور اس وقت تک ہماری بخشش نہ ہو سکے جب تک کہ پادری کی طرف سے کوئی بطور سزا کوئی مالی تاوان تجویز نہ ہو جائے۔ غور کیجیے یہ توبہ کرنے اور توبہ قبول ہونے کی کیسی مضحکہ خیز اور لایعنی شکل ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ توبہ کے بارے میں یوں فرماتے ہیں:

(١) [بخاري: كتاب الدعوات: باب فضل الاستغفار (ح٦٣٠٦)]

﴿ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ ﴾ [التوبة : ١٠٤]

''کیا انہیں معلوم نہیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔''

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بغیر کسی واسطہ کے اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ رہا حدود قائم کرنے کا مسئلہ، تو جب تک گنہگار انسان کا معاملہ کسی اور ذریعے سے خلیفہ، حاکم یا قاضی وقت تک نہ پہنچے اس وقت تک کسی کو ان کے پاس جانے اور ان کے سامنے اپنے گناہ کا اعتراف کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اس گنہگار کی پردہ پوشی کی ہے اور وہ خود بھی پردہ پوشی کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور توبہ کا معاملہ بھی اگر اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان رہے تو یہی کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بہترین ناموں میں سے ایک نام سِتِّیْرٌ (پردہ پوش) بھی ہے اور وہ اپنے بندوں کی پردہ پوشی کو پسند فرماتا ہے۔ رہے وہ صحابہ کرام مثلاً ماعز اسلمی اور غامدیہ عورت وغیرہ جنہوں نے زنا کیا تھا، یا وہ شخص جس نے باغ میں عورت کا بوسہ لیا تھا، ان کا معاملہ دراصل یہ ہے کہ انہوں نے عزیمت کی راہ اختیار کی، اور ایسا کام کیا جو ان پر فرض نہیں تھا، اس کی دلیل یہ ہے کہ جب یہی ماعز اسلمی اور غامدیہ عورت اللہ کے رسول کے پاس آئے تھے تو شروع میں آپؐ نے ان سے اعراض کر لیا تھا، حالانکہ حاکم وقت کے سامنے جا کر گناہ کا اعتراف کرنا اور سزا کے لیے اپنے آپ کو پیش کرنا اگر فرض ہوتا تو آپ ﷺ پہلی مرتبہ ہی اعراض نہ کرتے اور فوراً ان پر سزا جاری کروا دیتے۔ اسی طرح جس شخص نے باغ میں عورت کا بوسہ لیا تھا اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

((لَقَدْ سَتَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ لَوْ سَتَرَ عَلٰى نَفْسِهِ))

''اللہ تعالیٰ نے تو اس کی پردہ پوشی کی تھی کاش کہ یہ خود بھی اپنی پردہ پوشی کرتا!''

اور آنحضرت ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول پر از راہِ جواز خاموش رہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب گنہگار انسان نے توبہ کر لی اور اس کے پروردگار نے اس کا

گناہ چھپادیا تو اب اس کے لیے ضروری نہیں کہ وہ شرعی عدالت میں جاکر اپنے گناہ ریکارڈ کرائے اور نہ ہی اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ حاکم وقت کے پاس جاکر اپنے اوپر حد کے قیام کا مطالبہ کرے اور نہ یہ درست ہے کہ کسی دوست سے کہے کہ وہ اسے گھر میں ہی کوڑے لگائے جیسا کہ بعض لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے۔

ہمارے کم علم علماء اس سلسلہ میں لوگوں کی صحیح رہنمائی کرنے کی بجائے انہیں مزید دین سے دور کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں، اس کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے ہوسکتا ہے:

ایک گنہگار کسی کم علم امام مسجد کے پاس گیا اور جو گناہ وہ کر بیٹھا تھا، اس کا اس نے اعتراف کیا، پھر اس سے اس کا حل دریافت کیا تو امام مسجد نے کہا: پہلے تو تمہارے لیے عدالت میں جانا ضروری ہے وہاں جاکر شرعی طریقے کے مطابق تم اپنا اعتراف گناہ ریکارڈ کراؤ اور شرعی حد کے قیام کا مطالبہ کرو۔ پھر تمہارے معاملہ پر غور کیا جائے گا......
جب اس بیچارے نے یہ دیکھا کہ یہ مولانا صاحب تو موت کی طرف دھکیل رہے ہیں تو اس نے توبہ سے انحراف کرلیا اور اپنی سابقہ حالت ہی پر قائم رہا۔

اس اہم معاملہ میں، میں تو یہ کہوں گا کہ اے میرے مسلمان بھائیو! دین کے بنیادی احکام کا علم حاصل کرنا ایک ذمہ داری ہے اور قرآن وحدیث کی روشنی میں دین طلب کرنا ایک امانت ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [النحل:٤٣]
''اگر تم خود نہیں جانتے تو پھر اہل علم سے پوچھو۔''

﴿ اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا ﴾ [الفرقان:٥٩]
''وہ رحمٰن ہے اس کے متعلق کسی باخبر سے پوچھو۔''

گویا ہر واعظ یہ صلاحیت نہیں رکھتا کہ اس سے فتوی پوچھا جائے۔نہ ہی ہر امام مسجد یا ہر مؤذن یہ صلاحیت رکھتا ہے کہ اس سے لوگوں کے جھگڑوں کے بارے میں شرعی احکام

معلوم کئے جائیں اور نہ ہی کوئی ادیب یا قصہ گو یہ صلاحیت رکھتا ہے۔ نیز ایک مسلمان سے بھی یہ باز پرس ہوگی کہ اس نے کس سے فتوی لیا تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس امت کے بارے میں گمراہ کرنے والے علماء کا اندیشہ بھی ظاہر فرمایا تھا۔ سلف میں سے کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ

"یہ علم دین کا حصہ ہے لہذا خوب سوچ لو کہ تم اپنا دین کس سے حاصل کر رہے ہو۔"

لہذا اے اللہ کے بندو! ایسے گمراہ کرنے والوں سے ہوشیار رہو اور جب تمہیں کوئی مشکل درپیش ہو تو اہل علم سے اس کا حل طلب کرو۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ! (اور اللہ تعالیٰ ہی سے مدد درکار ہے)

گناہوں سے توبہ کرنے والوں کے لیے چند اہم فتوے

اے میرے توبہ کرنے والے بھائی! کبھی آپ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ

''میں توبہ تو کرنا چاہتا ہوں لیکن مجھے توبہ کے احکام معلوم نہیں۔ بعض گناہوں کے بارے میں توبہ سے متعلق بہت سارے سوالات میرے ذہن میں گھومتے رہتے ہیں کہ میں حقوق اللہ کے بارے میں جو کوتاہیاں کر چکا ہوں، وہ کیسے ادا کروں اور جو بندوں کے حقوق میں غصب کر چکا ہوں، ان کی واپسی کا طریقہ کار کیا ہو؟ کیا ان مسائل کا بھی کوئی حل ہے؟''

ہاں میرے بھائی! اللہ کی طرف رجوع کرنے والے میرے دوست! ان مسائل کا حل بھی موجود ہے۔ آئندہ سطور میں ہم ان مسائل کا فتاوی کی شکل میں ایسا حل پیش کر رہے ہیں جو پیاسوں کو سیراب کر کے ان کے دلوں کو سکون بخشے گا۔ ان شاء اللہ!

توبہ کے باوجود گناہ کا ارتکاب:

سوال:...... میں ایک گناہ کرتا ہوں پھر اس سے توبہ کر لیتا ہوں، برائیوں پر ابھارنے والا نفس پھر مجھ پر غالب آ جاتا ہے تو میں پھر اسی گناہ کا اعادہ کر لیتا ہوں۔ اب کیا میری پہلی توبہ باطل ہو جائے گی اور کیا میرا پہلا گناہ اور مابعد کا گناہ سب میرے ذمہ باقی رہیں گے؟

جواب:...... اکثر علماء کا یہ خیال ہے کہ توبہ کی صحت کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ گناہ پھر اس سے سرزد نہ ہو۔ توبہ کے صحیح ہونے کی شرط صرف یہ ہے کہ وہ اس گناہ سے پوری طرح رک جائے، اس پر نادم ہو اور آئندہ وہ گناہ نہ کرنے کا پختہ عہد کرے، پھر اگر اس نے وہ گناہ کر لیا تو اب اس نے ایک نیا گناہ کیا ہے جس کے لیے نئی توبہ کرنا ضروری ہے

اور اس کی پہلی توبہ اپنی جگہ پر درست تھی۔

سوال:...... کیا اس طرح توبہ درست ہے کہ میں ایک گناہ سے توبہ کرلوں جبکہ کوئی دوسرا گناہ بدستور کرتا رہوں؟

جواب:......ایک گناہ سے توبہ کرنا درست ہے اگرچہ انسان کوئی دوسرا گناہ کررہا ہو بشرطیکہ یہ دوسرا گناہ پہلے گناہ سے تعلق نہ رکھتا ہو مثلاً ایک شخص نے سود سے تو توبہ کی، مگر شراب پینے سے نہیں کی تو اس کی سود سے توبہ درست ہوگی اور اس کے برعکس بھی یہی صورت ہے۔ البتہ اگر اس نے ربا الفضل (دست بدست لین دین کے سود) سے تو توبہ کی مگر ربا النسیئۃ (قرض کا سود) لیتا رہا تو اس صورت میں اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر کسی نے افیون (بھنگ) پینے سے توبہ کی مگروہ شراب پیتا رہا تو پھر اس کی وہ توبہ قبول نہیں ہوگی یا اس کے برعکس صورت میں بھی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اس بات پر توبہ کرے کہ میں فلاں عورت سے زنا نہیں کروں گا مگر کسی دوسری عورت سے زنا کرتا رہے تو ایسی توبہ صحیح نہیں ہوگی کیونکہ اس نے گناہ کی ایک جگہ کو چھوڑا تو دوسری جگہ کو اختیار کرلیا مگر جو گناہ ہے بنیادی طور پر اسے نہیں چھوڑا۔

حقوق اللہ میں کوتاہی کرنے اور نماز روزہ چھوڑنے والے کی توبہ:

سوال:......میں نے ماضی میں اللہ تعالیٰ کے کئی حقوق چھوڑے ہیں، نمازیں نہیں پڑھیں، روزے نہیں رکھے، زکوۃ نہیں ادا کی تو اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟

جواب:...... ترک نماز کی قضائی کے سلسلہ میں اگرچہ اختلاف ہے مگر ہمارے نزدیک راجح بات یہی ہے کہ ان نمازوں کی قضا لازم نہیں کیونکہ ان کا وقت ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ اس کے بدلے تارک نماز کو اب بکثرت توبہ واستغفار کرنی چاہیے اور کثرت سے نوافل ادا کرنے چاہئیں، اس طرح یقیناً اللہ تعالیٰ ان چھوڑی ہوئی نمازوں کو معاف کردے گا۔

روزے چھوڑنے والے کا معاملہ یوں ہے کہ جب اس نے روزے چھوڑے اس وقت

اگر وہ مسلمان تھا تو اب اس پران روزوں کی قضاء لازم ہے اور اگر اس نے بلا عذر روزے چھوڑے اور ان کی قضا میں بھی بلا عذر تاخیر کی حتی کہ دوسرا رمضان بھی آ گیا تو پھر بطور کفارہ اضافی طور پر فی روزہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا بھی اس کے ذمہ ہوگا اور یہ قضاء کی تاخیر کا کفارہ ہے جو اتنا ہی رہے گا مزید نہیں بڑھے گا خواہ کئی رمضان گزر چکے ہوں۔ مثلاً ایک آدمی نے ۱۴۰۰ھ کے رمضان کے تین روزے اور ۱۴۰۱ھ کے ۵ روزے بلا عذر چھوڑ دیئے اور کئی سال بعد اللہ کے حضور توبہ کی تو اب اس کے ذمے آٹھ دن کے روزوں کی قضا لازم ہوگی اور آٹھ دنوں میں سے ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھانا بھی کھلانا ہوگا۔ ☆

اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ بعض علماء کی رائے کے مطابق بلا عذر دانستہ چھوڑے ہوئے روزوں کی کوئی قضا ہو نہیں سکتی (یعنی یہ اتنا سنگین جرم ہے کہ بلا عذر چھوڑے گئے روزے کی قضا قبول ہی نہیں ہوتی۔ اور اگر توبہ قبول ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کا یہ جرم معاف بھی فرمادے تو تب بھی وہ شخص بہت سے ثواب سے یقیناً محروم رہا)

البتہ کسی عذر کی وجہ سے چھوڑے گئے روزوں کی قضاء اس کے ذمے لازم ہے۔

زکوۃ کا معاملہ یہ ہے کہ اس کا ادا کرنا فرض ہے۔ زکوۃ ایک لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا حق ہے تو دوسرے لحاظ سے یہ معاشرے کے فقیر و مستحق لوگوں کا بھی حق ہے۔ (۱)

حقوق العباد میں کوتاہی کرنے والے کی توبہ:

سوال:...... اگر گناہ کا تعلق حقوق العباد سے ہو تو پھر توبہ کس طرح کرنی چاہیے؟

جواب:...... اس مسئلہ میں پہلے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ملاحظ فرمالیں:

---

(۱) [اس مسئلہ کی مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: مدارج السالکین از ابن قیمؒ (ج ۱ ص ۳۸۳)]

☆......[بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ چھوڑے ہوئے روزوں کی قضاء روزں ہی سے کی جائے گی، قضائی میں تاخیر کی صورت میں اس کے ساتھ کفارہ نہیں دیا جائے گا، کیونکہ مطلق قضائی کے دلائل تو ملتے ہیں مگر مزید کفارہ کی کوئی واضح دلیل موجود نہیں۔ ...مؤلف]

((مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ لِأَخِيهِ مِنْ عِرْضِهِ أَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لَا يَكُونَ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ))[1]

''جس شخص نے اپنے بھائی کی بے عزتی کی یا کسی بھی شکل میں اس پر زیادتی کی ہوتو اسے آج ہی معاف کرالینا چاہیے، اس (دن کے آنے) سے پہلے کہ (جس دن) نہ درہم ہوں گے اور نہ دینار۔ اگر اس کے پاس نیکیاں ہوں گی تو اس زیادتی کے بقدر اس سے نیکیاں لے لی جائیں گی اور اگر نیکیاں نہ ہوں گی تو صاحبِ حق (یعنی مظلوم) کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔''

معلوم ہوا کہ حقوق العباد سے تعلق رکھنے والے یہ مظالم تب معاف ہو سکتے ہیں جب ظلم کرنے والا یہ گنہگار انسان صاحبِ حق لوگوں کو ان کا حق ادا کردے یا ان سے ان کا حق معاف کروانے کے لیے معذرت طلب کرے۔ اگر وہ معذرت قبول کرلیں تو ٹھیک، ورنہ ان کا حق ان کو بہر حال واپس لوٹانا ہوگا۔

چغلی، غیبت اور تہمت لگانے والے کی توبہ:

سوال:...... میں نے بعض لوگوں کی غیبت کی ہے اور بعض پر تہمت لگائی جب کہ وہ بری تھے، تو کیا اب ان سے معذرت کرنے کے ساتھ ساتھ اس غیبت یا تہمت کے متعلق انہیں بتانا بھی ضروری ہے اور اگر یہ ضروری نہیں تو پھر میں توبہ کیسے کروں؟

جواب:......اس مسئلہ کا انحصار مصالح ومفاسد کا موازنہ کرنے پر ہے۔ جن لوگوں کی غیبت کی یا جن پر تہمت لگائی، اگر ظن غالب یہ ہو کہ انہیں یہ بات بتادینے سے وہ ناراض نہ ہوں گے، نہ ہی ان میں کینہ یا غصہ بڑھے گا تو پھر انہیں بتا کر ان سے معذرت طلب کی جائے۔ خواہ عمومی انداز میں اس طرح بتادیا جائے کہ بھائی! میں نے گزشتہ ایام میں آپ

(۱) [صحیح بخاری: کتاب المظالم: باب من کانت له مظلمة عند الرجل...... (ح: ۲۴۴۹)]

کے حق میں کچھ غلطیاں کی ہیں، ناجائز باتیں کہی ہیں اور اب میں نے اللہ کے حضور توبہ کر لی ہے لہٰذا آپ بھی مجھے معاف فرما دیجئے۔ اور اس طرح اگر وہ شخص انہیں پوری تفصیل نہ بھی بتلائے تو کوئی حرج نہیں۔

اور اگر گمان غالب یہ ہو کہ ان لوگوں کو ان کی غیبت یا تہمت کی خبر دینے سے ان کا غصہ بھڑک اٹھے گا (اور اکثر اوقات ایسا ہی ہوتا ہے) یا اگر انہیں اشارے کنائے میں بتایا جائے تو وہ پوری بات سنے بغیر رضامند نہ ہوں گے لیکن جب وہ تفصیل سنیں گے تو ان کی نفرت اور بڑھ جائے گی تو اس صورت میں انہیں بتانا ہرگز ضروری نہیں۔ کیونکہ شریعت مفاسد کا دروازہ کھولنے کا حکم نہیں دیتی بلکہ اسے بند کرنے کی تلقین کرتی ہے اور وہ شخص جو ایسی بات سننے سے پہلے امن وسکون سے ہو مگر جب اپنے بارے میں کچھ سنے تو وہ عداوت کا سبب بن جائے، تو یہ مقاصدِ شریعت کے منافی ہے کیونکہ ہماری شریعت تو دلوں میں الفت اور مسلمانوں کے درمیان محبت پیدا کرنا چاہتی ہے اور ربسا اوقات اس قسم کی خبر ایسی عداوت کا سبب بن جاتی ہے کہ جس شخص کی غیبت کی گئی ہے اس کا دل غیبت کرنے والے کے بارے میں پھر کبھی صاف ہی نہیں ہو پاتا۔ اگر صورت حال یہی ہو تو پھر ایسی صورت میں درج ذیل باتوں پر عمل کر لینا ہی کافی ہوگا:

۱۔ ندامت وشرمندگی اور اللہ تعالیٰ سے طلبِ مغفرت۔ اس کے ساتھ اسے چاہیے کہ وہ اس گناہ کی قباحت پر بھی غور وفکر کرے اور اس کے حرام ہونے کا اعتقاد بھی رکھے۔

۲۔ جس شخص نے اس کے منہ سے غیبت یا تہمت کی بات سنی تھی اس کے ہاں اپنے جھوٹا ہونے کا اقرار کرے اور جس پر تہمت لگائی گئی تھی اس کی براءت کا اعتراف کرے۔

۳۔ جن مجلسوں میں اس نے کسی شخص کی غیبت کی یا اس پر زیادتی کی تھی، انہی مجلسوں میں اس کی تعریف کرے اور اس کی اچھی باتوں کا تذکرہ کرے۔

۴۔ جس شخص کی غیبت کی تھی، آئندہ اس کا دفاع کرے اور اگر کوئی شخص اس سے برائی کا ارادہ رکھتا ہو تو یہ اس کا جواب دے۔

۵۔ جس کی اس نے غیبت کی تھی، اس کی عدم موجودگی میں اس کے لیے بخشش کی دعا کرے۔(۱)

اے میرے توبہ کرنے والے بھائی! لوگوں کے مالی و جسمانی حقوق اور غیبت و چغلی کے درمیان فرق کو اچھی طرح سمجھ لو۔ مالی حقوق کے متعلق یاد رکھو کہ جب صاحبِ مال کو اس کا مال واپس ملے گا تو وہ اس سے فائدہ اٹھائے گا اور اس سے خوش ہوگا۔ لہٰذا مالی حقوق کو چھپانا جائز نہیں، بخلاف ان حقوق کے جو عزت سے تعلق رکھتے ہیں (مثلاً غیبت، چغلی وغیرہ) ان کی اگر صاحبِ حق کو خبر ہو جائے تو اس سے نقصان ہی ہوتا ہے اور ان کا جوشِ غضب اور بڑھ جاتا ہے، لہٰذا ان کا بیان کرنا مفید نہیں۔

قاتل کی توبہ:

سوال:...... جان بوجھ کر کسی کو قتل کرنے والا کیسے توبہ کرے؟

جواب:...... جان بوجھ کر کسی کو قتل کرنے والے پر تین طرح کے حق ہیں۔ اللہ کا حق، مقتول کا حق اور مقتول کے ورثاء کا حق۔ اللہ تعالیٰ کا حق صرف توبہ ہی سے ادا کیا جا سکتا ہے

- اور وارثوں کا حق یہ ہے کہ اپنی جان ان کے حوالے کر دی جائے کہ وہ اپنا حق لے لیں خواہ یہ قصاص یعنی قتل کے بدلے قتل کی صورت میں ہو یا دیت کی صورت میں۔ یا معافی کی صورت میں۔

جہاں تک تعلق ہے مقتول کے حق کا، تو اسے اس دنیا میں پورا کرنا ممکن نہیں۔ اس لیے اس مسئلہ میں علماء نے کہا ہے کہ قاتل اگر اچھی طرح سے توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس سے

(۱) [مدارج السالکین (ج ۱ ص ۲۹۱) المغنی لابن قدامہ (ج ۱۲ ص ۷۸)]

مقتول کا حق اٹھالے گا اور قیامت کے دن مقتول کو اپنے ہاں سے بدلہ دے دے گا۔علماء کے مختلف اقوال میں سے یہی قول سب سے راجح ہے۔ (۱)

چور ڈاکو اور خائن کی توبہ:

سوال:...... چور کیسے توبہ کرے؟

جواب:...... چور کی توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ جو چیز اس نے چوری کی ہے اگر وہ اس کے پاس موجود ہے تو اسے اصل مالکوں کو واپس کردے اور اگر وہ چیز اس سے ضائع ہوجائے یا استعمال کی وجہ سے پرانی ہوجانے سے اس کی قیمت کم ہوجائے تو اس کا معاوضہ دینا اس پر لازم ہے الّا یہ کہ اصل مالک اسے معاف کردیں۔

سوال:...... جن لوگوں کی میں نے چوری کی ہے جب ان سے میرا آمنا سامنا ہوتا ہے تو میں شدید پریشانی محسوس کرتا ہوں ،میں ان سے وضاحت کرنے کی طاقت رکھتا ہوں نہ معافی طلب کرنے کا حوصلہ پاتا ہوں۔بتائیے اب میں کیا کروں؟

جواب:...... اگر آپ ان کا سامنا کرنے کی جرأت نہیں رکھتے تو جس طرح بھی ممکن ہو ان کا معاوضہ ان تک پہنچادیں،اس طرح کرنے میں کوئی حرج نہیں مثلاً آپ کسی دوسرے آدمی کے ہاتھ ان کا سامان بھیج دیں اور اسے کہہ دیں کہ وہ آپ کا نام نہ بتلائے یا خود چپکے سے ان کے پاس رکھ دیں یا گول مول بات کرتے ہوئے انہیں کہہ دیں کہ کسی آدمی نے آپ کو یہ چیزیں بھیجی ہے ،مگر وہ اپنا نام نہیں بتلانا چاہتا۔یعنی اصل بات یہ ہے کہ حق ، حقداروں تک پہنچ جائے ،خواہ وہ کیسے ہی پہنچے!

سوال:...... میں اپنے باپ کی جیب سے کچھ رقم چوری کرلیا کرتا تھا ،اب میں اس کام سے توبہ کرنا چاہتا ہوں لیکن صحیح طور پر نہیں جانتا کہ کل کتنی رقم میں چوری کرچکا ہوں۔علاوہ ازیں میں اپنے والد کا سامنا کرنے میں بھی تنگی محسوس کرتا ہوں۔ایسی صورت میں بتایئے

(۱) [مدارج السالکین (ج۱/ص۲۹۹)

میں کیا کروں؟

جواب:...... آپ کو چاہیے کہ اپنے غالب گمان کے مطابق چوری کردہ رقم کا اندازہ کرلیں کہ وہ اتنی تھی یا اس سے زیادہ تھی۔ پھر جس طرح آپ نے چوری چھپے باپ کی جیب سے رقم نکالی تھی اسی طرح خاموشی سے اتنی رقم ان کی جیب میں رکھ دیں۔

سوال:...... ایک آدمی کہتا ہے کہ میں لوگوں کے مال چوری کرتا تھا اور اب میں نے توبہ کرلی ہے جبکہ میں ان کے نام اور ایڈریس بھی نہیں جانتا تو اب میں کیا کروں؟

اسی طرح دوسرا آدمی کہتا ہے کہ میں نے ایک کمپنی کا کچھ مال لوٹا تھا اور اب وہ اپنا کاروبار چھوڑ چکی ہے اور یہاں سے چلی گئی ہے اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟

تیسرا آدمی کہتا ہے کہ میں نے ایک دکان سے چوری کی تھی، اب وہ دکان تبدیل ہو چکی ہے اور میں اس کے مالک کو نہیں جانتا اب میرے لیے کیا حکم ہے؟

جواب:...... آپ سب پر لازم ہے کہ اپنی اپنی طاقت اور ہمت کے مطابق ان لوگوں کو تلاش کریں، اگر وہ مل جائیں تو انہیں ان کا حق واپس کردیں اور اللہ کا شکر ادا کریں۔ اور اگر صاحبِ حق مر چکا ہو تو اس کا حق اس کے وارثوں کو دے دیں اور اگر پوری تلاش کے باوجود بھی آپ ان کو نہ پاسکیں تو یہ مال ان کی طرف سے صدقہ کردیں اور انہی کے لیے نیت کرلیں۔ اگر وہ کافر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں دنیا میں ہی وہ مال دے دے گا اگرچہ آخرت میں انہیں کچھ نہیں ملے گا۔

اسی طرح کا ایک واقعہ علامہ ابن قیمؒ نے مدارج السالکین (ج ۱ ص ۳۸۸) میں بیان کیا ہے کہ مسلمانوں کے لشکر میں سے ایک شخص نے غنیمت کا کچھ مال چوری کیا، پھر کچھ مدت بعد اس نے توبہ کی تو وہ چوری کردہ سامان لے کر اس لشکر کے امیر (کمانڈر) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امیر نے یہ سامان لینے سے انکار کردیا اور کہا کہ اب میں یہ لشکر والوں کو کیسے پہنچاؤں جبکہ وہ سب بکھر چکے ہیں؟! چنانچہ توبہ کرنے والا یہ شخص حجاج ابن الشاعر

کے پاس فتویٰ پوچھنے آیا تو حجاج نے کہا:

''بلا شبہ اللہ تعالیٰ اس لشکر میں شامل لوگوں کے ناموں اور نسبوں کو خوب جانتا ہے لہذا تم پانچواں حصہ تو صاحب خمس (اللہ تعالیٰ) کے لیے ادا کرو اور باقی مال لشکر والوں کی طرف سے صدقہ کردو۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو ان کا حصہ پہنچا دے گا۔''

چنانچہ اس توبہ کرنے والے نے ایسا ہی کیا۔ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس فتویٰ کی خبر پہنچی تو وہ کہنے لگے ''اگر میں اس طرح کا فتویٰ دے سکتا تو مجھے اپنی آدھی سلطنت سے زیادہ عزیز ہوتا۔''

یاد رہے کہ اس سے ملتا جلتا ایک اور فتویٰ حافظ ابن قیمؒ نے اپنی اسی کتاب مدارج السالکین میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے بھی نقل کیا ہے۔

سوال:...... میں نے کئی یتیموں کا مال چوری کیا، اس سے تجارت کی جس سے مال میں بہت اضافہ ہوا، اب میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور شرمسار بھی ہوں تو اب میں کیسے توبہ کروں؟

جواب:...... اس مسئلہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ ان میں سے بہترین اور مبنی براعتدال قول یہ ہے کہ آپ اصل مال اور نصف منافع ان یتیموں کو واپس کردیں، یہ ایسے سمجھیے جیسے انہوں نے آپ کے ساتھ منافع میں شرکت کی تھی۔ امام احمدؒ سے اسی طرح کا فتویٰ منقول ہے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور ان کے شاگرد ابن قیمؒ نے بھی اسے ہی ترجیح دی ہے۔ (۱)

سوال:...... ایک شخص 'ائیر کارگو' میں ملازمت کرتا تھا جہاں مختلف قسم کا سامان اس کے پاس پڑا رہتا تھا، اس نے وہاں سے ایک ٹیپ ریکارڈر چوری کرلیا۔ کئی سال بعد اسے توبہ کی توفیق ملی تو کیا اب وہی ٹیپ ریکارڈر وہ واپس کرے یا اس کی قیمت ادا کرے یا اس جیسی کوئی اور چیز واپس دینی ہوگی؟ یاد رہے کہ یہ چیز بازار میں نایاب ہے؟

---

(۱) [مدارج السالکین (ج۱ص۳۹۲)]

جواب:...... وہی ٹیپ ریکارڈ رواپس کرے اور ساتھ ہی اتنی رقم بھی ادا کرے جو اس کے زیر استعمال رہنے یا پرانا ہونے کی وجہ سے اصل قیمت سے کم ہوئی ہے اور یہ مناسب طور پر اپنے آپ کو تکلیف دیئے بغیر ہونا چاہیے۔ اگر وہ معذور ہے اور قیمت واپس نہیں پہنچا سکتا تو اس کے اصل مالک کی طرف سے اس کی قیمت کا صدقہ کر دے۔

سود خور کی توبہ:

سوال:...... میرے پاس کچھ سودی رقم تھی جو میں نے ساری کی ساری خرچ کر دی اور اب میں توبہ کرنا چاہتا ہوں تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟

جواب:...... آپ پر سوائے اللہ کے حضور سچی توبہ کے کچھ بھی لازم نہیں اور سود یقیناً بہت بڑا گناہ ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سود خور کے سوا کسی سے جنگ کا اعلان نہیں کیا لیکن آپ چونکہ تمام سودی رقم خرچ کر چکے ہیں اس لیے اس پہلو سے آپ پر کچھ بھی لازم نہیں آتا۔

حرام کمائی کے مال کا حکم؟

سوال:...... میں نے ایک گاڑی خریدی ہے جس میں کچھ مال تو حلال تھا اور کچھ حرام، وہ گاڑی اب بھی میرے پاس موجود ہے تو اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟

جواب:...... جو شخص ایسی چیز خریدے جو الگ الگ نہ ہو سکتی ہو اور اس کی قیمت میں کچھ حلال مال صرف ہوا ہو اور کچھ حرام تو ایسی ہر چیز کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جتنا حرام مال صرف ہوا ہو اتنا صدقہ کر دیا جائے اور اگر یہ حرام مال دوسرے لوگوں کا حق تھا تو ان لوگوں کو سابقہ تفصیل کے مطابق ان کا یہ حق واپس کرنا ضروری ہے۔

سوال:...... سگریٹ فروشی سے حاصل ہونے والے منافع کا کیا کرنا چاہیے، اسی طرح اگر حلال کے ساتھ دوسرے اموال خلط ملط ہو جائیں تو کیا کیا جائے؟

جواب:...... جس شخص نے حرام چیزوں کی تجارت کی مثلاً رقص وموسیقی کے

آلات، فحش کیسٹس اور رافیون، تمباکو وغیرہ اور وہ جانتا تھا کہ یہ چیزیں حرام ہیں، پھر اس نے توبہ کی تو اب وہ ان حرام چیزوں کی تجارت سے کمائے ہوئے منافع کو بھلائی کے کاموں میں خرچ کرے۔ یہ اس کا صدقہ نہیں ہوگا بلکہ اس گناہ سے نجات کا ذریعہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاکیزہ مال ہی قبول کرتا ہے۔

اور اگر یہ حرام مال دوسرے حلال مال میں مل جائے مثلاً کوئی شخص جنرل سٹور چلاتا ہو اور حلال چیزوں کے ساتھ ساتھ حرام چیزیں مثلاً تمباکو، سگریٹ وغیرہ بھی بیچتا ہو تو وہ خود ہی اس حرام مال کا اندازہ لگالے اور اپنے گمانِ غالب کے مطابق اتنا مال نکال کر بھلائی کے کاموں میں خرچ کردے تاکہ اس کا مال حرام کمائی سے پاک ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اس کو اس مال سے بہتر عطا کرے گا کیونکہ وہ بہت فراخی والا اور مہربان ہے۔ اگر عام حالات میں کسی کے پاس حرام کمائی کا مال ہو اور وہ توبہ کرنا چاہے تو وہ دیکھے کہ:

۱۔ اگر وہ اس حرام کمائی کے وقت کافر تھا تو توبہ کے وقت ایسے مال کا نکالنا ضروری نہیں کیونکہ صحابہ کرامؓ نے جب اسلام قبول کیا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس سے پہلے کے حرام اموال کو الگ کردینے کا حکم نہیں دیا۔

۲۔ اگر وہ ایسی کمائی کے وقت مسلمان تھا اور اس کمائی کے حرام ہونے کو بھی جانتا تھا، تو جب وہ توبہ کرے اس وقت اس کے لیئے ایسا مال صدقہ کردینا ضروری ہے۔

رشوت خور کی توبہ:

سوال:...... ایک آدمی رشوت لیتا رہا پھر اللہ نے اسے ہدایت دے دی، اب جو مال اس نے رشوت سے لیا تھا اس کا وہ کیا کرے؟

جواب:...... ایسے شخص کی دو ہی حالتیں ہو سکتی ہیں:

۱۔ ایک یہ کہ اس نے کسی ایسے شخص سے رشوت لی ہو جو اپنا حق وصول کرنے کے لیے رشوت دینے پہ مجبور ہو گیا ہو کیونکہ اسے اپنا حق وصول کرنے کے لیے رشوت دیئے بغیر کوئی

چارہ ہی نہ تھا، اس صورت میں توبہ کرنے والے پر واجب ہے کہ وہ صاحبِ حق (مظلوم) رشوت دینے والے کو وہ مال واپس کرے کیونکہ ایسے مال کا حکم "غصب کیے جانے والے مال" کا ہے اور اس لیے بھی کہ رشوت دینے والا ناپسندیدگی کے باوجود رشوت دینے پر مجبور تھا۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ وہ کسی ظالم سے رشوت لے تاکہ ظالم اس رشوت کے ذریعے وہ چیز حاصل کرلے جو اس کا حق نہیں۔ ایسی صورت میں رشوت کا مال اسے ہرگز واپس نہیں کیا جائے گا بلکہ یہ مال بھلائی کے کاموں مثلاً فقراء پر خرچ کیا جائے گا تاکہ اس طرح یہ مال توبہ کرنے والے کی نجات کا سبب بن سکے اور یہ اس صاحب حق کی طرف سے بھی صدقہ کا سبب بن جائے گا جس کا حق غصب ہوا تھا۔

سوال:...... میں کچھ حرام کام کرتا رہا اور اس کے عوض لوگوں سے مال لیتا رہا اور اب جبکہ میں توبہ کر چکا ہوں تو کیا مجھ پر واجب ہے کہ جن لوگوں سے میں نے مال لیے تھے وہ انہیں واپس بھی کروں؟

جواب:...... ہر وہ شخص جو حرام کام کرتا رہا اور اس کا معاوضہ وصول کرتا رہا جب وہ اللہ کے حضور توبہ کرلے اور اس کے پاس حرام مال موجود ہو تو وہ اس مال کو نجات کی غرض سے بھلائی کے کاموں میں خرچ کر دے، اور وہ مال ان لوگوں کو نہ دے جن سے اس نے حاصل کیا تھا مثلاً دیکھیے: ایک زانیہ عورت جب توبہ کرے تو جو مال اس نے زانی سے وصول کیا ہو، اسے واپس نہ کرے۔ اسی طرح ایک گلوکارہ جب توبہ کرے تو حرام گانوں سے جو مال اس نے کمایا تھا وہ لوگوں کو واپس نہ لوٹائے۔ یہی صورت اس جھوٹے گواہ کی ہے جس نے جھوٹی گواہی کے عوض مال لیا تھا وہ بھی مال دینے والے کو اس کا یہ مال واپس نہ کرے۔ ان لوگوں کو یہ مال نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ اگر انہیں یہ مال دے دیا جائے تو اس طرح تو ان مجرم لوگوں کی، اللہ کی نافرمانی میں مزید اعانت ہو جائے گی کیونکہ جس (برے) مقصد کے

لیے انہوں نے پہلے مال خرچ کیا تھا، وہ بھی انہوں نے پورا کرلیا اور پھران کا مال بھی انہیں واپس مل گیا!

اس لیے توبہ کرنے والے کے لیے یہی کافی ہے کہ اپنی نجات کے لیے اس مال کو کسی کارِخیر میں خرچ کردے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور ان کے شاگرد ابن قیمؒ نے یہی فتویٰ دیا ہے۔ (۱)

زانی کی توبہ:

سوال:...... ایک آدمی پوچھتا ہے کہ ایک بات مجھے سخت بے چین کئے ہوئے ہے اور میں سخت پریشانی اور اضطراب میں مبتلا ہوں او روہ یہ کہ میں ایک عورت سے براکام کرتا رہا ہوں تو اب میں توبہ کیسے کروں؟ اور کیا میں اس مسئلہ پر پردہ ڈالنے کے لیے اس سے شادی کرلوں؟

اسی طرح ایک اور آدمی پوچھتا ہے کہ وہ غیر ملک میں ایک عورت سے زنا کرتا رہا اور وہ اس سے حاملہ ہوگئی تو کیا اب یہ بچہ اس کا ہوگا؟ اور کیا اُس بچے کا خرچہ بھیجنا بھی اس کے لیے ضروری ہے؟

جواب:...... زنا اور بدکاری کے متعلق بہت زیادہ سوالات پیدا ہورہے ہیں، لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے حالات کا جائزہ لیں اور قرآن وسنت کی ہدایات کے مطابق اپنی اصلاح کریں، بالخصوص ان باتوں پر خصوصی توجہ دیں: نگاہیں نیچی رکھیں، غیر محرم عورت سے خلوت کو حرام سمجھیں، اجنبی عورت سے مصافحہ نہ کریں، عورتیں شرعی حجاب کا پوری طرح التزام کریں، مرد وزن کا اختلاط نہ ہونے دیں، کافر ممالک میں رہائش سے گریز کریں، گھر اور خاندان کے متعلق دینی اَحکام کو مدنظر رکھیں۔ بچوں کے بالغ ہوتے ہی ان کی شادیاں کردیں۔ نیز اس سلسلہ میں پیدا ہونے والی مشکلات کا حل تلاش کریں۔

---

(۱) [دیکھیے: مدارج السالکین (ج۱ص۳۹۰)]

اب ہم سوال کے جواب کی طرف آتے ہیں۔ جس شخص نے زنا کیا ہے اس کی دو ہی حالتیں ہوسکتی ہیں:

۱۔ ایک یہ کہ اس نے عورت سے اس کی مرضی کے بغیر جبراً زنا کیا ہے، ایسی صورت میں ایک تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس عورت کو مہر مثل ادا کرے۔ یہ اس چیز کا تاوان ہے جو اس نے عورت کی عزت کو نقصان پہنچایا ہے۔ اس کے ساتھ وہ اللہ کے حضور سچی توبہ بھی کرے۔ اور اگر اس زانی شخص کا معاملہ حاکمِ وقت تک پہنچ کر جرم ثابت ہو چکا ہو تو پھر اس پر حد جاری ہوگی۔ (۱)

۲۔ دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ اس نے عورت کی رضامندی سے زنا کیا ہو۔ اس صورت میں زانی پر توبہ کے علاوہ کچھ بھی لازم نہیں، اس زنا سے پیدا ہونے والے بچے کا اس زانی سے الحاق نہیں ہوسکتا اور نہ ہی اس کے ذمہ اس کا خرچہ لازم ہے کیونکہ یہ بچہ بدکاری کے نتیجہ میں پیدا ہوا ہے اور ایسا بچہ اپنی ماں ہی سے منسوب ہوتا ہے، زانی سے اس کے نسب کا الحاق نہیں ہوتا اور اس گناہ پر پردہ ڈالنے کے لیے تائب کو اس زانیہ سے شادی کرنا جائز نہیں ☆۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلزَّانِی لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِکَةً وَالزَّانِیَةُ لَا یَنْکِحُهَا اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ﴾ [النور۔۳]

"زانی مرد کسی زانیہ یا مشرکہ ہی سے نکاح کرتا ہے اور زانیہ عورت کو بھی کوئی زانی یا مشرک ہی نکاح میں لاتا ہے۔"

جس عورت کے پیٹ میں حرام کا بچہ ہو اس سے نکاح جائز نہیں اگرچہ اسی مرد سے ہو، ہاں جب زانی مرد توبہ کرلے اور زانیہ عوت بھی سچی توبہ کرلے اور اس کے رحم کی

(۱) [دیکھیے: مدارج السالکین (ج۱ ص۳٦٦)]

☆...[بعض اہل علم کی رائے میں بعض صورتوں میں ایسا کرنا جائز ہے، اس کی تفصیلات کے لیے ہماری کتاب: هدية العروس اور: جديد فقهي مسائل ملاحظہ فرمائیں...... مؤلف]

صفائی واضح ہو جائے تو اس صورت میں مرد کے لیے جائز ہے کہ وہ اس عورت سے شادی کر لے اور اس کے ساتھ اس نئی زندگی کا آغاز کرے جسے اللہ پسند فرماتا ہے۔

سوال:...... اللہ مجھے معاف فرمائے، میں بدکاری کا مرتکب رہا ہوں اور ایک زانیہ عورت سے میں نے شادی کی، اس بات کو کئی سال گزر چکے ہیں۔ اب ہم دونوں نے اللہ کے حضور سچی توبہ کر لی ہے، ان حالات میں اب مجھ پر کیا کچھ لازم ہے؟

جواب:...... جب تم دونوں نے پکی توبہ کر لی ہے تو پھر تم دونوں پر لازم ہے کہ شرعی شرائط کے مطابق ولی اور دو گواہوں کی موجودگی میں دوبارہ نکاح کرو۔ البتہ اس مقصد کے لیے عدالت میں جانے کی ضرورت نہیں، نکاح گھر پر ہی ہو جائے تو کافی ہے۔

شادی سے پہلے کے گناہ بتانا ضروری ہے؟

سوال:...... ایک عورت پوچھتی ہے کہ اس کی ایک نیک صالح مرد سے شادی ہوئی ہے، شادی سے پہلے وہ ایسے کام کرتی رہی ہے جو اللہ کو پسند نہیں اور اب اس کا ضمیر اسے جھنجھوڑتا ہے اور وہ یہ پوچھتی ہے کہ جو کچھ وہ شادی سے قبل کر چکی ہے کیا ضروری ہے کہ وہ اپنے خاوند کو اس سے آگاہ کر دے؟

جواب:...... میاں بیوی میں سے کسی پر یہ لازم نہیں کہ وہ ماضی میں جو کچھ کرتا رہا ہے، اس کی دوسرے کو خبر دے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کی پردہ پوشی کی ہے تو وہ خود بھی پردہ پوشی کریں، بس سچی توبہ کے لیے یہی کافی ہے۔

لواطت (لونڈے بازی) سے توبہ:

سوال:...... لواطت سے توبہ کرنے والے پر کیا واجب ہے؟

جواب:...... فاعل اور مفعول دونوں پر واجب ہے کہ وہ اللہ کے حضور سچی توبہ کریں اور انہیں یہ علم ہونا چاہیے کہ لواطت بہت بڑا گناہ ہے اور اس گناہ کا ارتکاب کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے کئی قسم کے عذاب نازل فرمائے۔ اسی مکروہ فعل کی پاداش میں حضرت لوط علیہ

السلام کی قوم پر اللہ تعالیٰ نے مختلف عذاب نازل فرمائے مثلاً:

۱۔ان کی بینائی چھین لی گئی اور وہ اندھے اور پاگل ہو گئے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَطَمَسْنَا اَعْيُنَهُمْ ﴾ [القمر:۳۷]

”چنانچہ ہم نے ان کی آنکھیں اندھی کر دیں۔“

۲۔ان پر نہایت گرج دار آواز بھیجی۔

۳۔ان کے گھروں کو اس طرح الٹ دیا گیا کہ ان کا نچلا حصہ اوپر اور اوپر والا نیچے آ گیا۔

۴۔ان پر نشان زدہ پتھروں کی بارش برسائی گئی پھر ان سب کو ہلاک کر دیا گیا۔

یہ گناہ اتنا سنگین ہے کہ اس کے مرتکب پر (حکومت کی طرف سے) قتل کی حد جاری کی جاتی ہے خواہ وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((مَنْ وَّجَدْتُّمُوْهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ فَاقْتُلُوْا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُوْلَ بِهٖ))(۱)

”اگر تم کسی کو قوم لوط والا عمل کرتے دیکھو تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔“

توبہ کے بعد حرام اور ناجائز آلات کا کیا کیا جائے؟

سوال:...... میں اللہ تعالیٰ کے حضور خالص توبہ کر چکا ہوں لیکن میرے پاس کئی ایک حرام چیزیں موجود ہیں مثلاً آلاتِ موسیقی، فحش کیسٹیں اور فلمیں وغیرہ، کیا اب میرے لیے یہ جائز ہے کہ میں ان چیزوں کو فروخت کر دوں؟ جبکہ یہ اچھی خاصی مالیت کی چیزیں ہیں؟

جواب:...... حرام اشیاء کی نہ خرید و فروخت جائز ہے اور نہ ہی انہیں بیچ کر قیمت لینا جائز ہے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اِذَا حَرَّمَ عَلٰى قَوْمٍ اَكْلَ شَيْءٍ حَرَّمَ عَلَيْهِمْ ثَمَنَهٗ))(۲)

”جب اللہ تعالیٰ نے ایک قوم پر ایک چیز کا کھانا حرام کیا تو اس چیز کی قیمت بھی ان پر حرام کر دی۔“

(۱) [سنن ابو داؤد: کتاب الحدود: باب فیمن عمل عمل قوم لوط (ح ٤٤٦٢)]

(۲) [سنن ابو داؤد: کتاب البیوع: باب فی ثمن الخمر والمیتة (ح ٣٤٨٨)]

یاد رکھیے کہ ہر وہ چیز جس کے متعلق آپ کو علم ہو کہ وہ حرام کام میں مددگار بن سکتی ہے تو اس کی خرید وفروخت بھی آپ کے لیے جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَاتَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ﴾ [المائدة : ٢]

''گناہ اور ظلم وزیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون نہ کرو۔''

اس طرح آپ کے دنیوی مال میں تو آپ کا کچھ خسارہ یقیناً ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ کے پاس اس کے بدلے میں جو اَجر ہے وہ اس سے کہیں بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ضرور اس کا بہتر بدلہ عطا فرمائے گا۔

گمراہانہ افکار پھیلانے والے کی توبہ:

سوال:...... میں ایک گمراہ انسان تھا ،بے دینی پر مبنی افکار کا پرچار کرتا تھا،فحاشی و بے حیائی اور الحادوزندیقیت پھیلانے والے قصے ،ڈرامے اور شعر لکھتا تھا ۔اب اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق بخشی اور اپنے کرم سے مجھے اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آیا اور مجھے ہدایت کی دولت عطا فرمادی ہے ،اب توبہ کے سلسلہ میں مجھے کیا کچھ کرنا چاہیے؟

جواب:...... قسم اللہ کی! یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام اور عظیم احسان ہے اور ہدایت بھی اسی کا نام ہے لہذا اس پر اللہ کا شکر ادا کیجئے اور اللہ سے ثابت قدمی اور اس کے مزید فضل وکرم کی دعا مانگتے رہیے۔ جو شخص اپنی زبان اور قلم سے دین اسلام کے خلاف جنگ کرتا رہا اور گمراہ کن عقائد ،بدعات اور فسق وفجور کی نشر واشاعت کا کام لیتا رہا ہے اسے چاہیے کہ توبہ کے بعد اب درج ذیل امور مدنظر رکھے:

۱۔ سب سے پہلے اپنی تمام غلطیوں سے توبہ کا اعلان کرے اور ہر ممکن ذرائع بروئے کار لاکر اپنی توبہ کی نشر واشاعت کرے تاکہ یہ بات ان لوگوں تک بھی پہنچ جائے جو اس کے ذریعے گمراہ ہوئے تھے اور جن گمراہانہ نظریات کا یہ پرچار کرتا رہا تھا،اب ان کی گمراہی کو خود ہی خوب واضح کردے تاکہ اس کے متعلق کوئی دوسرا بھی دھوکے میں نہ

رہے اور اس کی غلطیوں سے جو شبہات لوگوں میں پھیل چکے تھے ایک ایک کر کے ان سب کی تردید کرے اور جو کچھ یہ پہلے کہہ چکا، اس سے بیزاری کا اظہار کرے کیونکہ یہ بھی توبہ کے واجبات میں شامل ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا وَاَصۡلَحُوۡا وَبَیَّنُوۡا فَاُولٰٓئِکَ اَتُوۡبُ عَلَیۡہِمۡ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ ﴾

[البقرة:١٦٠]

''مگر جن لوگوں نے توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کی اور وضاحت کر دی تو یہی وہ لوگ ہیں جن کی توبہ میں قبول کرتا ہوں اور میں توبہ قبول کرنے والا مہربان ہوں۔''

۲۔ یہ شخص اپنے قلم اور اپنی زبان کو اسلام کی نشر و اشاعت کے لیے وقف کر دے اور اپنی تمام تر صلاحیتیں اللہ کے دین کی مدد میں کھپا دے۔ لوگوں کو حق کی دعوت دے۔

۳۔ یہ شخص اسی طرح اپنی تمام تر صلاحیتیں اسلام دشمن لوگوں کی تحریروں کے جواب دینے میں صرف کر دے جس طرح پہلے یہ ان کی مدد کرنے میں صرف کرتا رہا ہے اور ان اسلام دشمنوں کے مزعومہ نظریات کا بودا پن اور کمزوری خوب واضح کرے اور اہل باطل کے مقابلہ میں اہل حق کے لیے اللہ کی تلوار بن جائے۔

علاوہ ازیں اسے یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ اگر اس نے کسی شخص کو کسی خاص مجلس میں ایک حرام چیز مثلاً سود وغیرہ سے استفادہ کر لینے کو درست کہا ہو تو اسے چاہیے کہ اس مجلس کو دوبارہ بلائے اور اپنی غلط بات کی وضاحت کر دے۔ اور اسے حق بات سمجھانے کی اسی طرح بھرپور کوشش کرے جس طرح اسے پہلے گمراہ کیا تھا حتی کہ اللہ تعالیٰ اس سے اس کے گناہ معاف کر دے اور ہدایت دینے والا تو صرف اللہ ہے۔

......☆......

باب ۱۳:

توبہ میں رکاوٹیں اور ان کا علاج

اسلامی تعلیمات کی رو سے انسان اپنی فطرت کے لحاظ سے نہ تو پیدائشی طور پر گنہگار ہے اور نہ ہی مجرم۔ البتہ دنیوی زندگی میں خواہشات وجذبات سے مغلوب ہو کر یا طبعی کمزوریوں پر صبر و برداشت کی بجائے جلد بازی سے کام لے کر انسان گناہوں کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے لیکن اگر وہ اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے صدق دل سے معافی مانگے تو دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دیتے ہیں۔

اللہ کے حضور معافی کے اس عمل کو 'توبہ' کہا جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے گناہوں سے معافی کے لیے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے اور یہ دروازہ ہر شخص کے لیے اس وقت تک کھلا ہے جب تک کہ اس کی سانس اکھڑ اور روح بدن سے جدا نہ ہو جائے۔ لیکن افسوس ہے کہ انسان توبہ جیسے اس عظیم نسخے کو استعمال نہیں کرتا۔ اس کی کچھ وجوہات ہیں جنہیں توبہ کی رکاوٹیں بھی کہا جا سکتا ہے۔ آئندہ سطور میں ہم توبہ کی ان رکاوٹوں کا علاج بیان کریں گے۔ اللہ ہمیں سچی توبہ کرنے والا بنائے۔ آمین!

(۱)......لمبی عمر کا دھوکا:

گنہگار انسان عام طور پر یہ سمجھتا ہے کہ ابھی میری عمر کافی ہے لہٰذا گناہ کرنے میں کوئی حرج نہیں، جب بڑھاپے میں پہنچوں گا تب ان گناہوں کو چھوڑ دوں گا حالانکہ یہ ایک شیطانی دھوکا ہے۔ کوئی انسان یہ نہیں جانتا کہ اس کی عمر کتنی ہے اور کب اور کہاں اور کس وقت اور کس طرح وہ فوت ہوگا۔ یہ غیبی باتیں ہیں جن کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ شاید ہم میں سے کوئی شخص بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا لیکن اس کے باوجود ہمارے طرز عمل

میں کوئی فرق نہیں آتا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم عملی طور پر واقعی لمبی عمر کے دھوکے میں مبتلا ہیں اور جو شخص لمبی عمر کے دھوکے میں مبتلا ہو جائے اسے عام طور پر توبہ کی توفیق نہیں ملتی کیونکہ جوانی میں وہ بڑھاپے کی آس پر گناہ کرتا رہتا ہے اور بڑھاپے میں مرض الموت کے انتظار میں گناہ کرتا رہتا ہے اور مرض الموت میں یا تو اس کے ہوش وحواس معطل ہو جاتے ہیں اور اسے توبہ کی توفیق نہیں ملتی یا پھر جوانی، بڑھاپے اور مرض الموت کے دوران ہی کسی وقت اچانک ملک الموت آپہنچتا ہے اور توبہ کی مہلت دیئے بغیر اس کی روح نکال کر لے جاتا ہے۔اس لیے اگر کوئی شخص اس دھوکے میں مبتلا ہے تو اسے فوراً اپنی اصلاح کر لینی چاہیے۔

(۲)......'پکی توبہ' کا دھوکا:

بعض گنہگار لوگوں کا رویہ یہ ہوتا ہے کہ وہ گناہوں پر گناہ کیے چلے جاتے ہیں اور جب انہیں توبہ کرنے کا کہا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ

فلاں وقت اور فلاں موقع پر میں توبہ کروں گا،اس سے پہلے نہیں کیونکہ میں ابھی ان گناہوں کو نہیں چھوڑ سکتا جو میرے مستقبل کے تحفظ کی علامت ہیں البتہ میں اپنا فلاں مقصد پورا ہو جانے کے بعد 'پکی توبہ' کر کے انہیں چھوڑ دوں گا،اس سے پہلے اگر میں نے توبہ کر بھی لی تو وہ 'پکی توبہ' نہیں ہوگی......کوئی کہتا ہے میں اپنی شادی کے بعد 'پکی توبہ' کر کے اپنے فلاں گناہ کو چھوڑ دوں گا۔کوئی کہتا ہے میں فلاں تعلیمی کورس مکمل کر کے اپنے گناہ کو چھوڑ دوں گا اور پکی توبہ کر لوں گا۔

اسی طرح کسی بے نماز شخص کو آپ توبہ کے لیے کہیں اور جس نماز کا وقت ہوا ہے ابھی پڑھنے کا مشورہ دیں تو وہ کہے گا میں کل سے ساری نمازیں پڑھوں گا۔لیکن کیا معلوم 'کل' آنے کا اسے موقع ہی نہ ملے۔ایک شخص سودی بنک میں ملازمت کرتا تھا اور اسے علم تھا کہ سودی لین دین میں شریک ہر شخص سخت گنہگار ہے۔اسے جب وہ ملازمت چھوڑنے اور توبہ

کرنے کا کہا گیا تو اس نے کہا بچے جوان ہو جائیں تو پھر یہ کام چھوڑ دوں گا مگر ان کے جوان ہونے سے پہلے ہی وہ بغیر توبہ کیے مر گیا!

قبل اس سے کہ ہم پر بھی ایسی ہی کوئی مثال صادق آئے ہمیں اپنے گناہ کا علم ہوتے ہی فوراً اللہ کے حضور سچی توبہ کر لینی چاہیے۔ اللہ ہمیں توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(۳)......مغفرتِ الٰہی کا غلط تصور:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نہایت غفور رحیم ہے۔ وہ ایک ماں سے بھی ستر گناہ زیادہ اپنے بندے کے لیے رحمدل ہے مگر اس کا یہ معنی نہیں کہ ہم جو چاہیں کرتے رہیں اور وہ ہمارے ہر ناجائز کام پر ہمیں خوشی سے معاف کر دے گا۔ افسوس کہ بعض لوگ اسی دھوکے میں مبتلا ہیں۔ وہ علی الاعلان گناہ بھی کرتے ہیں اور پھر بڑی ڈھٹائی سے یہ بھی کہتے ہیں کہ

''اگر اللہ نے ہمیں جنت نہیں دینی تو پھر کسے دینی ہے؟!''

''اگر اللہ نے ہم پر رحم نہیں کرنا تو پھر کس پر کرنا ہے؟!......''

انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح غفور رحیم ہے اس طرح جبار اور قہار بھی ہے۔ عادل اور منصف بھی ہے۔ وہ نیکوں اور گنہگاروں کے ساتھ ایک جیسا سلوک نہیں کرے گا، ورنہ اسے جنت اور جہنم بنانے کی کیا ضرورت تھی؟ جبکہ اس نے اپنے نیک بندوں کو ان کی نیکی کا اچھا بدلہ اور انعام دینے کے لیے جنت اور گنہگاروں کو ان کے گناہوں کی سزا دینے کے لیے جہنم بنا رکھی ہے۔

جو لوگ مغفرت الٰہی کے غلط تصور میں مبتلا ہیں انہیں یہ جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے لیے غفور رحیم ہے جو کچھ نہ کچھ ٹوٹے پھوٹے عمل کرتے ہیں اور پھر اللہ کے حضور یہ درخواست کرتے ہیں کہ یا اللہ! جس طرح تیری اطاعت و بندگی کا حق تھا وہ تو ہم پورا نہیں کر سکے لہٰذا جو تھوڑا بہت عمل ہم نے کیا ہے تو اسے قبول فرما اور ہم پر اپنا رحم و کرم نازل فرما۔

(۴)......آخرت کی سزا کو معمولی سمجھنا:

بعض لوگ اس بنیاد پر گناہوں سے توبہ نہیں کرتے کہ گناہوں کی سزا چونکہ اُخروی زندگی میں دی جائے گی اس لیے مرنے کے بعد دیکھا جائے گا، خوامخواہ اس زندگی کا مزہ کیوں کرکرہ کریں، اگر مرنے کے بعد سزا ملی بھی تو چندروز یہ سزا بھگت کر جنت میں چلے جائیں گے۔ لہٰذا اس چندروزہ سزا کے لیے دنیوی عیش وعشرت کو بھلا کیوں ترک کریں!

یہ بھی ایک دھوکا ہے اس لیے کہ اول تو یہ بات ہی غلط ہے کہ گناہوں کی سزا صرف آخرت میں ملے گی بلکہ اس دنیا میں بھی گناہوں کی سزا ملتی ہے۔اس کی تفصیلات ہم پیچھے دوتین بابوں میں بیان کر چکے ہیں۔

پھر گنہگار کو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ اس دنیا میں انسان کانٹا چبھنے، بخار ہونے اور دانت یا سر وغیرہ میں درد ہونے کی معمولی تکلیف کو چند لمحوں کے لیے بھی برداشت نہیں کرتا اور فوراً ڈاکٹر کے پاس جابھاگتا ہے پھر آخرت کی سزا جو دنیوی سزا سے کئی گنا زیادہ ہوگی ،اسے سالہا سال تک وہ آخر کیسے برداشت کرسکتا ہے؟اس دنیا کی آگ میں تو چند سیکنڈ کے لیے انسان اپنا ہاتھ رکھنے کے لیے تیار نہیں پھر اس سے ستر گنا زیادہ شدید آگ میں جلنے کو وہ کیسے برداشت کرلے گا؟!

(۵)......گناہ کو معمولی سمجھنا:

بعض لوگ اس لیے توبہ نہیں کرتے کہ جس گناہ کا انہوں نے ارتکاب کیا ہوتا ہے اسے وہ معمولی سمجھتے ہیں حالانکہ اللہ کی نافرمانی میں کیا جانے والا کوئی بھی کام معمولی نہیں ہوتا۔اگر اللہ کی رضا کے لیے کوئی چھوٹا سا نیک عمل کیا جائے تو اللہ کی بارگاہ میں اس کا بھی اجر بڑا عظیم ہے اور اللہ کی نافرمانی میں ایک قدم اٹھایا جائے تو اللہ کے ہاں وہ بھی انتہائی قبیح حرکت ہے۔

بعض اوقات ایک نیکی انسان کو جنت میں لے جانے اور ایک گناہ انسان کو جہنم میں پہنچا دینے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔اگر ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے والی بدکارہ عورت اس نیک عمل سے جنت میں چلی گئی تھی تو ایک بلی کو بھوک پیاس سے ہلاک کرنے والی عابدہ وزاہدہ

عورت اِس گناہ کی وجہ سے جہنم میں بھی ڈالی گئی۔اس لیے کسی گناہ کو معمولی گناہ نہیں سمجھنا چاہیے ۔بعض اوقات کوئی گناہ بظاہر چھوٹا ہوتا ہے مگر اس کے ارتکاب سے کئی بڑے بڑے گناہوں کا رستہ کھل جاتا ہے اور وہ انسان کو جہنم کی اتھاہ گہرائیوں میں لے جانے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

(٦)......فکرِ آخرت سے غفلت:

بعض اوقات ایک گنہگار انسان اس بات سے غافل ہوجاتا ہے کہ اسے مرنے کے بعد اللہ کے حضور حاضر ہونا ہے اور وہاں ہر چھوٹے بڑے عمل کا حساب دینا ہے۔اسی غفلت اور لاپروائی کی وجہ سے وہ گناہوں کا ارتکاب کیے چلا جاتا ہے اور توبہ کی طرف اس کا دھیان نہیں رہتا چنانچہ بغیر توبہ ہی وہ مرجاتا ہے۔

اس لیے آخرت سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہیے ہمیشہ یہ احساس بیدار رکھنا چاہیے کہ مرنے کے بعد اپنے ہر قول و فعل کا مجھے حساب دینا ہے۔جتنا یہ احساس اور شعور بیدار ہوگا اتنا ہی انسان توبہ و استغفار کرنے والا بن جائے گا۔

(٧)......شفاعت کا غلط تصور:

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے فلاں بزرگ اور فلاں ولی، اللہ کے حضور ہماری سفارش کرکے ہمیں عذاب الٰہی سے بچالیں گے چنانچہ اس سوچ کے ساتھ وہ گناہوں کا مسلسل ارتکاب کرتے ہیں اور گناہوں سے سچی توبہ کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے ۔

حالانکہ شفاعت کا یہ تصور غلط ہے کہ ''ہم جو چاہیں کرتے رہیں اولیاء اللہ ہمیں بچالیں گے۔'' اس لیے کہ مرنے کے بعد اول تو قبر میں کوئی سفارش کرنے کے لیے نہیں آئے گا۔ پھر روزِ محشر بھی ہر شخص کو اپنے اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا حتی کہ خود اولیاء اللہ بھی اللہ کے دربار میں اپنے اعمال کے جواب دہ بن کر کھڑے ہوں گے۔پھر سفارش کی اجازت بھی ان لوگوں کے بارے میں دی جائے گی جو کفر و شرک سے محفوظ رہے ہوں گے۔جب تک اللہ کی

طرف سے اس سفارش کی اجازت نہیں دی جائے گی تب تک کوئی سفارشی اپنی مرضی سے سفارش بھی نہیں کر سکے گا۔اور پھر سفارش بھی وہی کر سکے گا جو خود بھی توحید پرست اور عبادت گزار ہوگا۔

(۸)......ناامیدی[شیطانی وسوسے]:

توبہ نہ کرنے میں ایک رکاوٹ ناامیدی بھی ہے۔شیطان ایک گنہگار انسان کو پہلے اس طرح کے دھوکوں میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ

''تمہاری زندگی بڑی لمبی ہے گناہ کرلو مرنے سے پہلے توبہ کر لینا......یا فلاں گناہ تو بڑا معمولی ہے اس کے ارتکاب سے کوئی فرق نہیں پڑتا......یا یہ کہ اللہ بڑا غفور رحیم ہے وہ تمہیں کچھ نہیں کہے گا، بلکہ اس کے پاس جا کر تمہارے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے لہٰذا اپنی دنیا سیدھی کرو......''

پھر جب انسان اس طرح شیطان کے دھوکے میں مبتلا ہو کر اپنے اردگرد گناہوں کا انبار لگا لیتا ہے اور پھر کبھی بھول کر اس کے دل میں توبہ کا اگر خیال آ بھی جاتا ہے تو شیطان اسے کہتا ہے کہ

'' تمہارے تو گناہ ہی بہت زیادہ ہیں،تمہاری تو معافی ہی نہیں ہو سکتی،تمہاری تو توبہ ہی اللہ قبول نہیں کریں گے......''

چنانچہ اس طرح شیطان ایک گنہگار انسان کو ناامیدی میں مبتلا کر دیتا ہے اور وہ ناامید شخص بغیر توبہ کیے ہی مر جاتا ہے۔حالانکہ اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ اس دنیوی زندگی میں جو شخص بھی سچی توبہ کرنے کے لیے آگے بڑھے گا اللہ اس کی توبہ ضرور قبول کریں گے خواہ اس کے گناہ سمندروں کی جھاگ اور ریت کے ذروں کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔لہٰذا یاد رہنا چاہیے کہ گناہوں کے معمولی ہونے کی امیدیں اور پھر ان سے معافی نہ ہونے کا خیال شیطان کی طرف سے پیدا ہوتا ہے جبکہ اس طرح کی ناامیدی سے اللہ تعالیٰ نے سخت منع کیا ہے۔

(۹)......خواہشات کی پیروی:

انسان کے دل میں اچھی اور بری دونوں طرح کی خواہشات پیدا ہوتی ہیں۔اچھی خواہشات پر عمل کرنا نیکی اور بری خواہشات کی پیروی کا نام گناہ ہے۔بعض اوقات انسان اپنی دلی خواہشات کی تکمیل کے لیے ہر جائز اور ناجائز کام کرتا ہے۔اور خواہشات کی اندھی تقلید کا یہ رویہ اسے گناہوں سے توبہ کی بجائے ہمیشہ اپنی خواہشاتِ نفس کی پیروی میں مبتلا کیے رکھتا ہے۔

گناہوں سے بچنے کے لیے ہر انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی ان خواہشات کو لگام دے اور یہ لگام اس وقت تک نہیں دی جاسکتی جب تک انسان کے دل میں گناہوں کے انجام کا صحیح اسلامی تصور قائم نہیں ہو جاتا۔

(۱۰)......غلط ماحول اور برے دوست:

انسان کا ماحول اور مجلس اس پر ہمیشہ اثر انداز ہوتے ہیں۔نیک ماحول اور نیک لوگوں کی صحبت سے برا انسان بھی بدل کر نیک بن جاتا ہے جبکہ برے ماحول اور برے لوگوں کی ہم نشینی اختیار کرنے سے نیک شخص بھی آہستہ آہستہ گنہگار بن جاتا ہے۔لہذا غلط ماحول اور برے دوست بھی ایک گنہگار شخص کی توبہ میں رکاوٹ بنتے ہیں مثلاً جب ایک انسان دوسرے گنہگاروں کو گناہوں میں ملوث دیکھتا تو وہ یہ سوچ کر گناہ کا ارتکاب کرتا ہے کہ جب یہ بھی میری طرح گنہگار ہیں تو پھر مجھے پاکباز بننے کی کیا ضرورت ہے؟ اسی طرح ایسے بھی ہوتا ہے کہ جب ایک گنہگار انسان توبہ کی طرف رغبت کرنے لگتا ہے تو اس کے برے دوست اسے توبہ کرنے سے روکتے ہیں۔لہذا ایسے لوگوں کی صحبت کو چھوڑے بغیر توبہ کی توفیق مشکل ہے۔

(۱۱) تقدیر کا بہانہ:

بعض اوقات انسان تقدیر اور قسمت کا بہانہ بنا کر گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے اور توبہ سے گریز کرتا ہے۔ایسا شخص اس دھوکے میں مبتلا ہوتا ہے کہ جو کچھ تقدیر میں لکھا ہے جب وہی

ہونا ہے تو پھر دینی احکام اور اسلامی تعلیمات پر اتنی شدت سے عمل کرنے کی آخر کیا ضرورت؟
یہ بھی ایک شیطانی دھوکا ہے اس لیے کہ تقدیر کا لکھا یہ نہیں کہتا کہ انسان نیکی کی راہ اختیار نہ کرے بلکہ جو شخص نیکی کی راہ اختیار کرتا ہے وہ گویا اپنی تقدیر ہی کو سنوار رہا ہوتا ہے اور اس کی نیکی تقدیر کے لحاظ سے اس کے اچھے انجام کی شہادت دے رہی ہوتی ہے اور گنہگار کا برا عمل تقدیر کے اعتبار سے اس کے برے انجام کی خبر دے رہا ہوتا ہے۔
علاوہ ازیں تقدیر میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ ایک شخص کو کتنا رزق ملے گا مگر اس بنیاد پر کبھی کسی انسان نے یہ کہتے ہوئے محنت مزدوری چھوڑی ہے کہ جو لکھا ہے وہ مل ہی جائے گا؟!
جب یہ سوچ کر ہم کاروبار اور محنت مزدوری نہیں چھوڑتے تو پھر نیکی اور بدی کے معاملے میں تقدیر کو ہم کیوں بہانہ بنا لیتے ہیں؟!
تقدیر پر ایمان کی حقیقت اور اعمال کی ضرورت، ایک مستقل موضوع ہے۔ اللہ نے توفیق دی تو اس موضوع پر بھی مستقل طور پر کچھ تفصیلات قلمبند کروں گا۔ ان شاء اللہ!
آیئے! آخر میں اللہ سے خلوص دل سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ ہمیں ہر طرح کے گناہوں سے بچنے اور نیک عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور جو گناہ ہم سے سرزد ہو جاتے ہیں ان پر ہمیں توبہ واستغفار کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہماری توبہ کو قبولیت سے نوازے۔ اس کے باوجود جن گناہوں پر ہم توبہ نہ کر پائیں ان سے بھی وہ اپنے خاص فضل سے درگزر فرما دے۔

رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وِلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ

آمین یارب العالمین!

حافظ مبشر حسین

......☆......

اریب پبلیکیشنز کی اہم مطبوعات

نمبر شمارہ	نام کتاب	قیمت
١	قیامت کی نشانیاں	180/-
٢	پیش گوئیوں کی حقیقت (اور عصر حاضر میں ان کی تعبیر کا منہج)	160/-
٣	جادو، جنات اور نظر بد کا توڑ (از ابن تیمیہؒ)	50/-
٤	اللہ اور انسان	70/-
٥	انسان اور شیطان	75/-
٦	انسان اور فرشتے	65/-
٧	ہدیۃ العروس (ازدواجی و خانگی احکام و مسائل)	220/-
٨	موسیقی حرام نہیں؟	85/-
٩	انسان اور گناہ	200/-
١٠	انسان اور نیکی	70/-
١١	ہدیۃ النساء (احکام نسواں اور تربیت نسواں)	200/-
١٢	ہدیۃ الوالدین (اولاد اور والدین کے باہمی مسائل)	125/-
١٣	انسان اور رہبر انسانیت	70/-
١٤	انسان اور کفر	75/-
١٥	انسان اور کالے پیلے علوم	80/-
١٦	انسان اور قرآن	70/-
١٧	انسان اور آخرت	70/-
١٨	انسان اور قسمت	85/-
٢٠	غنیۃ الطالبین (تحقیق و تخریج کے ساتھ)	295/-

انسان اور گناہ

انسان اور گناہ لازم وملزوم ہیں۔ انسان کبھی اپنی جسمانی وطبعی ضرورتوں کی وجہ سے، کبھی خواہشات نفس سے مغلوب ہو کر کبھی، کبھی اہل وعیال کی محبت سے مجبور ہو کر کبھی شیطانی حملوں کا شکار ہو کر اور کبھی بے صبری اور عدمِ برداشت میں گرفتار ہو کر گناہ کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے۔ اس لیے گناہ ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں بشرطیکہ انسان اپنے گناہ کو گناہ سمجھے...... گناہ ہو جانے کے بعد اس پر نادم شرمندہ ہو...... اللہ کے خوف سے اپنے گناہ پر کپکپا اٹھے...... اور بلا تاخیر اپنے کیے ہوئے گناہ پر سچی معافی مانگتے ہوئے اللہ کے حضور یہ وعدہ کرے کہ آئندہ میں یہ گناہ نہیں کروں گا۔

اے انسان! کبھی اس دھوکے میں نہ مارے جانا کہ جب موت کے آثار ظاہر ہوں گے تب فوراً توبہ کر کے نیک بن جاؤں گا نہیں!...... یہ شیطان کا دھوکا اور نفس کا فریب ہے۔ کسے معلوم کہ بڑھاپے سے پہلے موت آجائے......! جو سانس نکلی ہے اسے دوبارہ کھینچنے سے پہلے روح کھینچ لی جائے......! جو قدم اٹھایا ہے اسے واپس لوٹانے سے پہلے ہی ملک الموت آپہنچے......!

جب انسان گناہ کرتا ہے تو پھر اللہ کی رحمت اس سے دور ہوتی چلی جاتی ہے، اور اللہ کا غضب اس پر برسنا شروع ہوجاتا، کبھی اس کے رزق میں تنگی یا بے برکتی ظاہر ہونے لگتی ہے، کبھی بیوی بچے نافرمان بن جاتے ہیں، کبھی طرح طرح کی بیماریاں گھیر لیتی ہیں اور کبھی امن وسکون اور قلبی اطمینان رخصت ہو جاتا ہے۔ اس لیے جب تک ہم اپنے گنہگارانہ طرزِ عمل کو نہیں بدلیں گے تب تک ہماری زندگیوں میں امن وسکون، عروج وترقی اور خوشحالی کے آثار پیدا نہیں ہوں گے!

زیرِ نظر کتاب اپنے موضوع پر ان شاء اللہ ایک جامع اور مستند کتاب ہے، اس میں اپنے موضوع سے متعلقہ تمام ضروری مباحث کا احاطہ کر دیا گیا ہے مثلاً: گناہ کی حقیقت، گناہ کے اسباب، گناہوں سے بچنے کے طریقے، خطرناک گناہوں کی تفصیلات، گناہوں کے دنیوی واخروی اعتبار سے انفرادی، اجتماعی، اخلاقی، روحانی، مادی اور طبی نقصانات کا مکمل احاطہ، گناہوں کے اخروی نقصانات، گناہ چھوڑنے کے دنیوی واُخروی فوائد وانعامات، گناہوں سے بچنے کے لیے توبہ کا صحیح طریقۂ کار اور توبہ کی راہ میں بننے والی رکاوٹوں کا مکمل علاج وغیرہ۔ علاوہ ازیں اس کتاب میں صحیح احادیث اور سچے واقعات کا انتخاب کرتے ہوئے ضعیف احادیث اور جھوٹے واقعات سے ہر ممکنہ اجتناب کیا گیا ہے۔

RS.250/-

Areeb Publications
1542, Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-2 (India)
Ph. 011-23282550, email: apd1542@gmail.com